

سوانح حیات نواب صدیقی حسن خان صاحب

آئینہ صدیقی

مکتب چاپ و جہتوں میں

پاکستان

نائب سید علی حسن خان فرزند صاحب سوانح

ناشر

جمعیت اہل تشیع پاکستان

سوانح حیات نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ماثرِ صدیقی

مکمل چار حصوں میں

تألیف

جناب سید علی حسن خان فرزند صاحب سوانح

ناشر

جمعۃ اہل اسلام لاہور

سوانح حیات نواب صدیق حسن خان صاحب زمام

ماثر صدیقی

مکمل چار حصوں میں

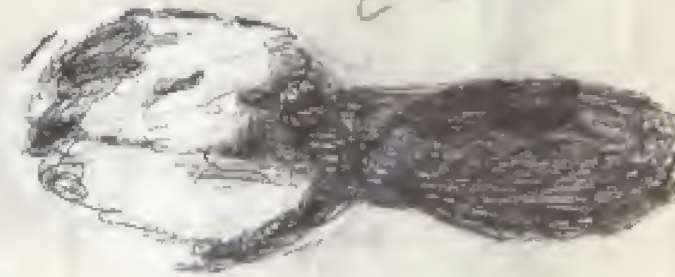
تالیف

جناب سید علی حسن خان فرزند صاحب سوانح

ناشر

جمعیت اہل سنت لاہور

س
ص دی س خ



سید سلیمان

- | | | |
|--------------|-------|--------------|
| نام کتاب | | مکتبہ قاسمیہ |
| مکتبہ | | مکتبہ قاسمیہ |
| کلیات | | مکتبہ قاسمیہ |
| آریخ طالعہ | | مکتبہ قاسمیہ |
| پریس | | مکتبہ قاسمیہ |
| ناشر | | مکتبہ قاسمیہ |
| تعداد | | مکتبہ قاسمیہ |
| قیمت | | مکتبہ قاسمیہ |
| پیش کے پتے | | |
| مکتبہ قاسمیہ | | مکتبہ قاسمیہ |
| مکتبہ قاسمیہ | | مکتبہ قاسمیہ |
| مکتبہ قاسمیہ | | مکتبہ قاسمیہ |
| مکتبہ قاسمیہ | | مکتبہ قاسمیہ |

سیرت و آلا جاہی حصہ اول

یعنی
سوانح و حالات خاندانی امام المحدثین و زبیدۃ المفسرین ابی
ومولائی دایم الملک والا جاہ (نواب سید صدیق حسن خان
حسینی البخاری نقوی شوہر رئیسہ خلد مکان علیا حضرت نواب
شاہ جہان بیگم صاحبہ - قجی سہی تائیں آئی قجی سہی تائی اسی
فرمانروا سے سیاست بھویاں تھنہ افتدہ بالرحمتہ الرحمن
تالیف

ابو نصر سید محمد علی خان الخاٹک صوفی اللہ و حاکم الملک صانہ القلے
عن شہور الزمان
باہتمام نام کیمبرسی داس بیٹھ سپرینٹنڈنٹ مطبع
نقوی مطبع نشی نول کشور لکھنؤ پرنٹ

صحت نامه آثار صدیقی حصه اول

صفو	سر	خطا	صواب	صفو	سر	خطا	صواب
۱۱	۱۲	بِسْمِ اللَّهِ	بِسْمِ اللَّهِ	۱۴	۱۴	تُحَلِّكَ	تُحَلِّكَ
۱۲	۴	الدِّينَ	الدِّينَ	۱۴	۱۴	أَمَرْنَا	أَمَرْنَا
۱۳	۳	اجْتَمَعَا	اجْتَمَعَا	۱۴	۱۴	إِذَا	إِذَا
۱۴	۴	اللَّهُ	اللَّهُ	۱۴	۱۴	أَسْأَلُ	أَسْأَلُ
۱۵	۱۰	اللَّهُ	اللَّهُ	۱۴	۱۴	اللَّهُ	اللَّهُ
۱۴	۱۰	يُحَدِّثُ	يُحَدِّثُ	۱	۲۱	بَن ذَلِيلٍ	بَن ذَلِيلٍ
۱۵	۶	الْأَنسَاءُ	الْأَنسَاءُ	۴	۲۰	إِخْشَاكَ	إِخْشَاكَ
۱۶	۴	يَحْنِي	يَحْنِي	۱۱	۲۲	نِعْمَتِهِ	نِعْمَتِهِ
۱۷	۶	الْأَنزَمِينَ	الْأَنزَمِينَ	۱۵	۲۶	هَذَا الْآخَرُ	هَذَا الْآخَرُ
۱۸	۱۲	سَائِرِ الْيَوْمِ	سَائِرِ الْيَوْمِ	۱۶	۲۹	إِنْ لَا يَرُدُّ	إِنْ لَا يَرُدُّ
۱۹	۵	بَارِكْ	بَارِكْ	۱۶	۲۹	إِنْ لَا يَحْضُرُ	إِنْ لَا يَحْضُرُ
۲۰	۶	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	۱	۳۰	إِنْ يَتَوَجَّهَ	إِنْ يَتَوَجَّهَ
۲۱	۱۳	صَلِّ	صَلِّ	۳	۳۵	مِي	مِي
۲۲	۴	سَهْبَةٍ	سَهْبَةٍ	۱۴	۵۱	طَرَحَ	طَرَحَ
۲۳	۴	إِمْرَةٍ	إِمْرَةٍ	۱۵	۵۵	وَطَافَتْ	وَطَافَتْ
۲۴	۴	بِالْكَفِّ	بِالْكَفِّ	۱۵	۵۵	عَبْدُ الْقَادِرِ	عَبْدُ الْقَادِرِ

صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب
۵۵	۱۷	دلم ست	دلمست	۸۰	۸۰	تھاکی	تھاکی
۵۶	۷	رسولیم	رسولہ	۸۰	۹	راقصیا	راقصا
۷۷	۵	رحمنہ	رحمتہ	۸۰	۱۲	قلیلک	قلیلک
۷۷	۱۲	للأجازة	الاجازة	۸۳	۴	درد	درد
۸۰	۷	الفاس	الفاس	۸۳	۱۷	لا غصی	لا غصی
۸۰	۷	بعینہا	بعینہا	۸۸	۱۱	فذلک	فذلک
۸۰	۷	لوریل	لوریل	۱۰۷	۸	البیسم	البیسم

فہرست مضامین آثار صدیقی حصہ اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تہذیب		۵	علامہ شبلی رح کے وقت سے زیادہ	
۲	انوار عالم کی حیات تہذیبی و تمدنی کا بیان	۱	۹	ہندوستان میں تاریخی مذاق پیدا ہوا۔	
۳	اہل عرب کو قدیم الایام سے تحفظ نسب کا اہتمام رہا ہے	۲	۱۰	مصفین اور مولفین کا حال	
۴	قبل اسلام تاریخی واقعات میں تسلسل نہ تھا	۳	۱۱	دلا جاہ مرحوم کا لائحہ عمل	
۵	عہد اسلام میں جمع و تمدن کتب	۴	۱۲	اسلام کتب و موافقات جن میں ان کے واقعات زندگی و روح ہیں	
۶	کے وقت سب سے پہلے فن تاریخ کی بنیاد پڑی	۵	۱۳	واقعات کی معذرت	
۷	تاریخ کی تعریف	۶	۱۴	اسرار کتب و تحریرات جن سے	
۸	ابن خلدون نے آنسوین صدی میں فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی	۷	۱۵	تالیفات آثار صدیقی میں مدولی گئی	
۹	روایت و روایت	۸	۱۶	اعلام و اہل نامہ دان سے خطاب و فصاحت	
			۱۷	تسبیب کتب و تحفظ اور حسب کی تعریف	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصہ اول			زمین مدینہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے	۲۹
۱۶	امام و نسب	۱	۲۹	آپ کا جواسود کو نصب کرنا گویا عمارت اسلام کا سنگ بنیاد تھا	۳۰
۱۷	ہارون الرشید و امام موسی کاظم کی گفتگو دربارہ نسب	۲	۳۱	چار مرتبہ آپ نے بغرض تجارت سفر کیا	۳۱
۱۸	حکایت ہارون الرشید کا ریشہ منوہ	۳	۳۲	آنحضرت صلعم کا حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح	۳۲
	بین امام موسی کاظم کے ساتھ داخل ہونا۔		۳۳	آنحضرت کی آمدنی خالی کاروبار	۳۳
	ذکر آبائے کرام		۳۴	تجارت پر موقوف تھی آپ کی بیوی حضرت خدیجہ کے مال پر موقوف نہ تھی۔	۳۴
۱۹	جناب سرور کائنات کی ولادت	۵	۳۵	حضرت خدیجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما	۳۵
	باسعادت اور واقعات زندگی کا مختصر تذکرہ		۳۶	حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلالؓ کا آنحضرت پر ایمان لانا	۳۶
۲۰	عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد اور حضرت آمنہ نے آپ کا نام احمد رکھا	۶	۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خدمت اسلام اور آنحضرت صلعم کی وفات پر آمادگی و مستعدی ظاہر کرنا۔	۳۷
۲۱	آپ کے والد ماجد عبداللہ و حضرت آمنہؓ اور عبدالمطلب کی وفات اور ابوطالب کی مہر پرستی	۷	۳۸	حضرت عمرؓ کا ایمان لانا۔ اور	۳۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۹	دعوت اسلام کا اعلان	۲۹	۲۹	آنحضرت صلعم کی وفات و اولاد	۳۰
۳۰	آنحضرت صلعم کی وفات و اولاد	۳۰	۳۱	حضرت خاتون جنت کے حالات	۳۱
۳۱	حضرت خاتون جنت کے حالات	۳۱	۳۲	آپ آنحضرت صلعم کو ب اولاد سے زیادہ عزیز تھیں	۳۲
۳۲	آپ کی بیویان اور اولاد	۳۲	۳۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ و جبرائیل کے حالات	۳۳
۳۳	حضرت امام زین العابدینؓ کے حالات	۳۳	۳۴	آپ کثیر الروایت تھے	۳۴
۳۴	آپ کی بیویان اور اولاد	۳۴	۳۵	آپ کی وفات اور اولاد	۳۵
۳۵	حضرت امام محمد باقرؓ کے حالات	۳۵	۳۶	حضرت امام محمد باقرؓ کے حالات	۳۶
۳۶	آپ کثیر الروایت تھے	۳۶	۳۷	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۳۷
۳۷	آپ کی وفات اور اولاد	۳۷	۳۸	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۳۸
۳۸	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۳۸	۳۹	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۳۹
۳۹	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۳۹	۴۰	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۰
۴۰	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۰	۴۱	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۱
۴۱	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۱	۴۲	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۲
۴۲	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۲	۴۳	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۳
۴۳	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۳	۴۴	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۴
۴۴	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۴	۴۵	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۵
۴۵	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۵	۴۶	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۶
۴۶	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۶	۴۷	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۷
۴۷	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۷	۴۸	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۸
۴۸	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۸	۴۹	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۹
۴۹	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۴۹	۵۰	حضرت امام حسینؓ کے حالات	۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۱	رسائل فن کیما جو آپ سے منسوب ہیں	۲۲	۴۴	اعلان اور شاہزادی آم حبیب کے ساتھ عقد	۲۲
۵۲	آپ کا امام ابو حنیفہ کے ساتھ ایک لچپ مکالمہ	۰	۴۶	آپ کا کرام کی سند سے روایت حدیث	۲۴
۵۳	حکایت خلیفہ منصور	۰	۴۷	آپ کی وفات اور اولاد	۲۹
۵۴	آپ کی وفات اولاد	۱۲	۴۸	حضرت امام موسیٰ کاظم کے حالات	۲۹
۵۵	حضرت امام موسیٰ کاظم کے حالات	۰	۴۹	امام کی عالم طفلی میں بیابانہ جسارت	۳۰
۵۶	آپ کا زندان میں قید کیا جانا اور خلیفہ مہدی کا حضرت علی کو خواب میں دیکھنا	۲۳	۵۰	شاہزادی آم فضل کے ساتھ عقد	۳۰
۵۷	آپ کی وفات اولاد	۲۵	۵۱	آپ کی وفات اور اولاد	۳۱
۵۸	حضرت امام علی رضا کے حالات	۲۶	۵۲	حضرت امام تقی کے حالات	۳۱
۵۹	ہارون الرشید کا قول مامون کے نسبت	۰	۵۳	امام کی سعادت اور امام کی خلیفہ متوکل سے گفتگو	۳۲
۶۰	مامون الرشید کی نصرت مزاجی	۰	۵۴	وفات اولاد	۳۲
۶۱	امام علی رضا کی ولیمہ کا	۲۴	۵۵	حضرت شیخ جمال بخاری کے دست مبارک پر بیعت اور حضرت شیخ کی بشارت	۳۳
			۵۶	جمع شایخ و فضلاء فیض حاصل کرنا چاہیے	۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۴	سید عبدالرشید کا حال	۲۴	۸۶	آپ مریدی پر دسم مواعظ کر فرج دیتے تھے اور مرید کرنا پسند نہیں کرتے تھے	۲۹
۴۵	سید محمد کا حال	۲۵	۸۷	آپ کو شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب دیا گیا اور اس کی سند عطا ہوئی۔	۳۰
۴۶	سید احمد کا حال	۰	۸۸	وفات اولاد	۳۱
۴۷	سید محمد کا حال	۰	۸۹	سید ناصر الدین مجتبیٰ کا حال	۳۱
۴۸	سید حنفیہ کا حال	۲۶	۹۰	سید حامد کبیر کا حال	۳۲
۴۹	سید علی موب کا حال	۰	۹۱	سید رکن الدین ابوالفتح کا حال	۳۲
۵۰	سید جلال اعظم کا حال	۰	۹۲	سید جلال ثالث کا حال	۳۳
۵۱	بھلائے ملتان اور ملتان سے شہر میں اگر قیام کیا	۲۴	۹۳	آپ کو قنوج کی سند جاگیر عطا ہوئی اور وہی آئندہ آپ کا اور آپ کی اولاد کا مستقر قرار پایا	۳۳
۵۲	سید احمد کبیر کا حال	۰	۹۴	اولاد	۳۳
۵۳	سید جلال لدین قطب عالم المعروف بہ مخدوم جانیسان جہان گشت کا حال	۰	۹۵	سید راجو کا حال	۳۴
۵۴	حضرت شیخ جمال بخاری کے دست مبارک پر بیعت اور حضرت شیخ کی بشارت	۳۳	۹۶	سید جلال رابع کا حال	۳۴
۵۵	جمع شایخ و فضلاء فیض حاصل کرنا چاہیے	۳۴	۹۷	سید تاج الدین کا حال	۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۸	سید کبیر کا حال	۳۳	۱۱۵	شیخ عبدالباسط قنوجی سے	۵۲
۹۹	سید علی صفیر کا حال	۳۴	۱۱۶	تمغہ و اکتساب علم	۵۳
۱۰۰	سید لطف علی کا حال	۳۵	۱۱۷	نشر علوم شرعیہ اور احیاء ملت	۵۵
۱۰۱	سید غفران اللہ کا حال	۳۶	۱۱۸	کے لئے آپ نے اپنی زندگی	۵۶
۱۰۲	سید لطف اللہ خان کا حال	۳۷	۱۱۹	وقف کر دی	۵۷
۱۰۳	سید اولاد علی خان انور جنگ	۳۸	۱۲۰	مولوی نور محمد صاحب مرحوم اور	۵۸
۱۰۴	بہادر کا حال	۳۹	۱۲۱	مرا حسن علی محدث مرحوم سے	۵۹
۱۰۵	نواب انور جنگ بہادر بھوجی صاحب	۴۰	۱۲۲	آپ نے لکھنؤ میں اکتساب علم کیا	۶۰
۱۰۶	بیکم نواب شمس الامام بہادر کے	۴۱	۱۲۳	لکھنؤ سے دہلی میں وارد ہو کر مولانا	۶۱
۱۰۷	رشتہ دار تھی۔	۴۲	۱۲۴	شاہ رفیع الدین صاحب	۶۲
۱۰۸	منصب تلعداری گوگنڈہ اور	۴۳	۱۲۵	حدیث دہلوی قدس سرہ سے	۶۳
۱۰۹	پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر	۴۴	۱۲۶	حدیث دفعہ تفسیر کا آپ نے	۶۴
۱۱۰	نواب شمس الامام خورشید جاہ بہادر	۴۵	۱۲۷	درس لیا۔	۶۵
۱۱۱	کا درود بھونال میں	۴۶	۱۲۸	ترک مذہب تشیع	۶۶
۱۱۲	نواب خورشید جاہ بہادر کا ترک و	۴۷	۱۲۹	حضرت مجدد المائت الف ثانی	۶۷
۱۱۳	احتشام کے ساتھ استقبال	۴۸	۱۳۰	مولانا سید احمد صاحب بریلوی	۶۸
۱۱۴	نواب خورشید جاہ بہادر کا محبت نامہ	۴۹	۱۳۱	قدس سرہ کے دست شریعت و	۶۹
۱۱۵	والا جاہ بہادر کی نام اور قربت	۵۰	۱۳۲	طریقہ پناہ پر بیعت	۷۰
۱۱۶	کا حال	۵۱			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۷	شیخ عبدالباسط قنوجی سے	۵۲	۱۳۳	آپ بلحاظ شجرہ نسب و رسلہ	۷۱
۱۱۸	تمغہ و اکتساب علم	۵۳	۱۳۴	علمی اور طریقہ باطنی تینوں طرح	۷۲
۱۱۹	نشر علوم شرعیہ اور احیاء ملت	۵۵	۱۳۵	پر بخاری میں	۷۳
۱۲۰	کے لئے آپ نے اپنی زندگی	۵۶	۱۳۶	گورنمنٹ نظام کی جانب سے	۷۴
۱۲۱	وقف کر دی	۵۷	۱۳۷	سید علامہ کی طلبی کا فرمان	۷۵
۱۲۲	مولوی نور محمد صاحب مرحوم اور	۵۸			
۱۲۳	مرا حسن علی محدث مرحوم سے	۵۹			
۱۲۴	آپ نے لکھنؤ میں اکتساب علم کیا	۶۰			
۱۲۵	لکھنؤ سے دہلی میں وارد ہو کر مولانا	۶۱			
۱۲۶	شاہ رفیع الدین صاحب	۶۲			
۱۲۷	حدیث دہلوی قدس سرہ سے	۶۳			
۱۲۸	حدیث دفعہ تفسیر کا آپ نے	۶۴			
۱۲۹	درس لیا۔	۶۵			
۱۳۰	ترک مذہب تشیع	۶۶			
۱۳۱	حضرت مجدد المائت الف ثانی	۶۷			
۱۳۲	مولانا سید احمد صاحب بریلوی	۶۸			
۱۳۳	قدس سرہ کے دست شریعت و	۶۹			
۱۳۴	طریقہ پناہ پر بیعت	۷۰			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	فتح سے روانگی جانب حیدر آباد	۶۰	۱۳۲	مولوی فضل الرحمن صاحب قنوجی	۷۲
	اور کاپی سے واپسی			مرحوم کے ایات سید علامہ کی	
۱۲۸	مولانا سید احمد صاحب بریلوی	۶۱		مرحومین -	
۱۲۸	اور سید علامہ کی گفتگو سرکہ پوری	۶۱	۱۳۳	مولانا احمد حسن عرشی مرحوم کے	۷۲
	کے متعلق			حالات	
۱۲۹	مکمل صاحب ضلع فرخ آباد کی طب	۶۲	۱۳۵	شیخ صالح عبد الغنی بن ابی سعید	۷۶
	سے عہدہ صدر الصدوری اور			فاروقی مجددی تزیل مرثیہ منورہ	
	عہدہ افتادہ اور رضا کی خواہش اور			قدس سوتہ سے آپ نے کتب حدیث	
	سید علامہ کا انکار			اور بخاری شریف کی سند لی -	
۱۳۰	سید علامہ خوش خوراک اور خوش طعم	۶۳	۱۳۶	دوسری سند	۷۷
	میں علامہ سے نماز تھے -			مولانا عرشی فن سپہ گری کے اہر	۷۹
۱۳۱	سید علامہ قلیان کشی کی حرمت	۶۴		کامل تھے ان کی وجہ سے شہر قنوج	
	کے قائل تھے			شورش بغاوت سے محفوظ رہا	
۱۳۲	والا اجاہ مرحوم قلیان کشی کی لاجت	۶۵	۱۳۷	ذکر مولفات مولانا عرشی مرحوم	۷۷
	کے قائل تھے				
۱۳۳	لطیفہ ایک میر کی سواری	۶۵			
۱۳۴	اس خاندان میں سوائے تین بیویوں	۶۶			
	کے کوئی بیوی غیر کفو خاندان کی				

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۰	منظومات بزبان عرب	۱۳۹	۱۳۸	مولانا غلام حسن صاحب کلاظ	۱۰۴
۸۹	کلام فارسی	۱۵۰		بنام والا عبادہ تعلق وفات مولانا	
۹۹	کلام اردو	۱۵۱		عرشی مرحوم	
۱۰۲	روانگی پر اردو فہرچ	۱۵۲		مرثیہ وفات مولانا عرشی مرحوم نوشتہ	۱۵۵
۱۰۲	قیام بڑودہ اور مرض الموت	۱۵۳		شیخ ادیب حسن بکینی	
	کا آغاز			قطبہ کبریٰ وفات مولانا عرشی مرحوم	۱۵۶
	مولانا غلام حسن صاحب کلاظ	۱۵۴		نوشتہ مولانا محمد عباس صاحب	
	بنام والا عبادہ تعلق وفات مولانا			مرحوم اخص بر نعت	
	عرشی مرحوم				
	مرثیہ وفات مولانا عرشی مرحوم نوشتہ	۱۵۵			
	شیخ ادیب حسن بکینی				
	قطبہ کبریٰ وفات مولانا عرشی مرحوم	۱۵۶			
	نوشتہ مولانا محمد عباس صاحب				
	مرحوم اخص بر نعت				

(دیباچہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نعمۃ وفضل علی رسولہ الکریم

دلائل حمد و نعت اولیٰ است بر خالق نبی متین و ہر دو سے یہ توان کردن در دوسے میتوان گفتن
الولد المحمدی بآبائہ الغر
(شریف آزاد لڑکا اپنے سلف صالحین کی پیروی کیا کرتا ہے)

اسلاف کرام کے حالات اور تاریخی واقعات عالم انسانی کے دو مخصوص عناصر
ہیں جنکی ترکیب امتزاجی سے ہر ایک قوم کی حیات مئی و تمدنی کا قوام تیار ہوتا ہے غالباً
اسی محنت کو ملحوظ رکھ کر کتب استغاثی میں اقوام عالم کے حالات اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام وغیرہ کے تذکروں کو تائیس قویست اور تمییزت کا سنگ بنیاد قرار دیا گیا ہے
اور ایسی اساس حکم پر تمام بنی نوع انسان کی ترقی سعادت و نبوی و انصافی کی عالیشان عمارت
قائم کی گئی ہے جہاں کہیں بھی کوئی انسانی نسل یا قوم آباد ہے وہاں اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ
قومی تاریخ اور اسلاف کے تذکرے بھی موجود پائے جاتے ہیں خواہ وہ زبانی روایات
مخزنیہ نظم اور جنگل رجز کی شکل میں ہوں یا نقوش و تصاویر و آواہ اور

حروف و کتابت کی صورت میں گج دنیا کی بڑی بڑی نسلیں اور قومیں مثلاً ایرانی -
 گھدانی - مصری - فارسی - عبری - ہندی عربی - سب اسی قومی تاریخ اور اسلاف کے
 تذکرہ کی بدولت زندہ ہیں۔

تمام اقوام عالم میں اہل عرب کو چونکہ قدیم الایام سے تحفظ انساب اور شاعری کی نظر
 خاص اہتمام کے ساتھ رہا ہے جہاں تک کہ وہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں تک کے
 نسب ناموں کو از پر یاد رکھنا کرتے تھے۔ اور اپنی قومی روایات اور ایام العرب کے
 سرکون کو رزمیہ اشعار کے ساتھ خون میں ڈھال کر بڑے بڑے مواقع جنگ میں بطور جزم
 پڑھا کرتے تھے۔ اسلئے انکو قومی تاریخ اور تذکرہ اسلاف میں ہمیشہ ایک مخصوص و ممتاز
 خصوصیت حاصل رہی ہے۔ لیکن اسلام سے قبل تاریخی واقعات میں کوئی تسلسل
 نہیں پایا جاتا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ان کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی
 شاہراہ مختلف سیلابوں کی طغیانیوں سے جا بجا مسترد و سب ہر جاتی
 ہے۔

جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور جمع و تدوین کتب کی جانب مسلمانوں کی توجہ
 مبذول ہوئی تو سب سے پہلے اسکی تانباک شعاعوں نے قومی تاریخ پر اپنی روشنی ڈالی
 یہ فخر اولیت مسلمانوں ہی کا حاصل ہے کہ انہوں نے گھنڈوں گھنڈوں اور آثار قدیمہ
 کے ذریعہ سے اصول تاریخ کو مضبوط اور مسلسل کیا۔ اور اپنی قوت حافظہ اور ذہانت
 سے ایک عام شاہراہ بنادی۔ اسی بنا پر ایک حکیم نے تاریخ کی تعریف یہ کی ہے کہ تاریخ

ان حالات و واقعات کے پتہ لگانے کا نام ہے جن سے یہ دریافت ہو۔ کہ موجودہ زمانہ
 گذشتہ زمانہ سے کیونکر بطور نتیجہ پیدا ہوا۔

میں شخص نے کتب استواء الرجال اور سیر سلط الصالحین اور طبقات مشاہیر کا مطالعہ
 کیا ہے۔ وہ اس حقیقت واقف کی تصدیق کر سکتا ہے کہ آغاز اسلام سے دو صدی
 کے اندر ہی اندر مورخین اسلام کی کوششوں سے ایک ایسا عظیم الشان تاریخی سرمایہ
 فراہم ہو گیا۔ جو علوم۔ فنون۔ قدن۔ معاشرت۔ مذہب۔ اخلاق۔ عادات۔ اوضاع
 رسوم۔ نظام حربیہ اور انتظام ملکی۔ ہر طرح کے معلومات و واقعات پر شامل تھا۔ البتہ
 ایک بڑی کمی یہ تھی کہ تاریخی واقعات میں کوئی سلسلہ علت و حلول کا قائم نہ تھا نہ انکی
 صحت و روایت کا بجز روایات نقلی کے کوئی معیار قرار دیا گیا تھا۔ حالانکہ تاریخ ایک ایسا
 فن ہے جسکی بنیاد سراسر واقعات پر مبنی ہے۔ اس میں رائے و خیال و وہم کو مطلق دخل نہیں
 آتی ضرورت پر نظر کر کے علامہ ابن خلدون نے آٹھویں صدی میں فلسفہ تاریخ کی بنیاد
 ڈالی اور نہایت احتیاط و دور اندیشی کے ساتھ اصول و روایت مضبوط کئے اور تفصیل
 واقعات کے دو معیار قرار دیے۔ روایت و روایت۔

۱۔ روایت کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ راوی اول ایسا شخص ہو جو واقعہ کے وقت
 بذات خود موجود ہو اور اس نے چشم خود اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ اور اسلئے واقعہ کی جزئی
 و کلی کیفیت کا علم ہو اور جو مرقعہ اس واقعہ کے ناقل ہوں وہ ذی عقل و تدبیر
 اور صاحب بصیرت ہوں۔

(۲) درایت کے اصول یہ ہیں (۱) اخذ کا تلاش کرنا (۲) بے نقب سے کام لینا (۳) عام اصول عادت سے واقعہ کی مطابقت کرنا۔ یا جس شخص سے وہ واقعہ متعلق ہو اس کے عام عادات و اخلاق و مذہب کو پیش نظر رکھ کر حقیقت حال کا پتہ لگانا (۴) امور عقلی سے واقعہ کی تنقید کرنا (۵) واقعہ کے امکان کو ترجیح و تبدیل پر مقدم رکھنا۔ کیونکہ اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہی ہو تو رادی کا عادل یا واقعہ ہونا یا کار ہے۔ امکان کے فرد امکان عقلی نہیں ہے بلکہ اصول عادت اور قواعد تمدن کی دوسے ممکن ہونا مراد ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:-

ان الاشیاء اذا اعتقد فيها على مجرد
النقل ولم تحكم اصول العادة و
قواعد السياسة وطبيعة العصور
والاحوال في الاجتماع الانساني ولا في
الغالب منها بالشاهد والمخاض بالذاهب
فربما لم يومن فيها من العصور
ان الاشیاء اذا اعتقد فيها على مجرد
النقل ولم تحكم اصول العادة و
قواعد السياسة وطبيعة العصور
والاحوال في الاجتماع الانساني ولا في
الغالب منها بالشاهد والمخاض بالذاهب
فربما لم يومن فيها من العصور

اگرچہ یہ کچھ کم ہیرت کی بات نہیں ہے کہ علامہ مدوح خود اپنی تاریخ میں ابن دوزن اصول کو ملحوظ نہ رکھ سکے لیکن ان اصول کی بنا پر فن تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہو گئی اور لوگوں میں تاریخی مذاق پیدا ہو گیا۔ اور فن تاریخ ترقی کرتا گیا۔ یورپین ہندوستان نے بھی مورخین عرب کے نقش قدم پر چل کر بہت سے سلف صالحین۔ مشاہیر امت

سلاطین و وزراء۔ علماء و ربانی۔ اور عارفان باہر کے حالات میں کتابیں لکھیں۔ مگر یہ لوگ بھی اصول و درایت کو اکثر نظر انداز کرتے تھے۔ اسکے علاوہ جو چیزیں تاریخ و تذکرہ کی جان ہیں مثلاً اخلاق و عادات۔ تمدن معاشرت ہی انکی تاریخوں اور تذکروں میں مفقود ہیں۔ چنانچہ سلاطین و امیران کے حالات میں فتوحات اور خانہ جنگیوں کے سوا ان چیزوں کا بہت کم پتہ لگتا ہے۔ جی طرح حضرت صفیاء کرام اور علماء عظام کے حالات میں خوارق عادت اور کرامات کے علاوہ ان چیزوں کا کچھ پتا نہیں لگتا۔ علامہ شبلی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ”فن تاریخ ہمیشہ ان لوگوں کے ہاتھ میں رہا جو فلسفہ اور عقایات سے آشنا تھے اسلئے فلسفہ تاریخ کے اصول و نتائج پر ان کی نظر نہیں ہو سکتی تھی“ آئین کچھ شبہ نہیں کہ ہندوستان میں علامہ مدوح پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسفہ تاریخ کے اصول و درایت و روایت پر اپنی تاریخی تصنیفات کی بنیاد رکھی۔ اور جس دقیقہ دہی اور محنت بخشی کے ساتھ مختلف عنوانوں کے تحت میں انھوں نے نہایت مفید جزئی و کلی حالات کا استقصا کیا وہ انھیں کا حصہ تھا۔

علامہ مدوح کی تالیف و تصنیف نے ارباب علم کے لئے ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا اور اہل ہند میں تاریخی مذاق پیدا کر کے گویا ایک سلسلہ ماحول ہی اسلئے چند ذوقین بہت سی سوانح عمریان جمع و مرتب ہو کر شہر ہو گئیں۔ اور غوث عرصہ میں ایک عظیم الشان ذخیرہ تاریخی واقعات اور اسلاف کے حالات کا ذخیرہ ہو گیا۔ مگر عیا کہ کسی نے کہا ہے کہ بہت سے پرآب و تاب واقعات اور شخصی حالات ایسے ہوتے ہیں جو نظر عام کی روشنی میں چمکتے ہیں لیکن

جب چشم بصیرت سے انہی صحت اور قوت دلیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک جگہ اہم چیز سونا نہیں ہوا کرتی یہی حال مصنفین اور مولفین کا ہے کوئی مصنف خواہ کیسا ہی ذی رتبہ اور صاحب عزت و وقار ہو مگر انکی تصنیف و تالیف اُس وقت تک قابل اعتماد نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اصول روایت و روایت کی کسوٹی پر نہ پکڑ لی جائے تحقیق واقعات کے لئے بڑے غور و تبحر اور استقرا اور طلب اخذ کی ضرورت ہے بغیر ایک عالم کے زیادہ انہیں محققوں کا کام ہے جو نفسیات اور مذہبی جذبات سے غلطہ ہو کر اور بصیرت کی شمع روشن کر کے خلوت کی تاریکیوں میں اپنے خیالات کا تجلیہ کر چکے ہیں۔ این جہ پھر بھی کوئی کتاب خواہ کیسی ہی ادنیٰ یا اعلیٰ ہو اور اسکا مصنف مولف خواہ کسی پایا در مرتبہ کا ہو مگر اس کتاب کے مطالعہ سے انسان کو کچھ نہ کچھ بصیرت یا کم سے کم بہت فوہر و حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر حال اسلاف کرام کے حالات کا مطالعہ ایک نعمت عظمیٰ اور غنیست بارود ہے۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ "جو صاحبان علم و کمال اور ادب معرفت حقیقت ہوتے ہیں انکی روح ایک ایسی آگے بڑھنے والی روح ہوتی ہے جو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بڑھانے لئے جلی جاتی ہے جب تک کہ وہ قوم اور وہ خاندان جس میں کوئی نہ کوئی ایسی مقدس روح موجود ہے" غالباً اسی امر پر نظر کر کے مدت دراز سے میرے اخلاقیات و اعتقاد و احباب خصوصاً اور بعض اکابر وین عوام مجھ سے میرے والد محترم والا جاہ مرحوم کی سوانح زندگی مرتبہ در تہون کرنے پر اصرار کر رہے تھے اور یہاں تک دیکھ کر نہایت مسرت و مسرور ہوا

حیرت ظاہر کیا کرتے تھے کہ والا جاہ مرحوم علی ذات اس دور سپہن اور بزم آخون بین وشی فضل و کمال اور دنیاوی جاہ و جلال کے لحاظ سے مشہور و روکار رہے اور جو اپنے عاویس مرتبت اور کشیدہ ریشہ دریاست ہونے کے اعتبار سے ماسالغہ بعض اپنے ہم عصر و معاصر قتل فرما کر وایان ملک پر بھی عظمت و شان میں تفوق یلگئے تھے جیسا کہ محل سلف الصالحین کا اسوہ حسنہ اور جفا مقصد زندگی اعلیٰ کلمہ اسد احیاء سنت اور حدیث اسلام رہا ہے۔ اور جنگے کارنامہ اسے زندگی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دین دنیا و متضاد چیزیں نہیں ہیں بلکہ دونوں میں صاحب بصیرت و معرفت کے نزدیک خادم و مخدوم کی نسبت ہے دنیا خادم ہے اور دین مخدوم۔

در کئے جام شریعت کئے سندان عشق ہر ہوسنا کے غماند جام و سندان بافتن افسوس ہے کہ ایسے جلیل القدر شخص کے پیش ہمارے عزیز الوجود زندگی کے قابل قدر واقعات اور نتیجہ فیہ حالات یوں گوشہ نگہ نامی میں پڑے رہیں اور انہیں کی اولاد کے سامنے دست بردمانہ کے ہاتھوں تک ویرا ہو جائیں۔ حالانکہ ایسا اگر ناہیہ و رشتہ نہایت خفہ و صہانت کے قابل ہے جس سے سدا بعد نسل و قتا دون وقت فوائد کثیرہ حاصل ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلاف کے صحیح حالات و واقعات کو انکے اخلاقیات سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے۔ اور انکے خط و خال کا انکے جانشینوں سے بڑھ کر کون آئینہ دار ہو سکتا ہے۔ اہل البیت ادری بمسافیر لیکن میں اس قسم کے سوالات

واعتراضات کا اُن کو ہمیشہ یہ جواب دیتا رہا کہ اولاً تو جس طرح علامہ عبدالغفار نے تاریخ نیشاپوری میں اور یا قوت حموی نے معجم الادباء میں اور ابو شامہ نے روضتین میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جزو اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف میں اور شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں اپنے حالات اور سوانح زندگی خود قلمبند کئے ہیں اسی طرح والا جاہ مرحوم نے بھی اپنی طوائف سلف کی قیمت میں اپنے حالات اور سوانح زندگی خود اپنے قلم سے اپنے متعدد تالیفات عربی و فارسی و اردو مثلاً اتحاف النبلا - حطہ بذرک - صاح السند - ابجد العلوم - خطیرۃ القدس - ریاض القرائن - مغنی الباری - کلیج الکحل - تقصیر - مقالۃ الفصیحہ - الغناء - المنن - رحلت العبد - فرع النامی اور حدیث نہ الوفا - توفیق وغیرہ میں تحریر کئے ہیں علاوہ ان کے کتب الاقبال تاریخ جوہر پال اور تہذیب السلون میں بھی رئیس عالیہ قلاب شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ خلد مکان نے لکھے اکثر حالات ثبت کئے ہیں۔ اسی طرح دیگر اکابر ملک ملت نے مختلف تالیفات اور تذکروں میں اور احمد فارس آفندی صاحب مطبعتہ البواشب قسطنطنیہ نے اپنی تالیفات میں اُن کے مزاج و جسم و روح کئے ہیں۔ اس لئے اب کسی جدید تالیف کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

(۲) دوسری وجہ مانے یہ ہے کہ والا جاہ مرحوم کی ذات میں طوائف و ملا مختلف ہیں صاف اور حقیقتیں جمع تھیں ان سب کا استقصا کرنا اور ان کی شان اور درجہ کے موافق ہر ایک سے جدا جدا بحث کرنا اُس شخص کا کام ہے کہ جو خود اُن کی طرح جامع اہمیت ہو سیری قابلیت اور بے بضاعتی کا یہ حال ہے کہ میں صفات متذکرہ بالا میں سے کسی ایک ادنیٰ صفت کا

شائبہ بھی اپنی ذات میں نہیں پاتا پھر کس طرح ایسے ہم اور با عظمت کام پر مبادرت کر سکیں جرات کر سکتا ہوں۔

باوجود میرے ان معقول عذرات کے میرے اخلاص و اعوذ اور احباب اور محققین والا جاہ مرحوم کا اصرار کم نہ ہوا اور انھوں نے مشتق اللفظ ہو کر مجھ سے کہا کہ یہ عذرات خواہ کیسے ہی صحیح اور معقول ہوں مگر پسند و جود سے والا جاہ مرحوم کے حالات اور سوانح زندگی جتنا سہ آرد و زبان میں یکجا مرتب ہو جانا بہت ضروری ہیں۔ ہم ماننے ہیں کہ انھوں نے اپنے حالات اپنی تالیفات عربی و فارسی و اردو میں لکھے ہیں۔ مگر اولاً تو وہ متفرق اور منتشر ہیں۔ دوسرے یہ کہ زمانہ موجودہ کے عام مذاق کے لحاظ سے بالکل ناکافی ہیں۔ کیونکہ انسان کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہیں جنکو خود اپنے قلم سے لکھنا کوئی آدمی مناسب نہیں سمجھتا اور بعض حالات اقتضات وقت اور صلاح ذاتی کی بنا پر غیر ضروری سمجھ کر ضبط تحریر میں نہیں لائے جاتے لیکن عملی فلسفوں کو انھیں حالات سے واقف ہوئی ضرورت محسوس ہوتی اور ایک ایک جزئیہ کی تلاش و جستجو میں اُن کو برسوں سرگردان رہنا پڑتا ہے۔ قطع نظر اسکے مغربی تعلیم اور نسبی روشنی کے خیالات نے عربی فارسی کا مذاق قوم سے قریباً سمدھم کر دیا ہے اور پرانی انشا پر داری کا رنگ مرغوب طبع نہیں رہا اس لئے موجودہ اور آئندہ فلسفوں سے یہ شکل یہ نوع کیجا سکتی ہے کہ وہ عربی فارسی تالیفات کو بغور مطالعہ کر کے اُن سے خود کوئی فائدہ اٹھا سکیں گے یا دوسروں کو کچھ فائدہ پہنچا سکیں گے۔ آتی رہا یہ امر کہ ایسے جامع اہمیت شخص کے حالات جمع کرنے اور ان سے بحث کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی قابلیت درکار ہے نہ اس کی نسبت

انتہائی گہرنا کافی ہے کہ مالا لید رک کد لایترک کد ہیں اس کو
کیون نظر انداز کر دیا جائے۔

چونکہ یہ دلائل ایک خاص وقت رکھتے تھے اور خانہ دانی حیثیت سے اسکی ضرورت کو میں
بھی مدت سے محسوس کر رہا تھا اسلئے تجاویز پورہ ناپا اور میں نے چند سال کی محنت میں
والا جہاہ مرحوم کے تالیفات دفتر ریاست کے کاغذات سرکاری تحریرات اور انکی تسلی
بیاضوں اور مختلف تذکروں سے جہاں تک ہوسکا تمام و کمال حالات و سوانح زندگی تلاش کر کے
یکجا فراہم کر دیے۔ میں نے اپنے علم و یقین میں کوئی بات ایسی نہیں لکھی جس کی سند نہ ملے تو میں
میرے پاس موجود نہ ہون پر شخص چاہے وہ انکو چشم خود مطالعہ کر سکتا ہے۔

ابجاسیکہ زجہ ماند قناعت کر دیم بہ سکندر بہ ہند انچہ زوار اماند

یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ والا جہاہ مرحوم کے زمانہ عروج و افکار کی داستان
اس قدر غنات نشوون اور موافق و موافق حالات و دار و ست سے لبریز ہے جن سے نہ قطعاً
چشم پوشی کیجا سکتی ہے اور نہ آشنائے حال و مال و نزاکت وقت کے لحاظ سے ہر ایک ائمہ کی
تفصیل میں وعن بیان کر دینا مناسب مفید ہے تاہم میں نے واقعات کو سلسلہ وار بطرچہ
ترتیب دیا ہے کہ اگر کوئی صاحب بصیرت نظر غور اور تعمق سے انکو پڑھ لیا تو خود بخود اس پر وہ سب
عقد اسے راز کھلنے پلے جائینگے جو بطور بنیادی اصول کے ہیں اور واقعات کے باہم ربط و تعلق
میں کر دیوں کا حکم کہتے ہیں غرض میں نے اپنی اخلاط اور ناظرین کے سامنے ایک ایسا آئینہ
رکھ دیا ہے کہ وہ والا جہاہ مرحوم کو جس شان و رنگ میں دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔

آب میں اس قہید کو ختم کرتا ہوں اور اپنے اخلاط اور اہل خانہ ان کو پیش نظر رکھ کر
یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سلسلہ خانہ دانی اور فی اعتبار سے خدائے قادر و ابجدال کا شکر ہے کہ

ہمارا خاندان اولاد دینی قاطبہ کے مبارک لقب سے ممتاز رہا ہے۔

اَلَا اَمَّا مِنْ مَكْعَشِيْ سَبَقَتْ لَهٗ اَيَادِيْ مِنْ الْحُسْنٰى نَعُوْثًا مِنْ الْبُهْلٰى
آگاہ رہو ہم اس قوم میں سے ان جگو بہتر سے بہتر نہیں پھیل چکی ہیں اور وہ جہل سے محفوظ رہا
وَعَلَّمَهُ مَا كُنَّا عَلٰى مَرْكَزِ التَّوْحٰى فَاَرَادَ اَحْثَانِيْ عَالِمًا لِّتَوَدُّ تَعْبَل
ہم جانتے ہیں کہ ہم اگرچہ زمین کے مرکز پر ہیں تاہم ہماری رو میں عالم نور میں جگہ ہی ہیں

اور یہ نسبت و شرف ہر طرح قابل فخر ہے۔

گرچہ خود دیم نسبت است بزرگ ذرا آفتاب تابانیم

فخر سے اس جگہ مراد فی غرور و کبر و مہمات نہیں ہے جو اولاد سلاطین اور ہند
سادات اور سجادہ نشینان صوفیائے کرام میں کثیر الواقع اور عموم البلوئی ہے اور شیوخ
شیوہ ہے بلکہ فخر سے میری مراد فضائل دینی و ملی کا تحفظ ہے جو رشتہ انبیا علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا ہے حضرت عقبہ بن عارض سے مرفوع روایت ہے کہ۔

اِنَّمَا يَكْبَرُ هٰذَا الْوَسْتُ بِسَبِّتٍ عَلٰى اَحَدٍ اَلَسَابُكَ اَفَرُّ تَهَارًا لِّىْ كَيْفَ مَفِيْدٌ لِّمَنْ هُوَ
اَلَا لَمْ يَنْبَغِ اَدَمُ طَلْفِ الصَّاعِ بِالصَّاعِ اَلَمْ تَلَوْكَ سبِّ بَعِيْ اَدَمُ هُوَ۔ کوئی فرد دین و تقویٰ سے
لیس لا خدا فضلاً لا بدین و تقویٰ زیادہ نہیں ہو سکتا۔

ان اوصاف جلیلہ کا قائل رکھنا ہی سچا اور جائز فخر ہو سکتا ہے اور یہ ہی اصلی غرر

سہ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلّٰهُ الْمُنْفَعُ الْكَامِلُونَ
اس کے اسوا جقدر مراتب و مناصب دنیوی ہیں وہ درحقیقت عزت نہیں بلکہ عزت کا ملح ہیں۔

مَا أَكْبَرَتْ الدِّينَ وَاللَّيَالِي أَذْكَ الْجَمْعِ
لَا بَارَكَ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا بِلَادِي
سب ادا دل ان سر دایہ شاد
کہ از ہر دنیادہ دین ہباد
محض نسب کوئی چیز نہیں بسبب تک صاحب نسب میں کوئی خاص فضیلت
و منزلت نہ ہو جو کہ حسب کہتے ہیں سر

بندگی باید پیر زادگی شلوریت

ہمارے جد اعلیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

الْإِنْسَانُ مِنْ جِهَةِ الْإِثْمِ كَالْأَفْعَاءِ
أَبُوهُمُ آدَمُ وَالْأُمُّ حَوَاءُ
انسان جسم و شکل کے لحاظ سے سب کے سب ہیں
ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے
پس نہ عرب کو کچھ غم پر فخر ہے اور نہ عجم کو کچھ عرب پر ترجیح جو کچھ فضیلت و عظمت ہے
و محض عمل صالح اور تقویٰ اور حسب پر موقوف ہے۔ کہَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

اسی سبب سے ہمارے اسلام ابائے بعد جس طرح حفظ نسب میں کوشش کرتے چلے
گئے ہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے نامزد انھوں نے حسب برقرار رکھنے میں اور انکی حفاظت میں
اہتمام لینے رکھنا ہمیشہ اپنا فرض سمجھا۔

حسب کا اطلاق اس جزرگی اور عزت پر ہوتا ہے جو کسی شخص کے علم و معرفت یا ہوت
یا کمالات ذاتی کے سبب سے یا دقتندی کے باعث یا کسی اور فضیلت کے سبب سے
اس کے خاندان میں مدت و راز تک یا دو چار پشتوں تک باقی رہتی ہے۔

عہد قدیم میں جب سلطنت اسلامیہ قائم تھی۔ اور علوم و فنون زری پر تھے اور علماء ہدای
علمائے لائے زندگی میں داخل تھے اس زمانہ میں جو خاندان دینی یا دنیاوی اعتبار سے
کوئی خاص فضیلت و عزت یا نام و نمود پیدا کرتا تھا وہ چند پشتوں تک اسکی اور اس کے
خاندان کی دھاک بندھی رہتی تھی اور اسکا اور اس کے خاندان کا احترام کیا جاتا تھا۔
تک نہ و نہت شاہی زود تکیہ در ایوان اسے زود

اور خود سلطنت اسکی پشت پناہ اور کفیل ہو کر کرتی تھی عوام خواص اپنے حسن ارادت
و عقیدت کی وجہ سے شہنشاہت تک اس خاندان کا ادب و نظر رکھتے تھے اور خود اہل خاندان
بھی اپنے فضائل قیمی و دینی اور خاندانی قصائص و عزت کے برقرار رکھنے میں ہمیشہ سعی
و مستدر کرتے تھے یا این ہمہ بقول علامہ ابن خلدون یہ حالت اکثر تین چار پشتوں تک
باقی رہتی تھی۔ بعض خاندان ایک دو پشت ہی کے بعد مٹ جایا کرتے تھے۔

جب اس زمانہ کا یہ حال تھا جو اسلام کے عروج اور مسلمانوں کے سمرج زنی کا
زمانہ تھا۔ تو ہمارے اس زمانہ کا کیا ذکر۔ جو مسلمانوں کے دینی و ملی اور قومی تنزل
و تنقل کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں اول تو کسی شخص کا صاحب علم و مسرت ہونا۔
اور کسی خاندان کا دینی یا دنیاوی اعتبار سے کوئی نام و نمود پیدا کرنا ایسا عجیب معلوم

ہوتا ہے جیسا کہ فصل کسی درخت میں پھل آتا۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص اپنی ذات سے کسی قدر اوصاف علم و عمل سے بہرہ مند بھی ہوتا ہے۔ تو اس علم و عمل و عزت و عظمت کا اسی کی ذات پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔

یہ بھی خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ باوجود انقلاب و دھور دم و حوادث و تغیر حالات و اختلافات افرجہ۔ و اختلاف اجانب۔ و طغیان فتن۔ و شیوع الحاد و زندقہ و فحاشی و شرک و بدعت۔ و فتن و فحش و جرم طوافیت لائن اس نے ہمارے خاندان کی کچھ نہ کچھ عزت اور کسی نہ کسی قدر صلاحیت علم و عمل کو دست برد زانہ سے محفوظ و مصلحت رکھا ہے۔ اس وقت تک جو کچھ بھی خاندانی حالت نسبتاً و حسباً باقی ہے وہ بھی بہت غنیمت ہے۔ آئندہ کا حال خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس دور جدید پر شور و فتن میں کیا دامنہ پیش آئیگا۔ لعل اللہ یحدث بعدک ذلک آمین

نہ اثم ہستلم چون گفت در رد و قبول ما ہمہ از انتہائے سند و من از ابتدا ترسم
اسی انقلاب زدگار و گردشیل و ہمار پر نظر کر کے جو زمانہ کا خاصہ طبعی ہے میں نے اسلات کرام کے مختصر حالات نمونہ اور اپنے والد محترم والا جاہ مرحوم کے تمام و کمال سوانح زندگی اور خاندانی واقعات خصوصاً نہایت شرح و بسط سے لکھ کر اپنے اہل خاندان و اغلات کیلئے ایک نایاب پیش بہا خزینہ علم و عمل جمع کر دیا ہے اگر یہ لوگ اس کو جان سے زیادہ عزیز رکھ کر اپنی عمل کرتے رہیں گے تو وہ نیک اصلاح حال و کمال و حصول و تبادرتی مراتب نیا اور نور و صلاح آخرت سب کے لئے کافی و ودانی ہوگا۔ پھر ان کو اپنے اعمال زندگی میں کسی

وہ اسے وقت اور پیشواست کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

یہ میرے اغلات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقت نہایت تاریک و راہ باریک ہے اور اسات اہل قوم پر ہر طرف سے محیط ہے اور فقدان علم و عمل و تمہیدی اصلاح و تقویٰ و بہالت و فلاکت کا میدان ہر سمت غلا ہوا ہے جب میں اپنے حال زار پر اور اپنے اغلات کی حالت موجودہ پر نظر کرتا ہوں تو مجھ کو اس موقع پر نصیحت کی خاص طور پر ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک نو بین خافتا غیبت و ضیغ خلق الاکثان ضیغاً۔ کا صدق واقع ہوا ہوں۔ ثانیاً اب میری عمر پچھن سال سے تجاوز ہو چکی ہے۔ اور خطبہ صاحب دلاور صاحب نصاب کیا ہے اور ان سب کے حقوق و تربیت و پرداخت کا مجھ کو کفیل بھرا ہے خصوصاً فلذکذ و نواد قلب عزیز ی سید میر حسن خان و عزیز ی سید شمس الحسن خان۔ و عزیز ی سید انور حسن خان اطفال اللہ عمر کم و عافا ہم و قہم اللہ ربنا ویرضاهم۔ کی تعلیم و تربیت اور صلاح و فلاح کا لحاظ مجھ پر ان کے حقوق مفروضہ سے بھی زیادہ ضروری اور مقدم ہے پس میں ساعت کے اس کارنامہ جلیلہ کو تمام اولاد و خویش و اعزہ و اقربان امت کے لئے بالعموم اور عزیزان موصوت کے استفادہ کے لئے بالخصوص لکے سپہ تقویٰ پیش کرتا ہوں اگر عزیزان موصوت اس کو اپنا نصب العین بنائیں گے اور اسکو ہمیش نظر رکھیں گے اور علیک بخاصۃ النفس و دعاء امرا العوام عمل کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ کبھی پیل رشاد اور صراط مستقیم اور سلامت و رعو

۱۵ عوام کی مادیات و اموال کو بیکارو۔ اور قراض کی مادیات و غنیمت رکرو۔

اوستہ سحر و گمراہ نہ ہونگے اور حریم عورت خاندانی کے پاک دامن پر رو سیاہی کا وہیہ نہ آنے دینگے۔ میرے فرزند ان معید کو خلیفہ منصور عباسی کا وہ قول یاد رکھنا چاہیے جو اس نے کہی بن خالد بن برمکی کے جبین سعادت پر آشکارا جہندی و بلندی دیکھ کر کہا تھا۔ ولد الاباء ابشاء و ولد افعال بن برصک ابتاء یعنی اور لوگوں کی اولاد تربیت کے جانے کی مستحق ہے لیکن خالد بن برمک کا لڑکا باپ کے جانے کا مستحق ہے نہ دین کتاب نظر کن چشم عبرت بین کہ رشک لبث مانی و صورت چین است کتاب چہیت غلطی کفر کر دیئے است کہ دست عقل غا طرات او گھر چین است ز پاست تا سرادیک بیک تامل کن ۵ بچین کہ عنبر و مشک است نودہ بر نودہ دلغ دانش و اندیشہ عطر آگین است کہ مدح و ہزلش بچون تلخ و شیرین است کہ در کتاب خدا آفرین و نفسیرین است کہ در سیاہی شب دشمنی پر وین است کہ در کبر و دید و اندیشہ

زگو نہ گو نہ غنمائے نفس و تازہ او

بدست فضل و ہندوستان را چین است

العبد الضعیف

علی حسن ظاہر

۱۰ و سہروردی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اول

نام و نسب۔ صدیق حسن نام ابو الطیب۔ ابو الطاہر۔ ابو الوفا کفایت۔ روحی و ادب تو فین تخلص۔ خورشید حسن۔ تاریخی نام نے ابابکر ملک الہاجہ بہار خطاب سلسلہ نسب حسب ذیل ہے صدیق حسن بن اولاد حسن بن شیدا اولاد علی بن شیدہ طاعت اللہ بن شیدہ عزیز اللہ بن شیدہ طاعت علی بن شیدہ علی اصغر بن شیدہ کبیر بن شیدہ تاج الدین بن شیدہ جلال العج بن شیدہ راجہ شہید بن شیدہ جلال ثالث بن شیدہ رکن الدین ابو الفتح بن شیدہ حامد کبیر بن شیدہ ناصر الدین محمود بن شیدہ جلال الدین قطب عالم معروف بہ محمد دوم جہان نیان جہان گشت بن شیدا محمد کبیر بن شیدہ جلال اعظم معروف بہ گلشن بن شیدا سلسلہ نسب میں موصوفین اور نمایین ہیں! اہم کثیر اختلافات ہے منہج الانساب نے چار پشتیں لکھی ہیں انوار المعارضین میں دو پشتوں کا ذکر ہے۔ رسالہ ترمذیہ میں ایک جگہ دو پشت اور دوسری جگہ پانچ پشتیں شمار کی ہیں اور تاریخ فرشتہ میں چار پشتیں تحریر کی ہیں۔ یہ بعد از اس اختلاف ہے جو اسکا کہ آنحضرت صلعم کے کرسی نامہ میں مذکور ہے بعد کے مفسرین اختلافات ہوا ہے۔ ۱۲

کر دے یا نہیں۔

رشید۔ سبحان اللہ و بحمدہ یہ فوائدی درجہ کا شرف ہے اور عرب و عجم پر سے لئے ارتقار کا باعث ہے۔

امام۔ مگر آنحضرت صلیم چارے گھر میں تو نسبت کا پیام نہیں دے سکتے۔ نہ عمر نبیؐ کیلئے اُن کو بیاہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے آپ ہیں۔ رسول خدا صلیم تمھارے حرم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ مگر ہمارے حرم میں وہ داخل ہو سکتے ہیں۔ رشید یہ سنکر خاموش رہ گیا۔

حکایت۔ ایک بار ہارون الرشید نے جاہ جلال کے ساتھ مدینہ منورہ میں فریخ جج کے بعد داخل ہوا اکابر قریش کی ایک عظیم الشان جماعت اُس کے ساتھ تھی۔ امام موسیٰ کاظمؑ بھی ہمراہ تھے۔ ہارون الرشید جماعت قریش کے ساتھ امام کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے باب المدینہ سے سید ہارم حرم نبویؐ میں داخل ہوا اور فرار تربیت کی طرف متوجہ کر کے قریہ لہجہ میں باور زبانی کہا السلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عمم یعنی۔ اے رسول خدا اور ابن عم آپ پر سلام یہ سنکر امام آگے بڑھے اور جذبات محبت سے خود کو ہر کہے اختیار کیا کہ اے السلام علیک یا ایتہ یعنی میرے باپ آپ پر سلام۔ یہ سنکر رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس نے مڑ کر آپ کو دیکھا اور کہا ہذا ہوا انظر یا ابا الحسن حقاً اے ابو الحسن یہ تمھارا اخو باطل درست اور سچا ہے ابو الحسن موسیٰ کاظمؑ کی کنیت ہے۔

علامہ زنجیری نے اُسیست **فَدَعَا بَنَاءَ نَاوَابِئَا كُفَرًا وَبَنَاءَ نَاوَابِئَا كُفَرًا وَبَنَاءَ نَاوَابِئَا كُفَرًا** لے فرغ الہامی صفحہ ۴۔

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اصحاب الکسا و یمن حضرت علی مرتضیٰؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے خاندانی فضیلت کی یہ آیت ایک روشن دلیل ہے۔

غرض کہ سعادت کا فی سلسلہ حضرت فاطمہؑ پر منشی ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی آنحضرتؐ کی ذات اقدس ہے۔ لہذا ہم بھی اُسی کو اپنے عنوان کا سر نامہ اور تاج قرار دیتے ہیں۔

ذکر آباء و کرام

جناب سرور کائنات کی ولادت با سعادت کا حال اور واقعات زندگی کا مختصر تذکرہ

سلطنت اشیران کی شوکت و اقبال کا ستارہ چمکے ہوئے ہونے شروع سال گذرے تھے کہ مشہور عام کے مطابق ۱۲۔ ربیع الاول اور قبول صحیح ۸۔ ربیع الاول عام الفیل ۶۰۰ عین عرب کے اُفق سے سرور کائنات صلیم کی ولادت با سعادت کا آفتاب طلوع ہوا اور دھماکے خلیل اللہ اور بشارت مسیح نے حضرت مسند نبوتؐ سب کے دامنِ اوری میں پناہ لی جب یہ خوشخبری آپ کے دادا عبد المطلبؑ پہنچی تو وہ خوش خوش تیز قدم پر چلے ہوئے حضرت آستہ کے حجرہ میں پہنچے اور اپنے تخت جگر زور دیدہ کوئین کو گود میں اٹھا لیا اور اُس کے دینار پر اغار سے اپنی انہیں نشاندہی کیں۔ پھر اس سلیل اللہ را منت الہی کو اپنے انھوں پر لئے ہوئے کعبہ میں داخل ہوئے اور خدا سے قادر و توانا کی حمد و تقدیس کی۔

سات روز تک بچی والدہ ماجدہ حضرت آستہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ پھر فوسیدہ چڑا کر حضرت کے

پہچان ابولہب کی آزادی ہوئی کنیز یحییٰ آپ کے دودھ پلانے پر مامور ہوئیں ولادت کے
ساتھ ہی روز عبدالمطلب نے آپ کا ستیقہ کیا اور تمام اکابر قریش کو دعوت دی عبدالمطلب
نے آپ کا نام محمد اور حضرت آمنہ نے آپ کا نام احمد رکھا۔ کچھ روز کے بعد آپ کے دودھ پلانے کی
خدمت حلیمہ سعدیہ کو بخشی گئی۔ کھوٹے مدون کے بعد آپ کے والد ماجد عبدالمطلب نے جبکہ وہ
بمعرض تجارت شرب لبنی مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے وفات پائی اور پتی بخار کے دارمیں
بین مدون ہوئے جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے بھی
انتقال کیا۔ اب آپ کو آپ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے کنارہ فقت میں لیا۔ اس انقلاب
حالت کو بھی دو سال دو ماہ اور دس روز ہی گزرے تھے کہ عبدالمطلب نے سفر آخرت
اختیار کیا۔

آخر کار آپ کی تربیت و کفالت کا شرف آپ کے چچا ابوطالب کے حصہ میں آیا جو آپ کے
والد کے برادر اعیانی تھے۔ آپ انھیں کے آغوش محبت میں پرورش پا کر بہن رشد کو پہنچے
قریش میں بہ لفظ امین اور تمام عرب میں صدیق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہاں تک کہ
آپ کا سب سے بڑا دشمن نصر بن حارث بھی آپ کو امین کے نام سے پکارتا تھا۔

اُسی زمانہ میں حجر اسود نصب کرنے کے متعلق قبائل قریش میں ایک نزاع عظیم برپا ہوئی
جس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ تمام قبائل قریش نے آپ کو بالاتفاق اپن تسلیم کر کے حجر اسود کے
نصب کرنے کے لئے اتفاق کیا اور آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کے اصلی مقام پر
نصب کر دیا۔ بظاہر یہ ایک محض معمولی اور لمبی واقعہ تھا مگر جیسا کہ زمانہ آئن نے ثابت کر دیا

در حقیقت عمارت اسلام کا سنگ بنیاد تھا جس کو شہید ازلٰی نے آپ کے مبارک ہاتھ سے
نصب کر دیا۔

آپ کی بے نظیر امانت و دیانت کا مشہور جب حضرت خدیجہ کے کان تک پہنچا یہ ایک
اوپے گھرانے کی دوستہ خاتون تھیں انھوں نے آپ کو اپنے چھاتی کا رو بار کا ستہ بنا
چاہا۔ چونکہ آپ سورش طور پر تجارتی مذاق رکھتے تھے آپ نے انکی یہ درخواست منظور
کر لی اور چار مہینہ آپ کو مال تجارت لیکر سفر کرنا اتفاق ہوا۔ اور ہر سفر میں منافع کثیر حاصل ہوئے۔
حضرت خدیجہ کو جب آپ کی غیر معمولی امانت و دیانت کا پورا تجربہ ہو گیا تو انھوں نے
بکمال رغبت اپنے نکل آپ کے ساتھ کرنا چاہا اور ابوطالب کو جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے
در میان میں ڈالا۔ آخر کار جب آپ کے ذریعہ سے سب کے اہل بیت مدالی ہو گئے تو مجلس نکاح مرتب
ہوئی اور تمام قبیلہ قریش اور قبیلہ منقر کے صنادید اور اکابر جمع ہوئے۔ ورقہ بن نوفل فی نکاح
قرار پایا۔ ابوطالب نے خطبہ نکل پڑھا چار سو دہم مہرا دیا گیا۔

آپ کی وجہ معاش اولاً ذاتی کاروبار اور منافع تجارت و مضاربہ پر وقت تھی آخر
خدا نے اپنے فضل سے اسلام کو دست نامہ بخشی اور فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا لوگ فوج فوج
ملنے پر آمادہ تھیں۔ زاد حجابیت میں احکام ظاہر تھا۔ پہلا صلح اکابر انجمن سے ہوا تھا اور اس کے حلب سے
دوڑ کے پیدا ہوئے تھے سب وہ رہے تو دوسرا صلح امکا میں بن خالد کے ساتھ ہوا۔ اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی
اس کے انتقال ہو جانے کے بعد انجو صلح آنحضرت صلعم کے ساتھ ہوا۔

حضرت خدیجہ کی عمر اس وقت چالیس سال کی۔ اور سو عہد جنات کی عمر شریف پچیس سال کی تھی۔ ۱۲

اعلا کلمۃ اللہ کے علم کے نیچے جمع ہونے لگے تو بعد فتح خیبر غنائت ملاک بلاد مدینہ غیرے آپ کے ہاتھ آئی۔ وہ ہی آپ کی اور آپ کے خاندان کی دیر معاش قرار پائی۔ تاہم آپ اُسین سے بھی ایک بڑا حصہ نفراہ مساکین فی دی الارحام اور محتاجوں پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

یہ عاسیہ خیال کہ آپ کی ہمسرا وقات آپ کی بیوی کی آمد فی پرہیز و قوت تھی محض غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل مکہ آپ کے ساتھ نہایت کراہت و نفرت سے پیش آتے۔ اسلئے کہ وہ اس امر کے کبھی خوگر نہ تھے اور ایسے شخص کو سب سے زیادہ ذلیل خیال کرتے تھے۔

نکل کے بعد چالیس سال کی عمر تک آپ اکثر اوقات غار حرا میں قیام فرماتے اور ذکر و فکر میں مشغول رہا کرتے تھے اسی اثنا میں دو شنبہ ۱۲۔ صبح الاول کو روح القدس یعنی حضرت جبریلؑ نے آپ کو رسالت کبریٰ کی بشارت دی اور خدا سے قادر ذوالجلال نے آپ کو رحمت للعالمین کا عالیشان منصب دیکر اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے انتخاب فرمایا اَسْمَاءُ عَلَّمَ بِحُثٍّ یُحْثِلُ لِمَنْ یَشَاءُ خدا بہتر جانتا ہے کہ کس جگہ اپنی پیغمبری کی امانت سپرد کرے۔

یہ پہلا موقع تھا اور ہمیت و خشیت الہی کا آپ کے دل پر ہجوم تھا اور عظیم الشان فرماداری کا فکر و انگیز خاطر تھا۔ اسی اضطراب و چپقلی کی حالت میں آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور فرمایا زَعَمُوْنِی زَعَمُوْنِی یعنی مجھ کو کل آدمہ ہا دو۔ پھر جب ذوالاندرزنی اضطراب کم ہوا تو آپ نے ان سے نزول روح القدس کی کیفیت اور اپنے دل کی چپقلی کا حال بیان کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اِنَّ الْفَلَاحَ مِیْنِیْ تسلی دی۔ "خوف نہ کیجئے، آپ تو خوشخبری دینے والے ہیں" میں آپ کی رسالت پر ایمان لاتی ہوں "اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، کیا آپ عزیز بن سے اُلفت کے ساتھ پیش نہیں آتے؟

سایون کے ساتھ سلوک اور محتاجوں کے ساتھ فیاضی نہیں کرتے کیا سچائی آپ کے کلام اور آپ کی سادت میں داخل نہیں ہے۔"

جس روز حضرت خدیجہؓ نے ایمان لائیں اُس دن کے اخیر وقت میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے ایمان لایا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایمان لایا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایمان لایا۔

سب سے پہلے خدا سے جو میل ہے آپ کو حکم دیا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو اور یہ آیت نازل فرمائی وَ اَنۡذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور اپنے قریب کے رشتہ دار دن کو خدا کی طرف سے فرماؤ۔

نزول آیت کے بعد آپ کو صفار شریف سے لگے اور قبیلہ قریش کو ایک اندر یوں ان کے اہل میں آواز دی۔ تمام لوگ اپنے گھر دن سے نکل گئے اور ایک جگہ جمع ہوئے ان میں سے سب لوگ آپ کے آپ نے فرمایا میں اس وقت تک بڑے حادثہ کی خبر سننے کو کھڑا ہوا ہوں کہ کیا آپ لوگ میرے کہنے پر یقین کریں گے؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ "ہم آپ کیے شک میں تھے؟ میں آپ قریش میں" تمہیں آپ نے فرمایا میں تم کو آئے والے وقت سے یعنی قبل ہی اور عذاب آخرت سے ڈراتا ہوں "یہ سُنْکُ اَبُو سَبَّحَہُ کَمَا نَبَا لَکَ سَاۡدُ الْیَوْمِ الْعَظِیْمُ جَعَلْنَا" تیسرا امر اہل

لے وہ میں ایک عام دستور تھا کہ جب کوئی سخت حادثہ پیش آتا تو لوگوں کے کاؤں تک اس حادثہ کی خبر کو پہنچانا منظور ہوتا تو خبر دینے والا سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں اپنے مقام پر پہنچ جاتا اور اپنے کپڑے اٹا کر اور ہاتھ میں لیکر لاند کرتا تاکہ لوگ دیکھیں کہ کوئی کسی سخت مصیبت پیش آئی ہے کہ جس سے ان دن کا ہوش بڑی نہیں رکھتا۔ ۱۱

کیا یہ ہی کہنے کو تو نے ہم سب کو دن بھر جمع رکھا۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے گھر دن کو لوٹ گئے۔
اس کے بعد آپ نے ایک روز اپنے اعترہ کی دعوت کی۔ بکری کھچتے بچنا ہوا اور دودھ سے
بھری ہوئے پیالے اُنکے سامنے پیش کیے جب لوگ کھانے پینے سے فراغت پا چکے تو آپ کھڑے
ہوئے اور دعوت اسلام کا وعظ شروع کیا اور دیر تک دام آسمانی اُن کے نقش دل کرتے رہے۔
جب آپ تمام احکام اُنکی اُس کے بندوں کو پہنچا چکے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ
”تمہیں سے اب کون اس اہم ذمہ داری یعنی دین الفطرت کی مدد کو قبول کرنے پر آمادہ
اور میری قائل مقامی کے فرض ادا کرنے پر کمر بستہ ہے جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی
رفاقت پر ہر وقت تیار رہا کرتے تھے، یہ سن کر تمام اہل مجلس بہت حق سے دم بخود ہو گئے
ہوئے اپنے اپنے خیالات میں مستغرق تھے۔ اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ لب کشائی کرے
کہ دفعتاً آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی مرتضیٰؑ جو اُس وقت ایک کسں جوان تھے کھڑے ہو گئے
اور باوجود بلند کہا ”نہ سو اخطا اگرچہ میں حاضرین مجلس میں سب سے چھوٹا اور خرد سال ہوں
میری آنکھوں میں نزلہ کی غلش رہا کرتی ہے۔ میرا بیٹ بڑا اور میری ناگینیں ڈبلی ہیں مگر میں
اُس اہم ذمہ داری کی خدمت ادا کرنے کو تیار ہوں“ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے مسکرائے اور اُن کو
اپنے سینہ مبارک سے لگا کر فرمایا کہ ”یہ میرا بھائی اور قائل مقام ہے، اُسکی رہنمائی پند و نکتہ کا
میں ہوں“

غرض جو لوگ فطرتِ میلہ رکھتے تھے وہ رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے منہ سے دل کے ساتھ سلام قبول کرتے
گئے۔ جب سلاؤن کی تعداد معقول ہو گئی اور حضرت فاروق اعظمؓ یعنی عمر بن الخطابؓ جیسا

اور جلیل القدر شخص ایمان لے آیا۔ تو بارگاہِ خداوندی سے دوسرا حکم صادر ہوا۔
”فاصلہ دینا تو مکر، پس تمکو جو حکم دیا گیا ہے اُس کو کھول کر سناؤ“ اب تک موتِ اسلام
جو پوشیدہ طور پر دیجاتی تھی وہ اب علانیہ علی رؤس الاشہاد دی جانے لگی۔

اخیر عمر میں جب آپ نے حج و دایع کیا ہے تو اُس وقت خدا کے فضل سے ایک لاکھ
چالیس ہزار آدمی کے قریب اسلام سے مشرت ہو چکے تھے۔ اس طرح جب ہجرتِ خدا کی
اُس کے بندوں پر تمام ہو چکی۔ تو روزِ دوشنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ نے
جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف حلت فرمائی کل عمر شریف تیرہ سال ہوئی۔

اولاد میں تین صاحبزادے تھے قائم عبد اللہ، ابراہیم۔ انکا لقب عبد اللہ طیب
اور طاہر تھا۔ یہ سب بچپن ہی میں از قتل کر گئے۔ اور چار صاحبزادیاں خین، خین، خین، خین
قیہ، ام کلثوم، فاطمہ الزہراءؑ یہ تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔ صرف
ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت خاتونِ جنت کے حالات

حضرت فاطمہ الزہراءؑ اپنی سب بہنوں سے چھوٹی خین۔ آپ کی کنیت ام محمد
اور مبارک علامہ زاکمہ راضیہ مرقیہ تھی بقول لقب تھا۔ واقعہ فیصل کے پندرہ سال
قبل نبوت پیدا ہوئیں۔

من و جمال ظاہری کے ساتھ نہایت بخل و خلق محمدی صفات فصاحت بیان و توفیق
طبیعت اور سلیقہ افشا و شعر کے اوصاف وغیرہ سے مزین تھیں۔ سب پر غور یہ کہ تجلی اعلیٰ
کی نورانی شمعوں نے آپ کی جبین مبارک کو بہت اوار و بانی بنا دیا تھا۔ اور قدرت کے
زبردست ہاتھ نے لوح و روزگار پر نقش کر دیا تھا۔

ثبت است بر ہر دیدہ عالم دوام

کہ یہ ہی معدن نبوت کا جوہر خوش آب و تاب و کمال تمام مہارات کے نبی سلسلوں
کا درۂ الشّاج بکر و دنیا کے خلف جنتوں کو روشن کو تیار بیگا۔

جناب سالتاب مسلم کو جی آپ سب اولاد سے زیادہ عزیز تھیں۔ جب کبھی سفر کا
آباد سفر ہوتے تو پہلے تمام اذواج و ملاقات اور بہنات عالیات سے رخصت ہوتے پھر چلتے
سب کے اخیرین خاتون جنت کے پاس تشریف لاتے اور دیدہ بوسی کر کے خدا حافظ لیتے
اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے خاتون جنت ہی کے دیدار فرحت بار سے
انکھیں ٹھنڈی فرماتے۔ آپ اذرا و کمال شفقت فرمایا کرتے تھے "اَلَا تُرِضُونَ اَنْ لِّمَكُونِي بَيْنَكُمْ
بِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ" اسے فاطمہ کیا تھا سپر راضی نہیں ہو کہ تمام سلسلہ انور کی نوروں کی سردار کمال
دوسری روایت میں آنحضرت مسلم نے حضرت فاطمہ کو تمام زمان اہل جنت کی سردار فرمایا ہے۔
خدا نے اس کو نہال نبوت کو اپنے سایہ رحمت میں پروان چڑھایا جب وہ چہار دہ سال
عمر کو پہنچیں اور وقت فریب گیا کہ یہ شجر بار آور پھولے اور پہلے تو رسول خدا مسلم نے حضرت فاطمہ کی
مخاطب کر کے فرمایا کہ "اِنَّ اللّٰهَ اَسْرَفِيْ اَنْ اَكُوْجِعَ فَاَطْمَعُ بِعَلِيٍّ" میں خدا کی طرف سے مامور

یا گیا ہوں کہ فاطمہ کو علی کے ساتھ بیاہ دوں۔

یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آپ غزوہ بدر سے پلٹ کر مدینہ منورہ میں واپس
تشریف لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روز جمعہ تیرہ ذی الحجہ تیسویں سال بعد واقفہ نعل کے خاص خانہ کعبہ
کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ آپ قائدانہ پاشی کے غرہ اولین تھے۔ اور تائب آپ کی کنیت تھی
معاہدہ نبی بن آپ کا جواب نہ تھا۔ آنحضرت مسلم نے فرمایا ہے کہ "میں مدینہ اعلیٰ ہوں اور
علی باب علم ہیں" آغوش نبوت میں آپ نے تربیت پائی۔ ماہ رمضان سنہ ہجری میں آپ
کا نکاح حضرت فاطمہ الزہراء کے ساتھ ہوا۔

فرزند بخاند خدا شد۔ بابت رسول کہ خدا شد

جن لوگوں کی آنکھوں میں دلیان نکا اور درسا و ہند کی پریشان دشوکت دربار
راگ و رنگ کی محفلیں شادی کی وجوم و حامی جلوس لاکھوں روپیہ کا طلافی و نفقہ ہمیشہ
بر آیا و کلا جوم اور اٹکا شور و غل برپا ہوا ہے ان لوگوں کو لکھا چاہیے کہ یہ کوئی قصہ کسی کی دست کی
شادی کی محفل نہ تھی جسکو دنیا سے فانی کے سالار سامان سے رونق دی گئی ہو۔ یہ اس محل پاک
کی مساجد اوی کی تقریب تھی جس کا خدا ممان ہے۔ ملائکہ مقربین سربراہ کار ہیں جو یا انبیا کرام
اور یا انبیا المدثر کے خداوندی خطاب پر نازان ہے جس کی شان قصہ و کسر سے
تکلفات لایینی سے دور بادی فنا پذیرا سہاب سے تبر لا حاصل ہو مگر در حضور فرشتوں سے
معمونا و مضمون اور تمام مخلوق انکی سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ یہاں سے سوال کیا کہ اگر وہ کون

کے صرف چار سو شفاں چاندنی منہ بانہا گیا غنا جہیز میں ایک مشک گلبرام اور چہلے کا مکینہ تھا جس میں بجائے روئی کے پست خرابا بھرا ہوا تھا۔ ایک چکی ایک مشک اور دو سو بے کلان تھے۔ بجائے برائیوں کے جوہر کے مخصوص مسما پر کرام حاضر خدہ مست تھا اور چہلے زحول آش بینڈا اور انگری کے زبان رسالت تریمان پر "الْفَقْرُ بَارِكْ فِیْہِ سَیِّدُ عَلِیْہِ وَاٰبَآرِکْ فِیْہِ" اور بروایت دیگر "بِحَمْدِ اللّٰہِ شَلِّکُمْ وَاَسْعَدَکُمْ" و بَارِکْ عَلَیْکُمْ وَاَخْرِجْ مِنْکُمْ اَیُّہُ اطْفِیْآ جَارِی تھا "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَآئِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکُمْ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِمْ سَلَامًا

حضرت فاطمہ کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن میں حضرت
 رقیہ زینب ام کلثوم مشہور ہیں، ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ ہوا۔
 نسل کا سلسلہ صرف حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے جاری ہوا۔

جل الہدایہ میں ایک اور صاحبزادے کا نام محسن زیادہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ محسن
اور رفیع نے کسی میں انتقال کیا۔ علماء امامیہ کے نزدیک محسن کا پیدائش ثابت نہیں البتہ
عمل ساقط ہوا تھا۔

فاطمۃ الزہراؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پورے چھ مہینے کے بعد شبِ شنبہ تیسری صفا
 ۱۲۔ جیز بن مکی کا وایا جاناروايت بحکمہ کے روئے ثابت نہیں ہے۔ ۱۲۔

۱۵۔ اشر نقاری پرشانیوں کو دور کرے۔ اور خیریت سے رکھے۔ اور اقبال مند کرے۔ اور قدم و خون کو برکت کا درخت کثرت سے نیک دلا دے۔ ۱۶

لے دیکھو صبح بخاری باب انجیل اور سعادت ہی نتیجہ ذکر اولاد نمبر ۱۲

الحمد لله على ما بين يدينا يا ربنا

آپ کی وفات کے چوبیس برس بعد ۳۵۰ھ میں حضرت علی مرتضیٰ منہ آرات خلافت ہوئے
 درپانچ برس چالیسی روز بعد صلعم کے فرائض ادا کر کے کیسے رمضان شب جمعہ ۳۵۰ھ میں
 بن عظمیٰ کے انتہائی شہادت کبرئے کے درجہ پر فائز ہوئے۔ کرم اللہ وجہہ موت حضرت
 امام حسینؑ صاحبِ نسب کی عمر تقریباً سات سال کی تھی۔

حضرت امام حسینؑ کے حالات

آپ کی ولادت مرثیہ منورہ میں سہ شنبہ پانچویں شعبان سکہ میں واقع ہوئی جو وقت
خیر فرحت اثر جناب سالک صلم کے مع مبارک دین پہنچی تو آپ عمر فاضل میں تشریف
لے کر امام کو اپنی آغوشِ محبت میں لیا۔ دسبے کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت
ہی رہیہ حاشا! اسلامین سے ایک بہترین رسم ہے

آنحضرت سے اپکا نام حسین رکھا ابو عبد اللہ کنیت رشید طیب زکی سید مبارک و فی سبط

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے جس طرح امام حسنؑ سے سینہ تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہت تھی اسی طرح
سینہ سے پاؤں تک جناب سائب سلمؑ سے مشابہت تاملہ رکھتے تھے۔ اور انکی بیانیہ بیانیہ
در پر نور و شمار دل سے مشکوٰۃ نبوت کے انوار و خشان تھے۔ آپ علوم کتاب و سنت کے
نیزینہ دار خوش بیانی اور سخن پرداز سی کے جوہر قابل اور فنون سیرت کے ماہر کامل اور عمر سکر
تھے۔ آپ کے بجا بدانتہا جو جس اور غیرت و حمیت اسلامی اور موزونی طبیعت نبوت میں نمونہ کے طور پر

ہم وہ شعر آپ کے نقل کرتے ہیں۔

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ
فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

وَاِنْ يَكُنْ لَا يَكُنْ مِنَ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اور اگر تو نبی کا بیٹا یا نیا کوئی نبی ہے تو

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

فَاِنْ تَكُنِ الْاَنْبِيَاُ فَتَكُنْ

ترجمہ۔ اگر تو نیا کوئی نبی یا نبی کا بیٹا ہے تو

لہ قصہ حبیب والا اور صفحہ ۱۲

انعام اور غلطی و تنزیل اقوام اور قوانین خدا و بقا و اہم کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے کہ حریفوں کا کمزور دل و دماغ ان کے مشاہدہ سے قاصر اور ان کی فہم و ادراک سے باری و عاجز ہوتا ہے۔

آپ اپنی آنکھوں سے ایک طرف نجات و عزت اور عصیان و طغیان اور فساد و

شہادت کا امتیاز دیکھ رہے تھے (جو از منہ منظر کے آثار عظیمہ اور منہ انہ سئلہ مقبولہ

تے اقیات میں سے ہیں) اور دوسری طرف آپ خیر و برکت اسلامی، عادت و اصلاح ملی

اور خارج قومی۔ اور اعمال صالحہ دینی سے رو بہ زوال آفتاب کا نظارہ کر رہے تھے جس

نے اپنی غمراہی و شاعریوں سے جہالت و نادانی، غفائی و غفائی اور خسارت و خذلان کی

دیکھو یوں سے دنیا کو نجات دینے کا عزم باخبر کر لیا تھا۔

عزیز اسلامی نظامات علم و عمل میں جو تصادم اس وقت جاری تھا اور فرشتہ بوز اور

عزیزیت غفلت میں جو ہنگامہ کار و ارشاد وقت برپا تھا اس کے مقابل میں آپ کی مخلصانہ

ہست شجاعانہ ہمت اور سیاسی غیرت سرکہ کو ہلاکی کیا پروا کر سکتی تھی۔

آپ رسول اللہ صمدی خدا کے (خیر خلفائے مسودہ حسنہ اور سچے مریدانہ) آپ نے

انسان اسلام کو تائید و حمایت اسلام کا حق نبوت دیکھا دیا اور خدا و وعدہ شریک لاکھیز و زوال

دین تبدیل و وعدہ آنکھوں پر دلا دیا جو روح و دگر پر نقوش اور رد آن حکیم سے مبالغہ فحاش پر

فریر و صلحوں سے۔۔۔ وَاِذَا رَدُّتْكَ تَعْلٰتْ حَرْبٌ اَمْرًا مَّصْرُفًا فَتَقْتَضُوْا فِیْہَا

حَقَّ عَلَیْہِ الْفُؤَادُ فَمَا مَرَّتْ اَعْلٰتُکُمْ مِیْوَا

یہ واقعہ قیامت انگیز روز جمعہ دسویں محرم سنہ ۱۱۰۰ھ میں پیش آیا۔ بعد شہادت کے آپ کا جسم اقدس پختیسیں زخم شمار کیے گئے۔ فاضل شفی کا نام سنان بن انس نجفی ہے۔

حضرت امام کے اس واقعہ شہادت میں انکی اولاد یعنی سادات بنی فاطمہ اور محمدان اولیبت کے لئے بالعموم بہت سی عزیزین اور بصیرت مند قابل غور و غرض اور بہت سے اعلیٰ انفرادی صفات لائق عمل اتباع ہیں۔ **فَعَلَّیٰ مَوْلَاکَ**۔

امام کی پانچ بیویاں تھیں۔ شہر باوند خرمینہ دگر و شاہ فارس۔ یہ سرکہ کر بل سے پہلے واقعہ پاچکی تھیں۔ انکا مدفن ٹھکان میں کوہ سحران پر واقع ہے۔ لیکن ابی ترہ تفسی۔ وہ شہر و شمر امرد العیس اسم اسحاق دخر طلمہ بن عبداللہ تھیں۔

اولاد میں چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ علی اکبر یہ امام کے ساتھ سیلان کوہ میں شہید ہو گئے۔ علی اصغر زین العابدین یہ حضرت شہر باوند خرمینہ دگر و کے بطن سے تھے واقعہ کر بلا کے دن بیمار صاحب فراش تھے۔ اسی لئے معرکہ جنگ میں شریک ہونے کے سادات حسینی کی نسل صرف انھیں سے قائم رہی۔ اور عبداللہ۔ یہ بھی واقعہ کر بلا کے روز شہید ہو گئے جعفر انھوں نے امام کی زندگی میں وفات پائی۔ لڑکپن میں سکیئہ اور فاطمہ تھیں۔

حضرت امام زین العابدین کے حالات

یہ حضرت علی رضی کی وفات کے دو سال پہلے مدینہ منورہ میں پختہ بنہ پانچویں شعبان

لے یہ تعلقہ جافظہ بلعمر زین العابدین کے ہاں کا مصلح تھی جو شہر مدینہ میں تھی۔ ان کی ولادت کی ایک ذرا آٹھایں

سنہ ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے سچا اور ذوالنفسات نسب تھا سرکہ کر بلا کے زمانہ میں آپ کی عمر پختیسیں برس کی تھی۔ علوم کتاب و سنت کے جواہر زواہر اور لائلی آباد سے آپ کا سینہ بالا مال تھا۔ خصوصاً فقہ حدیث میں اپنے وقت کے فرزاند روزگار اور وحید العصر تھے۔ روح بقوی میں بڑا عالی مرتبہ۔ کہتے تھے زہری کا قول ہے کہ میں نے اعظم قریش میں آپ کے زیادہ فاضل اور جلیل القدر آدمی نہیں دیکھا۔ روایت حدیث کثرت سے کیا کرتے تھے۔ فقہ راویوں کے طبقہ میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔

آپ نے اپنی آنکھ سے خلافت بنی امیہ کے تین ناہدار و نکاحا ند دیکھا تھا۔ خلیفہ مروان عبدالملک اور ولید بن عبدالملک یہ وہ زمانہ تھا کہ نبی فاطمہ کی ادنیٰ نقل و حرکت اور معمولی سے معمولی افعال و اعمال پر بھی حساسانہ نفرت کم جاتی تھی۔ امیر شہادت وار دیکھے جاتے تھے۔ اور ایک انی شہدہ کے در و درخت گیری قید اور بلاؤں سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا تھا گریبا نئمہ جس ستانت و وفات کے ساتھ دربار طلائف کے تعلقات کو آپ کے بنایا اور جو عزت و احترام آپ نے بارگاہ خلافت میں قائم رکھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

ایک بار آپ کو کسی بدگوا آدمی کی سعایت کا حال معلوم ہوا تو آپ خود اس کے گھر پر نشر پند گئے اور فرمایا **اِنْ كَانَ مَا قُلْتُمْ فِيَّ حَقًّا فَاتَاكَ اسْتَلُّ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ يَّعْطِيَنِيْ ذٰلِكَ كَاَنْتَ مَا قُلْتَ** باطلا فان الله يعطيك ذلك یعنی اے شخص جو کچھ تو نے میری نسبت بیان کیا اگر وہ سچ ہے تو خدا میری خطا کو معاف کرے اور اگر غلط ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے قصور کو بخش دے۔

آپ کی شان میں عرب کے مشہور شاعر فروق کا قصیدہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے مقابلہ میں زبان زور زکا رہا۔ مولانا جانی نے بھی اسکا ترجمہ نظم فارسی میں کیا ہے۔ وفات آپ کی دسویں محرم ۳۳۵ھ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کے چچا اور کے تھے امام محمد باقر علیہ السلام باہر عزرا شریف زید شہید حسین ہاشمی۔

حضرت امام محمد باقر کے حالات

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں روز جمعہ تیسری صفر ۳۳۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام عبد اللہ حضرت امام حسن کی صاحبزادی تھیں۔ اسی زمانہ میں ولید بن عبد الملک منہا ائم خلافت تھا۔ آپ کو فنون ادب سے خاص مناسبت اور دلچسپی تھی۔ علوم قرآن و فروع سنن اور سیرت سلف کی معرفت میں بکرم توجہ تھے۔ طبقہ تابعین میں درجۃ المنزلی تھے۔ فقہائے مدینہ میں خاص عظمت و امتیاز کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ابن سبب ابن حنفیہ اور تابعین کی ایک جماعت کبار نے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے ذات پاک کی، ایک عالم کی موت شیطان کو شرف عابدان کی موت سے زیادہ عزیز ہے۔

ملک نقضار جہود الامار صفحہ ۱۳۰

ملک صاحب ساگر زور پرت لکھا ہے کہ آپ کے ہندو دوست تھے جن میں سے آٹھ ترکوں کی کوئی اولاد نہیں چھوٹی سادہ دہشتی بگڑائی و بارہندہ وغیرہ کا سلسلہ نسب یہ نسب سے ملتا ہے۔ اور سادات بنادی فتویٰ اچھوتوں اور بعض سادات حوالی علیہ السلام و امراء و کجرات و خوجہ و شکار پور کا سلسلہ نسب امام زین العابدین تک پہنچتا ہے۔

آپ کی وفات امیر اہم بن ولید کے عہد خلافت میں ۳۳۵ھ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کے چچا اور کے تھے امام محمد باقر علیہ السلام باہر عزرا شریف زید شہید حسین ہاشمی۔

حضرت امام جعفر صادق کے حالات

آپ شہر ریح الاول ۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ام فروہ قاسم بن محمد بن زکریا صدیق کی صاحبزادی تھیں۔ اور قاسم کی والدہ بھی عبد الرحمن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ دوسرے آپ فرمایا کرتے تھے۔ دلشادی الصدیق مدینہ میں دوسرے صدیق پیدا ہوا۔

بہشتان نبوت کا یہ تازہ گل حیرت طبع علوم کتاب و سنت کے شمار ہشتی سے باز اور قصا ی طبع فن کیمیا یعنی کیمسٹری کا ایک رسا و نصال تھا جو یثرب و ایک نئی قلم کے سر پر عرب کے ریگستانی ملک میں پہلے پہل لگایا گیا اور وہیں چولہا اور پھلار اور سنے گل و بوٹا اور رنگ و بو میں نے کھیلایا۔ اس وقت تک خاندان نبوت کو علوم فلسفہ و سائنس کی کسی شاخ میں کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ آپ ہی سے تاریخ اسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ گویا آپ کی ذات اقدس ایک سحاب انسان اور امیر گوہر بار تھی۔ جو زمین و آسمان کے سبب و شاداب کرتی ہوئی اور تاریخ اسلام کی حبيب و دامن کو سوتوں سے بھرتی ہوئی ملک نقضار جہود الامار صفحہ ۱۳۱۔

علما و کیمیا کے سزا منہ ترجمہ پر آپ کا اسم گرامی روشن حروف میں چمکتا نظر آتا ہے
 جسطرح یحییٰ بن سینا ابن جریر مالک بن انس ذریٰ ابن عینیہ ابو یزید بطلانی
 اور امام ابو حنیفہ وغیرہ اعیان ہفت و مئیدہ بن اعظم کو آپ سے روایت حدیث اور
 علوم کتاب و سنت کے اخذ کرینکا فخر حاصل ہے۔ اسی طرح ابو موسیٰ جابر بن خیابان ہمدانی
 جو صنعت کیمیا کے ماہرین فن میں عناصر شہرت و امتیاز رکھتا ہے۔ آپ سے فن مذکور کے
 اصول و فروع حاصل کئے اور آپ کے کمالات علمی کے خوان کرم کے زلزلہ بانی کرنے پر
 ناز ہے۔

اس نے امام کے نام نامی سے ایک نزار اوراق میں پائتور سالے فن کیمیا میں جمع اور مرتب
 کئے۔ انہیں سے بعض رسالے پھیکر یورپ اور ایشیا میں شائع ہو چکے ہیں۔ کتاب جعفر و جابر
 بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

ایک روز امام اور اُنکے شاگرد رشید امام ابو حنیفہؒ سے ایک بچہ کا لٹہ ہوا۔

امامؒ تمہارے نزدیک عقل مند آدمی کی کیا پہچان ہے؟

ابو حنیفہؒ جسکو خیر و شر کی تمیز ہو۔

امامؒ یہ صفت تو ہمارے میں بھی موجود ہے۔ جو ان کو ہر آجے اُس سے خائف ہوتے
 ہیں اور جو انکو دامنہ گھاس دیتا ہے اُس کے پاس دڑتے ہیں۔

۱۵۔ ابن خلکان و فروع النامی صفحہ ۱۲۷۔ تصانیف و تراجم الامام ابو حنیفہؒ ۱۵۔

ابو حنیفہؒ۔ آپ ارشاد فرمائیں۔

امامؒ جو دو خیر اور دو شر میں تمیز کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو۔ تاکہ انہیں سے خیر الخیر میں
 خیر الشر میں کو چن لے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے دنیا میں بھی بہشت اور دوزخ پیدا کی ہے، دنیا کی
 بہشت عافیت نفس ہے، اور دنیا کی دوزخ ہمارے نفس ہے عافیت نفس اسکا نام ہے کہ تو اپنے
 دم کا مون کو خدا پر بھجورے اور ہمارے نفس یہ ہے کہ خدا کے کاموں کو تو اپنے نفس پر
 بھجورے۔

حکایت۔ ایک روز خلیفہ منصور کے منہ پر کھٹی میٹھی گئی اس نے بے پروائی سے اس کو
 ڈال دیا وہ پھر منہ پر آ میٹھی تو منصور نے منہ سے ہوا کا نام لے کر بھاگ کر کھٹی پیدا کرنے میں خدا کی
 یا حکمت ہے امامؒ نے بلا تامل جواب دیا۔ لیکن یہ پہلجیا بروتہ اس نے کہ شکریہ اور
 غرور لوگوں کو ذلیل کرے۔

آپ نے عہد خلافت منصور میں شمال مشرق میں ۶ برس کی عمر میں وفات پائی اور اپنے
 سلاطین کے پاس بیعت میں مدفون ہے۔

آپ کے تبرکات کے اور چار زکیان تھیں۔ عبداللہ حسن محمد اکبر محمد شمس عباس عیسیٰ عبداللہ حسن
 عیسیٰ موسیٰ کاظم اسماعیل محمد دینار ابی مامون اسحاق مومن علی عقیق۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے حالات

آپ کی ولادت سہ شنبہ شمس میں ہوئی۔ صاحب صالح امین کاظم لقب ابو الحسن کنیت

اہل عرواق آپ کو اب اعلان کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ حاجت مندوں کی دستگیری میں سرگرم رہا کرتے تھے۔

آپ کی گفتگو جو خلیفہ ہارون الرشید سے سیادت کے باب میں ہوئی تھی ہم اس کو آغاز کتاب میں گھر چکے ہیں۔

آپ نہایت حاضر جواب اگر اذہاج عظیم مزاج اور فیاض تھے۔ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مہدی کے سر پرچہ خلافت سایہ افکن تھا۔ بنی فاطمہ اور آل عباس میں جو قاتلہ قریب سے خلافت کے متعلق ملی آتی تھی اس کا اقتضا ہی یہ تھا کہ کسی وقت سکون اور اطمینان سے خاندان نبوت کو بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے مدینہ کی جانب نزول اجلال فرمایا۔ پھر کیا تھا خود غرضان واقعہ ملک کے ایک شغل ہوا گیا اور امام کے جانب سے خلیفہ مہدی کے خوب کان بھرے گئے۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے وقت مرحمت امام کو ہمراہ رکاب رہنے کا حکم دیا اور بغداد پہنچ کر ان کو زندان میں قید کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک روز مہدی نے خواب میں حضرت علی مرتضیٰ کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں یا محمد! انھل عسیتکم ان تو لیتکم ان نفید فی اکادمن و تعطوا ارحامکم اسے سمجھتے کیا یہ بید ہے کہ اگر تم پھر بیٹھو تو اس سورت میں بھی ناک میں فساد کرنے لگو اور رشتے ناتے قطع کرنے لگو۔

جب صبح کو سوکر اٹھا تو اس نے امام کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت وہ حسن اتفاق سے

ادوات قرآن مجید میں مشغول تھے۔ اور یہی آیت اُن کے درد زبان تھی۔

جب یہ بارگاہ خلافت میں پہنچے تو خلیفہ نے تعظیماً ان سے معاملہ کیا اور انکو تخت پر بٹے پہلو میں بٹھایا اور ساری کیفیت خواب کی بیان کی پھر ان سے تجدید وعدہ کرنا چاہی کہ کسی وقت وہ اُسکے یا اُسکی اولاد کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کریں گے۔ امام نے فرمایا کہ ”کبھی کوئی امر نہ گھبے آج تک ایسا سر نہ ہوا اور نہ یہ میرے حال کے شایان ہے“ مہدی نے کہا آپ نے سچ فرمایا“ پھر تین ہزار درنا عطا کر کے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ آپ زبان سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور مہدی کے عہد خلافت تک بائیں نام وہاں رہے۔

جب ہارون الرشید نے تخت خلافت کو زینت دی تو اس نے کچھ دفن کے بعد مدینہ منورہ کا ہتھیار سفر کیا اور وہاں داخل ہو کر امام کو اپنے ہمراہ بغداد پہنچنے کی تکلیف دی اور بغداد پہنچ کر پھر ان کو بدستور سابق زندان میں قید کر دیا۔ امام کے بقید ایام زندگی زندان ہی میں بسر ہوئے۔

اگر جب سلسلہ ہجری میں آپ نے وفات پائی اور مقبرہ شریف مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے آپ کی اولاد میں محبت صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں۔ الحمد للہ اکبر و اکبر محمد سلیمان یحییٰ فضل علی عبدالرحمن قاسم ابراہیم ابوالحسن و سید ہارون علی رضا ابراہیم اصغر عباس امین عبداللہ حسن اسحاق حمزہ محمد جعفر۔

امام علی رضی اللہ عنہ کے حالات

آپ رضی اللہ عنہ مولودِ مدینہ منورہ میں روز جمعہ مشکلمہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابو الحسن کینیت تھی۔
صاحبِ زکی الثقب۔ والدہ کے نام مختلف بیان کیے گئے ہیں ام البنین، رومی، سمانہ شقراء
النبیہ طاہرہ۔ ائمہ اثنا عشر میں آپ آٹھویں امام ہیں علم و فضل اور کمالات سلف کے
آپ ایک کل سرسبز تھے۔

خلافت عباسیہ کے دو تاجدار یعنی امین اور خلیفہ مامون الرشید کا بعد خلافت آپ نے
دیکھا۔ امین اگرچہ نہایت ذہنی، طبع فصیح، آرتھور اور باگزہ شکل اور جمیل شہسوار تھا تو ادب و تاریخ
اور فقہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ با اینہم ہمیشہ طلب اور آرام پسند تھا۔ امین کے تمام اہل
مامون کے اصحاب علم و فضل اور ذاتی خوبیوں کے مقابلہ میں اس کے زمانہ خلافت کی طرح
سریع الزوال تھے مامون جس قدر خود قابل اور فزائے روزگار تھا اسی قدر منصف مزاج اور
اہل کمال کا قدر شناس بھی تھا۔ اس کا باپ ہارون کہا کرتا تھا کہ میں مامون میں منصور کا شرم
ہمدی کی متانت اور ہادی کی شان پاتا ہوں۔ اور اگر اپنے سے بھی اسے نسبت دینا چاہوں
تو دے سکتا ہوں۔

مامون کی منصف مزاجی اور قدر شناسی کا یہ ہی ایک واقعہ روشن ثبوت ہے کہ ایک تہ
جس وقت وہ دورہ کرتا ہوا شہر مدینہ و مدینہ و مدینہ ہوا تو اس نے آل عباس کو ایک جگہ جمع کر لیا

لہذا رسالہ دیدہ میں لکھا ہے کہ ان کی شان ام البنین، ام و ام البنین۔

لکھ دیا۔ چنانچہ تمام عورت و مرد ملا کر تقریباً مینتیس ہزار آدمی جمع ہوئے پھر امام علی رضی اللہ عنہ کو
بلایا اور عزت اور احترام کے ساتھ انکو ایک شاندار مقام پر بٹھایا اس کے بعد ابابیل عقی
کے مجمع کے سامنے تخت خلافت کی جانب سے حسبِ میل تقریر کی۔

دعا جواباً۔ میں نے آل عباس اور آل علی بن ابی طالب دونوں پر یکساں نظر ڈالی
مگر میں نے اپنے اہل عصر میں علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نہ کسی کو علم و فضل کا گرانمایہ جوہر پایا نہ کسی
ان سے بڑھ کر کوئی شایان شان خلافت نظر آیا اس لیے میں ان کو اپنا ولی مہدی مقرر کر رہا ہوں
یہ اعلان شاہنشاہی تمام خلافت عظمیٰ میں شہر کر دیا جائے۔ یہ کلمہ تخت سے نکل پڑا۔

اس واقعہ کے بعد مامون نے اپنی شاہزادی ام حبیب کا عقد امام علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ
ستہ ہجری میں کر دیا۔ اور بطور علامت و یسمدی دینار و درم پر اس کے نام کا سکہ نقش کرایا
مگر امام علی رضی اللہ عنہ نے عواقب امور پر نظر کر کے و یسمدی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

خاندان عباس کے سربراہ دورہ لوگوں نے بھی یہ دیکھ کر عنان خلافت دوسرے خاندان
میں منتقل ہوئی جاتی ہے مامون سے خلع خلافت کر کے ابراہیم بن ہمدی عم مامون الرشید کی
بیعت پراجل کر دیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ جس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

ایک مرتبہ امام علی رضی اللہ عنہ پورٹریف لیگئے تو وہ ان کے اعمام اور حُفّاہ ابو ذرہ اور
ابو مسلم طوسی وغیرہ نے آپ کا بھٹے طمطراق کے ساتھ استقبال کیا۔ اور ادب کے ساتھ یہ خواہش
کی کہ آپ کوئی حدیث اپنے آباؤ اجداد کی سند سے بیان فرمائیں آپ نے ان کی استدعا منظور فرمائی اور
ذیل کی روایت بیان کی۔

قال حدثني ابو موسى عن ابيهم ترجمہ مجھے بیان کیا موسیٰ کاظمؑ نے ان سے ان کے باپ
جعفر الصادق عن ابيہ محمد الباقر حضرت صادقؑ نے پھر ان سے ان کے باپ ابو بقرؑ نے
عن ابيہ علی بن زین العابدین عن ابيہ پھر ان سے ان کے باپ علی بن زین العابدین نے پھر ان سے
شہید کو بلا عن ابيہ علی بن زین العابدین ان کے باپ شہید کو بلا عن ابيہ علی بن زین العابدین نے پھر ان سے ان کے باپ
حدثني جدي وقرة عيني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال حدثني جبريل
عليه السلام قال حدثني ربه العزّة سبحانه خبرني کہ جسے یہ سنا ہے وہ سنا ہے ان سے ان کے باپ
تعالى كلمه لا اله الا الله حصني فمن قالها دخل حصني ومن دخل حصني قلتم من بناء لي اس
امن من عذابي نے میرے عقاب سے غات پائی۔

جب تک یہ روایت ختم کرچکے تو حاضرین جلسہ کا شمار کیا گیا اس وقت میں ہزار آدمی
سے زیادہ موجود پائے گئے۔

تقریباً دو دن میں اس روایت کا جسکو اصطلاح محدثین میں سلسلۃ الزہب کے نام
سے تعبیر کیا جاتا ہے عام شہرہ ہو گیا۔

جب یہ حدیث بعض شاہان آل سامان کو پہنچی تو انہوں نے اس کو آپ زید سے لکھوا کر
وصیت کی کہ بعد وفات یہ ہمارے کفن کے اندر رکھ دی جائے۔ اور اسی پر عمل کیا گیا اسکے بعد
بعض صلیبائے اپنی روایات و اصلاح کے ذریعہ سے اس حدیث کے موجب منفعت جوئی کی مزید تائید

اور توثیق کر دی۔

آپ نے اخیر صفر ۲۱۰ھ کو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ خلیفہ مامون نے آپ کے جنازہ
کی نماز پڑھی۔ شہر طوس میں جو اب شہر مقدس کے نام سے مشہور ہے آپ مدفون ہوئے۔ آپ کی
اولاد میں بلخ لڑکے اور ایک صاحبزادی تھیں محمد تقی حسن ابو حمزہ علی حسین موسیٰ لیکن
بجز محمد تقی کے اور کسی سے اولاد باقی نہیں رہی۔

حضرت امام محمد تقیؑ کے حالات

یہ مدینہ منورہ میں روز جمعہ ۱۹۔ رمضان ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے جو واقعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
والدہ کا ناخبران تھا بعض نے سکی نہ مر سہ نام لکھا ہے۔

آپ تقریباً نو برس کے تھے کہ ایک روز خلیفہ مامون الرشید نے شکار کی تیاری کی اور اس کی
سواری بڑے تنگ و متشامک کے ساتھ شہر بغداد میں ہو کر گزری۔ کچھ لڑکے راہ میں کھیل رہے تھے
اور اتفاق سے یہ بھی وہاں کھڑے ہوئے تھے یکایک ہٹاؤ اور جو کی آواز آنا شروع ہوئی اور شاہی چوہوں
سانے سے آنا ہوا نظر پڑا۔ شہر کے لڑکے بھاگ کر اوپر اُدھر کی گلیوں میں جا چکے۔ یہ بد سورتی چلی
تو وہ کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ شاہی سواری قریب آگئی۔ مامون الرشید (جو نو نون کا بھانجا اور
امام کا اپنی جگہ سے نہ ہٹتا دیکھ چکا تھا) انکی خجرات اور بے ساختگی سے متعجب ہو کر بولا صاحبزادے
اسی یہ شہر صوبہ خراسان کے شہر دمن جہ قدیم ہے۔ غرض شہر اور طوس بن فخر نے اسکی بنیاد رکھی ہے۔ یہ جگہ
حضرت ثمان تحت خلافت پرشکون تھے یہ فخر ہوا اس وقت سے آج تک سکون پر ساکن ہے۔ یہاں جو نیک فہم ہے۔ یہاں اولاد ہے۔
اور عرض کیا ۳۰۰۰۰۰۰۰۔ لکھ تقصیر چودا اعرار صفر ۱۹۔

متوکل کی حضور میں پیش کیا۔

متوکل کے یہاں اس وقت مجلس شراب گرم تھی اور بادار غوانی کے دور پر دوڑنے کے تھے۔ خلیفہ نے آپ کو نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے ساغر شراب پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یا امیر المؤمنین مآخا صرحی و دمی قط فاعفی منہ۔

”اے امیر المؤمنین میرا گوشت اور میرا خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا بلکہ معاف فرمائیے۔ یہ سن کر اس نے آپ سے مناسب وقت ملا دیا شراب پینے کی فرمائش کی آپ نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین مجھ کو شراب سے کچھ نہایت واپس نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا خیر کیا مضائقہ ہے دو چار شراب کچھ بھی یاد میں اس وقت سنا چاہیے۔ آپ نے اول درہ نگیز مجھ میں قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی۔

کہ تَرَكُوا مِنْ جَنَابَتِ وَعُبُودٍ دُونِ رُبِّهِمْ ۖ تَرْجَمُهُمْ لَوْ كُنْتُمْ بِآيَاتِنَا أَهْلِيًا أَوْ كُنْتُمْ فِي حَرِّهِمْ ۖ وَمَقَامُهُمْ كَرِيمٌ وَيَقْسِرْكَا نَوَافِلَهَا قَتَا كِهَيْبَتِ عَمْرٍو كَانَتْ وَكُنْتُمْ فِي عَيْشِ قَتَا كِهَيْبَتِ سَازِ دَسَانِ بَجُورِ كَرِيمِ كُنْ لَكَ قَادِرٌ مُنَا كِهَاتُومًا خَرِيفٌ قَتَا كِهَيْبَتِ عَمْرٍو كَانَتْ وَكُنْتُمْ فِي عَيْشِ قَتَا كِهَيْبَتِ سَازِ دَسَانِ بَجُورِ كَرِيمِ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ إِنَّهُمْ لَمُسْطَرِفُونَ ۚ

پھر اپنے چند اشعار عربی پڑھ کر منائے جن میں بنیادی فتنہ بھگائی اور زوال پذیر ہونا انسان کا مکر ظلت کہ بقیہ کو آباد کرنا اور آخر کار طغی مور و کرم زمین بنا نہایت عبرت انگیز طریقے سے بیان کیا تھا۔ چونکہ اکثر پڑھنے والوں کو زمانہ کی حیر و خفاقی کی وجہ سے عربی اشعار میں شاید زیادہ فہم نہ کیا

سے ہم ان اشعار میں سے صرف ایک شعر نقل کرتے ہیں۔

لَمَّا أَكَلُوا يَوْمَ مَا شَرِبُوا فَأَصْبَحُوا بَعْدَ ذَلِكَ الْأَكْلِ قَدْ أَكَلُوا

متوکل یہ نہایت اشعار سن کر بے اختیار و تیرنگ زار زار روتا رہا ایسا تنگ کہ اس کی ڈاڑھی لوٹن سے نرم گئی اور ساری مٹھل پر ایک گریہ و بکا کا عالم طاری ہو گیا۔ خلیفہ کے اشارہ سے ہم مشرب و کباب کا سامان جلد جلد سمیٹ کر دوڑ کر گیا۔ پھر آپ کی طرف متوکل نے مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ پر کچھ قرض ہے یا آپ نے چار ہزار دینار کا قرض بتایا۔ متوکل نے اسی وقت اپنے شاہی سے چار ہزار دینار عطا کر نیک حکم صادر کیا اور عزت و کمالت کے ساتھ آپ کو رخصت کیا۔ شش سال خاندان نبوت کو یہ بات کب پسند سکتی تھی۔ اس واقعہ کے بعد طبع کی بخیر ہزار گرم ہوا۔ یہاں تک کہ آخر کار متوکل نے آپ کو آپ کے وطن مدینہ منورہ سے بلایا وطن کے مقام شہر میں اسے میں لاکر رہا اس وقت بہت بڑا فوجی کیمپ تھا اور عسکر کے نام سے مشہور تھا قید کرو یا اسی زمانہ میں آپ امام عسکری کے لقب سے غلب ہوئے۔ میں نے سن لیا ہے کہ آپ نے قید میں گزارے اور آخر جمادی الثانی ۳۲۰ھ میں وفات پائی اور اپنے ہی گھر میں دفن ہوئے آپ کے چچ صاحبزادے تھے۔ حسن عسکری جعفر زکی۔ حسن شعی۔ نوشی۔ محمد علی۔ مولیٰ حسن عسکری جعفر زکی کے اور کسی ولادت سے نسل باقی نہیں رہی۔

جعفر زکی کا حال

انہوں میں سے کہ لگے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ بہو انکی سنہ پیدائش و وفات۔ تعلیم و تربیت اور واقعات زندگی کا باوجود تلاش کے پتہ نہ لگا۔

شیخ شرف الدین شتاب نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ وہ کتاب کے لقب سے مشہور تھے اس
شہرت کا باعث یہ ہوا کہ وہ مہمدی بن حسن عسکری کی امانت پر طعن کیا کرتے تھے۔ اس لئے لامیہ
نے انکو کتاب کہنا شروع کیا۔ حالانکہ مہمدی کے دعویٰ مہدیت کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ پس
صاف ظاہر ہے کہ اس باب میں وہ بالکل صادق تھے۔ اور کذب کی نسبت انکے ساتھ
سراسر کذب ہے۔

انکی اولاد کو طوائف نے قتل طرح پر تقسیم کیا ہے ایک وہ جن کے عقب میں غلامان
ان کے نام یہ ہیں عبد اللہ عبد العزیز ابراہیم حسن حسن محمد احمد توحی دوسری وہ
جسکی نسل با اتفاق مشابہین باقی نہیں رہی وہ یہ ہیں عباس حبیبی احمد اسحاق قیسری اور
جس سے سلسلہ نسب تک جاری ہے اور وہ چھ بیٹے ہیں علی اشقر اسماعیل علی طاہر بار دن
اور اور پس۔

سید السادات علی شہر کا حال

یہ نقباء بغداد کے سردار تھے انکے تین بیٹے تھے عبد اللہ جعفر اسماعیل جعفر کے عقب میں
ہے۔ انکا لقب علی مختار تھا۔

سید عبد اللہ کا حال

انکی اولاد میں سب ایک صاحبزادہ تھے جسکا اسم گرامی سید محمد ہے انھیں سلسلہ
جاری ہوا۔ مشہد کا علیین کے نقباء کا منصب انھیں سید محمد کو حاصل تھا اور انکا خاندان بغداد

کا برکے نام سے پکارا جاتا تھا۔

سید محمد کا حال

انکے البتہ پانچ بیٹے تھے ابوالقاسم سید احمد نجفی علی عیسیٰ محمود قدرت نے سید
سید اللہ کی اولاد میں کسی مصلحت کی بنا پر جو کی کی تھی اصل کی تلافی فیاض ازل نے
انکے صاحبزادہ سید محمد کے پانچ بیٹوں سے کر دی۔ ان پانچوں سے مختلف خاندانوں
کی بنیاد پڑی۔ یہ لوگ شہر بغداد کے مقابر قریش میں مدفون ہیں۔

سید احمد کا حال

یہ بھی اپنے والد کے ساتھ بغداد میں رہے اور وہیں مدفون ہوئے انکی نسل میں صرف
ایک صاحبزادہ سید محمد تھے۔

سید محمد کا حال

یہ اپنے خاندان میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے اقامت بغداد کو خیر باد کہہ کر بخارا کو

۱۰۰۰ شہر مالک ماوراء النہر کے بزرگ ترین شہروں میں ہے۔ بقول بطلمیوس محل بلداً مسکاً درجہ ۱۰ اور عرض بلد
۳۱ درجہ ہے۔ اور مطابق نوع ابو حنون عرض مسکا ۳۱ درجہ ۱۰ و قد ہے۔ صاحب نگار بلدان نے لکھا ہے کہ میں
نے اسکی وجہ تسمیہ دریافت کر لی کہ شش کی گرگامیاب ہو سکے صاحب کتاب الشو نے لکھا ہے کہ لہا و لا بلغنی
فی الاسلام بلد ۱۱ حسن خاسر جات بخارا ہما بلدان ۱۲۔

مستقل سکونت کے لئے انتخاب کیا۔ ان کی چار پشتیں درون گذرین۔
انکی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے سید جعفر بخاری تھے۔

سید جعفر کا حال

انکی اولاد میں بھی سوائے سید علی موبد کے کوئی اور پسر نہ تھا۔

سید علی موبد کا حال

انکی اولاد میں بھی صرف ایک صاحبزادے تھے جنکا نام سید جلال اعظم تھا۔

سید جلال اعظم کا حال

ان کا نام عین، ابو عبد اللہ کنیت گل سرخ لقب تھا۔ اپنے عصر میں سرآمد لیا و کہا
میں سے تھے۔ کمالات باطنی اور قوت روحانی کے تابندہ جوہر اور وحید عصر تھے۔ شہرہ کو
ترک وطن کر کے بخارا سے ملتان میں وارد ہوئے۔ اور خانقاہ شیخ فرید الدین گنج شیں
شہرے۔ وہاں آرام لیکر بھگڑ آئے۔

یہاں انھوں نے ایک بشارت کی بنا پر جو خواب میں ہوئی تھی۔ سید بدر الدین بن سید
محمد والدین غیب جگر کی دختر نیک اختر دہرہ خاٹون سے اپنا عقد کیا۔

شیخ الاسلام بہاؤ الدین دکنی الکتافی کے مرید با اختصاص تھے۔ شیخ الاسلام نے انکو

تخلیفات عطا فرما کر شہر امیر پرانور کیا یہاں آکر وہ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق
یہ عمل تکمیل شد و ہدایت کے ہم اور ان کا کس فرض کو بڑی سرگرمی اور حسن رغبت کے ساتھ
تمام دیتے رہے۔ اور یہیں وفات پائی۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے تھے۔ ثانی جعفر سید محمد غوث سید احمد کبیر۔

سید احمد کبیر کا حال

یہ وہ ہی سید احمد کبیر ہیں جنکے نام پر چندوستان کے جاہل نادان لوگ گلے فرج کیا
کرتے ہیں اور جنکے نام نامی سے ہندوستان کا پچھلے واقعہ ہے۔

سید صاحب صوف کے دو صاحبزادے تھے سید جلال الدین قطب عالم اور سید
محمد والدین محمد راجو قال بکلی موجودہ نسل شریعت میں آباد ہے۔

سید جلال الدین قطب عالم کا حال

آپکی ولادت با سعادت شب برات شمس جہر یوم ثانی ابو عبد اللہ کنیت قطب عالم
مخدوم جہانیاں جہان گشت لقب والد کا نام و نام ہے۔ سید محمد الدین کی صاحبزادی
تھیں۔ اور بقول دیگر آپ کی والدہ کا نام انورہ خاتون ہے یہ سید مرقطی کی بیٹی تھیں۔
آپ علوم کتابت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب خلاق اور
کلمات روحانی کے سہیل ہیں تھے۔

مخدوم نے ابھی گوار با غلویت سے قدم باہر نکال کر کچا ہی تھا کہ انکے والد ماجد نے انکو
اپنے ساتھ بخارا بطور نیک فال و منفرت شیخ جمال جنجی کی برت دست بڑی کا شرف و شہاد

اُس وقت اُن کی عمر سات برس کی تھی مگر سعادت و رشادت کے افکار ابھی سے اُن کی
 جبین مبارک سے طالع اور نمایاں تھے۔ چنانچہ شیخ نے اُن کے مصوم چہرہ پر نظر ڈالتے ہی
 فرمایا کہ "وَأَنْتَ بِسْرِي كَهَ خَالِدَانَ غُورًا قِيَامًا مُتَوَدَّارِي"۔

جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو انھوں نے ایک عظیم الشان سیاحت کا عزم مصمم کیا
 اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ مقرر مقام بیت المقدس و دہم عراق خراسان بلخ اور بخارا
 کی طرف چل کھڑے ہوئے اس دوران سفر میں متعدد راج بھی کیے بجز اُن کے چلنے اکبر تھے۔

مخدوم اس امر کے سخت مخالف تھے کہ آدمی کسی ایک شیخ کے ملحقہ ارادت میں داخل ہو کر
 کسی کا اور ہے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ فیاض اُن کی بخششیں کسی ایک ملک یا ایک خاندان
 یا ایک قوم میں محدود و محصور رہیں۔

در حقیقت آپ کا یہ قول آپ سے کہنے کے قابل ہے کہ "جمع مشایخ و فضلاء باید
 دیر۔ و از ہر کہ ہم نصیب دینے باید بود یعنی گوی کو تمام اکیال مشائخ و فضلاء کا فیض صحبت
 حاصل کرنا چاہیے۔ اور ہر ایک سے بقدر قدرت تنوع حاصل کرنا چاہیے۔ بقول سعدی تسہ
 "تنوع زہر گوشت یا نغم زہر ٹوٹے خوشتر یا نغم"

مخدوم نے اٹھارہ سیاحت میں تین ہزار چالیس سے زائد صاحبزادان فی کمال کا
 فیض صحبت حاصل کیا۔ دو سال تک یہ مہم جوہرین استاذ الحدیث شیخ عقیف الدین مطری شافعی
 مدینی کی خدمت میں رہے۔ نچھ عوارف کا درس لیا۔ شیخ موصوف شیخ رشید الدین ابوالفتح
 محمد صوفی کے خلیفہ تھے اور اُن کو فرقہ خلافت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سرور دہلی

نے عطا کیا تھا۔ جو شیخ سعدی کے پیر طریقت ہیں مگر تعلیم و تربیت زیادہ مخدوم نے
 شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی اور شیخ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی سے
 حاصل کی۔

فرقہ خلافت اول اُن کو اُن کے والد اور چچا شیخ صدر الدین بخاری نے عطا فرمایا
 بعد اُس کے شیخ الاسلام عقیف الدین مطری نے حرم شریف نبوی میں ان کو فرقہ خلافت پہنایا
 اور کچھ عرصہ اسی طرح اُن کو چوہہ خاواروں کے خلیفہ چوہیکا خاص شرف حاصل تھا۔

مخدوم کسی کو اپنا مرید نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک عربی و رومی مریدی پریشانی
 رسم و آفات کو ہر طرح ختم تھی۔ یہ طریقہ سوا خات رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے۔ بروقت نزول
 و نزول منورہ جاری فرمایا تھا اور مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ
 حضرت علی مرتضیٰ کی نسبت جو اجراء و آفات کے وقت موجود نہ تھے ان حضرت نے فرمایا
 تھا کہ وہ میرا بھائی ہے۔

جب کوئی شخص مخدوم بہا نیان کے پاس مرید ہونے کے قصد سے آتا آپ فرماتے کہ
 میں کسی کو مرید کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ عداوت کو تازہ اور حکم کرنے کے لئے تیار ہوں۔
 جب آپ کسی کو سند خلافت عطا کرنے کو یہ کہتے "۔

أَوْصَيْنَا هَذَا الْأَخِي بِالْإِتِّبَاعِ الدَّائِمِ السَّقِيمِ بِتَرْغِيهِ تَقِيهِ تَلِيهِ مَا صَلَّمَ وَأَكْرَمَ
 لَكُمْ كَاهِنًا وَإِنْ لَا يَكُونُ دَالِي أَرْبَابِ الدُّنْيَا وَصَحَابِهَا وَإِنْ لَا يَحْضُرُ فِي عَجَابِهِمْ أَيْدِي
 لَهُ تَقْصَارُ جُودُ الْأَحَارِ وَفَخْصُهُ لَهُ تَقْصَارُ جُودُ الْأَحَارِ وَفَخْصُهُ لَهُ

وَإِنْ يَتَوَجَّهْ إِلَى اللَّهِ بِالْكَلِمَةِ فَإِنَّكَ تَهْدَى إِلَى الْغَوْثِ نَارِيَّةً عَنْ يَدَيْهِ
وَهُوَ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ خَلِيقَتَانِ فَرَحَمَهُ اللَّهُ مَنْ أَكْرَمَهُ وَأَهَانَ مَنْ أَهَانَهُ
وَهُوَ الْمَوْفِقُ وَالْمُعَادِي وَالْمُسْتَعَانُ عَلَيْهِ التَّكَلَّاتُ۔

یعنی میں اپنے بھائی کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر بیضا پر
نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور احکام شریعت کو اپنا دستور العمل بنائے اور ارباب دنیا
اور ان کے معصیتوں سے دور رہے اور انکی مجالس میں کبھی قدم نہ لگے اور کلمہ شریف سے
مستند پھر کر خدا ہی کی طرف رجوع کرے جب اس تک میں وہ اپنے گورنگ سے بلاشبہ
اسکا دست مبارک میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور وہ مخلوق خدا کے سامنے میرا جانشین ہے
جو شخص اس کا احترام و اکرام کرے خدا اس پر رحم کرے۔ اور جو شخص ایسے شخص کی امانت
کوے خدا اس کو ذلیل کرے۔ خدا ہی توفیق بخشے والا راہ راست دکھانے والا اور مددگار
ہے۔ اور اسی پر کامل بھروسہ ہے۔

سلطان محمد تغلق نے شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب کو عطا فرمایا تھا۔ اور یونان
کی خانقاہ محمدی کی اور اس کے حضرات کی منہ آپ کو مرحمت کی تھی۔

غیر درشاہ کے عہد سلطنت میں آپ چند مرتبہ دارا کلافت دہلی میں تشریف لائے اور
ہر مرتبہ سلطان کی جانب سے مراسم عقدا و اخلاص حسب قاعدہ معینہ ادا کیے گئے۔

آپ نے عید الاضحیٰ کے روز بعد نماز شریف میں غوث غفرلہ کی پائی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

سید ناصر الدین محمود یہ دختر سید محمد غوث کے بطن سے تھے۔ ان کی اولاد سندھ و ہند میں

آباد ہے۔ سید عبداللہ یہ دختر سادات دہلی کے بطن سے تھے۔ سید محمد اکبر یہ شہنشاہ عالم
سلطان ترک کی کے بطن سے تھے۔ انکی اولاد قسطنطنیہ میں آباد ہے۔

سید ناصر الدین محمود کا حال

آخر میں ہے کہ انکے واقعات زندگی کا ہر کو صرف اسی قدر علم نہ سکا کہ انکی تین بیویاں
تھیں ان سے اٹھارہ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ پانچ صاحبزادے قطب کے لقب سے
مشہور ہوئے۔ سید حامد کبیر ب۔ علم الدین سید شہاب الدین سید اسماعیل سید فضل اللہ
باقی جو اولاد دہلی اُس کے نام یہ ہیں سید برہان الدین انکی اولاد گجرات میں آباد
ہے شیخ الاسلام سید غلام الدین عرت ہند کی (اکا فراتوچ میں غلام راہگیر کے اندر واقع ہے)
ان کی مان سعادت خانوں سادات دہلی میں سے تھیں۔ سید شرف الدین انکی اولاد
نواح اُچھ میں آباد ہے۔ سید نظام الدین یہ لارہ تھے انکی مان ایک بقال کی دختر تھیں
پادشاہ دہلی نے ان کو چند کنیزیں بھی اپنے قصر شاہی سے عنایت کی تھیں ان سے جو
کے اولاد ہوئی۔ فیصل سادات کو شکی نام سے مشہور ہے۔

سید ناصر الدین محمود کی دو صاحبزادیاں تھیں تاج الملک سعادت خانوں یہ دو
تنگنی خانوں دختر سلطان حسین لکناؤ کے بطن سے تھیں اور سید معز الدین بن سید
غلام الدین رسول دار سے بہابی گئیں۔

سید حامد کبیر کا حال

یہ سید ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے لکے ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے

مریم بیگم اور سید بہتہا والدین انھوں نے لاؤ ولد انتقال کیا صرف سید رکن الدین باقی رہے۔

سید رکن الدین ابوالفتح کا حال

یہ اپنے باپ کی وفات کے بعد مسند آرس ہدایت دار شاد ہوئے انکے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ سید جلال ثالث سید محمود سید ابوالقاسم ان کی ماں یعنی خاتون بادشاہ ٹھٹھہ کی دختر نیک اختر تھیں سید محمد یہ کیمیا و نظر کے قب سے مشہور تھے مکی والدہ مراد خاتون ملک داؤد خان بن میر علی لنگاہ کی بیٹی تھیں جو جوہر بیگم کے بطن سے تھیں جو سادات دہلی کے خاندان سے تھیں تاج الملک یہ سید دولت بن سید شمس الدین بن سید محمد غوث کی بیٹی بیوی دہلی کے بطن سے تھیں قسری بیٹی جنت خاتون تھیں۔

سید جلال ثالث کا حال

یہ بعد وفات پر نصب امچہ ضلع ملتان کی سکونت کر کے دہلی چلے آئے۔ ارس نقل مکان کی وجہ کچھ تو اغوان کی باہمی مخالفت اور زیادہ تر بھول سشاہ دودھی بادشاہ دہلی کی حسن ارادت تھی وہ آپ کے خاص مرید و نین غار۔ آپ کو ملتان سے اپنے ہمراہ دہلی لایا اور مزید عظمت و احترام کی نظر سے سرکار قنوج کی سند جاگیر آپ کو عطا فرمائی۔ اُس وقت سے انکی موجودہ اور آئندہ نسل کا مستقر قنوج رہا۔

لے فرمایا تین سو سال تک قنوج انکی اولاد و احفاد کا وطن رہا۔ ۱۲۱

انکے چار بیٹے تھے۔ سید علی سید راجو سید شعیب سید جعفر۔

سید راجو کا حال

سید راجو بعد وفات پر رجادہ نشین ہوئے انکے گیارہ بیٹے تھے سید جلال رابع سید تاج الدین سید علا الدین سید نعیم سید گوان سید احمد سید برہان سید محمد سید علی سید درویش سید بلاتی۔

سید جلال رابع کا حال

ان کو بعد وفات پر رجادہ نشینی کا منصب حاصل ہوا اور شہزادہ خدوم جہانیاں ہسان گشت کے وارث بلا استحقاق قرار پائے۔ لیکن ان کے بھائی سید علا الدین کو امر ناگوار گذر آخر کار وہ شہزادہ خدوم پر قبضہ کر کے منصب تہادہ نشینی پر فائز ہوئے۔ سید جلال رابع نے اپنی بلند جہتی اور آزاد منشی سے ارس آثار پرستی کو دور سے سلام کے عزت نشینی اور حق پرستی اختیار کی۔

پہلے یہ قنوج کے محلہ شیخانہ میں رہتے تھے۔ پھر وہاں سے اٹھکر محلہ شیخوہ میں چلے آئے۔

انکے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں سید تاج الدین سید مبارک سید کمال الدین سید جمال الدین۔ قائلہ خیر رکھ۔

سید تاج الدین کا حال

انکے صرف چار بیٹے تھے۔ سید کبیر سید فیض اللہ سید راجہ سید حامد۔

سید کبیر کا حال

انکے بھی چار بیٹے تھے۔ سید علی اصغر عرف اپنے سید اسماعیل سید علی بکیر سید عبداللہ

سید علی اصغر کا حال

آجکی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ مسلمانوں کے سطوت و اقبال کے آفتاب کو آگسٹ لگنا شروع ہو گیا تھا دنیا سے اسلام اور سلطنت ہندوستان اُن پر آشوب آیا میں ایک زلزلہ انگیز انقلابِ نکبت کے خطرناک دور سے گزر رہی تھی مسلمانوں کی ذہنی و فنی ترقی و تمدنی اور معاشرتی اعمال حیات میں ایک عام جزوہ برپا تھا۔ نظامات سلطنت اور عزل و نصب پر کان حکومت کی جلد جلد تغیرات نے "کلّ یومٍ مّو فیّ شان" کے چہرے سے آفتابِ لٹ دی تھی عقائدِ سمجھد اعمالِ صالحہ کی کساد باری بار جنسِ علم و عمل کی گہائی اور نمونہ طباہی نے "فُتُرَاکَیْنِ یَکُوْنُ تَهْمُ" کا اعلان عام بلند آہنگی کے ساتھ شہر کر دیا تھا دارالخلافہ دہلی کے فرامین شاہی طوائف اللوک کی توقیعات کی شکل میں پورچا ہو کر قوم و ملک کی آئندہ قسمت کی پیشین گوئی کر رہے تھے قصہ مختصر خصائص قومی اور

داد جامع اسلام کے اجزاء کا شیرازہ درہم برہم ہو چکا تھا

ایک دن دفترِ قبال آپگندہ دہین ایک آن فسخہ اسلام بھڑانگر سرکار قنوج کا تعلق کلیدِ پست تختِ خلافت سے منقطع ہو کر دارالحکومت اور حاکم صوبہ و تصرف میں منتقل ہو گیا تھا۔

چونکہ نوابانِ اودھ کا سرکاری ذریعہ سبنا سید تھا اور حکم "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مَا دُکھو" کے اسرار عام رہا یا چرچا سبنا سید کو کچھ بڑا ناگوار تھا۔ سادات بخاری بھی اس کلیتہ سے متعلق نہ رہے اور نہ رو سکتے تھے۔ غالباً اسی قسم کے وجوہ سے سید علی اصغر کے مذہبی خیالات میں ایک عام انقلاب واقع ہوا ہو گا۔ بہر حال ان کے زمانہ سے بکیر نواب سید اولاد علی خان انور جنگ بہادر کے زمانہ تک یعنی پانچ پشتوں تک اس خاندان کا مذہب اسی رہا۔

سید علی صہر کی اولاد دین بھی چار ہی بیٹے تھے۔ سید سلطان سید کرم علی سید محمد علی سید لطف علی۔

سید لطف علی کا حال

سید لطف علی کے صاحب سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ سید عزیز اللہ سید غلام علی سید بھار سی۔

سید عزیز اللہ کا حال

سید عزیز اللہ سلطنت کی بربادی اور مسلمانوں کی پریشان حالی اور تباہی سے

بغیر متاثر ہونے کو غررہ سکتے تھے آخر کار فتوح کی حکومت ترک کر کے اور تعلقات غلامانہ نظر کر کے حیدر آباد دکن چلے گئے یہ ایسے کبیر نواب ابو الفتح خان شمس الامراء بہار غفران آب سر آمد اور دولت حصہ کے عمار بھائی تھے ان کا انتقال ۱۱۳۵ھ میں ہوا خان کے خطاب سے سرفراز تھے۔

سید عزیز اللہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی سید لطیف اللہ خان سید ہدایت علی خان اولیا بیگم۔ یہ بیگم سید جعفر احمد پوری کی دختر نیک اختر کے بطن سے تھیں۔ ان کا صحت سید برکت اللہ بن سید کمال بن سید بہار بخاری کے ساتھ ہوا۔ سید ہدایت علی خان کی ان خواتین حیدر آباد دکن سے تھیں۔ سرکار نظام کی جانب سے ان کو دلیر جنگ بہادر کا خطاب عطا ہوا تھا۔

سید لطف اللہ خان کا حال

یہ اپنے بھائی کے ساتھ حیدر آباد دکن ہی میں رہے اور وہیں مدفون ہوئے انکی اولاد میں میرزا نیک بیٹا تھا اور ایک بیٹی سید اولاد علی خان۔ اور بشارت خاتون۔ یہ بیگم بھوی فرخ بنت سید دار علی بھوری کے بطن سے تھیں اچھا علاج سید شیر علی بن سید کریم علی بن سید علی اصغر کے ساتھ ہوا تھا۔

سید اولاد علی خان انور جنگ بہادر کا حال

یہ امیر کبیر نواب ابو الفتح خان شمس الامراء بہار کی سرکار میں تھے۔ جنکو نواب

اسم علی خان بہادر کی خوشی کا شرف حاصل تھا سب قیامت کے اقتدار تمام کھتے تھے نواب داتا جاہ کے دار امین۔

نواب شمس الامراء بہادر کا اصلی وطن شکوہ آباد تھا۔ یہ ابو انور خان بیخ جنگ کے بیٹے تھے۔ جب نواب شمس الامراء بہادر کا عقد نواب نظام علی خان کی خواہر کے ساتھ ہوا تو امجد الملک کی وساطت سے خواہ کے عوض دین باؤن لاکھ روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی۔ یہو جی صاحب جو نواب محمد روح کی پہلی بیگم تھیں اور انکے اقارب وطن میں سے تھیں سید اولاد علی خان انکے رشتہ دار تھے۔ ان کا عقد یہو جی صاحب کے خاندان میں ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت نظام الملک فرماں روا سے حیدر آباد دکن نے یہو جی صاحب کی بیٹی کو اپنی دہیت سے نواب شمس الامراء بہادر کی سفارش پر سید اولاد علی خان کو نواب انور جنگ بہادر کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اور قلعہ داری گو گشتہ کے اعلیٰ منصب سے انکو سرفرازی بخشی تھی۔ پانچ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر انکے خاصہ میں تھی۔ موضع من پھلی مشل کھیرا اور قلعہ گھن پورہ وغیرہ مواضع ان کی جاگیر میں شامل تھے ایک ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت انکے زیر نگین تھی۔

۱۶۔ رب سلسلہ مطابقت ۲۔ بی ۱۱۳۵ھ میں جبکہ نواب شمس الامراء خورشید جاہ بہادر امیر کبیر دکن اپنے دوران سیاحت ہندوستان میں درود فرات ریاست بھوپال آئے اس وقت ہرمانیس علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نور اللہ مرشد

تخت حکومت بھرپال پر جلوہ افروز تھیں۔ اور نواب والا جاہ انکے ہمدم و ہمراز اور
 شیر خاص ہونگی وجہ سے نظام حکومت کے بزدلی پر حاوی اور متصرف تھے۔ اس
 در و در مسود کی خبر سننے ہی ہر ہائمنس اور نواب والا جاہ نے فوجی ترک و احتشام
 جاہ و جلال کے ساتھ انکا غیر مقدم کیا۔ جہاگیر آباد کی کوٹھی میں زد و کش کیے گئے۔
 دو روز انھوں نے ریاست بھرپال میں قیام فرمایا۔ اس قلیل مدت میں ہر ہائمنس
 سے دوبار اور نواب والا جاہ سے چار بار انگوار اتفاق ملاقات ہوا۔

اول مرتبہ نواب شمس الامرا بہادر کوٹھی جہاگیر آباد سے شوکت محل پر رونق فرما
 ہوئے۔ ریاست کی جانچ کا رڈ آف آزد در ویدہ صفت بہتہ سلامی کو موجود تھا جب نواب
 مدوح کی سواری کا جلوس نمودار ہوا۔ فوج نے بینڈ کے ساتھ باقاعدہ سلامی ادا کی جس وقت
 نواب مدوح کی سواری شوکت محل پر پہنچی اخوان ریاست نے دینہ نگ اور نواب والا جاہ
 نے دربار کے لب فرش تک اپنے محترم مہمان کا استقبال کیا اور ہر ہائمنس نے اہلادہ سلام
 یعنی خوش آمدید کہا۔ دونوں جانب سے مہتمم اتحاد و اختلاص عمل میں آئے کچھ دیر تک مجلس
 گرم رہی بعد ازاں نواب مدوح نے جہاگیر آباد کی کوٹھی کی طرف مراجعت فرمائی اور
 دوبارہ برخاست ہوا۔

دوسرے روز ہر ہائمنس بلیم صاحبہ عالیہ ملاقات باز دید کی غرض سے جہاگیر آباد
 کی کوٹھی پر رونق افروز ہوئیں اور اپنے معزز و محترم مہمان سے ملکر شوکت محل میں واپس
 تشریف لائیں اسی شب کو نواب شمس الامرا بہادر کے آرمین ہر ہائمنس کی جانب سے

ملک شان شوکت کے ساتھ تلج محل پر جو اس وقت نو تعمیر تھا ایک بڑگانف عالی شان عمارت
 بن گئی جس میں والا جاہ بہادر اور تمام معزز اخوان و ارکان ریاست شریک تھے۔
 بعد ازاں جب نواب مدوح کی مراجعت حیدر آباد کا دن آیا۔ تو نواب والا جاہ بہادر
 ہر ہائمنس کے ہمراہ اپنے محترم عزیز مہمان کے رخصت کرنے کو جہاگیر آباد کی کوٹھی پر تشریف
 لگے۔ میں بھی ہمراہ تھا والا جاہ نے دلی تاسف کے ساتھ نواب مدوح کو بھلکھ پھر کر
 راجا حلف کیا۔

نواب شمس الامرا بہادر نے آٹھ ستر مین ہوشنگ آباد سے ایک پرائیوٹ محبت نامہ
 رقم ۱۵۔ مئی ۱۸۸۷ء مطابق ۲۰۔ رجب ۱۳۰۶ھ عری اولیٰ شکر کے مہمان نوازی کے سبب
 نواب والا جاہ بہادر کو روانہ کیا۔ اس میں خاص طور پر نواب والا جاہ کے ساتھ پنی
 قرابت قدیمہ کا ذکر و تجدید یاد و ہرایا اور جو مہتمم عزیزی داری بعد مقام اور اسناد و زمانہ
 کے سبب معروض التوا میں پڑ گئے تھے ان کو از سر نو تازہ اور مستحکم کیا۔ اور اس تجدید تعلق
 کو اپنے لیے نہایت مسرت کا باعث تصور کیا۔ میں اس محبت نامہ کو مجنسہ انجمن کے الفاظ
 میں نقل کرتا ہوں۔

”میرے مہربان نواب صاحب اور بارہ مہمان نوازی اور عنایت جو میرے ساتھ
 بھرپال میں ہوئی۔ میں بہت بہت شکر گزار ہوں۔ راستہ بھوج پور وغیرہ کا بندوبست
 نہایت عمدہ طور سے ہوا۔ ان تمام باتوں کی بابت میں نہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں
 بلکہ ہمارا اور آپ کا حیدر آباد کا قدیم میل یا آٹھ جس قابلیت و نجوبی سے نظام

ریاست برہنہائی آپ کے ہورہے اُسے آپ کے بزرگوں کے نام کو چنگ معز القاب شل سید
حیدر آباد میں سے زیادہ تر روشن کر دیا۔ اور میں اس بات سے بہت خوش ہوا۔

زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ منتظم اس ریاست کے وہ صاحب ہیں جسکو حربہ و
حیدر آباد نسبت ہے حفظ۔

نواب انور جنگ بہادر کا محل نواب شمس الامراء بہادر مرحوم کی محل سرے سے
متصل اور شل خان کو وال کی مسجد سے ملحق تھا۔ انکی وفات کے بعد مدت تک وہ محل
فیل خانہ رہا۔ بعد میں منہدم ہو کر باغ اور جلو خانہ نواب رشید الدین خان مرحوم میں
شامل ہو گیا۔

نواب انور جنگ بہادر کی وفات تقریباً نواب میر اکبر علی خان بہادر سکندر جاہ کے
عہد میں شمس پوری ہوئی۔ حیدر آباد میں انھوں نے اولاد انتقال کیا۔ اور اولاد
میر حسن الدلیا میں مدفون ہوئے البتہ اپنے اصلی وطن یعنی قنوج میں انھوں نے اپنے عقب
میں ایک پسر اور ایک دختر چھوڑی۔ مولانا اولاد حسن بخاری اور بیوی منوں ان بیوی کا بیٹا
سید چاہ علی بن سید امام بخش بن سید ابو زید علی کے ساتھ ہوا اور انکے وطن سے دور گئیں
اور ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام سید حسین علی تھا۔

یہ دونوں لڑکیاں سادات سوان اور علی پور چورہ کے ساتھ (جو شہر کا پبی کے
متصل ہے) رہا ہی گئیں۔

مولانا اولاد حسن بخاری کی نسبت سید پیر علی بن سید قطب الدین بخاری کی

سید برادی سے قرار پائی تھی مگر انھوں نے بسبب اختلاف مذہبی یعنی شیعہ ہونے کے
ظہور نہیں کی۔ ان دونوں بھائی بہنوں کی مان کا نام بیوی وزیرن تھا۔ یہ سید
الطاف علی عرف پیچے میان بھکری صفی پوری کی بیٹی تھیں۔

بعد وفات نواب انور جنگ بہادر مرحوم حیدر آباد سے مولانا اولاد حسن کو اطلاع
دی گئی اور بحیثیت وارث اصلی وہ طلب کیے گئے مگر تحائف مذہب اور غلبہ زہد و اتقا
کی وجہ سے انھوں نے حیدر آباد جا نا گوارا نہیں کیا۔

اسکی وجہ بظاہر یہ تھی کہ چونکہ علامہ مدوح نے پچیس سے آزادک دہوا میں پرورش
تعلیم پائی تھی۔ شاہیر ہندوستان اور اکابر علماء سنت کے فیض صحبت سے اُن کو اپنے
ابائی مذہب شیعہ امامیہ اور مذہب اہلسنت دونوں کے اصول و فرائض پر کافی اطلاع ہو چکی
تھی۔ اور دونوں کا علی تجزیہ پہلے سے حاصل تھا پس اُن کی فطرت سلیمہ اور طبیعت صافی نے
اسی طرح اپنی مذہب کو گوارا نہیں کیا۔ اور طریقہ سلف صالحین کی اتباع کو ترجیح دی۔

اس کے علاوہ وہ سلطنت اسلامیہ ہندوستان کے مختلف حالات کا جو اس زمانہ میں
گواگون اور بظہور انفلوون کام کر رہی ہوئی تھی آپ چشم عبرت ملاحظہ کر چکے تھے اور رد و اذہن
شرک و بدعت و فسق و فجور نے جس طرح عام و خاص باشندگان ہندوستان کے معتقدات
و خیالات کو جمع و ادغام و باطلیل بنا رکھا تھا وہ اسکا بخوبی مطالعہ کر چکے تھے۔ ان واقعات
اور ضمیمہ نے انکی طبیعت میں ایثار نفس حفظ حرمت امام اور علائکہ ائمہ کے ذوق ایجاد و انکار کا
ایک ایسا جذبہ روحانی پیدا کر دیا تھا جس نے ذاتی رزق و اکتساب مال و دولت اور

حصول منصب عزت کے تمام تخیلات ان کے صنفِ خاطر سے یک قلم ہو کر دیے تھے یہی سیل
انہوں نے حرکت پر ری سے دست بردار ہو کر سدا ماست پر بویا نشینی اور خاک نشینی کو
ترجیح دی ہے

مرا پر بندہ ہی نشانندہ انکی برسر آن کو نشینم
چنانچہ میر تقی میر علیہ السلام حیدر آبادی اپنے خط مورخہ ۱۱۴۰ ہجری ۱۷۲۷ء میں (جو انہوں نے)
میر اسد علی صاحب مستوفی آداب نور شید جاہ بہادر کے ہندوستان کے جواب میں لکھا تھا
میر اسد علی صاحب نے وہ خط آلا بجاہ مرحوم کے پاس بھیج دیا تھا ایک موقع پر تحریر
کرتے ہیں -

«از انتقال آداب صاحب موصوف در عہد سکندر جاہ شدہ ہندہ دورانِ وقت نو جوان
بود و چھتہ سال عمر داشت با والد بندہ و قبلہ گاہ آن جناب کہ ہمہ نگار یکے کا
دو سدا رہندہ بعد انتقال آداب نور جنگ بہادر خانہ و جلد سالان شان ضابطہ شد
در بونہ مالادہ مرد گرد در وطن اصلی غرض کہ شہر قنوج است از بڑا در سے نمود اہل و عیال
داشتند لیکن کسے از آن جا درین جا نیامد در مکان آداب نور جنگ بہادر ایک مدت قبل خانہ
الہیہ سپس شہید گردیدہ در بلخ و جلد خانہ رشید الدین خان مغفور شامل گشت در ہیئت حال
مواضع جاگیرانہ و جنگ بہادر از دفتر گنہ میر کبیر مکن است این دفتر در علاقہ آداب
بشیر الدولہ بہادر است از آن جا این حال بالتفصیل دریافت باد فرمود»

مولانا اولاد حسن مرحوم کا حال

تجد علماء کی ولادت با سعادت پیر پور میں قنوج میں ہوئی۔ فیاض ازل نے
طرح انکو حسن و جمال صوری اور شامل ذریعہ سے تعلیم کیا تھا اسی طرح شائستگی و عقل
دست رلے قصاصت و بیان جبارت قلمبہ دماغ سے بھی مزین کیا تھا۔

باد جو واس کے کہ ان کو بچپن سے باپ کے سایہ عاطفت میں رہنا نصیب نہیں ہوا
اور سن قریب تک بیگانہ دار زندگی بسر کرنا پڑی۔ خاندان میں کوئی ایسا بزرگ بھی نہ ہوا
جو خواجہ انکی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کا فرض ادا کرتا یا ہندہ چکر قدرت نے
انکو ایک خاص ملکہ اصلاحت و استعداد و تربیت کیا تھا اس لیے خود بخود محض اپنے
ذوق طبعی اور شوق نظری سے دانشدہان کی رہنمائی میں اکتساب علم کی طرٹ ان کی
مکان توجہ معطوت ہوئی۔

اولاً انہوں لغت فارسیہ کی تحصیل اپنے وطن اور نواح وطن کے اساتذہ سے کی
اس وقت تک تمام دفتروں اور عدالتوں میں بالعموم فارسی زبان رائج تھی اور انکی
شاہی زبان ہونے کا تاج اُس کے سر پر تھا۔ کسی قدر اس میں قدرت کلام حاصل ہوئی
تو پھر اقلیہ الساف شیر خاں خلیفہ شیخ عبد الباسط قنوجی قدس سرہ کے حلقہ درس میں داخل ہو کر
وجہ لدہ مذکور کے نامور فضلاء اور مشائخ میں شمار کیے جاتے تھے (اداکل کتب شرعیہ کو پڑھا)

بعد در سن قال سے

ہر کہ خود تربیت خود نکند حیوان است آدم آن است کہ اور اپر و مادر نیست
مولوی نعیم الدین صاحب جم اور مولوی عبدالقادر صاحب جم بلوری اُنکے ہم عصر تھے
جب علامہ مغفور بن رشد کو پہونچے اور انھوں نے اُنکے کھول کر اس خاکدانِ بہی پر
نظر ڈالی تو ان کو دنیا کا رنگ بدلا ہوا نظر آیا۔ نصف اسلام و ذوال سلطنت اسلامیہ کی
ہر طرف لڑھکائی ہو رہی تھی آفتاب اقبال اُنی عروج سے ڈھل کر لبِ بامِ آپو پنچا تھا
اور اسکا رنگ زرد پڑ گیا تھا غسقِ لیل کے آثارِ شدت نمایان ہو رہے تھے۔ وہ زبردست
اور طاقتور دست و بازو جو درست ملتِ بیضا کی حفاظت کے ضامن تھے اور ان کی آن میں
بڑے بڑے جبالِ شائعہ طغیان و ضلالت کے پرچے اڑا دیا کرتے تھے خستہ اور شل ہو چکے تھے
جذباتِ روحانی اور مردانہی کتابِ سنت اور شقاوتِ اسلامی کے زورِ جواہر کی آفتابِ بین
فرقِ آپلا تھا۔ ذخارفِ دنیا کی جنسِ نازد اور شوائبِ واسیالِ نفسانی کی نقدِ ناسرہ کی
ہر طرف لگ ہو رہی تھی۔ یہ بھی پولیس اکانی کا ایک سلسلہ سلسلہ ہے کہ جس شے کی ڈانڈ ہوتی
ہے اُسی کی سپلائی کی جاتی ہے۔ ساجدِ مسلمانوں کے دون کی طرح تذکرہ دیا داکھی اور نازک
کے بھوم سے خالی ہوتی جاتی تھیں بجائے اُنکے خرابات اور میکدون کی چل پھل و آبادی میں
اضافہ ہو رہا تھا اور یہیم یہ صدائے مستانہ چلی آتی تھی۔

از منبرِ آئمہ در شہرِ فرداں شد بہت ! دہ را دین عوض آید کہ از دین شد بہت
ان حالات نے اُنکی فطرتِ سلیمہ پر تیر و نشتر اور تیغ و خنجر کا کام دیا اور اُنکے نفسِ دل کو

بیزاریار و قربانی اور احیاء کتابِ سنت اور امانتِ فسوق بدعاتِ مسلمانوں کی بقاء اور اصلاح
اور ان سخت دشواری ہے۔

تو در چاہئے میداری دین خون و جگر دارم
ابن خیالات کا دل میں گزرتا تھا کہ انھوں نے مصمم تہیہ کر لیا کہ میں اپنی ذات کو
شرِ علومِ شرعیہ اور احیاءِ ملت کیلئے وقف کر دوں۔

اس غرض کی تکمیل اور علومِ شرعیہ کی تحصیل کے لیے وہ بعض مشرقی ہالک کی طرح
مازم سفر ہوئے۔

سر سہ از فیض سفرِ مایہ بینش گردو عید قل تیرگی نجات جلائے وطن بہت
قنوج سے روانہ ہو کر لکھنؤ پہونچے اور جناب مولوی محمد نور صاحب مرحوم اور
جناب مرزا حسن علی صاحب محدث کے حلقہٴ درس میں داخل ہوئے جو طبقہٴ اہل علم و فضل
میں اُس وقت سرآمدِ روزگار تھے۔ کچھ زمانہ تک اُن سے اکتسابِ علم کرتے رہے۔ اسی اثنا میں
علومِ کتابِ سنت کا ذوق طبعی غالب آیا اور سلسلہٴ مجری میں لکھنؤ سے روانہ ہو کر دارِ فرائض
دہلی میں پہونچے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب بن مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی سے کتبِ حدیث و فقہ و تفسیر کو ترتیب شدہ اولیہ کے ساتھ پڑھا اور مولانا شاہ عبدالحق
صاحب سے تہر کا بعض کتبِ حدیث و روایات وادعیہٴ ثورین سند لی اور مولانا شاہ عبدالحق
صاحب سے موافق موضعِ القرآن سے بارہا انکوا اتفاقِ صحبت ہوا یہ بھی فیضِ صحبت و تعلیم
علامہٴ مغفور کے لئے مذہبِ شیعہ امامیہ کے ترک کرنے کا باعث اور مذہبِ اہل سنت کے

اختیار کرنے کا سبب ہوا۔ بادجو و عنوان شباب جس وقت ان کو مذہب اہل سنت کے اعتدال و صداقت مذہب تشیع کے غلو و شاعت پر کافی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بلا لحاظ اعزہ و اقارب اور بغیر کسی پریشی کے مذہب اہل سنت اختیار کر لیا اور تمام اہل خانہ سے جو ارباب تشیع میں سے تھے اپنے تعلقات منقطع کر لیے اور مراسم شادی و غمی کو یک فرما دیا۔ ان کا عمل اس حد تک پر تھا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَرْتَبُتُ مِنْهُمْ قُلُوبًا وَلَا يَفْقَهُوا
الْآخِرَ يُؤْتُونَ مِنْ حَآذِلِ اللَّهِ وَرُسُولُهُمْ أَنْ يَكُونَ مِنْكُمْ وَبِمَا كَفَرُوا كُفِّرُوا
وَبِمَا كَانُوا أَكْبَارًا تَكُونُوا أَلْبَابًا لِقَوْمٍ كَانُوا أَكْبَارًا تَكُونُوا أَلْبَابًا
أَوْ عَتِيقًا تَكُونُوا

بہائی دانگے کہے ہی کے کیوں نہ ہوں

اس وقت سے آخر زندگی تک فراغ خاطر کے ساتھ وہ فخر غلو اور خدمت قوم و ملت میں لگے رہے۔ انہوں نے مناسب علم کے زمانہ میں اساتذہ کی مولفیات کثرت کو اپنے قلم سے نقل کیا۔ شریعت تحریر و کتابت میں ان کو ایک خاص سلیقہ تھا بہت سی کتابیں اور ضخیم مجلات ان کے قلم خاص کی لکھی ہوئی اب بھی موجود ہیں جو ان کی باقیات حاکمات میں مدد و اور ان کی صدق نیت اور خلوص و نیت کی شاہد شود ہیں خط ان کا اگرچہ باریک تھا مگر اس قدر صاف اور واضح ہوتا تھا کہ ایک ضعیف البصر آدمی بھی ان کے خط و ترقی کو غور و جوی سے بھی یادہ سہولت کے ساتھ پڑھ سکتا تھا۔ ان کے قلم کے لکھے ہوئے ایک جڑہ کو دوسرے لکے میں جو زمین مشکل کہہ سکتے تھے۔ یہ خدمت آج تک کم و بیش اس حشامدان میں موجود ہے۔

بعد فراغت تحصیل علم سید علامہ کو جب حضرت مجدد الف ثانی مولانا سید احمد رضا دہلوی کے حالات پر کافی عبور ہوا تو مینا باندہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ہر طرح کے زیار و قربانی اور خدمت قوم و ملت کے لیے اپنے کو پیش کیا اور ان کے دست شریعت طرفین شاہ و ملت سنیہ و مصطفویہ کے مطابق بیعت کی۔ اور جس وقت جناب مولانا موصوف کو مکین کی تنہیہ کے لئے بطور غرض اصولی مغربی و شمالی کی جانب سفر پیش آیا تو سید علامہ ان کے ہر کام سعادت و آسائش رہے اور مجاہد فی سبیل اللہ کو غایت انضامی تک پہنچا کر ان کی خدمت باجرت و سند خلافت انہوں نے اپنے وطن مالوہ کی طرف مراجعت کی۔

چھ ماہ محنت سے کامل میں برس تک یعنی اپنی آخر حیات تک سن رشد و ہدایت پر گزر کر وہ تبلیغ اسلام اور قوم کی اصلاح حال دال میں سرگرم اور ثابت قدم رہے مولوی امیر صاحب شہید دہلوی مولوی عبدالحی صاحب مرحوم اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم مقیم و ناگ ان کے ذمہ احباب خاص میں سے تھے۔

حضرت مولانا سے مدوح ہر اہ مجت و شجاعت سید علامہ کو سید برادر کے لفظ سے ہمیشہ مخاطب کیا کرتے تھے۔ میں اس مقام پر حضرت مولانا سے مدوح کے خط مورخہ پندرہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۳ ہجری کا اقتباس جو سید علامہ کے خط کے جواب میں مقام پتہ یوسف ذی سے روانہ کیا تھا نقل کرتا ہوں۔ اس خط سے ابن درون بزرگوں کے محاسن ذاتی و صفاتی اور باہمی اختصاص پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مولانا سے مدوح تحریر فرماتے ہیں۔

اذا میرا مومنین سید احمد مطالعہ سیادت اب نقابت آفتاب سید اولاد حسن صاحب

سلسلہ احمد قاسمی! بعد از اسلام مذہب اجابت مفرق واضح آگے رقیہ بخت خیمہ رسد
کاشف حالات سند رجہ اش گردیدہ انچہ از مصروفیت خود و تبلیغ احکام رب العالمین تفریح
و خلایع نرم نموده بودند ازین جهت فرصت بسیار گردید جزاکم السلام خیر الخیر و ہر یکے از مؤمنین
مخلصین خصوصاً علماء و شایخ ذوالاحترام لازم است کہ احکام حضرت جوادی و
برہندگان و شایخ و ذوالکبر اند و برآہ مستقیم و موجب حصول رضا ہندی رہا کہ بہ
مستند و مضبوط نگردانند و از نجائب و عتبات اہل سوات و فیروزہ غیرہ و اختلاف این طرف
خارج شدہ برآہ پیش نمون مقدمہ اذالہ کفر و فساد کونج نموده نامہ بختیار رسید و است
انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب باب غنیمت فتح متوخ خواہ شد خاطر جمع فرمایند والسلام

چونکہ سید علامہ ہمیشہ بہال متنبہین فہمائے متفہمین محدثین ظاہریہ علاء الدرباب
عقول سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور سلف صالحین کی مانند از اتباع میں کوئی و تہمت
فرو گذاشت نہیں کیا اسی لیے جیسا کہ مولانا مروج کے خط کے مضمون سے بھی ظاہر ہے
غدا سے عزوجل نے سید علامہ کی ہدایت و ارشاد میں ایسی نمایاں دلکش تاثیر عطا فرمائی تھی کہ
دس ہزار آدمیوں سے زیادہ فوج اور اطراف فوج کے لوگ انکے مرید ہو کر جاوے مستقیم
اسلام پر قائم ہوئے انہیں اہل حرفہ ہست تھے باقی سید عقل چٹان تھے اور اسی طرح کئی ہزار ہنرمند
انکے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ ذلک فضل اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان
محض انکی حمیت اسلامی اور دینی جدوجہد کی وجہ سے نمایاں قیامت میں ہست سے ساجد
و مدارس کی بنیاد پڑی کلکتہ سے لاہور تک اور شمال سے وکریہ تک اکثر علماء و امراء میں

خاص عظمت و تقدس کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح
اس خاندان کے آبا و اجداد شجرہ نسب کے اعتبار سے جلال الدین بخاری سے منسوب ہیں
جس طرح علم ظاہری کے اعتبار سے بھی انکا سلسلہ اعلیٰ امام محمد بن اسماعیل بخاری انکے منتسب
ہے اور طریقہ باطنی کے لحاظ سے سلسلہ طریقت بھی خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری پر
مردم ہوا ہے۔ سید علامہ سلوک طریقت میں طریقہ نقشبندیہ رکھتے تھے اگرچہ اور طریقوں کی
میں ان کی اجازت تھی مگر ان کے مزاج پر شرع اور اہل سنت سنیہ مصطفوی کا ذوق
سند بخاری غالب تھا کہ وہ سر ہر صراط مستقیم شریعت سے تہا و ذکر نادرانین رکھتے تھے۔
ماہات و رسوم اہل عجم اور اقسام شرک و بدعات و محدثات دین سے سخت متنفر تھے۔

اکثر اوقات حالت وجد و رقت امیر طاری رہا کرتی تھی اسی قسم کے ایک خاص موقع پر
وہ کہتے ہیں کہ جب دنیا پر دو قسم است یکے از چشمہ ہا و دیگر از چشمہ آب چشمہ ہا
از برائے شستن چاہا است آب چشمہ از برائے شستن نامہا۔ از چشمہ ہا برائے چاہا
شستن باید و از چشمہ ہا برائے نامہا شستن

سید علامہ نے ہمیشہ اپنی زندگی نہایت آگاہانہ طریق پر بسر کی اور کبھی جسوع معاش
میں ہل و دیا اور امر اور حکام کی آستانہ پوسی نہیں کی تو اب انور جنگ بہادر مرحوم کے
انتقال کے بعد گورنمنٹ نظام نے باضابطہ طلبی کا فرمان سید علامہ کے نام صادر کیا اور انکے
احباب خاص نے بھی ہمت کچھ اصرار کیا کہ علامہ حضرت نظام فرما زوالے حیدر آباد دکن
اس خاندان کے ولی نعمت قدیم ہیں اور ششی المذہب ہیں فی الحال وہ بطور خود ملازمین

جس کے لیے حیدر آباد کو کن جانا اور ترکہ آبادی کا حاصل کرنا اس نظر سے بھی مندری ہے۔
 اَنَّا حَتْمُ النَّاسِ مِنْ تَحْتِ النَّاسِ : یہ سن کر احباب کی نمایاں واصلہ پر روانگی
 حیدر آباد کے لیے تیار ہوئے سارے سامان سفر درست کیا گیا۔ قنوج سے روانہ ہو کر کالی
 پونچھ بیان اگر دفعتاً یہ خبر سموع ہوئی کہ بند لکھنؤ اور مالوہ میں قوط عظیم پڑا ہوا ہے اور
 باشندگان ملک متاعب مہالک کے شکار ہو رہے ہیں اس خوف نے ان کے دل پر برق خاطف
 کا کام کیا اور ان کی نگاہ کے سامنے ایک عبرتناک منظر پیش کر دیا وہ پہلے سے بھی اپنے والد کی
 شہیدیت کی وجہ سے ترکہ پوری سے برداشتہ خاطر ہو رہے تھے یہ خبر فسخ عزیمت کے لیے ایک جملہ
 ہو گئی اور وہ قنوج واپس چلے آئے اور فرمایا ہے

وران دیار کہ شاہی بہر گنجشند نصیحت است کہ مرا ہمیں باخشنند

ایکے تہ لکے مرشد نادہ مولانا سیاحہر بلو سی رح نے اُن سے پوچھا کہ سید برادر شما
 اموال کثیر والہ خود کہ حسابش بہ لکوک میرسد چر اگذاشتید امر و زآن ذہر بسیار
 اگر دست شما می بود بکار مسلمانان می آمد یعنی اسے سید برادر تھے اپنے والد کی دولت
 جہاں اشارہ لاکھوں تک پہنچتا ہے کیون چھوڑ دی اگر آج وہ بخارے بختہ و تھرت میں ہوتی
 تو مسلمانوں کو تبلیغ اسلام اور جہاد میں اُس سے مدد ملتی

علامہ مدوح نے جواب دیا کہ مخدوم گدا شتم پر من شعی بود و مال بسیار فراہم آورد
 و عمارات بسیار براس نام آوری بنیاد نهاد و نہاد کہ از وجہ حلال است یا حرام
 اگر حرام است خود گرفتہ نیست و اگر حلال است حق تعالیٰ مرا عوض آن دولت علم

شہیدہ از ان ستمنی فرمودہ است۔

اَنَّ الْمَالَ يُفْنِي عَنْ قَرِيبٍ وَ اَنَّ الْعِلْمَ يَبْقَى كَالْقَوَالِ

بلکہ گمان کراہت و حرمت قوی است زیرا کہ ہر کہ در دین خود امین و ناقد
 باشد در امر دنیا از وجہ امانت خیر و بد یعنی ان مخدوم میں نے سب چھوڑ دیا میرے پاس
 بعد مذہب تھے انہوں نے مال وافر جمع کیا تھا اور نام آوری کے لیے بہت سی عمارتیں
 بنوائی تھیں بلکہ علم نہیں ہے کہ وہ مال وجہ حلال سے حاصل ہوا تھا یا وجہ حرام سے۔ اگر
 وجہ حرام سے تھا تو وہ خود لینے کے قابل نہیں ہے اور اگر حلال سے تھا تو اسے امداد دینے
 بلکہ اُس کے معاد و ختم میں علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور بلکہ متلع و دنیا سے ستمنی فرمایا ہے
 مال ایک سریع الزوال چیز ہے اور دولت علم پائدار اور لایزال ہے بلکہ اُس مال میں
 گمان کراہت و حرمت کا کسی قدر قوی ہے۔ ایسے کہ جو شخص اپنے دین کا امانت دار اور
 نصیحت شناس ہو اُس سے دنیاوی کاروبار میں حق امانت کیا ادا ہو سکتا ہے۔

بے نیازی تھے وار و کرمان تھ اند ماہم از دست زد و خود چیز انجشیدہ ایم
 اس واقعہ سے بھی بڑھ کر قصہ ہے کہ ایک در نامہ دوستکات اور کاغذات با مالہ کے جو شہر قنوج
 میں واقع تھے اُن میں جلاد نے جینا جانے روکا اور کہ اگر آخر میں کوئی قیادت ہے مگر اپنے ایک کی
 بات تھی اور فرمایا : علاج چند قطعات میں چند باغ براس معاش میثم و فی السماء و در تھو و نا تو کو کو

شاہ مارادہ و ہر میث نہند رازق مارزق بے منت نہند
 یعنی میں اپنی معاش میں زمین کے چند قطعات و باغات کا محتاج نہیں ہوں نہ لٹ

رزق آسمانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ پادشاہ و کانون دیگر احسان رکھتا ہے۔ مگر مسرہ پر دریا
بلا احسان کے بجائے روزی دیتا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ضلع فرخ آباد کے صاحب کلکٹر نے سید علامہ کے بعض یاران
باختصاص کے ذریعہ سے عہدہ صدر الصدوری اور عہدہ افتادہ ضلع کے قبول کرنے کا
پیغام بکھلا بھیجا آپ سن کر بہت باخوش ہوئے اور جو لوگ اس امر کے محرک ہوئے تھے ان سے
رجحیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ ما ایشان را با غرت و مخالم و ایشان را با دلم طع و دنیا می کش
نمود باشد منہ ۔

کہ دماغ کہ از کوسے یار پر خیزد
نشستیم کہ از انبار پر خیزد
آخر کار عہدہ صدر الصدوری پر کوئی دوسرا شخص مقرر ہو گیا اور ضلع کے عہدہ افتادہ
مولوی دلی اللہ صاحب فرخ آبادی کا تقرر ہوا مولوی صاحب نے اپنے عہدہ افتادہ زمان
میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اس مدرسہ پر اپنے پاس سے بہت کچھ خرچ فرمایا ہوا صرف کیا
کرتے تھے۔

مدرسہ قائم ہونے کے بعد جب کبھی سید علامہ کو فرخ آباد جانے کا اتفاق ہوتا تھا تو اس مدرسہ
میں نہیں جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مال شنبہ پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس پر رشوت
و معاوضہ خدمت نصاریٰ کا روپیہ صرف ہوا ہے۔ مسلمانوں کو زیبا نہیں ہے کہ اس قسم کے
مدارس میں داخل ہوں اور دین میں مدح و ثناء اختیار کریں۔

انکے اس فرمان کی وجہ یہ تھی کہ مولوی صاحب موصوف رشوت ستانی اور حکام پرستی

اسلام سے متہم اور مشہور تھے۔ علاوہ اس کے انھوں نے اپنی تفسیر میں بعض آیات قرآنی
اور صحیحین کلمات ہزل و خس و نقل کی تھیں جنکی بنا پر مولوی اویلا الدین احمد بکرامی
مرزا حسن علی محدث وغیرہ نے کفر کا فتوے صادر کیا تھا۔

انہوں نے سید علامہ نہایت انتہا اور قناعت کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے اور
معاذات عزیز کا بیشتر حصہ خدمت اسلام و مسکین و عبادات و عبادات و ایفادات
اساتذہ دین کی نقل کتب میں بسر ہوتا تھا۔ بالخصوص یہ بات انکے خصوصیات میں سے
تھی کہ کبھی انھوں نے عامرہ مثلخ و خرا کی طرح نہ کسی خانقاہ کی بنیاد ڈالی نہ کوئی اپنا حلقہ
اور طرہ بنایا نہ کسی مسجد کو عام کھانا کی طرح پسند ہوا و بائش کی جگہ قرار دی نہ کبھی زور و نیاز
کا نام سے ایک پیسہ لینا جائز رکھا۔ بلکہ اس قسم کی بدعات و منکرات اور مراسم قبیحہ کو اپنے گھر
اور اپنے متقدمین و متبعین کے گھر انہوں سے یک قلم نیرت و نابود کر دیا۔ یہ اثر و برکت کسی قدر
پرستش تک اکثر باشندگان قنوج کے گھر و ہر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

علاوہ ان خصائص و کمالات کے جنکی ایک خط عظیم ان کو قدرت سے عطا ہوا تھی فہم کمال
فہم است طبع بھی انکی طبیعت کی بابت غیر تھی ۔

جو ہر جام جم از طبیعت کان و گریست
تو توغ و گل کو زہ گران می داری
خوش خور کی اور خوش پوشاکی میں وہ اپنے علماء عصر میں ممتاز تھے اکثر انکا لباس
ایسے عمدہ بیش بہا کپڑے کا ہوتا تھا اسکو امر بھی کمتر استعمال کرتے تھے عطر یا شام سے انکو
خاص مذاق تھا۔

اس معاملہ میں وہ حضرت امام مالک بن انسؒ کے ہم خیال اور ہم مشرب تھے امام مالکؒ سنائیت میں قیمت لباس فاخرہ پہنا کرتے تھے جو عدن سے طیار ہو کر آتا تھا اور مصر و خراسان کے بے ہونے اعلیٰ درجہ کے کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے امام صاحب کا قول ہے کہ میں اس شخص کو دوست نہیں رکھتا جس کو خدا کوئی نعمت سے مگر اس نعمت کا کوئی اُسپر ظاہر نہ ہو کتمان نعمت بھی ایک قسم کا کفران نعمت ہے۔

شیخ و شام و رزق کرنا انکا معمول تھا سنت مرتضوی کے مطابق خلق رہ کر کھاتے اور سپاہیانہ وضع میں ہمیشہ رہا کرتے تھے شمشیر و عصا و کمان و تنگ سے مسلح رہتے تھے۔ بعد از شهادت قرآن مجید اور اوراد و اذکار کے پابند تھے ہر جمعہ کو وعظ کیا کرتے تھے کتاب دلائل النجرات اُن کے قلم کی لکھی ہوئی اور تصحیح کی ہوئی کتب خانہ والا جا ہی میں موجود ہے اُسپر اُنکے حاشی ہیں۔

ماہ رمضان شریف میں نماز تراویح اور سماعت فرقان حمید کیلئے مسجد آبا و اجداد کا پورے چلے جاتے تھے اسلئے کہ قنوج میں اُس وقت حافظ نہ تھے ان اگر اتفاق سے کوئی حافظ وہاں پہنچ جاتا تو پھر باہر جائی ضرورت انکو نہ ہوتی تھی تو رُزی مدت کے بعد انکے انھاس متبرکہ کی وجہ سے ہسک اطفال شہر میں حافظ قرآن ہو گئے۔

قلیان کشی سے انکو باطلع نفرت تھی اور وہ صاحب مجالس الابرار اور علماء بہار کے ہم صنف تھے ایک مرتبہ کسی نے اُنسے قلیان کشی کے بارہ میں سوال کیا انھوں نے کہا کہ "تَارَا اللَّهُ الْمُؤَقَّدَةَ الَّتِي تَطْلَعُ عَلَى الْكَافِرَةِ" اُن کی مجلس میں کسی

بات نہ ہوتی تھی کہ وہ حقہ پیئے اور جب وہ کسی مجلس دعوت و لیسہ و عقیقہ وغیرہ میں جاتے ان کے سامنے حقہ نہیں لایا جاتا تھا۔

والا جاہ مرحوم کی رائے اس مسئلہ میں اُن سے مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ "درین باب بندہ بقاعدہ اصول خود عدم حرمت اوست۔"

ایک بار کسی نے سید علامہ سے دریافت کیا کہ "نماز قبول ہونے کی کوئی خاص علامت ہے یا نہیں؟" جواب دیا کہ وہاں اور یہ آیت پڑھی "إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" پس جس کی نماز اس کو فحش اور منکر سے باز رکھے وہ ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ تقویٰ و طہارت کا خیال بدرجہ غایت تھا۔ تمام غرائض انھوں نے ازار کی مذہب بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ اپنے خاص خادم کو جو پابند صوم و صلوٰۃ ہوتا تھا اس کے ہاتھ سے گرمی فرج کرتے تھے اور جس قدر گوشت کی ضرورت ہوتی اُنہیں سے لے لیتے تھے یہ خدمت زیادہ تر حسینی خادم کے سپرد تھی جو ان کا مرید بھی تھا اور خود انھوں نے اُس کو دینیات کے ابتدائی رسائل پڑھائے تھے اخیر عمر میں خدا نے اُس کو علوم دین پر فائز کر دیا۔ یہ شخص عابد زاہد خدا ترس اور متبع سنت تھا اُس نے حضرت نبی حیات کی وجہ سے تمام بیگانہ و آشنا اور وطن و خانان پر سید علامہ کے آستانہ کے احتکاف کو بیچ دی اور عمر بھر وہیں رہا۔ میں نے اُس کو زمانہ صغر سنی میں دیکھا تھا۔ اُس نے بھوکا اپنی گود میں کھلایا اور پردہ کیا غرض ان طیفقہ علامہ تنور باد و جلالت علم و فضل ظریف ہیوست تھے اور کسی قدر تنگ مزاج بھی واقع ہوئے تھے ایک بار ایک امیر کبیر اور رئیس اہم کی سواری اُن کے مکان کے سامنے سے گزری

اتفاقاً وہ اس وقت اپنے مکان کے دروازہ کی چوکت پر کھڑے ہوئے تھے جب دریں کام
انکے قریب پہنچا تو اس نے بقاعد اہل ہند اتھاڑاٹھا کر اور پیشانی پر رکھ کر حسب معمول
سلام کیا۔ چونکہ یہ اوائل طریقت سنت تھی۔ علامہ منظور کے دل پر بہت گراں گزری آپ
اس کے جواب میں انگوٹھا دکھا دیا حاضرین میں سے ایک شخص نے متوجہ ہو کر دیکھا
حضرت یہ کیا بات آپ نے منکر کر جواب دیا کہ ”وہ بتاتا ہے کہ میری قیمت پچوٹ لگی اس میں
میں نے اس کو انگوٹھا دکھا دیا یعنی میرے ٹھیکے سے یہ برجستہ فخرہ سن کر سب لگ بے اختیار
ہنس پڑے۔

جس زمانہ میں کہ سید علامہ لکھنؤ میں مشغول تعلیم تھے نواب معتاد الدولہ آغا میر وزیر
شاہ اودھ اور حکیم واجد علی خان برہانپوری نے جو آغا میر کے مصاحب خاص اور امرا و اعظم
لکھنؤ میں سے تھے چاہا کہ وہ ان کی معاذی سے اپنا عقد نکاح منظور کر لیں چونکہ یہ لوگ
شعبی مذہب سے تھے اس لیے انھوں نے منظور نہیں کیا۔ حکیم واجد علی خان نے یہ بھی کہا کہ
بعد نکاح اگر لڑکی نہ پہلے ہنسٹ قبول کرے تو ہلکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ گروہ راضی نہیں
اور انھوں نے اپنا عقد شرعی مفتی محمد عوض صاحب ساکن بانس بریلی کی صاحبزادی
بجانب النسا بیگم کے ساتھ پسند کیا۔

مفتی صاحب نسا قریشی حضرت عثمان خلیفہ سوم کی اولاد سے تھے ان کا شجر نسب
جدا گانہ محفوظ ہے۔

اس خاندان میں کبھی کوئی بیوی غیر کنو کی حضرت مخدوم کے زمانہ سے میں آئی مگر

حضرت بیوان اول یہی ہے جنس النسا بیگم والدہ ماجدہ مرحوم جواد اولاد حضرت
سے تھیں دوسری زوجہ اولی والدہ ماجدہ مرحوم ذکیہ بیگم صاحبہ مرحومہ دختر شہ
المدین خان مدار المہام جو صدیقی نسب تھیں تیسری زوجہ ثانیہ رضیہ عالیہ قریب
الاجہان بیگم صاحبہ خزانہ مرقدہ یہ قوم افغانہ میں سے تھیں۔ باقی جملہ ازواج بنی قلیل
ہیں۔ یہ نکاح بعد وفات مفتی صاحب مرحوم علی بن آیا تھا۔

حالات مفتی محمد عوض صاحب رحمہ

مفتی صاحب اپنے زمانہ میں علم و فضل و زہد و توکل میں بلند درجہ رکھتے تھے ان کو
الاعزات اور منی عن المنکر میں بڑا انساک رہا کرتا تھا۔
وہ دراصل رہنے والے جہادین کے تھے مگر بانس بریلی میں وطن اختیار کر لیا تھا اور
وہ بریلی کے مفتی اسلام مشہور تھے۔

حدیث و فقہ خصوصاً علم قرآن مجید اور ضبط قرات سب کے ماہر کامل تھے۔
چند رسائل قرات وغیرہ جنکو انھوں نے مشاعرہ میں اپنے قلم خاص سے لکھا تھا۔
وہ سید علامہ منظور کے کتب خانہ میں موجود تھے۔

اعتبار حسن و جمال ظاہری کے لوگ انکو پوست ثانی کہا کرتے تھے۔

ایک بار نواب اصغت الدولہ بہادر والی ملک اودھ بریلی ورو دفر پہنچے اور آپ
کی زیارت کے لیے تشریف لائے اور زر نقد و جاہر گرانہما مع سند و دست جاگیر نذر کر دیا کہ

مگر مفتی صاحب نے معذرت کی اور قبول نہیں کیا۔

اُن کے وقت میں انگریزی عہداری کا ابتدائی زمانہ تھا اور انگریزی حکومت حصول قوانین سے بہت کم آدمی واقف تھے۔ اس زمانہ میں محکم بریلی نے شہر کے تمام مکانات پر چوکیداری کا حق مانگ کر کے باشندگان شہر پر ٹیکس جاری کیا تھا جو ہر مہینہ وصول کیا جاتا مفتی صاحب اور اُن کے ساتھ عام عایاے جنمیں زیادہ تر افتخاران بریلی تھے اُن ٹیکس کو جنس مراد فی کھل اور ٹیکس حرمت ہلام جا کر لے لے کر انہیں انکار کیا حکام کو یہ حرکت سخت اگوار گوار اور انہوں نے تشدد کرنا شروع کیا یہ دیکھ کر تمام مسلمانانِ بریلی برہم ہو کر آادہ فساد ہو گئے۔ محکم نے یہ کہ خوف کے چاہا کہ مصالحانہ طریقے سے فیصلہ ہو جاوے اور مفتی صاحب سے گفتگو کی۔ مفتی صاحب نے بھی ٹیکس کی حقیقت سے واقف ہو کر اور الصلح غیر مکرر حکام کے رے سے اتفاق کیا اور رفع فتنہ میں پوری کوشش کی۔ مگر انہوں نے کہ افتخاران راہپور و بریلی نے جو چشم نوہ جہالت تھے ایک نہ نشنی اور آادہ بغاوت ہو کر جنگ شروع کر دی مفتی صاحب نے اس طوفان بے تیزی کو دیکھ کر اہل بریلی کو سخت ملامت کی اور کھجایا کہ

”شہابیے محاربہ شوبہ و ظالم نہ میرید و مظلوم میرید“ مگر ایک بات بھی پیش نہیں گئی بلکہ برخلاف اس کے تمام رعایا شہر نے مجبور کر کے مفتی صاحب کو اپنے ملتہ جماعت میں لے لیا اور ہر طرف ایک عظیم جنگ برپا ہو گئی جس میں دونوں طرف کے بہت آدمی کام آئے آخر کچھ دنوں کے بعد انکی ہمتوں میں ضعف آنا شروع ہوا اور مصلحتی قوت اور طبع دنیا امن پر غالب آئی اُس وقت انہوں نے مجبور ہو کر اپنے ہتھیار ڈال دیے اس طرح اس فساد کا خاتمہ ہوا

کہ مفتی صاحب اس کشمکش میں اُن کے اتھ پڑ چکے تھے بعض مفسدون نے حکام وقت کے افسان کو لایشر کر اور باقی فساد قرار دیا ہر طرف اُن کی جستجو اور تلاش ہونے لگی ناچار محاسب کو مفسدون کے شر سے بچنے کے لیے بریلی چھوڑ کر خفیہ طور پر راہپور جانا پڑا خدا کا فضل حاصل حال تھا کسی مفسد کو اُن کا پتہ نہ لگا اور نہ کسی نے اُن کو پہچانا کچھ روز راہپور میں رہ کر وہ ٹونک چلے گئے لڑا بے خان دالی ٹونک نے اُن کا باقاعدہ استقبال کیا اور راہپور پر لازم ہما ندراری و قدر شناسی ادا کیے ہنوز ٹونک آئے ہوئے اُن کو زیادہ زمانہ نہ تھا کہ اجل ہو و و کا وقت آپہنچا اور انہوں نے داعیِ بل کو بیک مکر سفر آخرت تیار کیا۔

مفتی صاحب کی صاحبزادی صاحبہ جلالیہ مہم تھیں اُن کے بطن سے دو صاحبزادے آئندہ احمد حسن عرشی (جو والا جاہ مرحوم کے برادر بھائی تھے) اور ثواب محمد صدیق خٹان ولد والا جاہ حضرت نواب پیدا ہوئے اور تین لڑکیاں جن میں فاطمہ بیگم مرحوم محمد علی بیگ والا عرشی مرحوم لاد لہ تھے۔

فاطمہ بیگم کا نکاح عزیز حسین بن شریف حسین مرحوم مفتی فرخ آباد سے ہوا تھا یہ سادات ہیں سے تھے ان کا انتقال ۲۰۰۰ھ لاد لہ ششہ ہجری کو بھوپال میں ہوا ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی امتا امیر بیگم نام اُن کے بعد باقی رہیں۔

ان کا عقد نکاح شیخ محمد عمر صاحب مرحوم قلعہ دار بن شیخ خیر الدین انصاری مرحوم ساکن راہپور شہیدارانِ فساد خرد مدار المہام محمد جمال الدین خٹان بہادر مرحوم نائب اول بہت

بھوپال کے ساتھ ہوا تھا۔

مریم بیگم نے یکم شوال ۱۲۸۷ کو بھوپال میں لاد لدا انتقال کیا۔ ان کا علی بیگم
بن سید واسطی ساکن بگرام کے ساتھ ہوا یہ لاد لدا فوت ہوئے۔ محمد علی بیگم کا علی بیگم
صاحب مرحوم بن محمد حسن بن منشی محمد محض صاحب مرحوم بریلوی کے ساتھ ہوا
ان سے تین ترکیاں ہوئیں انکا بیگم عانتہ بیگم ہجرہ بیگم سید علامہ کی عمر غالباً
سال کی ہوئی۔ ایک دن عبداللہ شاہ شیخرفی نزہت بنارس جو جماعت احوار
ایک دیندار آدمی تھے علامہ مرحوم کے سنان ہوئے انھوں نے انکے بیٹے پر تحفہ
بکری کا بھٹنا ہوا گوشت تیار کر لیا اور کرامۃ لطفیاتا سلسلۃ ان کے ساتھ
کھانا تناول کیا۔ کھانے میں معجزات بھی تھا۔ صبح کو شاہ صاحب درخت پر چڑھے
علامہ مرحوم کو درد شکم لاحق ہوا حقیقتاً یہ مرض شحمہ تھا مگر اطباء نے اس کو درد ملز
قرار دیکر خللات مرض ملج شری کیا جس کی وجہ سے مرض اور ترقی کر گیا سچ

چون اسبل آیر طیب ابلہ شود

ایک ہفتہ اسی منظر اب وقت میں گذرا اگر اس درمیان میں وہ نمازین برابر قیام
کے ساتھ اوقات معتدہ پر ادا کرتے رہے کسی کسی ایسا اتفاق ہوتا کہ نفل میں میسر جایا کرتے
جب ان کو اپنی زندگی کی جانب سے قطعاً ایسی ہو گئی تو انھوں نے حاضرین کو مخاطب
کر کے کہا کہ آپ لوگ وہاں کہ مجھ پر تبلیغ احکام دین کے باب میں جو واجب تھا اس
میں نے اگرچہ حتی الامکان بغیر افراط یا تفریط کے پورا کیا اور اپنی تمام تر کوشش اس کام میں

سلسلۃ سید الخاں صرف کی لیکن اب وہ وقت سر پر آچو نکا کہ میں اپنے خدائے
درحمان و رحیم کی بارگاہ میں حاضر کیا جاؤں اور مجھ کو انیس اور انتقال سنات
کہ کوئی کام میرے ہاتھ سے لایق قبول عمل میں نہیں آیا میں کسی طرح سزاوار عدل
میں ہوں بعض اُس کے فضل پر بھر دسہ ہے ہونو یہ تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ ان پر
شی غازی ہو گئی بعد ایک ساعت کے کسی قدر ہوش آیا اور علامہ مرحوم نے اشارہ
نمودات و کاغذ طلب کیا مگر لوگوں نے اس کو عدم ثبات عقل اور حالت مضایر
دل کیا اور خاموش ہو رہے۔ انھوں نے زبان سے بھی کچھ کہنا چاہا مگر لہل نہ سکے
اشارہ جسے ناد کا وقت دریافت کیا اور جب معلوم ہوا کہ ناد گھر کے وقت میں ابھی کسی قدر
ہے تو آستہ سے کہا کہ ناد کا وقت نہ آئیگا کہ ہم روانہ ہو جائیں گے

چنانچہ ایسا ہی ہوا نماز ظہر کا وقت نہیں آنے پایا کہ انھوں نے جوار رحمت الہی میں
سکری۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون یہ حادثہ روزہ ہجری ۱۲۸۷ ہجری کو پیش آیا۔ محلہ
نچ پورہ قنوج میں اپنے دولت خانہ کی جانب مشرق قدیم موروثی بلع میں۔ فون
مزار علامہ مرحوم کا بالکل سادہ اور خام ہے اور بدعات سموت اہل ہند یعنی تصویر خیمہ
نقش قبر احداث اعلیٰ اور پنگلی منصفہ وغیرہ سے پاک و مبرا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ
رحمتہ واسعہ و النعم باقیل ۵

بیر سبزہ بنوشد کے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان ہیں گیاہ لبس است
نملہ ان کی باقیات صحاحات کے کچھ تو وہ کتبے ہیں جن جو انھوں نے بصرہ زر کثیر

جمع کین اور کچھ دہ تالیفات ہیں جو انھوں نے عربی و فارسی اور اردو میں بغیر منشا
دین و اصلاح قوم شائع کیں۔

اسما اکتب لغات ہیں۔ انھیں خاص بیان الحمد و العناص یہ عربی زبان
میں ہے۔ توتیہ الیقین بر توالمشرکین۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ ذرا لو غامس
مرآۃ الصفا۔ یہ نقد حنفی میں ہے۔ راہ جنت شرح چهل حدیث۔ یہ نظم فارسی میں ہے
رسالہ معنی کلمہ توحید میں استغنائی رد التزیہ۔ رسالہ ما اہل یہ لایزالہ کے بیان میں
ترجمہ اردو اصل المتبعین فی حقوق الخلق میں۔ راہ سنت منظم سالار منجیر اغانی
بر قبور سالار ادب عقد و تدکیر رسالہ در بیان حبیب اللہ حقان کان۔ ہدایت المؤمنین۔ انشاء
لحسن علامہ نکاح اور بہت مسائل تھے جو تلف ہو گئے ان میں سے صرف تالیفات باقی رہی ہیں مگر ہر
حقائق الشیخ حیاتہ لا یفطأ علیہا قدامت قور و کھنہ فی الناس لکیا
مال سرود کہ میں ایک مختصر کتب خانہ دو تین بارغ ایک مکان اور کسی قدر زمین چھوڑی
دگر بچ ہے

تورہ از کتب اسباب بر خود نگ میاری بگردان چوبے گل نسرد بستہ گل
مولوی امین الدین مرحوم جالیسری نے علامہ مرحوم کی تاریخ وفات کا مادہ ایک
شکوہ کے جلد سے یہ نکالا "مات بحجر" اور ایک نقطہ وفات لکھا ہے

بر بست پے سیر جنان چون کر خود آن مرشد من فخر دمن مستد وقت
اظهر پے تاریخ وفاتش رفتہ زد آن سید اولاد حسن بہتہ وقت

مولوی فضل الرحمن قنوجی نے علامہ مرحوم کی حج میں کچھ آیات نظم کئے تھے ان میں
بشیر فخریہ اشعار بطور یادگار باقی رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں

بہار صد گل می رویہ از جیب	بہار صد گل می رویہ از جیب
بہ تعظیم قدر خود می کند جسم	بہ تعظیم قدر خود می کند جسم
چو ماہ فوجی مالہ جسمینم	چو ماہ فوجی مالہ جسمینم
ہمماے بخت می افتد ہر نام	ہمماے بخت می افتد ہر نام
چہ فردا یہ مار یزدادہ کلک	چہ فردا یہ مار یزدادہ کلک
مگر دارم سرچ حسن بنا	مگر دارم سرچ حسن بنا
کہ نہ ارج حسن ابن علی ام	کہ نہ ارج حسن ابن علی ام
زبان تری کنم از آب کوثر	زبان تری کنم از آب کوثر
بر جہت یزدان اختصاصم	بر جہت یزدان اختصاصم
شد انگشتم چو ماہ فوج نور	شد انگشتم چو ماہ فوج نور
مہین سالار فوج ارجمندی	مہین سالار فوج ارجمندی
بجسز قال اللہ و قال پمیر	بجسز قال اللہ و قال پمیر
بیش تفسیر کن ہدایت	بیش تفسیر کن ہدایت
وجودش عید رمضان سیادت	وجودش عید رمضان سیادت
نہادش کسر نواج امامت	نہادش کسر نواج امامت

ہمہ آثار بہ عات پر آشوب
در ایش امر بالمعروف پیشہ
ہنداش بادہم غولک ز ذریع
ز روس شوکت حیدر در انظار
حیا چن باہنادش آمدہ جفت
مرا جسم کو گل آزادگی چید
نہ تنہا من شکر کام ازین قد
ز ذات مصطفی شد خلق ظاہر
درست آمد کہ می گویند عالم
وجود خلقائے این کو نام
ہر کس کہ آمد از کجی پیش
سلا یا مہرل کان مردست
بمشق مصطفی صبر و ہیات

مولانا احمد حسن عرشی مرحوم کے حالات

یہ والا جاہ مرحوم سے دو برس بڑے تھے ان کی ولادت نو ذی الحجہ ۱۲۵۱ھ بمطابق ۱۸۳۵ء کو ہوئی۔
روز شنبہ قریب یک پاس روز ۱۲۵۶ھ کو ہوئی۔

ان کو قوت و جہارت قلب جرات و شجاعت جودت و قرب حضور اور اک ذکا و تبحر
حدت فہم و دانش نامی تھی ان کا مانتہ گویا لوح محفوظ تھا اور ان کو شے پست ان کا علم و فضل
بنا تھا گندم گون نحیف الجشتہ تھے۔ مین نے اپنی چھوٹی پہو پی سے سنا کہ میری جہانی حالت
را اعضا اور شکل بالکل میرے چچام مرحوم کے جسم و اعضا اور شکل کے مشابہ ہے۔

آغا دشور کے وقت موافق رسم جمہور انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن قنوج
میں حاصل کی پھر اسپر اکتفا نہ کر کے بنارس اکتساب علم کا پور فرخ آباد بریلی علی گڑھ اور
بنی کا سفر اختیار کیا اور اساتذہ کا وقت کے حلقہ درس میں شامل اور امن کے شریک بن گئے
ہے بارہا ان کو مجالس مباحثہ و مناظرہ اور مشاعرہ میں شرکت کا اتفاق ہوا۔

مدت تک میں انھوں نے علوم عقلی و نقلی اور فنون نظم و نثر میں ایسی ترقی کی کہ
اس زمانہ کے طلباء کو برسوں کی محنت علمی سے بھی کمتر حاصل ہو کر تھی ہے کثرت نظر
و مزاولت ادبیات کے سبب فارسی و عربی فنون ادب میں ان کو ملکہ و راستہ حاصل تھا
اور یہ ان کا اصلی ذوق تھا۔ اصناف نظم میں طول و طویل قصائد برداشتہ نظم کھد کرتے
تھے جس علم و فن پر انھوں نے ظہر اٹھایا اس کو غایت و نہایت پہونچا دیا جس تاویں
سے وہ چند اوراق پر پڑھ لیتے وہ ان کے ادراک معانی اور رسائی ذہن سے تھیں ہو جاتا۔
علوم کتاب و سنت کی تعلیم انھوں نے شیخ صالح عبد الغنی بن ابی سعید فاروقی بخاری
نویں مدینہ منورہ قدس سرہ کے حلقہ درس میں حاصل کی اور فقہ کے مختلف ابواب ان
سے پڑھے۔

مولانا مروحی کی ایک خاص عبارت سے (جو ان کے قلم کی کچی ہوئی بجوہ و سبب
ہوئی ہے) معلوم ہوا کہ انھوں نے کتب تصنیف اور تصحیح بخاری کی سند شمس الدین عیسیٰ بن
کی عبارت مذکور یہ ہے۔

”یقول الفقیر احمد بن حسن القنوجی عفا اللہ عنہ اردی صحیح البخاری
عن مولانا الشیخ الزاهد المتقی عبد الغنی دامت برکاتہ وهو عن الشیخ محمد عابد السنہ
وهو یروی عن امام المحدثین وخاتم المجتہدین الشیخ صالح بن محمد العمری الموفق المشہور
بالفلانی عن شیخہ المملح محقق محمد بن محمد سنہ العمری الفلانی عن الشیخ احمد بن محمد
عن قطب الدین محمد بن احمد النہروانی مفتی مکہ عن ابی القنوج نور الدین احمد بن عبد
بن ابی القنوج الحافظ الطوسی عن بابا یوسف المہرزی المشہور بہ سی صد مالہ ای المہرزی
مائتہ سنہ عن محمد بن شاذلی الفرائفی المکیابی عبد الرحمن عن ابی نعمان
عیسیٰ بن عمار بن مقبل بن شاہان المتوفی وکان عمرا مائتہ وثلثا وأربعین سنہ وهو
احد الأبدال بصری تندر وقد سمع صحیح البخاری جسیہ علی الامام محمد بن یوسف بن مطر
بن صالح بن بشیر الفریزی المکیابی عبد اللہ عن مؤلفہ امام المحدثین الحافظ الحجۃ
ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل بخاری قال الشیخ محمد عابد فیكون بینی وبنی الحافظ
البخاری تسعة أنفس فبقی علی ثلاثہ ثلاثہ عشر نفسا وهذه الطريقة لم تصل الی
المحدثین الا مع اشیاخر اشیاخر سنننا کا الشیخ المعمر عبد اللہ بن سعد اللاہوری وهذه
الطريقة لم یبلغ ابن محمد السیوطی لانہما کانہما بصیر والحافظ ابو القنوج من رجال الثمان

کان بابرقہ مدینۃ بخوراسان العجم وکان موصوفا بالصلاح ویروی المتفانی لندک
عن ابی اسحاق ابراہیم بن عبد الصمد العاشمی عن ابی مصعب عن مالک الامام المشہور
والامام والشیخ محمد بن یروی عن مولائی الثریین محمد بن عبد اللہ الودلائی
المکیابی عبد اللہ عن الشیخ محمد بن محمد بن خلیل عن ابی ابرکاش الحنفی عن
الحافظ ابن حجر العسقلانی مؤلف فتح الباری شرح البخاری وغیرہ انتمی
دیگر سند خطی ومہری شاہ مولانا عبد الغنی صاحب نزہۃ طیبہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله حمدا دائما والصلاة والسلام على رسول الله قاعدا وقائما وعلى آله و
صحابه فانما المأما اما بعد فيقول المتقي الى رحمة ربه المعتمد عبد الغني بن ابي سعيد محمد
بن الفضال فظن المولوي احمد بن اسبغ الله تعالى باللائق والمنين قد قرء علي
صحیح البخاری من اولی باب جزاء الصید وسمعته الحديث السلسل بالاولیة وطلب منی
الاجازة لذلك الكتاب وغیرہ من الامہات الست وموطا امام دار الهجرة مالک بن انس
الاصمعی وغیرہا ما تيسر الی الاجازة من والدي الموشد والشیخ المهاجر الی سلیمان محمد
ابن سبط الشیخ عبد العزیز الدہلوی ومحدث المدینة الشیخ عابد السندی وغیرہم
فاسفوت مرامہ ولجفت له بشرطه المعتمد عند اهل الحديث من ملازمته والقوی
وحجابه اهل البیدم والاھواء والرجوع الی اسباب الحديث ما يتعلق بسندہ وغریب
الفاظہ كالنہایة ومجمع البحار والتقريب والتہذیب والاصابة وغیرہا والا لازم عالین لیسلك

بسیر تعباً و انما الصالحون من الصوئیر السادة و الفقهاء العادة و المحققین المستقر
على الجادة لا کاین حزم و این تیسیر غیاہ اللہ تعالیٰ رحیمہ المسلمین من اتباع الهدی
وصلی اللہ علی سیدنا و ربنا ما اشرق النہار و وقب الدجی کتیرہ بقلب عبد الحق
ابی سعید الخدری الدہلوی ساعیہ اللہ بلطفہ الخفی فی سنتہ الف و مائتین و احدی
و سبعین۔ انتہی۔

واللہ الخفی

و انما الفقہاء

مولانا عیشی علاوہ فضل کمال کے فنون سپہ گری میں بھی یگانہ مصر اور خاندان مجاہدین
اسی نکل کے تنہا پہلوان تھے جسبہ قضا کے زمانہ اسپ تازی تنگ بازی شیرازی
اور صید لکھنؤ کے ماہر کامل تھے گھوڑوں کے اوصاف اور اسلحہ کی شناخت میں ان کو بڑی
بصیرت تھی اور ان چیزوں کے جمع کرنے کا خاص ذوق تھا۔ اوقات فرصت میں بھی ان کو
مشغلہ رہا کرتا تھا بار بار انھوں نے راہز نوں اور نقب ز نوں کا نقاب کیا اور ان کو
گرفتار کیا۔ گھوڑوں کے دروازہ پر ہر وقت موجود رہتے تھے۔

اکولات و مشروبات لذیذہ کی قدر و منزلت سے بھی ان کے کام و دامن آشنا
تھے بازی شطرنج کے اصول و قواعد میں بھی ان کو خاص دستک پہنچی۔ جس زمانہ میں
مشعلہ کے عہد کے جانشین شعلہ اطراف ہندوستان میں بلند ہو رہے تھے اور باغیوں
کی فوجیں ہندوستان کی تباہی اور غارت گری میں سرگرم کار تھیں اُس وقت مولانا
مرحوم نے شہر قنوج کو متصرفان اور باغیوں کے دست ستم دینا سے بچایا اور جہانمردی

ان بازی کی پوری داد دی نہایت لڑائیوں اور محکوم میں ان کو بذات خاص
کے ہونا پڑا یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ شہر قنوج کے ایک آدمی نے بھی سہو یا عمدہ آزادانہ خدین
میں مرضی حکام اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ سارا شہر امن و سکون کے ساتھ گونجتا
اور فاداری اور اطاعت کبشی میں مستقل و ثابت قدم رہا حالانکہ اسی کے قریب تر
شہر فرخ آباد میں علم بغاوت متصرفان نے بلند کر رکھا تھا۔

اس امر خاص میں شہر قنوج کو ملک ہندوستان پر فوق ہے۔

مولانا عیشی جس طرح ایک عمدہ اور کار آمد سپاہی تھے اسی طرح وہ ایک عالم فاضل اور
شاعر شیریں سخن بھی تھے۔ ان کا زیادہ وقت مطالعہ کتب یا مسائل کی نقل و کتابت
اور تصنیف و تالیف میں گذرا کرتا تھا۔

مجلد ان کی تالیفات کے ایک کتاب "شہادت قب" ہے یہ اپنے اب میں بے نظیر
ہے۔ مولانا نے مرحوم کو عمل بالحدیث میں خاص شغف تھا اور مقلدین مذہب سے
جبکہ تحقیق و تدقیق سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا (طبعی نفرت تھی۔ چنانچہ انھوں نے
تفسیر کے ذمہ و مفاسد کے متعلق بہت سے رسائل مطبوعہ و مخطوطہ تالیف کیے خصوصاً
یہ کتاب گویا اس علم میں حکم فساد علی کار کھتی ہے اور جامع مافی الباب ہے جس میں
فحاشات قسم کے حج و دلائل کتاب و سنت کے شواہد متحدین و علماء اہل سنت کے اقوال
مناظرین کی تحقیقات سب کچھ موجود ہے اور قابلِ یاد ہے۔

مولانا عیشی کو نظم و نثر فارسی میں تبحر الدولہ ویر الملک اب سدا خان غالب

دلوی مرحوم کا شرف تلمذ حاصل تھا۔ چنانچہ اردو کے ایک قصیدہ میں لکھتے ہیں
منسوب ہیں سب اہل جہان سے سخن ہے ہون ذکر و با غالب اجماع و قس
کلام نظم و نثر عربی و فارسی و اردو وجود الہیہ مرحوم نے بعد وفات اُن کے پُر
درتب کیا وہ بطور یادگاری ہے۔ ہم اس جگہ اُن کے کلام میں سے مختصر نقل کرتے ہیں

منظومات بزبان عرب

لسم الصبا ذاتی سحر مطیبا فقلت لہ اہلا وسہلا ومرحبہ
کانک انفاس المسیم بغینہا فأحینت صبا لیرینل قط مطلبہ
فدینک یا نعم الصبا خیر مقدم فکل حمایم حین اقبلت رخبہ
تخاکک لک الاغصان الوجد والصبأ تضاہی لک الاطیار بالجمع مطربہ
تفتخر فی الاشجار روحا تمیلہا فیالک ما ازہاک صنعوا و اعجبہ
اہل جنت من تلتک الربی برسالة فان الضبا نعم الرسول لمن صیبا

دیگر

اما القلبک نار العشق تلجوب فما زل الماء من عینک یسکب
بالی وراکن تلطی النار فی خلدي فکل دمع الی الاضلاع ینجذب

دیگر

اف لعلی لقد شط المنزل بها والدھر یبکین اخلا ر الحمر ضرب

و انہی من اہال العشق منتخب

دیگر

السیا کل قطر تعطر لنعش شمیمہ فہمہ مذک تنشر
وسہلا لا تزال ترچینا انجب انفاسا بجا طاب ذاکر

دیگر

درمخ بعض علمائے دہلی

لہ ارا اذا اللہ مولای دارہا عوالمرصن ما دینا دیا رہا
لہا بدرا لیمی جینہا وان لہا شمساً قسوی عدا رہا
اد اعطت الوجیات اقبل لیلہا واو کشف عتہا رایتا نہا رہا
سست بشدایہا فمرت فقلتہا فما خیر یخل قد منعنا ثما رہا
مالک اما لاکل سوداء مسرة تبسم عن در یصف بجا رہا

دیگر

ما المظی اتاقی منہ بالحدید کما یجی الصبا بالریح من زہر
و یوم لعلی یحاکی قلب صاحبہا لما فیض علیہ الدمع کا ماطر

دیگر

لوئی لہ طالب ہمد و حیا و مداحا فانہ بالاحد من سید البشر
من قد علت فی کرام النار عزتہ لحفظہ عزۃ الایاء فی السیر

اعني به السيد العرشى سلمه
استوفوا الحظ من علم ومن عمل
نكاحاً لله اغنت عن كفا التهم
مخافة السر كانت في بداية
وكم له من معان ما نطق بها
هذه مناقب من مداحه انتشرت
تعال يا ايها العرشى وادع له
لا زال بجرايحهاكي من فضائله

قصيده ديگر

يا نديم الروض بلغم تحيتي
لقد عمت البلوى الى يوم في النوى
تحدث الى الاحزان في كل ساعة
تقول رجال للزمان تغيرا

قصيده ديگر

اغيمر بل من جانب الجسد شامع
وناو نظمت في فؤادك اشراق
امنهم مر هذه القصور لبلها

من كرب النوى وبلائه
امر الرعد من فوق الغيوم يققعه

قصيده ديگر

يا يهودك يا سامي واخي
وان رعيت مواعدي فرا عيني
تبت كرامهم فزودو شرف
طول سواعدهم شمر العرائين

قصيده ديگر

اراد من ذكر الحبيب توجع
كف مني قلب صب صميم
تلا لا البيان بالاثار والزهري
فكيف حمد وحده يا صاح فاعت

ابي غدا من بارق العشق والنوى

ارادنا راقا القلب في كل ساعة
وما ظاب حالي من عموم البلية
وما فزت منها حيث جدت بلدة
وما في بليات النوى من تفاوت

في بواد النش زهر فوا شجر

اراد فملت منك العيون الدوام
امر البرق في قلب الصعاب يلمع
امر انشقت الاجار ان كنت تجزع
بعلوم الحق رشف قلامه

لعمرك لا عيب تله ولا اذى
 وذو ن بوزن الشعر بالضبط عادلا
 نقات ولا ثم رياء مقجر
 عجبت لمن ينبغي بلوغ مقامه
 معانيه ايكار حسان سطوره
 يرى ان فضلا شاع منه طبيعة
 وما سكن الخلق الجنان لانه
 تتابع اوصاف الكمالات فانه
 لئن كان يا هذا افواذك محضه
 سخاء وحلم واقصاد وحكمة
 معانيه غارت ان يراهن غيره
 لتخير عبد لا ينادى وليده
 فخير نجر المولا الذي لا يصدده
 وليس له كفوس سوى المجد فاضل
 وما صد عن محض لغفات لوبه
 ملاذى واوستاذى وفخرى وعزى
 هو المرء لا يخصى العقول كماله
 سوى انه حارت لديه المص
 جواهر ضاهتها الدرارى الد
 وعلمه لا ثم جدال يش
 اذ الملاء الاعلى بعلمك يحفظ
 غدا اثرها السوائى تستضو
 وان الذى ممن سواء تطيع
 لمولاى عن تلك الفراديس قائ
 ولا شك فى ان الصفات تواف
 ثمجة شمس بها الصغر يتلم
 وحزم وحكم من هدى وتوز
 ليست لها من ذى لظروس وا
 اليس له فضلا اعز وابد
 عن الله هادينا حبيب مطوع
 بل المجد مفضل ومولاى بار
 بعيد لها بين الجنان سرا
 لنا منه جدت كل حين منافع
 وعدت له عند العقول مواضع

بلحن بطير الفرديس ليحجر
 عصوف من الاوراق فيها تنوع
 غواف عهوقا وتفتتها تضيق
 ليسبح تسبيحا الى العرش ويرفع
 فيحصل صوت تخطيب السامع
 لما طاب علم ليس منه تضيق
 وما قد قضى الرحمن لا بد واقع
 ينادى هامولا رحمة الله واسعه
 لانت لاعلام الهداية رافعه
 اديك عذارى العلم لا تتقنح
 سوى ماله عند العقول مواضع
 يفتخر منها ما يشاء وينفع
 لها فى جوار القدر طابت واقع
 يزيد علوا كلما يتواضع
 فكل بليغ عنده يتمتع
 فيا هيكت من غوه الكل يرجع
 يخفى حين لا بحالة راجع
 من غناء غنت طيورها
 من ما بين مفعون نعيمها
 ما تها حتى كانها
 من ناديه اذ كان اهله
 اسفار التناسل يرينه
 من الملائك حول
 الا ان يتم علومه
 من لا شك مقول
 الكرام الا صيدين هداية
 من وعن الجهل كله
 بالاثبات عندك فى الهوى
 مقاليد العلوم بكفه
 ولد افضل من ابني سميرة
 ما قبل فى العقول ارتقاء
 من تاثير الكتاب حديثه
 ما جئت يا صاح غوك ازمته
 لا يرجعه اذ عن مشكل

وقاه الله الناس عن كل نقمة
 وابقاه فينا نائلا كل نائل
 الى ان يقرر الله فينا نبيتنا
 واخر دعوانا ان الحمد كل

وغير

لسلمة في وادي العتيق سرا به
 وما لمعت من حيث عزت سلامها
 كانت بعيني ممطرا فهو واكف
 الا يا نسيم اكشف كمام عذارها
 يا احسن شعرق قد تغطي غنم ودها

وله من قصيد طويله جدا

يا من اذاب هواه القلب بالاسف
 الروح في قلق والجسم في حرق
 يا سمه نفسي لا زلت فاعسة
 يا اهل تعود ليال بالحمى سلقت
 كيف السبيل الى سلمى وجارتها
 تذكرت ايام الصبا والليالي

وغير

الحديث اشهى ما يكون من المنى
 والبرجر ربع الخنزير حية اهل
 المصرة الاطراف وفاقه الله
 صارت بخلت الوعد بعد وفائه
 لم يكن بين الحبيب وبيننا
 في اليهود يصت احبي

وغير

واذ بنى حرب الزمان وسلمه
 تلمبه شهب الفناء دهمه
 ويغتره روح النسيم يشمه
 وخير بالذي الذي لا اجمه
 اذا كان من كسب لذته طعمه
 اذا ما ارتقى منها ابى العرض صمه
 وفي نيله سوء المقام وزمه

وغير

سوى دارنا تثنى اليها زما مها
 سوانا كرميا ظلم يرمي زما مها
 ويطعمها الخاقون عظامها
 صفاتها يقرى بها وعظامها

دیگر

الا يا جالسا في كل نادى
 اتيت بحال البديع طرا
 وما من محفل الاحداث الا
 تجاوز عن صراط مستقيم
 فويلك يوم يؤخذ بالنواصي
 لعنك لست تعرف بدعة ما
 تعال تعال سنى يابن عمى
 وما ابتدعه في الدين الخفيف
 ولم يك را حجاب قرون خير
 فذلك بدعة شر ضلال
 فقم واترك رسوما احد ثوبا
 ومن يجد ثيابدين الله شيئا
 وامهل محدثات الناس امهل
 والزم صفت المختار الزم
 الى قوله
 وحدى سيدى خيرا لعباد

والله فياض العطايا
 قد قصت غصون البان طرا

کلام فارسی

گوهر مقصود در جیب دایان انداخته
 در ریاض طبع ذریع از غزل انداخته
 ذایع بر لطم و همسا بر آهوان انداخته
 سازد بر گشت عشق در جیب دایان انداخته
 خاور را در هر نفس عقد اللسان انداخته
 بلبل از ذکرش چه آتش در فغان انداخته
 حیرت ز کز کز ششم سپیدان انداخته
 در سرشت لاله و لعل شمار سالان انداخته
 و از گهر با عطره بر آسپ روان انداخته
 عقل بین اندوه و اندوه لاله کمان انداخته
 کز دم جانم بخش خود بیان در بیان انداخته
 که می خواهم در غم سنگ لغو بیانی
 بهارمزد به شربت ناز سایم با و بیانی
 تا شاکل که دار و کشت شام با سنگ گران

ساقی بگردش آرد جام دور صهبائی دیگر
 و ن نارفته است که دل نگم می خیزد
 ای دیوانه من پند بیدردان می خواهد

ایسا عرشی پر چشیم گر مرغ غیب ہم نفس خرابی
 ہمیں فرما زوایے کشور دلهائے نورانی
 صبا اگر از گل تقریر او گشت ز اگر دو
 حدیثش گراش آموزد او عند لیبک مد
 ہر آنکو بچو یوسف بندہ فرمان برش گردد
 گدائے پستانش نفیس خاص الخاص می خواہد
 شگفتی نیست گرفتار دکانم جو ہر اول
 شناسا شرمندہ تقصیر عیان بردار خوشم
 نگاہ کن کہ از ہندوستان خواہم بدین
 یارب چہ کنم جو ہر شمشیر زبان را **ولہ**
 عرشی صفت اندازہ شناسی بی بیانیت
 ہر موج بیائے کہ ز دریائے دلم غاست
 خون گشتہ امال الپ من نالہ سرایت
 تا چند شراب بدل و سینہ توان وشت
 از منقہ چرخ ستم پیشہ توان یافت
 چون شمع مرار دشنی طبع بلا شد
 گنجینہ نہان داشتیم خوشش ناید

منہ دحت طراد آنکہ شست تلخ در
 ابو القاسم محمد ابن عبد اللہ بطحا
 پرواز دوسے گل چون چمن بلبل رنگ
 فغانش می کند در گوش گل ایسا و شنو
 عروس جملہ مطلب کند با او زمین
 کہ نمود اہل ہمت را نظر بر خوان ایام
 کہ با تہر بتوت نسبت داریم آہ
 کہ دور افتادہ ام از درگت باہم خوش
 بد انسان کزد دل عاشق بردن آید شکیب
 کز ممر کہ پرداختہ دینیم جان **ولہ**
 تا ساز کنم زمر مہ مرغ جنان
 تا ساحل لب آمدہ بر تافت عنان
 چون لالہ بدل سوختہ آہنگ فغان
 یارب مددے دیدہ خوشنایہ نشان
 کو از پے ایجاد ستم بستہ میان
 با سوختنم ہست سرے کون مکان
 ہمت نہ گزارد بلغم شمس و ان

کہ این کور و لایم گزارد
 از مہسا کز مدو طبع طرازم
 از دلہم آنقدر انبوہ معانی است
 کہ با یک کہ در سینہ نہفتم
 سو ختم از دانش و فرہنگ الکی
 کہ دون ہمہ آشوب بلا بر سر مار نیست
 تا ز کی حنا طر من طبع گران است

ولہ

از چاکے در گرہ بیان می دم
 ہر سبک و دم چو فکر غولشتن
 چون لب زخم دل صد چاک خود
 سنگ و آتش را نمی دارم بزرگ
 چشم بے مرگان نہ باشد خوشنما
 بدول دیوانہ سوزم دغ عشق
 پسے کلک راہ مسنے می روم

تا ہر سہ کہم خاک در ہر مہخان را
 گویند کہ روح القدس آذیت فلان را
 کزد دل تو انم باب آور دیان را
 نشتر شد دور داو و خراشی رنگین را
 می بخش بین آنچه تو دادی دگران را
 دین باز پے خلق زند طبل امان را
 برگیر الکی زمین دین بار گران را

لیک ہجون غنچہ خندان می دم
 ہر فراز عرش جولان می دم
 خند ہا دور دینسان می دم
 طعنہ بر گیسو دسلان می دم
 بر سر تخیالہ پکان می دم
 سکہ بر استلیم ایسان می دم
 دست جو دم موج احسان می دم

۱- ایک عجیب اتفاق ہے کہ ہر ایک محض شاعر خیال تھا موی روح کے قی میں لفظ بلفظ معانی دا فر
 امت ہوا انھوں نے میں حالت شباب میں وفات پائی مگر ہر ایک کی نسبت آئی ہے ۱۲

لک فخر اور نگ تابد تم خوش است

وله

صیحه دم چاک گریه بان می زخم
آه من کوبید در بزم نشاط
اشک گلگون چون آبی پریشم
چون بدست آورده ام مینای عشق
یاد مرغان و لاد و زمش چه کرد
بید چون فکسل اقام می شود
آتش بنیم روسته آن غور شیدوش
می روم بر باد در استیلا عشق
بسم ربنا و احمدم تحقیق علم
می طردم نفس هر دو زبان
از صبر بر خامه طستار خود

مرحبا پیر معان حلقه مستان دارد
و دست دارم شریک در کز بنام افتاد
گر نه دلها همه وابسته گیسوئی تواند
فکرایم طلب لازم روشن رای است

پشت پابرخت خاقان می زخم

بر چرخ مهر و امان می زخم
خنده بر سر و چرخ اغان می زخم
فال گلگشت گلستان می زخم
ساغر گردون گردان می زخم
نشر غم را به شیرین می زخم
ناله چون در سایه آن می زخم
چون سحر چاک گریه بان می زخم
پا بر اورنگ سیاهان می زخم
از معانی جوش طوفان می زخم
گرچه جاز و گه صفایان می زخم
نفس را شیر نیستان می زخم

وله بزم از جوش قهقرش گلستان دارد
کین همانست که رخساره جانان دارد
این دو صد عقده چرا کاکل بجان دارد
غمچه در موسم گل سرگرم بیان دارد

لک صانع لایق همدم عبرت باشد
در ششیم چرخ و زحل بر بخت
در لیل جنت و نرا کون عیشی

وله

چون کسر ز نام تو درج دایان ما
در لیل جنت و نیا فردوشان تو
در بخت راست دهد نامه عمل

وله

در باد صبا از در گلزار بر آید
نیکه از ان لعل شکر خا بر آری
گرچه تو بر آتش من زن دم آبی
سخت نتوانست به نظاره در آورد

وله

ششم یزید فلک آه شعله زن تا چند
باده که آتش زخم به کینه دیر
در لیل جنون و اگر بسیاریم
در شمع بدر آه بچو بوسه گل عیشی

گل شکر خنده بصد و حشم نمایان دارد
طلوع ابل کمال این همه نقصان دارد
که سر منتبت مست و ده پاکان دارد

وصف خوش و جوهر تیغ زبان ما
در لیل جنت و نیا فردوشان ما
وصفت نوشت خامه رنگین بیان ما

دایم که ز کوسه تو بمن نامه بر آید
خسلی زده از چشمه کوثر بر آید
آتش نفس از سینه ما چون شر آید
آن جلوه که از از رخت در نظر آید

برنگ شمع بفا لاس سوختن تا چند
در لیل جنت و نیا فردوشان ما
قدم به پیروی قیس و کوکب تا چند
برنگ لیل شوریده در چین تا چند

وله

مژده ای دل که در سلسله از پائین
کار دیوانگیم باز بصیرت را
فوت بدیدم چون بهر ادا آمد
آخرا ز بام فلک طشت سیاه
دل دیوانه من طاعت زنجیر نشست
کار با سلسله زلف چلیپا آمد

وله

پیش ازین کین گنبد چرخ مدور ساخته
حسن را فرما زوای هفت کشور را
هر شراره کرد دل پر شور من سر کشید
قدسیان بر آسمان چرخه اختر را
عرصه دل کم نبود از دست کون و مکان
دل را بمطالع خورشید محشر را

وله

لب لبکی است عقده کار تباها
دشمن دلی است آخر بخت سیاه
زاهد ترا بر محبت حق اعتماد نیست
دان بر توانا گوار تر آید گستاخ

وله

دل برده و در سینه من بوخته دشت
افروخته بر مشهد پروانه چهره است
از زلف تو کار من دیوانه بر آید
کرمار توان بر ده گنبد سر است
بلبل چرخ از غم گلشن بختان است
در گوشه عزالت بخوان یافت سر است
نتی از غم تیغ تو بسرد اشتیاق
وله که گه قتل مرا پس از نیاز آید
کشته چشم من ساز ترا
وله کرد املت به میجا گستاخ

ایان بست نظری می خواهد
شیشه راست بخار آگستاخ
کسب شوخی دشنام تو کرد
بوسه با بالپ گویا گستاخ

وله

بپر داشت انگل رعنا در آستین
کز رشک می خزد پیر بهیضا در آستین
داستم ز کون و مکان دست نشین
دارم حریف شیوه غفا در آستین

وله

مادم بحسن سر ز دنباله دار تو
دودار نهاد ز گس شهلا بر آورد
دلف تو با سلسله مینا لدا زلم
بمخون نقان زخمیه لیلای بر آورد

وله

گری عشق سوخت حاصل با
آتشین شیشه است یا دل با
نخواند کشید تیغ نظره
چه قدر نازک است قاتل با

وله

بچه پیغمبر نمی بود بی زبان ز گس
بوصف چشم تو می گفتم داستان ز گس
بیدلان زود حسرت نظاره تو
همی دیدم گمرازه خاک عاشقان ز گس
بسیب دیده دوران از سر فروی است
که ز در و دیوار جوهر آسمان ز گس
بله کل رویت که لامکان میر است
نموده معنی مازن را عیسان ز گس
بچشم خوب تو مادر سر عیشه می خواند
طلب نموده ز سوسن یک زبان ز گس

وله

گریه داد است صفائی بزاغاندا
پیل جاروب کشته هست بر پاغاندا

وله

آتش ز دگر می هنگام ساه خست مرا
درد آه من سیاه کرد اختر بخت مرا

وله

در راه افتاد نه بدی رویم ما
قوی روی ز ما و خود می رویم ما

وله

چو عاشق می شود مشوق کار از چاره می افتد
گره جان چاکلی گل را نباشد خمیه گره

وله

آب می نزن دگر بیه من آتش را
درد آه بستر منزل جانان نرسیدم
عزتی چه بلا سحر در افسانه دمیدی

وله

یارب آرمش دل را از کجای آرم
داسه پیر جمی صیاد جفا کار که گفت
عزتی امر و ز که پیانه بکفتی آبی
چشم تو بایما سخن عشق سسراید
اندرین دشت که بانگ بر می آید
و ده چو خوش ناله ز کنج قفس می آید
ایچو بیج بدلت از عیس می آید
وله از ضعف مگر طاقبت گفتار ندارد

وله

بدن مشتری برفت کیوان نبوده ام
عزتی ز پا فلکند با سم السواد تم

وله

سب باوصبا از تو من آشفته دلم
از سلسله لعل پریشان که بودی

وله

ز گیس و سیده هست خاکه زار من
از طمطمه باوصبا گل نمی شود
ای سر و فونمال بین انتظار من
سود و دگر بوی دمسیر غمزار من

وله

گر اضطراب ندارم در آرمیدن نیست
شبه عشق ترا فرست پدید نیست

وله

شیرین ادایان شکر خوان شاست
شوریده بتان هم از عکدن شاست

دیگر از قصائد

از گریه ریای تو ز دامن خود
اصح در زهر خشک تو ز ابر زبان بودز ابر برنگ باده بزاهدنی دهند
آن فیض خاص را که به پیر معان بودمژگان چشم من رنگ ابر بهار شد
آنکه گل مرا و درین چستان بودشب زنده داشت خضر و همراه رسید
تو متقد که غمزه چین و چپان بود

وله

امام در علم حسن از عشق درین کتاب
کرده ام یک مصرع آن سر و بالا از خواب

بیت ابرو تو آمد مطلع دیوان حسن
گر چه خوش باشد کتاب حسن

قصیده دیگر

همین ذراغ خاک خوشه بر آید
بطاس مهریده شوخ ما بیمار
فصله شیوه عرش که از کلیه زبان
کشود قفل دل شاعران گو یار
هنر و راه شعله تو لب کشود کس
که هیچگاه نه ستود است اهل نیاز
تراست بچو آن معدن مخمور کجاست
که هست بچو تو روح اهل تقوی
عنقم که غفل و صفت صبر رخسار من
به همت تامله مینا فلک تو غفار
منم که کوب تا بان من بملغم خرم
دخا که ان کمن بود پور سینار
منم که گر فلک درد هندیست من
دور خود ندیده راه باد پردار
منم که هست و الله من بکن جهان
به نیم جو خرد و شب به لب علیار
منم که خامه به ستم زبان زنده بصیر
نجات است از عجز من یار
منم که جان بجن سید هم به جز جهان
غرام خامه گواهی است یار
منم که تامله بکلم ترا غم خوش زد
فلک رب و مسیح و زمین یکسار
سید شکست و دوات و قلم علم انداز
سپر نکلند ورق حرف ماند با تار

وله

دل بکار من و شورش شباب درو
چه شیشه شاست که بشکند و شراب درو
غراب خال لب او سخن طرازا شد
چه نقطه است که محو است صد کتاب درو

وله

و این اگر به نخت کتاب بگردی
هر لذتی که هست به عالم چشیده گیر
باز فر بهار خدا را از بوسه یار
جلانی دگر نقاب بجان دمیگیر
دی غزل سرائی زنده است تاج
رو نقد نیست میکن دراه نصیگیر

قصیده دیگر

ایست پایان معانی در ورنش
بیا نم و چه و ریاد و جوش و جد طوقاش
ایست لازم صاحبان طبع و شریک
که باشد لاله با داغ جگر از به و خوشاش
ایست از لطف تو یارب ثوابی را
که باشد نسبت به بازگس و بول جانش
ایست از انون خامه گلگشت که دارد
که هیچ مصطفی باشد کنون فصل بهانش
ایست که در بانان قصه و اصد و نیت
فلک زاده و اندازن بود و نیت

آخر قصیده

ایست از این گلشن چرخ و گشا دارد
که در گلزار آمد نغمه مرغ سحر خوشاش
ایست از غیب از سر رخ خامه می شنوم
که این فردوس منی باشد و غری است خوشاش

کلام اردو

بچه خوشی ز تو بر سر غنونا به پیهم کی
رہے نہ کوئی ستم عذر و تھان کیلئے

وله

شعله عشق دہے جس زماہ جلائے
یون ز پنجر کے بھی سینہ بین شرم نہ تہے

وله

جولان کھان پہ بچکے گر لاکھان نو
 ہمت کسے دکھایے گر آسان نو
 اسے وضع اعتیاد یہ فصل بہار ہے
 گلہا نگ ب شوق زمر مسخ فغان نو
 اتنی ہی آرزو ہے ہمیں تجھے لے فلک
 یہ انگلی اک نہیں بھی منوے جہان نو
 حاضر ہوں آج مجھ دروان ہمارے
 پھر کچھ کسی کو حوصلہ امتحان نو

وله

کیا ایک بات میں جامد سے باہر
 شب بیل اس نے جب مجھے حیا کی
 خود آرائی نہ چھوڑینگے یہ کافر
 خدائی یو تو برحق ہے خدا کی

وله

شنا ہی نہیں کوئی مہرے دریا کی
 تھل نہیں کہتا کبھی مینا سے آگے

وله

سحر چرم نے کہا ہو قصور شب کا سحر
 تو ہنسکے بولے کہ چل دو رہو ہوا سوا

غزل ناتمام

اب تو ہم شاید شہ آغوش دلبر ہو گئے
 انوائی بین جو گل کھلے شجر ہو گئے
 جسے ہم دانستہ ذلت معجز ہو گئے
 اہ کے شعلے سزا عود مجسم ہو گئے
 عشق سے چکا ستارہ ہر پتہ پر ہو گا
 آتش خورشید سے یہ سنگ جو ہو گئے
 غش ہے پوشاک پر افسانے صدف کی ہم
 دیکھا خورشید پر شبنم کو شہ ہو گئے

دل کی مین نے جو وہ صلاح بولنے لگے
 اب تپ رو سیہ تمام اکثر ہو گئے
 دل کو آئینہ بنایا ہے عشق ایسے
 ہم بھی اب شایانِ درنگ نہ ہو گئے

قطعہ

سے صدر نشین کرم منت و آسان
 اسے نسیب وہ سنا انعام و عطا یا
 جس طرح نہیں نرم معانی میں ترش
 میرا بھی نہیں غزوغ بین کوئی ہوتا
 ہر ملک فہم ترا حمت نگین ہے
 اہم غن میں ہے مے نام کا رنگا
 گر زینت ابکار معانی ہے ترانہ
 میرا بھی غبارِ روشِ کلک ہے سنا
 اگر قدر شناسی ہے تری لذت کا پھر
 ہے نادرہ بھی مری صورت کا ہیولا
 اگر کام تری فکر کا ہے عقدہ کشائی
 ہے کام مری طبع کا عجز از سجا
 اگر غم سعادت ہے ترے نور کا پرتو
 ہے نیر افسوس ہے جو ہر کانوتا
 اگر شور ہے فیض کا ہے کون و کافین
 آواز وہ عالم میں مے نطق و رقم
 اگر فیض رسائی ہے تری طبع کو لازم
 ہے شکر گزاری مری طلیعت کا قضا
 ہے گردہ خورشید تری بزم کا سحر
 ہے جو ہر ادل مے خانہ کا گینا
 ہے منشا و صد بدل تری ہیبت عالی
 ہے سدا صد بدل مری نکتہ والا
 ہے نکتہ لازمی تری تقریر سے قوام
 ہے گتہ طرازی مری تحریر سے پیدا
 دانش تری تعلیم فرشتے مہارت
 وقت مے ضنون خیالی کا سخی
 جب تک کہ نہ دیکھا تھا تیرے پیشِ فنا کو
 میں قائل افسانہ سحرانہ ہوا تھا

گر اسے تری ضامن افسانہ بنی
 کھاتا نہ کسی پر حق و باطل کا کھانا
 ہے مگر تری خوبی فطرت کا عقد
 سے نطفہ کو دوسے تری جیت کا اولاد
 از ہر کشادہ گرد و کار دہ عالم
 کافی ہے تری جنبش ابرو کا اشارہ
 بالہ نیمہ نغمہ نغمہ اطلالت سے تیرے
 افسوس کہ میرا نہ بہت جہاں تمنا
 کس طرح نہ میں ناگہان خود بچاؤں
 و خوار ہے و آتش سوزان کا چہرہ
 کب تک سر اٹھا دہی پر خ نہ کھولوں
 ایک عمر سے ہے درپے تکلیف سانی
 اگر قطرہ سودا ہے مری آنکھ کی پتلی
 دریا میں اگر ہر مری آنکھ کی حرات
 فسانہ مری مانند اگر گرم بکا ہو
 اس درجہ میں اب فکر و درد میں گھٹا ہوں
 ہر شکل سے تحصیل مطالب میں نظر کی
 از ہر تفنن جو کبھی شکل عروسی
 رحمت کا گردن نقطہ فرضی بھی اگر فرض
 تو بھی نہ ہے اُس کہ جگہ سطح مری نگے
 بالکل کہ اب صبر سے زیادہ مری گیت
 پرستہ نہیں بصر پریشانی خاطر
 کہتا نہ کسی پر حق و باطل کا کھانا
 سے نطفہ کو دوسے تری جیت کا اولاد
 کافی ہے تری جنبش ابرو کا اشارہ
 افسوس کہ میرا نہ بہت جہاں تمنا
 و خوار ہے و آتش سوزان کا چہرہ
 کب تک سر اٹھا دہی پر خ نہ کھولوں
 ایک عمر سے ہے درپے تکلیف سانی
 اگر قطرہ سودا ہے مری آنکھ کی پتلی
 دریا میں اگر ہر مری آنکھ کی حرات
 فسانہ مری مانند اگر گرم بکا ہو
 اس درجہ میں اب فکر و درد میں گھٹا ہوں
 ہر شکل سے تحصیل مطالب میں نظر کی
 از ہر تفنن جو کبھی شکل عروسی
 رحمت کا گردن نقطہ فرضی بھی اگر فرض
 تو بھی نہ ہے اُس کہ جگہ سطح مری نگے
 بالکل کہ اب صبر سے زیادہ مری گیت
 پرستہ نہیں بصر پریشانی خاطر
 کہتے ہیں کہ تھری سے الٹی ہے کھانا

مگر سخن ترشی و محبت و عا پر
 ہے جملہ مطالب کے لیے نہت اولی
 جب تک کہ ہے رنگین سخن طبع روانہ
 جب تک کہ ہے ابر بہاری چمن آرا
 جب تک کہ سخن سچ کو قدر مہم
 جب تک کہ در معنی کی ہے قدر مہم
 عاشق کو ہے جب تک کہ ہوس کو چادر
 بیکل کو ہے جب تک کہ گستاخ عار
 زانو ہے سر دسے مانند خزان کے
 جہت چمن پیش کا ہر گلشن رعنا
 سیراب رہیں پر کرم سے تھے جہاں
 شلے رہیں برق غصہ نہ پھر رہے عدا
 و الانعشی و حرم نے اپنے زمانہ کھیات میں
 دو تین بار حج بیت اللہ اور زیارت
 طیبہ کا تہیہ کیا لیکن اُن کی والدہ ماجدہ یہ کسکرا
 کہ کور و کنتی رہیں کہ
 شاد اللہ تعالیٰ ہم سب مل کر ساتھ چلیں گے
 تھوڑے روز دھڑکاؤ کا ذرا فتنہ غم کے
 بات برسے امن ہو جائے اور اس اثنا میں
 سامان سفر بھی درست کر لیا جائے۔
 سانچہ کچھ زمانہ تک وہ منتظر رہے مگر
 سوا اتفاق سے جب کوئی صورت سب کی
 فراگی کی
 میں پڑی اور زیارت حرمین کے ذوق و شوق
 کے استیلا نے اُنکے دل میں زیادہ شورش
 پیدا کی خود باراد حج تشنگانہ
 ہری میں تھوڑے سے بسم اللہ کبار
 چل کھڑے ہوئے۔
 میں دریا ہے پایاں دریا طمان شورش
 دل افگندیم بسم اللہ بحر بیاد و مر سام
 منزل منزل براء از در جرد وہ میں
 پہونچے بہان مولانا غلام حسین
 متوجی مقیم زردہ
 کے مکان پر بغرض نفع مکان قیام کیا
 راستہ ہی میں غار ش و غیرہ کی شکایت
 پہونچا
 تھی مگر بہان پہونچا غنٹ اتفاق سے
 دفعتہ مبلکہ تپ اسمانی ہو کر شرم
 جادو اولی

شش ماه بعد از رجوعه کو انتقال کیا

مولانا غلام حسین نے اس حادثہ جاگہ کی اطلاع والا جاہ مرحوم کو بذریعہ
دی اسوقت والا جاہ مرحوم بھوپال میں تھے مولانا کے خط کی عبارت یہ ہے
آخر عزم و منظور رحمہ اللہ تعالیٰ بہت درخیم شعبان شش ماہ بعد از رجوعہ
از مقام آمد و رکابہ کردہ بودند در مقام بڑوہ نزد فقیر سید مذکور کمال مسرت
و سرور شدہ بود چہ از مدت شش دو سال کہ در ملک بگجرات پچنان عزیز می از قیام بڑوہ
نرسیدہ بودند و دریافت کلمات او شان کہ درین مدت قلیل حاصل کردہ بودند بہت
مخفوط بودند لیکن او شان بسبب عارضہ خارش و غیرہ کمر بودند و درین اثنا در ماہ
ربیع الثانی شش ماہ روزی بہت شدت آمد و درین روز ہادر بڑوہ کثرت بہت
اکثر مردم بود بعد یک دور و در معالجہ شروع کردہ شدہ حکیم سید احمد کیجے از شاگردان
حکیم سید ہشتم علی خان صاحب بودند و از ان مرحوم کمال موافقت می داشتند
معالجہ شدہ یک ہفتہ علاج او شان شد و یک سہل ہم شد لیکن از تقدیر الہی بیچ فائدہ
مربط نشدند و انہایت اعظم از شد آخر مولوی عماد الحسن صاحب موافق کہ از قرابت
صفتی ہوا و میرزا حسین قرابت قریبہ دارند و ہم از حکیم ہشتم علی خان صاحب
قرابت قریبہ دارند باعث شدند کہ او شان را بیکان حکیم صاحب بزرگ خیال ایکہ در شہ بڑوہ
از حکیم صاحب سہل و طبیعہ دیگر کامل تر نیست لهذا این شورشہ انسب نزد انستہ بیکان
حکیم صاحب بودند و بندہ ہم اکثر اوقات خبر گیران بود غرض کہ دو اذوہ روز آنجا بودند

صاحب بسیار متوجہ بودند کہ فرق آن مقصود نہ باشد لیکن بیچ فائدہ نشد
از ہیلہ بعض شد اطلاق رفت

آخر ہا بوسی از وادو شان را بیکان خود آورد و متابع نیم جادی لاد کی شش ماہ
بعد از نادر جمعہ کہ برابین او شان رسیدم و بندہ مولوی مراد اللہ صاحب کی خدمت
میں ہی ہست اللہ صاحب کھنوی اند او شان را در حالت احتضار یا قیام مولوی
صاحب صاحب و بندہ او شان را راست کر دیم و بزرگوار مشغول شدیم زیادہ از یک
ساعتی بود کہ بر محبت حق پیوستہ اند اللہ فان الیہ راجعون
اولی کہ ازین واقعہ جاگہ بحال لم رسیدہ است از تحریر و تقریر آن عاجز و قاصر ام و سبحانہ
و عداد و والدہ قدسیہ او شان از اصغر طاہر فراید زیادہ درین باب نوشتن فضول است
و در روز قبل روز و اوقات ہر چند از او شان اشارت و کنایہ گفتہ شد کہ چہ ہنر ناید
و والدہ صاحبہ و برادر صاحب شما ہوسیم بیچ نہ فرمودند و نہ پنجشنبہ ہر چند گفتہ شد
چہ ہنر ناید بجز سکوت جواب نہ دادند و گاہے غافل می شدند اما غفلت چند نبود و در
حالی اصلاح کہ برابین شان رسیدم دیدہ آواز دادند و شنناختند ہر چند گفتم کہ چہ
نشد بیچ جواب نہ دادند غرض کہ بعد تجویز و تکفین بطریق مسنون نماز جنازہ خواندہ و در تکیہ
تزیینہ کہ در آنجا نماز سید مجیدی ترمذی کہ کی از خلفاء مہدوم اشخ جمشیدہ را جگری اند و قبور اکثر
مردم علاقہ ذواب صاحب بڑوہ در آنجا است و متصل قبر شاہ عالم خان مرحوم فرید کپاس
شب گذشتہ مدفون شدند

اللهم اغفر لهم وارحمهم رحمة واسعة والسلام خير الختام الحمد لله اولاً وآخراً
والاجاء مرعوم کہتے ہیں کہ مولوی عماد الحسن نے لکھنؤ میں مجھے بیان کیا کہ
جب انگریز غفلت سے آفانہ ہوا اور میں باقین کرنے لگا تو وہ کہتے کہ خاموش رہو یہ
اللہ اللہ کرنے کا ہے چنانچہ اسی کلمہ عظیم پر ان کا خاتمہ ہو گیا۔

اس نسل و شاہ جانا کا جو صدر و آلا جاہ مرعوم کے دل پہ گزرا وہ لفظ نین اور
شکل ہے چنانچہ وہ خود کہتے ہیں۔

چونکہ میں کتابت و ترمیم و ترمیم کا مقام تھو پان رسید صدر عظیم پر دل و جان
وزندگی چند روزہ وبال خاطر نا شاہ گریہ سے

گر نفس سب دیکھ باہم رویم می رسید آنوقت کہ باہم رویم
ہر پند ہر نفس فی اللہ موت است و شاہراہ جہاں سبلی برائے عبور ہر ذی روح
لیکن گاہل کمال خاصہ براور یعنی کہ جہر و بدن برابر باشد بالخصوص در عین شاہ
واقعہ عظیم و حادثہ شاہ جانا کا است

مسافر زبید از عدم گز پرسم کہ چہ پر رخ کجا برد و نوجوان مرا
آخر کار چون بہ تقدیر الکی ستیزہ نتوان کرد شاہ و نا شاہ بصر گرائیدہ شد و تشرک
بہ منت سلف صالحین نمودہ آمد۔

مولانا عرش می مرحوم کی عمر تین گز سات پینے اور بیس ہود کی ہوتی شیخ ادیب حسن
نے لکے مرثیہ میں یہ پندار شاعر عربی میں لکھ کر اللہ مرعوم کے پاس بھیجے۔

بصاحب رکن الدین یوم قصد عدا
من للفضائل والتقی قد جفا
لما کارم الاخلاق ثور توسعا
او صافہ عظمت وجلت موقعا
فی دھرہ بنظیرہ لمرسیم
و غوا اماما قبل ان تیر عدا
و علی علی اقبالہ و ترفعا
السبع والعشرین الا اربع
بالخود والتعبیر قد ملأ الرعا
لقواطع البرهان فیہا قصعا
عصفت بھار یح جنوب زعزعا
لما خلت منها وراح وودعا
من بعد ان یسکوا یرفنوا الادعا
حقا وظنی مثله لم یطاعا
لما شب تھمتی ولا تنقشحا
ما شن وبل اور میض اعابا
ما طائف بالبيت طواف وودعا

الوقوف احر قد اوجعا
قد الاقاة مصباح الدی
الفضل احمد من سعی
من الحال الصادق لقول لذي
لما عرفت والعلوم انا الندي
لما کارم قبل شد ازاره
من بقى العالم قبل فطامه
من وصفت في العاود ولم يخير
من نقاوة عارف متصرف
من مباحث في فنون جمعة
من دروس العالم بعد وفاته
من طلت اعلامها وربوعها
من اول الازل لهذا فليكوا دما
من غمها بل بد رها بل شمشا
من الله يقى تربة فتدحاها
من امت عليه من الال مرأحم
من الصلوة على النبي وآله

وعلى ائمة الكرام وصحبه ما قام محتسب وما دام
 والتابعين وقابعيهم وائمتنا ما افتقر زهر في الثريا ونفوس
 سانهى اسكنه ايك ابريز وركد از تفرزت ناره لكها جكوم بمنه بيان
 كرتى هين

اصبر لكل مصيبة وتجدد واعلم بان المرء غير محدد
 واصبر كما صبر الكرام فانها نوب تنوب اليوم تكثف في
 واذا ذكرت مصيبة تشبى بها فاذكر مصائبك بالنبى
 وما جعلنا من قبلك الخلد ا فان ميت فهدم الخلد ون السبي
 الاجل الاكمل والهمام الغريب الامثل مولا ناصد يق حن كفاء
 شرا المحن اهدى اليه سلاما كالنسيم لطفا و كالمسك عرفا ورحمة
 وبركاته على الدوام والصلوة والسلام ما تغنى الحمار وما طاق
 المحسب بالببت الحرام صورت لمسنون التعزية فيمن اختار الله
 الانتقال من دار الفناء الى دار البقاء اخيكم الامام الامجد صفوان
 السليمان رحمة الله تعالى رخصة الابوار واسكنه جنات تجرى من تحتها
 الانهار والله اسئل وبه اليه ارسلى ان يحبل فانقله اليه خيرا ما نقله عنه والله
 يعظم لكم الاجر ويعصم قلوبكم على هذا المصائب بالصبر ولا يسع
 الا الرضا والتسليم لما قضاه الله الميعر العليم انا لله وانا اليه راجعون

ولا قوة الا بالله العلى العظيم عن راليك فانا لم تعلم
 بعد وصولنا اليكم وقد عرفنا التغير فيكم فكنا نظن
 الحمار ولما اتقضانا الشيخ عبد الجبار اخبرنا بذلك وبين لنا
 في وماله من المصنفات في العام فتمثلت بقول بعض الاعيان

وما كان قيس هلكت هلك واحد
 ولكن بنيان نخر تهدما
 الحواه بقول لقائل
 فيا دافيه بالثرى ان دفته
 محل الثريا فاد فتوة على علم
 واعلم يا اخي ونفسي بالله واياك ان هذه الدنيا دار ممر لا دار
 ومنزل ترج لا منزل فرح ودار بلوى لا دار سلوى
 طبعت على كدر وانت تريد ما
 صفوا من الاكرار والاقدار
 ومكلف الاشياء ضد طباعها
 متطلب في لمار جذوة نار
 فاصلى نحي ونفسي بتقوى الله والبصر على لقضا فان فيه رضا للولى
 لا اله الا الله صلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

مولانا محمد عباس رفعت مرحوم نے مولانا عرشی مرحوم کی وفات پر
فارسی قطعہ لکھا ہے

عرشی عالی گہر احمد حسن در طفیل مصطفیٰ منقو
رخت بر بست از جهان سوی بہشت زیر طوبی ہمنشین حور
گفت رفعت از پے تاریخ اد با امام المتقین معشور
۱۲۴۴ھ

تمام شد

الیفات مولف آثار صدیقی

۱۔ در سال دورۃ العباسیہ کا اردو
جلس عام فہم ترجمہ جو مصر کے فاضل
محمد آفندی نے حکم در پرستشہ تعلیمات
مصر الیٹ کیا اور اس کو خدیو معظم
مراس علمی پاشا کے نام نامی پر معنون
کیا اس کتاب میں عقائد اسلام کی تعلیم
سوال و جواب کے پرلہ سین دی گئی ہے
مصر اور ہندوستان کے مدارس میں
داخل نصاب ہے کاغذ لکھائی چھپائی
نہایت عمدہ قیمت ۸
خانہ داری کے ابتدائی اصول خانگی
جلس اسراف بخل کفایت شعاری
حسن سلوک میان بیوی کے تعلقات
حقوق زوجیت بیجا رسوم وغیرہ وغیرہ
ضروری مضامین بیان کئے گئے ہیں
قیمت ۳
یہ کتاب عنوانات ذیل پر مشتمل ہے ہندوستان
میں تقریباً ذرہ کشالی سے متعلق جو کون
کا خیال اعبادات اسلامی کے قواعد قانون
قدرت سمجھنے میں لوگوں کا غلطی کرنا انسان
اور خدا سے روح کا تعلق نماز کے فوائد
حکام قوی تہذیب کا راز وغیرہ وغیرہ قیمت ۸

۲۔ اس کتاب میں تمام مہمات مسائل کو
آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور مستند
دلائل سے بڑی جامعیت سے ساتھ
سوال و جواب کے پرلہ سین اس انداز
سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا
آدمی بخوبی سمجھ لے اور اسکا دل مطمئن
ہو جائے یہی وہ کتاب ہے جو اس فن
کی انوکھی تصنیف کہی جاسکتی ہے جیسا کہ
وکیل اخبار مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء وغیرہ نے
لکھا ہے یہی وہ کتاب ہے ہمیں یہ ثابت
کر دیا گیا ہے کہ مذہب جو دین صرف
مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو
بالکل عقل و فطرت کے موافق ہے اور
ہر طرح کی مادی اور روحانی ترقیوں کا
سرچشمہ ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کے لئے
مخصوصاً اگر بچہ و بزرگ اور طلباء مدارس
کے لئے نہایت ضروری ہے نئی رحمت اشرف
صاحب قہد کے نامی پریس میں نہایت
اہتمام سے یورپی نقش کاغذ پر چھپی ہے
قیمت غیر مجلد ۲۰ مجلد ۲۵
ضروری مسائل کی تعلیم طلباء مدارس
کے لئے سبب مفید ہے قیمت ۸

المذنبین فی الآلات

اس کتاب میں آیات قرآنی اور احادیث
صحیحہ سے ساز و سامان دنیا اور دنیاوی
ترقی کو تفصیل اور زبردست دلیلوں
سے ثابت کیا گیا ہے و تمام مسلمانوں
کو اسلامی احکام سے سیدھا راستہ شخصی
اور عمومی ترقی کا بتا دیا گیا ہے عبارت
سادہ سلیس اور عام فہم ہے قیمت
جسکو اسلام کے سچے اور پاک حضرات
کی اپنی آنکھوں سے زندہ تصویر دیکھنی
چاہو اور سچے مسلمان کی سیرت و خلعت
سے آگاہ ہونا چاہو وہ اس کتاب کو دیکھے
اس کتاب کے تمام مضامین ایسے
مردود اور پرورش ایچ میں لطیف و غلط
واقعیات بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھ کر
دل پر مقناطیسی اثر پیدا ہوتا ہے۔
قیمت ۶
مولانا محمد حسن صاحب جوہر لکھنؤ توکل
نیوتنی کی مشہور تالیف ہے جو نظم و نشر
فارسی کے بادشاہ تھے یہ وہ بیشک کتاب
ہے کہ جس کے پڑھنے سے آدمی بلا محنت
ناظم و ناخر اور وفائع نگار فارسی
بن سکتا ہے قیمت ۸

سید کلیم احمد ندوی منیر شبلی بک پو بھوپال ہاؤس نمبر ۱۱۱ لال باغ لکھنؤ

این مکتوبہ سترہ لیسین شفاء اتخذا لی ربه سبیل
ماثر صدیقی
سیرت والا جاہی
حصہ دوم

یہ
سوانح و حالات خاندانی امام المحدثین و زبدۃ المفسرین آلی
و مولائی امیر الملک والا جاہ نواب سید صدیق حسن خان
حسینی البخاری مقتوی شوہر رومیہ خلد مکان علیا حضرت نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ - قبی جی، آئیں آئی جی، ہتی آئی، اسی
فرمانرواے ریاست بھوپال قندہ اللہ بالرحمتہ رضوان
تالیف

ابونصر سید محمد علی خان النجاشی صغی اللہ احسان الملک صائدہ
عن شہور الزمان
باہتمام تمام کیسری واس سید سید محمد علی صاحب
مطبع قشیشی نول کشو لکھنؤ

صحت نامہ مائثر صدیقی مرحوم حصہ دوم

صفحہ	خطا	معاون	صفحہ	خطا	معاون
۳۶	۱۰	نہ	۳۶	۱۰	نہ
۶۴	۱۶	اس	۶۴	۱۶	اس
۷۱	۱	ارشاد	۷۱	۱	ارشاد
۷۱	۱۵	خور	۷۱	۱۵	خور
۹۵	۳	امر	۹۵	۳	امر
۱۰۲	۸	ثبت	۱۰۲	۸	ثبت
۱۱۷	۳	اور	۱۱۷	۳	اور
۱۲۰	۲	ہ	۱۲۰	۲	ہ
۱۲۰	۱۰	پان	۱۲۰	۱۰	پان
۱۲۹	۱۰	قیصر	۱۲۹	۱۰	قیصر

فہرست مضامین حصہ دوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	ولادت والا جاہ مرحوم	۱	۱۱	مولانا مفتی صدر الدین خان بہادر	۱۱
۲	تراۃ تیشی	۲	۱۲	مرحوم کا والا جاہ کو مولوی بشیر الدین	۱۲
۳	سات برس کی عمر سے نماز کی عادت	۳	۱۳	صاحب قنوجی کے مکان سے اٹھا کر	۱۳
۴	کتب نشینی	۴	۱۴	اپنے ساتھ لے جانا	۱۴
۵	تعلیم خط	۵	۱۵	نواب محمد مصطفیٰ خان بہادر	۱۵
۶	اداکل کتب کا درس	۶	۱۶	زین جہانگیر آباد کے دولت خانہ	۱۶
۷	ورد و فرخ آباد	۷	۱۷	پندرہ سال تک والا جاہ کا قیام	۱۷
۸	ورد و کانا پور	۸	۱۸	کتب زیر درس	۱۸
۹	محاسن و عظیمین شرکت	۹	۱۹	نقل کتب و حواشی کتب دوسرے طلباء	۱۹
۱۰	علی صاحب تین	۱۰	۲۰	اکابر ملت و اجلہ ارباب کمال کی	۲۰
۱۱	مولوی ولایت علی صاحب رحمہ	۱۱	۲۱	ملاقات	۲۱
۱۲	اردو مولوی عنایت علی صاحب رحمہ	۱۲	۲۲	سلطنت اسلامیہ مغلیہ کے جاہ و جلال	۲۲
۱۳	نئے والا جاہ کو درس بلوغ المرام	۱۳	۲۳	کاہرت غیر آخری نظارہ	۲۳
۱۴		۱۴	۲۴	اکابر قوم کی مجلسوں میں شرکت	۲۴
۱۵		۱۵	۲۵	مرزا غالب مرحوم کی ملاقات	۲۵
			۲۶	گزشتہ ایام اور ان کی صحبتوں کی یاد	۲۶
			۲۷	مفتی صدر الدین خان بہادر	۲۷
			۲۸	نہج بلوغ تعلیم والا جاہ کو سند تکمیل	۲۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۶	عطا کی	۱۶	۲۹	اساتذہ علم	۲۹
۱۷	معاودت وطن	۱۷	۳۰	روانگی جانب بھوپال	۳۰
۱۸	روانگی جانب بھوپال	۱۸	۳۱	رئیسہ معظمت کی خدمت میں باریابی	۳۱
۱۹	رئیسہ معظمت کی خدمت میں باریابی	۱۹	۳۲	رئیسہ معظمت کا والا جاہ کو اپنی دامادی	۳۲
۲۰	رئیسہ معظمت کا والا جاہ کو اپنی دامادی	۲۰	۳۳	کے لئے انتخاب کرنا	۳۳
۲۱	کے لئے انتخاب کرنا	۲۱	۳۴	ملازمت آستانہ خاص	۳۴
۲۲	ملازمت آستانہ خاص	۲۲	۳۵	مسجد ابراہیم خان بن عبد الجبار	۳۵
۲۳	مسجد ابراہیم خان بن عبد الجبار	۲۳	۳۶	خدمت میر و میری	۳۶
۲۴	خدمت میر و میری	۲۴	۳۷	عطا لئے خلعت میر و میری	۳۷
۲۵	عطا لئے خلعت میر و میری	۲۵	۳۸	مناظرہ	۳۸
۲۶	مناظرہ	۲۶	۳۹	مغزولی اور روانگی جانب وطن	۳۹
۲۷	مغزولی اور روانگی جانب وطن	۲۷	۴۰	سفر کانا پور	۴۰
۲۸	سفر کانا پور	۲۸	۴۱	غدر مسک ۱۸۵۷ء	۴۱
۲۹	غدر مسک ۱۸۵۷ء	۲۹	۴۲	ورد و بلگرام	۴۲
۳۰	ورد و بلگرام	۳۰	۴۳	حادثہ ہنگہ سے نجات	۴۳
۳۱	حادثہ ہنگہ سے نجات	۳۱	۴۴	قصیدہ نعت بزبان عربی	۴۴

آزمدنی	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۲	خواجہ بزرگ حضرت رسالتا صلعم کے دیدار پر افواہ شریعت ہونا	۳۲	۵۷	دارالمہام صاحب بہادر کے مختصر حالات	۵۷
۴۳	نظم عربی متعلق رویت حضرت رسالت پناہی صلعم	۳۵	۵۸	مولانا شاہ عبدالغفر صاحب رحمۃ اللہ کی مجلس غفران شریعت	۵۸
۴۴	آغاز حفظ قرآن	۳۶	۵۹	ہندو روزہ مشندہ شریعت اور ایران	۵۹
۴۵	مراجعت وطن	۳۷	۶۰	صحبت کی گناہ کشی	۶۰
۴۶	وطن سے روانگی	۳۸	۶۱	تحصیل علم کا آغاز	۶۱
۴۷	درد و فراق کی عظیم غلغلہ نشین واقعہ ہاکہ	۳۹	۶۲	صاحب رزقینٹ اندر کے آفس میں ملازمت	۶۲
۴۸	دوبارہ درد و بھوپال	۴۰	۶۳	مرک ملازمت	۶۳
۴۹	روانگی جانب جے پور	۴۱	۶۴	درد و بھوپال	۶۴
۵۰	ٹونک میں داخلہ اور ملازمت	۴۲	۶۵	نواب قدسید سید سید صاحب مرحوم کا ملازم رکھنے سے انکار	۶۵
۵۱	رکسہ معظّم کا دوبارہ درد و فراق	۴۳	۶۶	رکسہ معظّم کی ملازمت اور نائب اولی ریاست کے منصب جلیل پر فائز ہونا	۶۶
۵۲	روانگی بھوپال	۴۴	۶۷	خطاب دارالمہامی اور حسنی و بہادری و عطائے غفر	۶۷
۵۳	بھوپال میں داخلہ	۴۵			
۵۴	ملازمت ریاست	۴۶			
۵۵	دارالمہام صاحب بہادر کی دختر نیک اختر سے نکاح	۴۷			

آزمدنی	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۸	حسرت سلطان اعظم کی جانب عطائے غفر مجیدی	۶۸	۵۹	دارالمہام صاحب بہادر کی وفات حسرت آیات اور ذکر اولاد	۵۹
۴۹	کتاب مذہبی کی ترویج	۶۹	۶۰	نکسب سیکم صاحبہ مرحومہ کے مختصر حالات	۶۰
۵۰	سہ رقیقہ قائم کیا	۷۰	۶۱	شدت دینداری و پابندی	۶۱
۵۱	علیہ حضرت رئیسہ عالیہ حال	۷۱	۶۲	معموم و صلوة	۶۲
۵۲	امام اللہ بالغوا لا قبالی کی تقریب نشرہ کی تاریخ	۷۲	۶۳	زیارت حرمین شریفین بناو اللہ	۶۳
۵۳	السبت مختلفہ من قرآن حکیم کے مستند تراجم چھپوا کر شائع کیے	۷۳	۶۴	مشر فہما	۶۴
۵۴	سجادت کا ایک کپسب واقعہ	۷۴	۶۵	زبان فارسی میں مہارت	۶۵
۵۵	دارالمہام صاحب بہادر کی ذات بابرکات سے بھوپال میں دینداری کی بنیاد پڑی	۷۵	۶۶	رحلت پر ملازمت والدہ مرحومہ اور ان کی تعزیت میں جناب پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر بھوپال کی یادداشت بنام والا جاہ بہادر	۶۶
۵۶	دارالمہام صاحب بہادر کے غرق شہر و سخن	۷۶	۶۷	والدہ مرحومہ کا الی مترکہ	۶۷
۵۷	دارالمہام صاحب بہادر کے	۷۷	۶۸	بار شہزادے وفات	۶۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۷	امضاء تنخواہ والا جاہ و خدمت	۶۲	۹۶	والا جاہ نے اپنے والدین اور برادر	۹۶
	سایج نگاری			واخوات کی جانب سے حج	
۸۸	مشغلہ تجارت	۶۳		بَدَل کر دیا	
۸۹	اوقات حاضری اور بجا آوری	۶۴	۹۷	والا جاہ نے اپنی والدہ مرحومہ	۹۷
	احکام میں کبھی کوتاہی نہیں ہوتی	۶۵		اور برادر مرحوم کے ایصال ثواب	
۹۰	رہیہ معطلہ والا جاہ کو سرور و کھلے	۶۶		کی غرض سے ایک مسجد و مزار	
	جو تعمیر کیا کرتی تھیں			تعمیر کرائی۔	
۹۱	رہیہ معطلہ کا دور و قریب اور	۶۷	۹۸	رہیہ معطلہ کی وفات سراپا صراحت	۹۸
	قبول ضمانت	۶۸	۹۹	عہد حکومت رہیہ عالیہ	۹۹
۹۲	موتی مسجد تعمیر کا جشن افتتاح	۶۹		خلع مکان	
	اور والا جاہ کو عطائے خلعت		۱۰۰	دور جدید اور رہیہ عالیہ	۱۰۰
۹۳	والا جاہ کی والدہ محترمہ	۷۵		کی ذات عالی صفات	
	اور اخوات کا ورود		۱۰۱	والا جاہ کی درخواست رخصت حج	۱۰۱
	بھوپال		۱۰۲	سفر حجاز	۱۰۲
۹۴	والا جاہ مرحوم کی والدہ محترمہ	۷۶	۱۰۳	کتاب حجاز میں کی جہاز پر اپنے	۱۰۳
	واخوات کا انتقال پُر مال			باتھ سے نقل کی	
۹۵	رہیہ معطلہ کی جانب سے عطائے	۷۷	۱۰۴	حدیدہ مین داخلہ	۱۰۴
	پوشاک پر رسم تعزیت				

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	کی ملاقات		۷۸	سائل سید محمد سہیل یانی	۷۸
۷۹	مکہ معظمہ سے روانگی	۱۱۶		باتھ سے نقل کیے	
۸۰	جہاز پر سفر واری اپنے	۱۱۷	۷۹	شیخ علی بن عبد اللہ شریح بخاری	۷۹
	باتھ سے نقل کی			ارشاد والا جاہ کے متعلق	
۸۱	بھوپال میں داخلہ	۱۱۸	۸۰	خریداری کتب	۸۰
۸۲	سرشتہ تعلیمات کی افسری	۱۱۹		حدیدہ سے روانگی	
۸۳	امیر الانشائی	۱۲۰	۸۱	دروع حادثہ خون و سازش	۸۱
۸۴	رہیہ عالیہ کا قصد نکاح ثانی	۱۲۱		جہاز کی پریشانی	
۸۵	والا جاہ کے ساتھ رہیہ عالیہ کا	۱۲۲	۸۲	جدید مین داخلہ	۸۲
	عقد ثانی		۸۳	مکہ معظمہ زاد اللہ شرفی	۸۳
۸۶	پولیکل ایجنٹ صاحب دور	۱۲۳		مین داخلہ	
	بھوپال سے رہیہ عالیہ کو نکاح ثانی		۸۴	نقل کتاب سیاست الشجر	۸۴
	کا مشورہ دیا۔			خریداری کتب	
۸۷	ہزار گھنٹہ ویرے ہمارے	۱۲۴	۸۵	روانگی پرستہ منورہ	۸۵
	کے جانب سے منظوری۔			زاد اللہ شرفی	
۸۸	جشن کد حیدائی	۱۲۵	۸۶	خریداری کتب و اسباب کتب و	۸۶
۸۹	عہدہ مقدمہ المہامی	۱۲۶		نقل رسائل	
۹۰	عطائے سد جاگیر مہتمم المہامی	۱۲۷	۸۷	نواب تجمل حسین خان مرحوم	۸۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۸	والا جاہ کے مشورہ سے جماعت	۱۲۹	۹۹	بہادر عطاء کے خطاب نامہ گزشتہ	۱۰۹
	امور مملکت کا انتظام	۱۳۰		کمانڈر اشرف اتھلیا	۱۱۰
۱۲۹	پولٹیکل سوسائٹی صاحب ہاؤس	۱۳۱	۱۰۰	عہدے سے متعلقہ اشارات اندلیا	۱۱۱
	بھوپال کا اظہار خوشنودی	۱۳۲	۱۰۱	سیاحت شہر سورت و احمد آباد	۱۱۲
۱۳۰	گورنمنٹ انگلشیہ سے والا جاہ کے	۱۳۳	۱۰۲	سائنس تو شک حسانہ میں	۱۱۳
	بواسطے رئیسہ عالیہ کی درخواست	۱۳۴	۱۰۳	آتش روگی	۱۱۴
	عطاء کے خطاب و مراتب اعزاز	۱۳۵	۱۰۴	درد و بھوپال	۱۱۵
۱۳۱	گورنمنٹ آف انڈیا سے رئیسہ عالیہ	۱۳۶	۱۰۵	عقد نکاح نواب لیمہ صاحبہ	۱۱۶
	کی درخواست منظور کی	۱۳۷	۱۰۶	دام اقبال	۱۱۷
۱۳۲	آغا زہد والا جاہی	۱۳۸	۱۰۷	والا جاہ کا مشورہ عقد نکاح	۱۱۸
۱۳۳	گورنمنٹ انگلشیہ کے جانب	۱۳۹	۱۰۸	کے باب میں	۱۱۹
	سے والا جاہ کو عطاء نے خلعت	۱۴۰	۱۰۹	والا جاہ کی ذاتی وکالت سے	۱۲۰
	خطاب	۱۴۱	۱۱۰	عقد نکاح عمل میں آیا	۱۲۱
۱۳۴	والا جاہ نے ہفت و نیم روزہ تہوار	۱۴۲	۱۱۱	سفر کلکتہ	۱۲۲
	ملازمین ریاست کی معاف طلبی	۱۴۳	۱۱۲	ہندو اہل ہائمنس پرنس آف ولز	۱۲۳
۱۳۵	نذرانہ والا جاہ نے تمام کمال	۱۴۴	۱۱۳	بہادر و لیمہ سلطنت برطانیہ	۱۲۴
	خزانہ ریاست میں داخل کر دیا	۱۴۵	۱۱۴	کی ہندوستان میں	۱۲۵
	خود لینا گوارا نہیں کیا	۱۴۶	۱۱۵	تشریف آوری	۱۲۶
		۱۴۷			
		۱۴۸			
		۱۴۹			
		۱۵۰			
		۱۵۱			
		۱۵۲			
		۱۵۳			
		۱۵۴			
		۱۵۵			
		۱۵۶			
		۱۵۷			
		۱۵۸			
		۱۵۹			
		۱۶۰			
		۱۶۱			
		۱۶۲			
		۱۶۳			
		۱۶۴			
		۱۶۵			
		۱۶۶			
		۱۶۷			
		۱۶۸			
		۱۶۹			
		۱۷۰			
		۱۷۱			
		۱۷۲			
		۱۷۳			
		۱۷۴			
		۱۷۵			
		۱۷۶			
		۱۷۷			
		۱۷۸			
		۱۷۹			
		۱۸۰			
		۱۸۱			
		۱۸۲			
		۱۸۳			
		۱۸۴			
		۱۸۵			
		۱۸۶			
		۱۸۷			
		۱۸۸			
		۱۸۹			
		۱۹۰			
		۱۹۱			
		۱۹۲			
		۱۹۳			
		۱۹۴			
		۱۹۵			
		۱۹۶			
		۱۹۷			
		۱۹۸			
		۱۹۹			
		۲۰۰			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۱	علاؤ الدین کا پور سے ملاقات و مراجعت بھوپال	۱۶۰	۱۲۹	دور و اکبر آباد و مراجعت بھوپال	۱۲۹
۱۶۲	سفر دہلی	۱۱۵	۱۲۰	خط جناب سر منہری دہلی	۱۲۰
۱۶۳	دربار عالیشان و اضافہ خطاب تبصرہ	۱۱۶	۱۲۱	صاحب بہادر زرینٹ	۱۲۱
۱۶۴	ولادت نواب محمد نصیر اللہ خان بہادر دام شوکتہ	۱۱۷	۱۲۲	دور باہن مضمون کہ یہ سترہ	۱۲۲
۱۶۵	روانگی رئیسہ عالیہ جانب دہلی	۱۱۸	۱۲۳	حرب سلامی توپوں کی حشاش	۱۲۳
۱۶۶	رئیسہ عالیہ کو مراسم استقبال مع معائنہ رکھا گیا	۱۱۹	۱۲۴	نواب صاحب بہادر کی ذات کے لئے ہے کسی دوسرے شخص کے واسطے مقرر نہ ہوگی۔	۱۲۴
۱۶۷	ہرکسنسی و سیر سے بہادر نے دالاجاہ کو تہہ طلائی تحفہ مرحمت فرمایا	۱۲۰	۱۲۵	جناب جنرل صاحب بہادر	۱۲۵
۱۶۸	رئیسہ عالیہ کو تہہ شاہی و تہہ طلائی تبصرہ عطا فرمایا	۱۲۱	۱۲۶	زرینٹ اندور نے خط تبصرہ جناب نواب نظام الملک آصف جاہ	۱۲۶
۱۶۹	دالاجاہ کی ستر و ضرب سلامی تمام قلم و برطانیہ میں رئیسہ عالیہ نے تہہ بھوپال اور تذکرہ شمع الجنون تہہ دالاجاہ مرحوم کو تہہ ہرکسنسی تحفہ	۱۲۲	۱۲۷	میر محبوب علی خاں بہادر	۱۲۷
			۱۲۸	غفران آب کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتا	۱۲۸
			۱۲۹	مشیر الدولہ سید یعقوب علی خان	۱۲۹
			۱۳۰	سید امیر یار تہہ سے دالاجاہ کی ملاقات	۱۳۰
			۱۳۱	جناب جنرل صاحب بہادر	۱۳۱
			۱۳۲	کی تقریر تہہ خوش انتظامی ریاست دہلی و کار فرمائی	۱۳۲
			۱۳۳	اسپیج نواب دالاجاہ بہادر	۱۳۳
			۱۳۴	جناب جنرل صاحب بہادر	۱۳۴
			۱۳۵	کی تقریر تہہ خوش انتظامی ریاست دہلی و کار فرمائی	۱۳۵
			۱۳۶	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۳۶
			۱۳۷	فرمان جلالت نشان علی حضرت خلیفۃ المسیح سلطان معظم	۱۳۷
			۱۳۸	خلد اللہ ملکہ	۱۳۸
			۱۳۹	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۳۹
			۱۴۰	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۰
			۱۴۱	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۱
			۱۴۲	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۲
			۱۴۳	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۳
			۱۴۴	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۴
			۱۴۵	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۵
			۱۴۶	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۶
			۱۴۷	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۷
			۱۴۸	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۸
			۱۴۹	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۴۹
			۱۵۰	خط حضرت غلام سید خیر الدین	۱۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون
۱۸۹	پاشا صدر عظمیٰ	۱۳۰	۱۹۲	پس پونچے
۱۹۰	بار دیگر سفر کلکتہ	۱۳۱	۱۹۳	رئیسہ عالیہ نے دربار کلکتہ کے موقع پر کاتب اکبر و دیگر انخوان ریاست کو تحفہ طلال مرحمت فرمایا
۱۹۱	روانگی رئیسہ عالیہ مع خدمت چہم	۱۳۲	۱۹۴	مراجعت جھوپال
۱۹۲	جانب کلکتہ	۱۳۳		
۱۹۳	گورنمنٹ ہند کے جانب سے	۱۳۴		
۱۹۴	دو پروگرام رئیسہ عالیہ کے	۱۳۵		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ دوم

ام النستہ خاتم المحدثین نواب امیر الملک والاحباب
علیہ صدیق بن حسن بن علی التتو جی تعہدہ اللہ بقدرانہ

یہ مشنہ کے روز چاشت کے وقت نو ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ بمطابق

۱۲۸۵ھ کو اس بریلی میں جہان انگی نصیب الہی پیدا ہوئے جس خاک پاک

الہیہ شریعت اور فرائض میں اس کو یاد کر کے وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

بَلَدٌ جَعَلَ الرِّمَانَ عَامِيًّا | وَأَوَّلَ أَرْضِي سِتِّي جِدِّي قَامِيًّا

یہ شعر علی دگر اعجاز النستہ

اشنوی میر تقی ششوی غنیمت یوسف زینا سکندر نامہ ابو الفضل و قیمتات مکرر
 در چایج اور تمام دروین فارسی اور اردو جو مشہور و معروف ہیں ان میں سے ایک
 بھی ایسی نہیں جو غفر سے نہ گذری ہو سب کتابوں سے مکمل **خدا مخلصہ اودع ماکہ**
 اپنی اپنے فقرے اور جملے یاد رکھ گئے۔

اس طرح ابتدائی عمر ہی میں کافی استعداد تحصیل علوم کی پیدا ہو گئی۔
 تعلیم خط تحریر اور خوشخطی کی تعلیم انھوں نے کبھی بچوں کی طرح کسی کا تب سے نہیں
 اور نہ کبھی اصلاح کسی خوشنویس سے لی۔ ان کا خط محض طبعی تھا ابتداً وہ جلی قلم سے لکھا
 تھا امیر زمانہ بن باریک خنی قلم سے لکھنا شروع کیا تھا۔ اردو نویسی تو گویا انکو آبائی حوک
 ہی تھی۔ اور وہ قلم کا ایک جزو روزانہ لکھنا انکے علمی زندگی کا ایک متاثر کارنامہ تھا۔ اس
 زمانہ وہ عجیب بات یہ سمجھتے تھے کہ جس زمانہ میں وہ منصب حکومت پر فائز تھے اس زمانہ میں انکی
 کتاب بلکہ کثرت تاویفات نے گردش قلم کو اور بھی سریع السیر بنادیا تھا۔

اول اہل کتب کا درس

اہل تہذیب و محضرات فنون کی تعلیم اپنے برادر ایمانی مولانا سید احمد حسن عرشی مدظلہ
 سے حاصل کی تھیں چنانچہ میزان البصر متشعب تشریف زبیر مختصر اشعانی دو سہ سب
 تہذیب متعلق شرح تہذیب و تاریخ امیران وغیرہ انھیں سے پڑھی تھیں۔

۱۔ بیان فن و ادب و ادب و ادب

امام علی مرحوم ساکن فرخ آباد جو انکے والد سید علامہ سے خاص ارادت رکھتے تھے
 ان کے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ چند مہینے فرخ آباد میں ان کے مکان پر قیام رہا مختلف اوقات
 ان اور شرح جامی۔ مولوی محمد حسین مرحوم شاہجہا پوری سے۔ اور ہر ایام الخ و اور
 ان کی حکیم اصغر حسین مرحوم بن غشی غلام غوث صاحب مرحوم فرخ آبادی سے پڑھیں
 ان کے میر دانی الہین و درختارہ و شکوۃ المصابیح کا درس دوسرے شاہراہ اہل علم سے
 ان کو کچھ بھی پڑھا وہ سب غفلت و بے نیازی کی حالت میں پڑھا۔

اسی اثناء میں مولوی مردان علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی اور بعض مقدمین
 علامہ ان کو طلب علم کی غرض سے کانپور لے گئے یہاں بھی تعلیم کا کچھ کچھ شغل جاری رہا
 فرانہ الضیاء کے کا درس یہیں کے علمائے لیا علامہ مراد صاحب ساکن بخارا انزل
 کانپور سے دو ایک سبق قطبی کے اور مولوی محمد محب احمد صاحب پانی پتی سے دو ایک سبق
 حجامی کے پڑے۔ فرخ آباد اور کانپور کے زمانہ تعلیم کی نسبت وہ متاثرانہ لکھتے ہیں

از شکر جوانی چنانکہ افتد و دانی در سوز و گداز و مہر و وفا و نادانی بسر آمد

بما جز عشق بدخویان نیا سوخت	خدا اجرے و ہر استاد مارا
-----------------------------	--------------------------

و زمانہ بھی فرخ آباد کی طرح کانپور میں زیادہ تر غفلت اور لمو و لعب میں گذر گیا

بچوں کتابے را کہ آید فال بد بہم ہنند	انسو عالم کشد ہم و ہم بگذاشتیم
--------------------------------------	--------------------------------

تعلیم میں کوئی مزید ترقی نہیں ہوئی تاہم ذوق علم جو ان کے آب و گل میں سرایت

۲۔ تعارف و اصلاح و اصلاح

واقصنا ولم يكن ثم فصل
وعشقنا على السماع قد يما
من غدا افاضيا بكل صبح
لم يكن بالضعيف في ملحقه
حسن النعم ما به من قبيل
كيف لا وهو نجل من جل قد
ريثما قال رائد الصب هذا
قد خلنا فانجاب سحر حجاب
ورايها ينورا لمحا
وجه شخص كمال المعى

للتالي ونعمة من مرا
لحد يث الحسام نجل الكر
مستجاذ في لنقض ولا برا
بل هو الراس ثابت لا قلا
راج الهك نحو سبيل المسام
في يمان الدنيا وشرق شام
موضع الحب فادخلوا بسلا
مسيل فوق كعبة الاستلام
منه قد فاق ضوء عبد رتمام
قد من سيد جليل همام

الى قوله نظم

وسالنا عن سنه فاجابوا
فراينا غير بدع وحل الله
فهو من شاء اودع السرفه
مثل هذا المولى بجليل الجلال
صد لاهل الكمال من شرح

هو فوق العشيرين في الافهام
مطيه افهم الافهام
وحباه وجاهة في الانام
المولوى المحقق الاعلام
الصدر بشرح على بلوغ المرام

الى فيه من بواطن علم
بوضوحا عامضات ما قد حو
عجيب اعرابه باللسان
ان هذا من حسن صنع الحق
انه هيكل لطيف مثال
كاد لطف ايسل من حسن خلق
حفظا لله ذاته وحبها
وعلى جدكم صلوة الهى
وكذا الله الكرام وصحب

الظاهر المحكم البعيد المرام
مبرز الا همال بالاعجام
الفارسى المفيد للاعجام
اسمى الصديق في الامام
صاغه الله قائم الهندام
قد غدا فعلة كفعال الامام
علم شديت مع حوزة عرشام
مع سلام تدرى بمرالدوام
اما تغنى لهن رفوق البشام

والاجاه كحسب بن كمين من مولوى دلايت على صاحب مرحوم کے دعوہ و تقریر میں
بہت انگیز دلکش تاثیر دیکھی وہ بڑے بڑے واعظین و مدکرین کے دعوہ و تقریر میں
میں بھی نہ سنی ان کی بزم صحبت میں بھی کر دل دنیا سے نکل سر ہو جاتا تھا اور حب نبی
کے سلامی اور حق و صداقت کا ایک جذبہ صادقہ عن قلب سے جوش اٹھنے لگتا تھا
امام رفیع حضرت مولانا افضل الرحمن صاحب قدس سرہ بارہ قروج میں تشریف لاتے
میں مسجد میں ٹھہرتے جب تک ان کا قیام وہاں رہتا وہ دلا جاہ کے مکان پر برابر
کے ہاتھ رہتے اور ان سے اور ان کے برادر گلان مولانا عرشى مرحوم سے بہت محبت
کرتے تھے۔

مولانا محمد وح کی ذات اقدس اس دور پسین اور بزمِ آخرین میں نہ ہو نہ تھا
و قدس اور اتباعِ سنت اور علومِ باطنی میں فریدِ عصر و حیدر و دگر گار تھی و الامام
کا پیر ہی جیج میثم تھے کہ قاضی گکو (جو پھر ملوک کے رہنے والے تھے اور اُن سے لڑا
رہتے تھے) وہ انکو ترغیب دیکر اپنے ہمراہ دہلی لے گئے یہ ۱۶۰۰ ہجری کا واقعہ
سفرِ دہلی | دہلی کو نہ صرف ہمارا اچھا گن ہند کی راجدھانی اور سلطانِ منسلک
اور السلطنت ہونے کا فخر حاصل رہا ہے بلکہ وہ ہمیشہ اکتشافاتِ علمی اور نشرِ علومِ مذہبی
جامعہ کتبہ، صناعات و فنون کا بیتِ اعلیٰ اور معادنِ سلوک و طریقت اور ارشادِ کامر
عام رہا ہے اگرچہ پچھلے زمانہ میں طوائفِ الملوک اور سلاطین کی جلد جلد تنزل پذیر رہا
اُس کو بجائے دارِ السلطنت ہونے کے باز پھر دگر گار اور بجائے سرچشمہِ علوم و فنون ہونے
کے بالکلہً عظم و عمل اور بجائے ادبِ گاہ صفا ہونے کے دارِ الفتن بنا دیا تھا جسکو ایک
مختصر مگر جامع اور نفع الغالبین اُجڑا دیار کہہ سکتے ہیں پھر بھی اُس کی خاکِ پاک
جانبِ ایسے طنائی ذرے موجود تھے جو اُسکی مٹی کو اکیرِ شفا اور اُس کے در کی چین سالی
سرایہٗ سعادت کو نین بنائے ہوئے تھے دورِ در کے تشنگانِ علم اور طالبانِ سلوک
مشہور حال کر کے وہاں آتے تھے اور نعمتِ علم و سلوک سے شمعِ اور سیراب ہو کر واپس جاتے
تھے والا جاہ جب دہلی پہنچے وہاں مولوی بشیر الدین صاحبِ توحی بنِ نافذ کریم الدین
سے ملاقات ہوئی وہ بہت تپاک سے پیش آئے اور اُن کو اپنے گھر بجا کر صہان رکھا اسکے بعد
صدر الاما قاضی جلیل الفاضل مفتی محمد صدر الدین خان بہادر مرحوم صدر الصدور دہلی

کو مولوی صاحب کے مکان سے اٹھا کر اپنے گھر پر ہمراہ لے آئے پھر ان کو نواب
صغی خان بہادر مرحوم کے دو لٹخانہ پر ٹھہرایا نواب صاحب کا محل متصل جلی قبر کے تھا
یادو برس تک وہ وہاں مقیم رہے نواب صاحب مروج عالم فاضل ادیب ماہر اور
مؤرخین مقال تھے اردو میں تصنیف اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے انوار فضائل
ان سے متعلق اور مزین تھے باوجود امارت و کمالت کے صابر شاکر عابد قانع اور درویش
فی مشرب بزرگ تھے غفر اللہ لہ ویر اللہ مضجعہ۔

جب قیام کی جانب سے اطمینان ہوا تو اُن فنون نے مستقل طور پر
کتاب بن کر درس مفتی صاحب سے سلسلہ درس و تدریس جاری کیا اور کتب آئینہ کو
زیادہ درسا و مسائل سے پُر کرنا مفتی صاحب ہر کتبہ کو قطب صاحب جایا کرتے تھے
ان کے ہر کتاب رہا کرتے تھے اور دراستہ میں پڑھتے جاتے تھے کتبہ شریفہ مذکور کی تفصیل یہ ہے
سلسلہ المعانی آخر تک۔ شرح وقایہ عبادات تک۔ ہایہ معاملات تک۔ توضیح اصول فقہ
در فہم مشہور درس تک سلم العلوم کامل مکار حسن کامل حمد شہ کامل قاضی مبارک شمس
ہندی تمام صدرہ الی یایم الاجسام شمس بازغہ مقررہ درس تک میرزا ہد ملا جلال الی بحث الدلائل
میرزا ہد شرح موافق الی بحث الوجہ میرزا ہد رسالہ الی المذہب المنصور بخاری کے چار پانچ
ادۃ باقی سماعت۔

تفسیر بیضاوی میں سے سورۃ بقرہ دیوان سنہ ۱۱۱۱ قریب نصف مقالہ اہل قریرہ اقلیدس نام
البقاۃ الممن صفحہ ۱۷۰۰ بیاض تعلیم صفحہ ۵

میر تقی تقی قلم تفسیر تمام حاشیہ ملا عبد القلی محمد اعظم ہمدانی سالہ میرزا ام دروس
مقامات تحریری و مقامات ہندی چند مقالہ سہ ماہی شرح مطالع سہ ماہی دیوان حجاز
سببہ سلفہ۔

دوران تعلیم ہی میں بعض کتابیں اور حاشی انھوں نے اپنے ہاتھ سے نقل کئے
ترجمہ اردو نہات ابن حجر مکی حدیث میں جمل المتین اور اربعین فی اصول الدین
امام غزالی کو اپنے قلم سے کھلا مختصر الفہرست کی ایک شرح مختصر عربی زبان میں خود
کی ساتھ ہی اس کے شرح تہذیب اور بعض دوسری کتابوں کا درس بھی وہ طلبہ کو
دیتے تھے تالیف کا بھی کسی قدر شغلا اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا جو علوم انھوں نے اکتانہ
تعلیم میں حاصل کئے انکی اساتذ متصل کا سلسلہ ایک واسطہ سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
دیوبند تک منہی ہوتا ہے اور ان سے لیکر یہ سلسلہ مولفین تک پہنچ جاتا ہے یہ تمام قلمی سلسلے
اور دیگر کمال اسانید و حالات مشائخ و غیرہ کے انھوں نے اپنی کتاب سلسلۃ السجدین بالترتیب
نقل کئے ہیں یہ کتاب شائع ہو چکی ہے اسلئے اس جگہ ان اسانید اور سلسلوں کے تحریر کرنا
ضرورت نہیں والا جاہ قیام دار السلطنت دہلی میں قریباً دو برس تک رہا یوں تو انسان
کی تعلیم کا زمانہ ہمد سے شروع ہوتا ہے اور محدود پر تمام ہوتا ہے لیکن زمانہ تعلیم میں چند بڑے
چند ہی ماہ چند ہی روز اور چند ہی لمحے ایسے ہوا کرتے ہیں جنکو علمی زندگی کا عطر اور صبا
فصل بہار کہنا چاہیے۔ انہیں محدود اوقات میں بعض تشنہ جگر طلبان علم کو خوش قسمتی سے
جب اسباب موافق جمع ہو جاتے ہیں تو فیضانِ اہری تعالیٰ اور اس کے نامنا ہی فضل درگاہ

کہ حاصل ہو جاتا ہے جو دوسروں کو بلکہ غریب انھیں کو سالہا سال کی تحصیل علم اور
مقامات سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

تمام دہلی کے ان دو برسوں کو بھی اسی زمانہ میں شمار کرنا چاہیے۔ اسلئے کہ انھیں
دہلی میں والا جاہ نے علوم متداولہ کی تعلیم سے فراغت پائی۔

اسی زمانہ میں ان کو اکابر ملت اور اجلاز ارباب کمال سے ملنے کا اتفاق ہوا انصافاً
ان بابت علماء متفہمین و واعظین اور اصحابِ بخت و سلوک و ارشاد کی صحبتوں میں رہ کر
مباحث اسرار باطن اور اکتساب علوم ظاہر اور فنون ادبیہ کی تکمیل کرتے تھے اور شاہزادوں
اور اہلک دلت کی مجلسوں اور محفلوں میں رسوم پیدا کر کے آداب مجالس اور قواعد امن
و تہذیب سے بھی وہ واقفیت حاصل کرتے رہے اسی زمانہ میں انکو خوش قسمتی سے چشم خود
تحت اسلامینہ مغلیہ کے آخری جاہ و جلال اور سلطنتِ دہرہ کے دیکھنے کا موقع ملا۔
میں انھوں سے انھوں نے دیر بھر جاہ و جلال اور عظمت و شوکت و اقبال کو دیکھا تھا
میں انھوں سے انکو بد بختانہ طور پر سلطنت مغلیہ کی تباہی و بربادی اور ایوانِ فرمانروائی
سے سید کی شکست و زخمی کا دل پاش پاش کرنے والا درد انگیز منظر بھی یہ گاہِ عبرت و کھنجر
انصافاً واقعات کے مشاہدے سے اور گوناگون حالات پیش آتے سے ان کو بہت سے
تجربہ اور عبرتیں اور بصیرتیں حاصل ہوئیں جنھوں نے لطافت و انصاف رحمانی کے
دور و قمر و غضب ربانی کے امرا و خواص آشکارا کر کے انکے لئے علمی جد و جہد کی راہیں
سج اور کشادہ کردین اور ہر طرح کی رفعت و دیوبند و انخروی حاصل کرنے کے لئے اہمکی

حوصلہ مندی کے سامنے فتح و نصرت حق کے دروازے کھول دیے اسی امر کی طرف اشارہ ہے
وہ لکھتے ہیں۔ **لَوْ كَانَتَانِ لَهَكَ الْبَيْعَانِ**

اکابر قوم کی مجلسوں **اُن** نامور شاہیر قوم اور رباب جاہ و شہم کے اسوار گریز میں
میں شرکت **اُن** کو زائے قیام دہلی میں اتفاق صحبت و ملاقات ہوا

انھوں نے اپنی مختلف کتابوں میں لکھے ہیں دار السلطنت دہلی میں قلمدے مصلیٰ کے اندر
خاتم السلاطین تیورے ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ طالب ثناء اور اُن کے ولی

شاہزادہ مرزا فرخ الدین بہادر مرحوم اور دیگر شاہزادگان والا تبار کی بارگاہ شاہی
بارگاہی کا شرف حاصل ہوا طبقہ امرا میں عظیم الدولہ سر فرزا الملک ذاب اللہ مصطفیٰ خان

مظفر جنگ مرحوم و ذاب ضیاء الدین خان بہادر مرحوم و ذاب امین الدین خان بہادر
کی بزم صحبت میں ہم مجلس و ندیم رہے۔ طبقہ حکماء اور اطباء میں مستمرا و احترام الملک حسین

احسان اللہ خان بہادر مرحوم وزیر بادشاہ دہلی اور حکیم امام الدین خان مرحوم سے لطف
رہا۔ طبقہ علماء اور واعظین میں مولوی مخصوص اللہ صاحب و مولوی کریم اللہ صاحب

و حاجی محمد صاحب محدث و مولوی فائز علی صاحب مہاجر مکہ معظمہ و خواجہ ضیاء الدین
واعظ شاگرد مولوی قطب الدین صاحب مرحوم مترجم مشکوٰۃ المصابیح و مولوی عبدالحق

مولوی حفیظ اللہ صاحب واعظ۔ و مولوی عبدالکریم صاحب و مولوی محبوب علی صاحب
و مولوی نصیر الدین صاحب واعظ مسجد جامع کی مجالس علمی میں شریک رہے مولوی

ابن ہار المصنف صفحہ ۱۶۲ در فض الخلیف صفحہ ۱۶۲

سین صاحب محدث دہلوی مرحوم کو دیکھا مگر اتفاق صحبت کم ہوا۔ طلبہ مستعدین
مولوی شیخ فیض الحسن صاحب سہارنپوری ملا ذاب صاحب یقیم مکہ معظمہ و مولوی

علاء الدین صاحب رام پوری و مولوی فضل رسول صاحب ہایونی و مولوی
علاء الدین صاحب و مولوی شیخ محمد صاحب بخاوی و مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی

کے ساتھ ربط و ضبط رہا اُن کے بیٹے مولوی عبدالحق صاحب سے جلسہ دربار قیصری میں
بارہ ملاقاتیں مقام دہلی ہوئی خاتما میرزا مظہر جانجاناں شہید قدس سرہ میں

الحق عصر شاہ احمد سعید صاحب اور شاہ عبدالغنی صاحب کی بزم خلعت و صفائے
ایک ہو کر لذت روحانی سے مستغرق ہوئے تھے۔ طبقہ شعراء میں ذاب نجم الدین الملک

اسد اللہ خان بہادر غالب اور ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق دہلوی
مولانا امام بخش عسکری کے بہادر شان سخن کے گہا کے معانی سے دل و لبخ مسرور کرتے رہے

زمانہ آغاز ملاقات میں والا جاہ ایک بار میرزا غالب مرحوم کے دو نغمہ پڑھائے تکلف
کے بلا اطلاع سابق یکایک پہنچ گئے اسوقت داران رنگین طبع کی فصل گرم تھی مرزا صاحب

کو دیکھ کر بے ساختہ یارانہ لہجے میں کہنا
بیا برادر آدرے بھائی

اسوقت آپ کی کیا دعوت کردن۔ پہلے سے بلکواپ کے آنیکا علم بھی نہ تھا۔ خیر شیشے میں
صاحب نے پانچوں جلدی اشافی ششلا بھری کو بھرت کی قلی جاض صفحہ ۱۶۲ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ

مرحوم کو خاص خصوصیت تھی۔ قیام ہونے کے زمانہ میں بھی ہاتھ ساتھ ملا کر ان کی صحبت میں رہے

روانگی جانب بھوپال

آپا رآیہ کریمہ فامشواقی منا کبہا وکلو امن ورفہ پر نظر کر کے
 ساش کا خیال پیدا ہوا تھا میں ایک نوبت رہا کرتا تھا جس کا نام محمدی تھا
 عطار ہی بھی کیا کرتا تھا اس سے اسلامی ریاست بھوپال کے حالات سنکر اور خدا کا
 فیروزہ رجب ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۱۵۵۷ء کو ۲۳ سال کی عمر میں سامان مفردیت
 بھوپال کی طرف چل کھڑے ہوئے تھیں روز قطع سنازل میں صرف ہوئے تھیں بھوپال
 ال پہنچے اور ایک کرایہ کے مکان میں اترے اس عالم غربت میں نہ کوئی ہمد
 ساز ساتھ تھا نہ اخوان و ارکان ریاست میں کسی سے شہادت سابقہ تھا کہ وہ بیٹہ
 نواب سکندر بیگم صاحبہم جو مد کے حضور میں رجوع وقت مختار ریاست تھیں اور
 ایک محروسہ کی عنان حکومت ان کے دست اقتدار میں تھی تقریب کرتا یا نا کبان ریاست
 ان کو لجا کر ملا تا یہاں عایت در سے قدمے قلمے ان کے ساتھ کرتا مجبوراً انھوں نے تائید رسانی
 بھوپال غیبی پر اعتماد کر کے اپنے ہاتھ سے ایک مختصر عرضداشت اپنے حال پر لال کی لکھ کر
 محمد جمال الدین خان صاحب بہادر مدارا لہام نائب اول ریاست کی خدمت میں
 کی تیج علی عباس صاحب مرحوم چہرہ کوئی وہاں اتفاق سے موجود تھے انھوں نے ہمدانہ
 دست و تائید کی۔ مدارا لہام صاحب رجوع ہوا جو کثرت دولت و کمند اور ایک عالی شان
 تھا اور امن و رفہ پر نظر کر کے

معاودت وطن

ایک سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے دہلی سے اپنے وطن
 میں واپس آئے یہاں مشکل چند ماہ ان کا قیام رہا کیونکہ سوائے ان کے کوئی دوسرا مری
 موجود نہ تھا۔ متعلقین اور عزیزوں کی معیشت کا دار و مدار صرف ان کے قوت بازو
 و جہ نقات ہی کوئی ایسی موجود نہ تھی جو زندگی کی ضرورتوں کے لئے کافی ہوئی ہو
 پریشان حالی اور تشویش بانی کی نسبت وہ لکھتے ہیں۔

"نہ یارے کہ درین سرمایگی جو غرضی غایہ نہ نگاہے کہ درین افتادگی و شگری فرا
 دریا ب ہر کرانچ و چشم کشودن و دیرہ و اگر دن بے پردی رہو بیت کند و درخانہ اذنام
 درہم و دینار پیشیزے میسر نہ بود۔ واحد سے از اقا رب ہر روز دل نہاشد و راسے بسوس
 کسب قوت لایوت کشاید۔ و ہنسے کہ آلاء رزق و زندگانی تو اندر دھاصل نبود و باہر
 خرد و بزرگ خانہ و ماند و بد خویش و بیگانہ ہر سرش افتد حالت دل آن بچارہ پرانگند
 خاطر چہ خواہر بود۔"

نہ قاسم سے نہ صبا سے نہ مرغ نامہ پرے
 کے زبکیسی من غنی نژدہ خبر سے
 لہ۔ دوش انصیب صفحہ ۱۲۳۔

مرتبہ وزارت پر فائز ہونے کے بعد چھ ماہات موحد خدا پرست علم دوست قدر شناس
نصرت دہنر وسیع الخلق اور غیر محض تھے ان کی علم پرستی و زرخشی اور گریہ پاشی کا سارا
سحر و سحر تھا انکی فیاضی کے افسانے اب تک بھوپال میں آویڑا گوش ہر خاص
ہیں، نہایت محبت و تپاک سے والا جافہ کے ساتھ پیش آئے۔ اور اسی دن رئیس مظفر
سے مبارک تنک میں دین انکی سرگذشت حال پہونچا دی اور ان کے صفات ذاتی و املا
سے ان کو مطلع کیا۔

رئیس مظفر کی اس زمانہ میں غیم دولت و احتشام باغ فرحت افزا میں تھا رئیس
خدمتیں باریابی دین رونق افروز تھیں اسی وقت نقیب بھیکر طلب فرمایا رات کا
تھا بمجلس اہل دربار و اغیار سے خالی تھی چند خاص اخاص ارکان ریاست شرف اندوز
تھے کہ نقیب نے انکے حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ رئیس مظفر نے ان کو شرف باریابی بخشا
نہایت عزت اور حسن اخلاق سے پیش آئین مختلف سوالات اور گفتگو کرنے کے بعد بہت
ہوٹوں اور مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ یہ اس قابل تھے کہ میں ان کو اپنے سایہ عاطفت
یعنی دامادی میں لیتی مگر مجبوری یہ ہے کہ میں ان سے قبل ایک صاحب کو نواب شاہجہا
سے منسوب کر چکی ہوں اور حسب قرار داد صدر گورنمنٹ آف انڈیا وہ نامزد ہو چکے ہیں
رئیس مظفر کے دل میں اس وقت جو خطرہ گذرا تھا وہ محض ایک خطرہ نہ تھا بلکہ قدرت کا
ایک انعامی کرشمہ تھا ان کو یہ کیا خبر تھی کہ گردش یل و دمنار اور نسا عدت بخت اتفاق

کے بعد ان کی یہ دلی آرزو صورت حال کے لباس میں منوہ گری ہوئے دالی ہے
بہت روز خالی الصلاح پھر فرمان طلبی صادر ہوا اور چاشت کے وقت وہ رئیس مظفر
ت میں بار یاب ہوئے اس مرتبہ پہنی مرتبہ سے بھی زیادہ انکساف اور دلجوئی کا
دیا اور عذرہ رمضان شمس پھری سے اپنے ملازمان آستانہ خاص میں تیس روپیہ
دے دیے جو خدمت نشی گیری ان کو تفویض ہوئی وہ ایک نوع کی قرب حضوری
کے تھے وہ اس خدمت مفتوحہ کو بہ مستعدی تمام انجام دیتے رہے۔ ہر جگہ کو وہ مولانا
اکرم خان میں دعا کہا کرتے تھے یہ شغل انکا کم سنی سے جاری تھا۔ وہ عروج میں
و نقیب بھی تھے اور واعظ بھی۔ لیکن بطریق اجرت و خدمت بلکہ محض دینی شغف سے
ممول تھا۔

ایک روز عزیزوں کی یاد اور خیال وطن نے انکے دل کو بچھین کیا عزیز و اقارب کی جھلٹی
عاش کی تکی پر نظر گئی تو طبیعت کی آشفنگی میں دو چند اضافہ ہو گیا اور تیس روپیہ
شاہرہ میں گذر اوقات و شوار معلوم ہوئی ناجزا اگر یہ ارادہ کیا کہ ترک ملازمت کر کے
مہال کو خیر باد کہنا چاہیے مگر خدا کی شلیت و کچھ اور ہی تھی جو نقش عظمت انھوں نے اپنی
کوشش مستعدی اطاعت گزاری اور جانفشانی کا رئیس مظفر کے دل پر بٹھایا تھا وہ ایسا نہ تھا
کہ ہو جاتا۔

خدمت میر دہیری

اسی زمانہ میں ریاست کی میر دہیری خالہ کے خدمت خالی ہوئی

رہنہ منظر نے اولاً چل رو پیہ مشاہدہ و بعد ازانہ پچاس رو پیہ مشاہدہ تھا۔

معزولی اور روانگی جانب وطن

اس وقت سے مسلسل ملازمت منقطع ہو گیا تو وہ یہ کلمہ کہ **اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخَلْعِ** کا دین میں **مِنْهَا** کا **جَعْد** شاذ دہم **مِنْهَا** مطابق **مِنْهَا** کو بھوپال سے روانہ ہوئے نیز دہم محرم کو بوشنگ آباد پہنچے یہاں آنا تھا کہ تپ و لرزہ نے انکو جس بڑا درد مسافر پارک دست نظام دل دراز کیا غلات کی وجہ سے دو ایک ہفتہ وہاں گزار دیا دہم سفر **مِنْهَا** کو وہاں سے پھر وہ بھوپال کی طرف پہنچے تاکہ ساگر ہوتے ہوئے کی طرف روانہ ہوں سب سے دہم سفر **مِنْهَا** کو بھوپال پہنچے نصف غلات کی وجہ سے حال دفع تکان دو تین روز مولانا محمد عباس صاحب مرحوم بن شیخ احمد عرب شردانی صاحب نقیہ ایمن کے مکان پر فرود کش رہے شاذ دہم صفر کو یہاں سے روانہ ہو کر بینل صفر کو پہنچے اور پانچ روز وہاں آرام لیا بہت دشمن صفر کو کاپور کی طرف روانہ ہوئے صفر میں صرف ایک ملازم ساتھ تھا اور تمام سامان اور زاد راہ کرایہ کے ٹھوپر لدا ہوا تھا راہ سے وہ تاجوار ملازم بھاگ گیا بہر حال **النَّصِیْبُ لِلْصَّیْبِ** بیوراء ان کو بھرہ مسجد میں قیام کر کے عالم تنہائی اور بیکسی میں کچھ دن بسر کرنا پڑے اور بہت سے صاحب غربت و مسفر پر داشت کر کے آخر بہت تمام پانچوین رجب الاول **مِنْهَا** ہجری کو رہن دار ہوئے۔ بعض ہنگامی ضرورتوں کی وجہ سے چند روز تک ان کو یہاں ٹھہرنا

ایا۔ بہت دینم رجب الاول **مِنْهَا** مطابق **مِنْهَا** عین ہنگام سفر اندر سرکار سے کا خلعت جسکی مجموعی قیمت ایک سو پندرہ روپیہ تھی عطا ہوا ملازمت کا امتدانی زمانہ ناخبر بہ کاری۔ جو ملازم نو عمری سے شامل حال تھی وہ خلعت کوئی پچر چارے گیا کسی کے آخرین سابق میر دیرنشی عبدالعلی خان (جو میان سکیں مشہور شاعر کے بیٹے تھے) ہندہ سابق میر دیری پر واپس آگئے۔ رئیسہ منظر نے ان کی تعہیرات گذشتہ معائنہ اور والا جاہ کو مسند میر دیری کی جگہ خالی کرنی پڑی۔

منظرہ بقول مشہور مصیبت تنہا نہیں آیا کرتی اسی زمانہ میں طالب علی کے قفقہ نو جوانی کے جوش میں بعض لوگوں کے اصرار سے شیخ علی عباس صاحب مرحوم چڑا کوئی۔ اقلیان کش کے باب میں مناظرہ ہو گیا۔ والا جاہ اسکی اباحت کے اور شیخ موصوف اس کراہت کے قائل تھے بحث نے اسقدر طویل کیجھا کہ مناظرہ سے مناسفہ اور مناسفہ سے مناسفہ کی فہمت پہنچی یہی مناسفہ خدمت و راست سے انکی معزولی کا سبب بنی۔

محبت مسلمان اسے دل کہ چونکستہ شد رشتہ
توان پیوند کرد اما گرو اندر میان دارد

چنانچہ اس واقعہ کے ذکر میں وہ لکھتے ہیں۔

بائے فائزہ بان یار عزیز طرقت شدم و محسن قدیر ہوا کہ باعث این ملازمت بود بر سر

۱۔ رخ نشہ گرد ملت بسے مرا
۲۔ بنو و عجب اگر نہ شناسد گے مرا

سفر کانپور

چند مہینے وطن میں عزیزوں کی صحبت یاران وطن کی ملاقات اور گزشتہ مہینوں غم غلا کرنے میں اطمینان و آرام کے ساتھ بسر ہوئے چونکہ دینائے ناپائدار میں آرام ہوا کسی کو قرار و قیام نہیں ہے ۵

آرام سے ہے کون جہان خراب میں
اگل سید نہ چاک اور صبا اضطراب میں
اس لیے جب دل کو کسی قدر ان چیزوں سے سیری حاصل ہو چکی اور آئندہ کے خیال اور زندگی کی ضرورتوں نے غم فکری کو ترک دے بہ لہذا چند روزہ عارضی آرام کی طرف دل اُچاٹ ہونے لگا دشت خاطر نے ہر طرف سے اُٹھیا اور آخر کار تلاش معاش نے ان کو از عزیزان وطن سے پھر ماکر پھر ایک مرتبہ کانپور پہنچا دیا۔

غدر شہداء

یہاں آئے ہوئے قہوڑے روز گزرے تھے کہ دوازدہم شوال ششہ سے افواج انگریزی کے ہر شکل کی مختلف صدائیں ہر گوشہ ملک سے بلند ہونے لگیں شہر کا سامان ہر طرف چھا گیا یہ ایک عجیب عالم آسٹوب قیامت خیز و تر

کے ایک ہنگامہ شور و ثور اور مقابلہ عظیم پر پانچواں لاکھ اس حادثہ اور سنہین ان نظروں میں لگتے ہیں۔

۱۔ اللہ اللہ ان از ہر سو رخ موش در رنگ چرا
۲۔ منتشر و فتنہ چو بان در غارت گری
۳۔ لہر افودہ غیر مقرر شدہ انچہ شدہ گر ویدہ انچہ گردیدہ انچہ شدہ۔ وہرچہ
۴۔ ان سائز اگر دیدہ نہ

حالات شور و شر و فتنہ و فساد کی دیکھ کر ان کو وطن کی بربادی مستورات کی تنہائی اور ان کی بے پستی و اضطراب کا خیال آیا اور یہ سوچ کر کہ تنہائی اور یکسوی کی موت سے کس کے ساتھ مل کر مرنے چاہیے مرگ انہو جیسے دار و قریانی وطن کے لیے یاران وطن کو ہم زودینا مرگتے و انسائیوٹ سے بعد اور انجوت اسلامی کے منافی ہے پانزدہم سوال ۵۔ ششہ بھری کو قنوج واپس چلے گئے کچھ دن یہاں پر اسے نام سکون و اطمینان سے بسر ہوئے لیکن یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہی اور زورہ سکتی تھی۔ باد جو اسکے کہ قنوج میں اس نفس نے بھی حکام ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف سر نہیں اٹھایا مگر جیسا کہ مشورہ تھا کہ آئے ساتھ گمن بھی پس جایا کرتے ہیں۔ باشندگان قنوج کو بھی کسی قدر مصائب جنگ کا شکار ہوا۔ انگریزی فوج کی ایک جہز پ فریخ آباد کی سپاہ سہ ہندی کے ایک دستہ فوج سے آگئی فوج یہ آباد کے ایک رئیس نامہراک اندیش کے حکم سے وہاں بڑا بڑا ٹالے پڑے تھے اس سرکہ جنگ میں امر رعایا کے شہر کے مکانات سارا اور ذرا عتین مرید ہو گئے اور انکا تمام اسباب امانت پرست

سکھون اور پنجابیوں کی غارت گری کے نذر ہو گیا دوسرے روز قتل عام کا غافلہ
 سے بلند ہوا اور مارشل لاس کے جاری ہونے کی افواہیں فرخ آباد سے فوج اور خوجہ
 اور مضافات شہرین پھیل گئیں اور ہر طرف ایک بھاگوسی جگہی سارا گھر تاراج دست
 ہو گیا۔

ورو دیلگرام والا جاہ کے والد سید علائقہ کے متعین اور ارادتمندان خاص نے
 یہ حالت دیکھی تو وہ ان کو اور ان کی اخوت و والدہ کو اپنے ہمراہ بلگرام میں لے آئے۔ یہ
 نامور مشہور قصبہ ہے جسکو قدیم زمانہ سے دارالعلم ہونے کا فخر حاصل ہے اور اس کے
 مقبولین میں وہ اہل درجہ کا قصبہ شمار کیا جاتا ہے۔ جس سے بڑا شہر بھی اس کی عظمت
 شرف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ شہر قنوج سے دریائے گنگا کے دوسرے کنارہ پر چار باجی
 کے فاصلہ پر ہے یہاں ایک محلہ سیدان پور ہے اسی میں گریہ کا مکان لیکر یہ کاروانی
 آباد کیا چند مہینے تک یہاں قیام رہا۔ درحقیقت یہ زمانہ اپنے سلسلہ سوری اور عظمت و
 کے لحاظ سے ہندوستان پر نہایت مصیبت فیز اور اندوہناک زمانہ تھا۔ جو از مہ سفلہ
 کی یاد دلا کر دونوں کے زخم ہائے گمن کو تازہ کر دیتا ہے۔ والا جاہ کو کوئی مصیبت نہ گنت
 سیاہ جاناؤشن اور نانی خشک شبینہ پر دقت گزاری کرنا پڑی۔ جب کچھ پھٹ جاتا ہے
 سے سی لیتے جب میلکا ہو جاتا خود دریا پر چاکر دھولے متعین کا جی اس سے زنا دہ
 حال نہ تھا

کے مہا واپس شکر افس	کہ آدمی بس واپس نہ نادر می
---------------------	----------------------------

ادھر دوسرے تہید مستی اور فاقہ مستی کے ملاپ سے کبھی فرض یا نہ کسی کے سامنے
سوال پیش کیا۔ اور اپنی حالت نے انکی پر صابر اور فاقہ مستی سے

عالم نیست بیدل در نہ بہاب جہان | انچہ باد کار و ایرم اکثرے در کار نیست
 اسی زمانہ میں ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ ہناتے اور کپڑے دھونے کے لیے دریا پر گئے
 انار کر کنارے پر رکھے اور بائی میں انکر غسل کرنے لگے اتفاق سے سکھ اور پنجابی لپٹن
 سپاہی اُدھر سے گزرے چونکہ والا جاہ کا شروع و سفید کھلا رنگ تھا۔ سپاہیوں کو
 اگر پرہیزگار شیمہ گذرا۔ اور ان سپاہیوں نے لپک کر ان پر بدوق کا فیر کرنا چاہا۔
 لپٹن قہمتی سے ایک وجہ ان اُدھر آ رہا تھا جو چند سال قبل قنوج میں کاشنکاری کر چکا
 اور وہ وہاں کے دیہات کا گھسیا تھا۔ وہ ان سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور
 ساری کیفیت دور سے دیکھتا چلا آ رہا تھا۔ وہ دوڑا اور ان لوگوں سے چلا کر کہا۔
 صاحب نہ کرنا یہ تو بڑے حضرت صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ میں ان کو برسوں سے
 جانتا پچانتا ہوں۔ جب ان لوگوں کو اس کے بیان اور گویا ہی پر کامل و توفیق ہو گیا اور
 ان کے اپنا اطمینان کر لیا تو وہ سید سے منہ اٹھائے ہوئے اپنے راستے پر چلے گئے۔ والا جاہ
 نے سید سے ارحم الراحمین کا شکر ادا کیا اور ہنسا دھو کر گھر واپس آئے۔ اس حالت کشمکش
 و عالم اضطراب میں انھوں نے ایک قصیدہ عربی زبان میں جناب رحمۃ اللعالمین
 در کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نصرت میں لکھا اور اسکا نام قصیدۃ الغبرۃ فی مدح خیر البر
 کا جو حسب ذیل ہے۔

اختارت بين اماكن الغبراء
 هل لي مكان فيا طلب راحتي
 صافيا لي فوقها لمواضع كلها
 قلبي يطير الى طيور مروجهما
 بابي بلا قعرها التي فافت على
 فالاح في جود السماء يواسق
 كيف الوصول الى منازل طيبة
 لو كان ادنى جحذة نبوتية
 اني عشقت على قامة طابت
 ليسر الباع بارضها في قلبي
 كيف الذي يجوز نزول رنوتها
 ان بات جسمي نازحا عن ارضها
 ولقد ثملت بنفحة النسيان
 نفسي الفل علفت ربة قد ستم
 طوبى لها من حيث حل بهجتها
 فازت بمحراج البراقعة ات
 لله جذبة واهب الالاء

دارا لكلمة بقعة الزوا
 من دونها في البر والياب
 الا لعرش فاح في الاريا
 والى بحوار رياضها الغنا
 وادي المقدس هيض الا
 الا وادى الناس في احشائها
 فيها المفتقر حصول رجاء
 لوصلت ثم يأسع الاكاء
 فمضى افوز بجنة الدنياء
 شتان بين الهند والزوراء
 يتوى بها في هجرة وسواء
 فالقلب فيها عمدة الوكلاء
 من روضة مخوفة بهاء
 فيها نبي سيد البطحاء
 نور تجل فوق سبع سما
 هذا العمري اعظم النعماء
 ونها بروية ربه بلخ المنى

يلقى في هذا الذهاب كابة
 التي بوضوان وغفران ال
 منت نبوته وادم جدينا
 وفي امارات النبوة انهم
 ليخلق الله القلب يعرفه
 هو ركن بيت الله جل جلاله
 بكفيه في وصف المكاة انه
 نور الهى تجل رحمة
 بر اس نادى الانبياء ونورهم
 ماوى الذي اضناهم مبعشة
 اعل اجرة تخصصا ساسا
 روى صلاة الخافقين يمينه
 تجلى اله المرش عن مكانه
 قد ابطال الملل اسواق دينه
 ماذا اقرب في مدحك ما
 انت الذي اثنى عليك الله في
 قد كنت مشتاقا الى القيامة

ولعاد في آن مع السمر
 عشاق حضرة الهيل وال
 قد كان في اسم الشرف والماء
 اعبري المصاقع عمرة العرباء
 في رتبة فضيلة وضوء
 وعما دهنى القبة الخضراء
 سبب التحليق المشرى وسما
 عني انا رجاء وس الغبراء
 حادى حلة الليلة انظما
 القلاصرون الدهر في لباس
 وافادة عزاء على الانشاء
 فيه سخاوة ديمته مرطلا
 متارة عن وصمة الكخفاء
 ان الضياء لم يطل الظلماء
 بحر الموصف عن بيان شفاء
 صفر كسرير كاشف الاشياء
 متقيل البلاء لسل الاهواء

حقى لقيت جمالها بين الكرم
ومثلت مبتللا لدية راجيا
انظر الكرم الى الفقير عطوفة
وحبا المواعيل ههنا رفاة
فجعلت اجمع رحمة من نظرة
ووجدت تغيير هذا اكاملا
وجلت في كمد عريض مزرك
يلبثني الفيت يوما بلغة
لخرجت عن داري سريرا لجل
ليس التعجب ان ظفرت بروية
فالصب احيا نايقر عيون
والشوق للمشتاق هاد موصول
لا عن وان الفيت زورة كفنا
يا سيدى يا عروتي وبييت
يا مقصلى يا سورة معاضدى
قد جئت بابك خائفا متقيا
شفقت بجاهك صار ملقلا

وظفرت بالبنارس في انظار
نيل لعناية عذرة السرا
انظر الطوفة شجرة الكرم
شتان في التعداد والاحصاء
وظفقت اقطف وردة النعماء
نيل امنى من طابة وجراء
متصرفا بلواجم الوعشاء
ورحلت نحو الحضرة العليا
لو كان شيئا في يدي الصفر
بعد التماذى وانقطاع سر جاء
نيل لمنى من عادة الدماء
نحو الرجاء بوسيلة الاهواء
حق على الاباء للابناء
يا عدتي في شدتي ورجاء
وذريعتى يا مرصدي مولا
فتاوها بتفنى الصعداء
مالي وراءك صاروا الضراء

انت المغيث برحمة وكرامة
رحمة فقير جاء بابك راجيا
يا حسن الى عبد بحبك الاند
كان انت المحزون جارا راجئة
انج مراحمى يا كريم كرايم
انشى مدافع معشر متجانف
مالي وراءك مستغاث فارحم
لا ينبغي سرقة العاقلة ثقافلا
نهر الذي هو سائل متقرب
يا ايها الشمس لربيع مكانه
المع على عناية وعطوفة
والك الشفاعة والمكانة في غد
ورجاء عبدك من جنابك سيدى
وعظيم رجوى ان تكون مشفعى
وسواك مالي في القيا متشافع
لا زال مدحك باقيا بين الورى
اهدى اليك الهنا متواترا

في رحمة وغوايل وبلاء
انت الضمين بحرمة الفقراء
ياوى اليك مخافة الاملاء
من هذا البلوى وذلى اللأداء
انت القدير على نفاذ رجائى
ههنا بقتلى وانقطاع بقائى
يا رحمة للعالمين بكائى
شان الكرام رعاية الغرباء
الى يجوز للعبة العظماء
ضاعت بنورك ساحة التباء
وانر خادس مجتئى السوداء
ولانت اكرم معشر الشفعاء
نيل الشفاعة زبدة الآلاء
في عفوز لاني بيوم جزاء
انت المخلص لى من الباساء
من عبدك المصروف في الاطراء
دار الصلوة الزهرة العزراء

يا سيدى

يا سيدى

يا سيدى

يا سيدى

والی معاشرہ صحیحہ العالمین و	الاکرام السادة الکبراء
ما تفرزت کلاہ اح من نفس اصیاء	وتنفس کلاہ و اح باکضواء

والا جاہ مردم نے جناب رسالت گنبد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پر انوار
 خواب میں مشرت ہونے کا جو ذکر اس نظم میں کیا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ماہ
 مستحلہ ہجری میں وقت تنجد قریب صبح صادق جبکہ وہ تخرج میں تھے انھوں نے
 دیکھا تھا کہ وہ مجلس سے اٹھ کر مردانہ میں آئے ہیں وہاں محسن میں چھوٹے تھے
 تخت چھپے ہیں اور ان شخصوں کے نیچے آپ صغانی کی ایک ہز جاری ہے اور ان شخصوں
 سے ایک تخت پر حضور سرور کائنات روحی خدایہ رونق افروز ہیں اور آپ کے سامنے
 انار ہائے شیرین کا ایک انبار لگا ہوا ہے آپ کے جانب نقایک عمارت جوقع
 بنی ہوئی ہے اسی انبار میں کسی نے والا جاہ سے کہا کہ دیکھو خواب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 یمان تشریف فرما ہیں یہ سننے ہی وہ قریب پہنچے اور اب کے ساتھ سلام کیا آپ
 سلام کا جواب دیا ایک بیک انکی نظر رسول خدا کے رونے مبارک پر پڑی تو تمام سر
 موئے مشکین نظر آئے جو منا گوش تک دراز تھے ریش مبارک مد در نمی لیکن نہ طوی
 نہ عرض بلکہ بقدر یک قبضہ چہرہ مبارک چمک رہا تھا قصد کیا کہ آگے بڑھیں تاکہ
 تخت کے قریب بغضائی آپ کی وجہ سے پاؤں پہل گیا مگر انھوں نے اپنے کو سنبھالا اور
 تخت کے ایک جانب قبلہ رو ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے
 آنحضرت نے منہ سے اٹھ کر ارشاد فرمایا جس کو وہ پورے طور پر یاد رکھ سکے گا اسے

یہ عرض کیا کہ میرے یہ نصیب کمان تھے کہ میں دیدار پُر انوار سے سعادت مند ہوں

سن و این و تہ از کجا لیکن	مور پروردہ سلیمان است
---------------------------	-----------------------

مول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو انار اس انبار سے اٹھائے اور ان کے قریب
 فرمایا پھر وہ دو انار عطا فرمائے انھوں نے جلدی سے ان انار دن کو لے لیا
 بعد کے جو واقعات خواب میں گذرے وہ ان کو بیدار ہونے کے بعد یاد نہیں ہے
 اسی بات یاد رہی کہ کسی مکان کے گوشہ سے ایک نرم و خزینہ آواز سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا کہ
 ان شخص چند اشعار شوقی مولانا دوم کے طرز پر پڑھ رہا ہے انھوں نے وہ اشعار خواب
 میں اکر لئے مگر صبح کو جب سوکر اٹھے تو وہ سب اشعار فراموش ہو چکے تھے صرف یہ
 صبح یاد رہ گیا تعلق

فتیہ کم اندر مدینہ می شود

جس وقت یہ اشعار خواب میں انھوں نے سنے تھے اُس وقت مدینہ منورہ کی پوری شہر
 ل آنکھوں کے سامنے تھی بیداری کے بعد بھی مدینہ کے درود پر اور خواب میں نظر آئے
 وہ بخوبی یاد ہے والا جاہ کہا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں مدینہ کے ایک کوچہ تنگ کو
 سجاو بہت پاک و صاف تھا اس کی دیواریں مٹی کی بنی ہوئی دور تک چلی گئی تھیں کنگلی
 و خدامت کے آثار اس کے تمام اطراف جو انب میں نمایاں تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا
 اس میں آبادی کم ہے اور اس کے تمام گلی کوچے سے سنسان ٹپتے ہوئے ہیں اسی حالت میں

کسی جانب سے ایک آواز بطور غزل سنائی دی میں نے اوس مکان لگائے اور اشارہ
 کیا آگے کھٹکنے کے بعد پھر اس ایک مصرع کے کچھ یاد نہ رہا وہ مصرع یہ ہے

اما بر استیتم ضعف بدلی است

خواب سے بیدار ہونے کے بعد دانا جاہ پر صبح تک گریہ شادی آئینہ اور وقت
 و درجہ کا ایک قلم پر پارہ اور ایک عجیب سرور اور بد قلب حاصل ہوا

حجر کر کشیدہ و صلیح بنجواب میدیدم

دانا جاہ نے اس خواب کی تعبیر خواہ اس طرح بیان کی ہے کہ وہ فخر و سیاحت
 حرمین شریفین کے حصولی زیارت کی طرف اشارہ ہے اور مصرع اول میں مرثیہ طیبہ کا
 یہ حادثہ سے محفوظ و مصنون ہونا پایا جاتا ہے اس کی افادت کے متعلق اس نے مصرع
 ایک نہایت لطیف کلیج ہے اور دوسرے مصرع سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زمانہ فقیر و فساد
 فساد کے ذہن کو چھوڑ کر دارالاسلام تاجانہ کی طرف ہجرت نہ کرنا اور تہمتی اور زاد و دارالاسلام
 قلت و کیا بی وغیرہ کے عذر اسے لاطائل کہ موانع سفر فرار و نہایت ہی اور ضعیف
 کی صریح دلیل ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد اس نے تعبیر پر محل سے متاثر ہو کر اور شوق زیارت
 حرمین حرمین سے بیتاب ہو کر وہ دعا کرتے ہیں

از گدایان تو ہمشاہ بفرما دے

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامہ فی بلد رسولہ شہادۃ فی سبیلہ وانا جاہ
 اس پیشتر سے لے کر ایک مستقل نظم عربی میں بھی تحریر کیا ہے اس کے نسبت وہ کہتے

میں پیشتر فقیران فقیران فقیران فقیران رویت برشتہ نظم کبیرم و با ایک سلیقہ نظم
 کی چنانکہ بایہ من نبود اما از برکت دیدار جناب سیدالابرار آن صفت دل محمدی
 وایا شاہ ہیں

اولیت رسول اللہ فی النوم لیلہ	وقد كنت مشتاقا الیہ مستیما
سخت نسیم اکریما معطرا	وصادفت رجعا ناشریفا معظما
وفاؤنی رحمتین براء فقی	واؤلی نصیبا من عطاء متما
وحنان تعفی فی جوانب بقعة	بدموت حرمین مستیین ترفما
طار فواد ی من غناہ ناثرآ	وسالت دموعی فی ہواہ معما
سیت اناشد المغنی کاہا	سوی المصرعین فی خیالی تقما
لفظہ ہما زوما النصیح وکیفہ	ہما فی فواد ی باردی العشوق اضرما
فاحدا ہما اومت الی امن طیبہ	واخری بضعت القلب النفس صرما
ما الضعف لم یبلغ ترابی باوہما	نعم جاد شادی فی مقال تکلمما
مجدت بہ شرح الصدور وحر	وعبرت ذلک النوم خبر ما صرما
ساقی الی زولع عطیہ ناویا	داوی الی بطحاء مکہ صرما
اقبل جمل اسود متواضعما	واشرب ماء شافیا کان زفرما
والقی رحالی فی ربوع مدینہ	وادفن اکراما بلقیع معظما

والتعبیر منہ عام ہوتا ہے

آغاز حفظ قرآن قیام بگرام میں بیکاری اور روز افزون ترددات سے تنگ آنے چاہا کہ کوئی ایسا مفید مشغلہ اختیار کیا جائے جس میں بیکار وقت ابھی طرح گزرتا اور خاطر آشفہ کو ایک گونہ تسلی و تسفی حاصل ہوتی رہے یہ خیال کر کے غرق حجب و حجاب سے اٹھ کر قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور تھوٹے دنوں میں چند پارے اس کے یاد کر لیے مولوی سید محمد بگرامی مرحوم نے حفظ قرآن کے شروع کرنے کی چند تاریخیں لکھ کر یہ حفظ کلام اللہ احکام دوسری برہنہ حفظ کلام قدوسی بعد کے حفظ کی یہ تاریخیں لکھیں کہ اگر قریب بصد حفظ کلام اللہ الملیک۔

مراجعت وطن

قرآن کو ہم کے اسی دوران حفظ کے زمانہ میں آتش غدر و جوہند دستان بھڑکنے لگی اور جس کے شعلہ لائے خانان سوز آسمان تک بلند ہو رہے تھے اب فرو ہونے لگی تھی چنگار لہان اُس کی ادھر ادھر اڑتی ہوئی باقی رہ گئی تھیں اور غوب الوطن لوگ اپنے اپنے گھر دن کو واپس آئے کا قصد کر رہے تھے اور بعض اُن میں چل کھڑے ہوئے تھے والا جاہ کو فروج چھوڑے ہوئے ایک دمانہ گذر گیا تھا شہر دن کی تباہی دیکھ کر اپنے گھر کی بربادی یاد آئی

دشت کو دیکھ کے گھریا د آیا

یاد آئے گھر دیکھ کے دشت

آخر کار سب عزیزوں کو ساتھ لے کر بگرام سے قریب روانہ ہو گئے یہاں پہونچا تھا کہ خانہ داری کی ضرورتوں نے غیر مقدم کیا اور فکر معاش نے دیر دل پر اگر دشت کی یاد

کوئی صورت نہ تھی چارنا چار وطن کو چھوڑ کر تہیہ سفر کیا۔

وطن سے روانگی

مقام دینندہ بشپ بگرامی کو فتح پور مہوہ اور الہ آباد ہونے ہوئے تیرہ روز گذرنے کے بعد پورمپونچے اور اکبر علی خان سو داگر شاہ ہماچوری کے مکان میں ممان ہوئے صاحب موصوف معرفت سابقہ کی وجہ سے بہت خاطر داری اور ممان فواری ساتھ پیش اور واضح اور کریم کا پورا حق ادا کیا۔

مولوی عبدالرحمن صاحب ہماچر ساکن بہندولی سے یہیں ملاقات ہوئی یہاں آئے ہوئے سے روز دہوئے تھے کہ اس استاد میں خوش قسمتی سے غولے سہفت علیہ الکتاب۔

دفران ریاست بھوپال کی جانب سے رئیس مظفر قاب سکندر بیک صاحب کے ان داعب الاذعان انگلی طیبی میں صادر ہوا۔

سات کا موسم تناز و دشوار سے بارش ہو رہی تھی اسی حالت میں اُن کو تیسری محرم ۱۳۱۱ ہجری کو جانب بھوپال روانہ ہونا پڑا۔ گیارہ روز زمین ریاست بھوپال ہونے کے بعد کی تیرہ تاریخ کو وہ جیلپور پہونچے اور کی بارش کے انتظار میں بیٹھ روز مولوی ناصر اللہ صاحب کن پوری کے گھر ممان رہے گر بارش کا زور کسی طرح کم ہوا۔

واقعہ الملمہ بھوپور اُجب انھوں نے موسلا دھار پانی میں کسی قسم کی کمی نہ دیکھی اور تفصیل حکم

خان ماسیٹہ جٹنہ یاد رہے ان کی شکایت کا انتقال کی رہنمائی فرمائی۔

سرکاری میں زیادہ تاخیر ہونے کا اندیشہ ہوا تو **حَسْبُكَ اللَّهُ وَبِعَمَّا لَكَ**
 لکھو واپس روانہ ہوئے ایک روز کوفت دست سحر میں ایک نری پر سے گزرتے ہوئے
 بارش کے سبب سے پانی پر اگیا تھارات کا وقت تھا کہ یہ کایک سر ٹھوٹے کے
 دھاڑا اٹھائی آئی تب کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ بھی غوطے کھا کر اس میں ڈوب جائیں
 نری کے وسط میں ایک سنگہ گران پڑا ہوا تھا اور اس کا ایک بڑا حصہ ابھرتا تھا
 کے بھاڑ اور موجوں کے تلخ طم کا سدا راہ تھا وہ اسکی سطح مریع پر چڑھ کر ٹھوٹے پر
 اسی حالت میں اس پر ٹپکتے رہے بارش کا سارا پانی ان کے سر پہ سے گزرا تھا چنانچہ
 لکھتے ہیں ۵

از برنگال ہند کے رافراغ فرست	ایک خانہ نیست کو گل ایوان فضل و رفعت
ترشد ہر آنچہ بود ز اسباب دجا صا	چیزے کہ خشک اند بخور از دلاغ

جب صبح ہوئی اور آفتاب طلوع ہوا راہ گیر ادھر سے اُدھر آتے جاتے تھے اس وقت
 ان کو اس عیبیت جاکاہ سے نجات ملی کہ پڑے دوسو پین خشک کیے سواری تھے
 اور سوار ہو کر آگے روانہ ہوئے اس طرح ہزار تکلیف و دشواری کچھ ہی سفر شش سالہ
 وہ بھوپال پہنچے۔

دوبارہ دُرود بھوپال

بھوپال پہنچکر مارا حمام منشی جمال الدین خان ہمارے ملاقات ہوئی اور اپنی کام

ان سے بیان کی وہ مصائب سفر کا حال سنکر بہت دلیہ ہوئے مگر بھوپال چلے آئے
 بہت خوشی ہوئی پھر انھوں نے ریکہ منظر سے جا کر سب حال عرض کیا اور
 نری کی اطلاع دی۔

کہ حکم طلبی اور عدم حاضری کو زمانہ زیادہ گزر گیا تھا اور اہل غرض اور لڑکوں
 کا طلب ہر آری کا کافی موقع مل گیا تھا ان کی سعادت کی وجہ سے کوئی بات نہیں تھی
 مسئلہ کے ملازم رکھنے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ وہ کون کی زندگی انداز سے
 کاری شہر سے چلے جانے کی نہایت عداوت ہوا ۵

من زانی بجا اب درنی چند چہ ہر	من نہ اتم ہشا من و دوزخانی ہشا
-------------------------------	--------------------------------

روانگی جانب پور

قرور ویش بجان درویش - والا جاہ تو آدم جمع الاول شمسلمہ بھری کوہ شمشیر
 اس سے رخصت ہوئے اور بچے پور کی جانب روانہ ہو گئے ۵

ماز بھوپال گزشتیم تو دل شاد نشین	فضل پر در مزن و خار بہ دیوار ہن
----------------------------------	---------------------------------

اس ناشدنی سوا اتفاق کے نسبت وہ لکھتے ہیں۔

الحق ابواب رحمت الہی و معرفت کہ درین ابتدا و بر من مفتوح شد ہر گز در روزگار
 آسودگی ملاحظہ نہ تھا و اندک شکر و حمد الہی درین معنی در بسیار عداوت اند کرد
 بلاشبہ زانکہ ابتدا و عیبیت میں عباد صالحین اور ارباب بصیرت و تقیہ پر اصرار رکھنا

اور روز قدرت کے ایسے عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں جو عامہ بھلائی اور صاحب
دولت و سلطنت کو زمانہ ناز و نفرت میں کبھی نصیب نہیں ہو سکتے۔

تفاوت است میان ضعیفین و قوی	تو ہمتی در دامن فتح بابی شوم
-----------------------------	------------------------------

اغین میباش لطفی نامرادی بخت	بسا مراد کہ در ضمن نامرادی است
-----------------------------	--------------------------------

ٹونک میں داخل اثناء سفر میں یازدہم ریح الشانی شیشیہ بھری کوئی کا گنہ روا
اور ملازمت ٹونک میں ہوا سید حمید الدین صاحب مرحوم کے مکان پر چہند روز

مسافرانہ مقیم رہے پھر حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی قدس سرہ کے غریب
سید جمیل صاحب حکیم سید القوم غلام ان کو وہاں سے اٹھا کر اپنے گھر پر لے آئے دو سینیہ کچن

رکھا تو اب وزیر الدولہ امیر الماک محمد وزیر خان بہادر حضرت جنگ مرحوم نے دالاجہ سے
ٹونک میں اقامت گزین ہوئے پراصرار کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ پچاس روپیہ ہانہ شاہراہ

منقرہ کردیا اس تعلق نے ان کو ٹونک کے قیام پر مجبور کر دیا آٹھ ماہ تک وہ وہاں رہے
مولوی امام الدین صاحب مولوی سراج الدین صاحب مولوی حیدر علی صاحب کے

سید محمد ذکر یا صاحب سے مصنفین گرمہ میں نہ بہت کچھ ان کے ساتھ فواضیل و دلجوئی کا برتاؤ
کیا کرتے تھے۔ دالاجہ لکھتے ہیں کہ ٹونک میں طبقہ علماء میں سے کوئی ایسا صاحب علم و فضل

نہ تھا سید صاحب موصوف غلام ہادی الاول شمسہ بھری کو روز بعد ریاست اندر میں اغفال کیا اور سفر
متصل میدان کا گذر میں دفن ہوئے غفر اللہ لہ۔ ۱۲

والہی سوچ و نہ تھا جو قابل ذکر ہو صرف چند سادات پیر کی کہنی تھی جو ان کے ساتھ خاطر و

مہم سے پیش آتے تھے خصوصاً مٹھی ٹھوڑی علی مرحوم جو ایک متین اور جہانگیر آدمی تھے
مہم سے تعارف رکھتے تھے وہ غایت حسن خلق اور فواضیل سے ان کی مدارات کیا کرتے تھے

بہ کچھ تھا مگر وہاں کی طرز معاشرت کی ناشائستگی اور طریقہ بود و باش کی عام خرابی سے
دالاجہ ہمیشہ متغیر اور پرداشتہ خاطر رہا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دل میں ترک تعلق کا

حکم ارادہ کر کے وہاں سے زیر الدولہ بہادر سے چار سینیہ کی درخواست کی پھر حکم منظوری
پر زمین ہوا تھا کہ یکایک۔

سید شعیب کا دوبارہ ایک خط مارا لہام مٹھی جمال الدین خان بہادر نائب اول
راست بھڑپال کا اور ایک فران طلبی دیکھنے منظور کا پہنچا اس خط

کا اور فران کے مضمون سے ان سب خود ساختہ خاندان ساز شکوک اور اوام کا بھی پورا و فیہ اور
مانہ ہو گیا جو بعض افراد پر دازون سے دیکھنے منظور کے دل نشین کر دیے تھے۔

دو چار روز کے بعد دوبار ٹونک سے درخواست خفیت بھی منظور ہو کر آگئی اور دو تین دن

ان ذی الحجۃ شمسہ بھری کو سرحد ہوتے ہوئے ٹونک سے بھڑپال کی جانب روانہ ہو گئے۔
روانگی بھڑپال نصف راہ تک حاجی دیوان شمس الدین صاحب کا ساتھ رہا اور ان کی وفات

سے سفر میں بہت آرام ملا دو سو تین محرم شمسہ بھری کو وار د بھڑپال ہوئے۔

ان ذی الحجۃ شمسہ بھری کو سرحد ہوتے ہوئے ٹونک سے بھڑپال کی جانب روانہ ہو گئے۔
روانگی بھڑپال نصف راہ تک حاجی دیوان شمس الدین صاحب کا ساتھ رہا اور ان کی وفات

سے سفر میں بہت آرام ملا دو سو تین محرم شمسہ بھری کو وار د بھڑپال ہوئے۔

از طرف جن نسیم اقبال وزید	وزنگین امید محل لطف و مسید
یعنی کہ حسن طالع و بخت معید	پر وازہ التفات عا مش بر سید

بھوپال میں داخلہ
اب بھوپال دو اکٹھا سا بھوپال نہ تھا بلکہ قدرت سے واقعہ
کے عروج و اقبال کے جس قصر عالی شان کی تعمیر شروع کی تھی یہ اس کا سنگ بنیاد تھا
والا جاہ نے رئیس مغل کے حضور میں حاضر ہو کر حسب رشتہ ریاست ندریش کی رہائش گاہ
خندہ پیشانی اور حسن انکساف کے ساتھ پیش آئین اور مصارف راہ کے بارے میں حسن مذاکرہ
کایا فرمایا۔ گزشتہ واقعات کے نسبت اظہارِ مصلحت و معذرت کیا۔

تو نظر باز نہ رہے تھانہ نگر است

ملازمت ریاست

ملازمت ان کو توفیق کی گئی اور بھوپال پر مقرر ہوا۔ والا جاہ

رئیس مغل کی شفقت پیش از پیش اپنے حال پر دیکھ کر نواب وزیر الدہ و وزیر الملک

محمد وزیر خان نصرت جنگ مرحوم کی خدمت میں ایک عریضہ دربارہ استعفاء

ملازمت روانہ کیا اور ساتھ ہی اس کے اپنی جدید مولفہ کتاب تحفہ فقیر ہدیہ

ارسال کی اس عریضہ کے مخصوص الفاظ یہ ہیں بعد رسیدن بھوپال چنانچہ

گرایش واقعات جناب نواب سکندر یگم صاحبہ دام اقبالہا شدم کہ پوزش این

و آن در غرض ازان گنہائش داشتہ باشد از آنجا کہ این ریاست سرکار قدیر

این ریاست است انا حقوق این آستان فیض نشان سے بر ذمہ دین بھوپال پر

نابت است با ہم شورش و قیویش از دیدار عزیزان وطن ہم بہ محرومی ساخت تا بہ

تو کس چہ رسد

دارالمہام منشی جمال الدین خان بہادر نائب اول ریاست
بھوپال کی دختر نیک اختر سے نکاح

اسی زمانہ میں دارالمہام صاحب بہادر جو بہت پہلے سے والا جاہ کی غیر معمولی قابلیت

علم و فضل و وجود اخلاقی پرستی و آزاد بخشی اور خاندانی شرافت و عظمت کا صحیح اندازہ

در بارہ تحریر کر چکے تھے۔ ان کی مردم شناسی حق پرستی اور حقیقت بینی کا یہ تعاضل ہوا

ان میں اور والا جاہ میں جو خصوصیات محبت و اخلاقی روحانی پہلے سے قائم تھیں

ابت فریبہ کے ذریعہ سے اور مستحکم کیا جائے اور ان کے لیے ایک رفیق زندگی پیدا کیا جائے

رفیق خوب کیا اب است چون اگیر د عالم

دارالمہام صاحب بہادر کی دو صاحبزادیان تھیں۔ رجبی بیگم اور ذکیہ بیگم

صاحبزادی بیوہ تھیں اور دارالمہام صاحب بہادر جو ایک اعلیٰ درجہ کے مشرع و شاعر

بزرگ تھے اور احکام مذہبی کے سختی کے ساتھ باہند تھے مطابق آید کریمہ خان کو الا یا

ان کے محل ثانی کی فکر میں تھے والا جاہ نے ان کا ایسا پر اس صلت کو اتباع سنت کا ذریعہ بنکر

مشہور اور پسند کیا۔

فی الجملہ تبتے ہو کا فی بود مرا

دارالمہام صاحبہ نے روز جمعہ پچیس شعبان ۱۲۸۰ ہجری کو اپنی دختر نیک اختر

نکاح ثانی ان کے ساتھ کر دیا اس تقریب سعید میں تمام ارکان و اخوان ریاست دہلی

دوسوئی و اعلیٰ و ادانی ریاست شریک تھے مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم
 بن مولوی عبدالحی مرحوم نے جو مولوی اسحاق صاحب مرحوم بہادر کوکھ نظر کے داماد تھے
 مولوی مسجد میں خطبہ کج پڑھیا اور زنا محرم اسحاق بیگ صاحب اور محمد خان صاحب گواہ
 مدار المہام صاحب نے تشریح پانچزار مقرر کرنا چاہا تھا مگر والا جاہ نے منظور نہیں کیا
 آخر کار مقرر غلطی قرار پایا خطبہ کج تمام ہوئی بعد مدار المہام صاحب نے کھڑے ہو کر کج شان
 کے فضائل اور مخالفان تبلیغ سنت سید المرسلین کے ذالم پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا

مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر مرحوم کے مختصر حالات

یہ منشی حمید الدین مرحوم بن محی الدین بن حسام الدین کے بیٹے تھے سلسلہ نسب ان کا
 محمد بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر منشی ہو تا ہے قدیم وطن ان کا بوریہ سہارن پور تھا
 علامہ جمال الدین جہ شیخ حسام الدین نے سکون کے مقام سے تنگ آکر اور ملک وطن کو کے
 قصبہ کوتاہ میں جو شاہجہان آباد کے متصل دہلی کے شمالی جانب تین کوس پر واقع ہے آکر
 بود و باش اختیار کی یہاں منشی جمال الدین خان مرحوم سلسلہ ہجری میں پیدا ہوئے جب
 سیر تیز کو پہنچے تو تحصیل علم کی غرض سے دارالسلطنت دہلی میں آئے اور ایک معزز شریف
 خاتون کے یہاں سے جو انکی والدہ سے معرفت سابقہ رکھتی تھیں تیس روپیہ ہوا ان کا شمار
 مقرر ہو گیا یہاں درہ مولوی ملک علی صاحب مدرس مدرسہ انگریزی کے حلقہ درس میں

مل ہوئے اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مجالس و عظیمین شریک ہونا انھوں
 نے اور پر لازم کر لیا چونکہ عفوان شباب کا عالم تھا اس زمانہ میں رفتہ رفتہ ان کے
 بدن پیراں رنگین کا مجمع رہنے لگا فوجوانی کی عزت اور جسند است طبعی کے
 اثر و زریع کے سامنے شمع علم کی روشنی ماند پڑنے لگی۔ شطرنج کی ایک باشت بوساٹنے
 پر روزگار کا نقشہ دل سے بھلا دیا شب و روز اسی دچھپ شغلے میں سارا وقت گزرتے
 اتفاق زمانہ دیکھو کہ اسی دوران سال میں اس شریف خاتون کا جسکی سرپرستی پر مدار بہر
 حال اشتغال ہو گیا اور خود بھی بیمار پڑ گئے۔ یاران محبت نے جب ان کو مفلوک احساس
 میل پایا اور کوئی اپنی دلچسپی کا سامان دیا نہ دیکھا تو انھوں نے کنارہ کشی اختیار کی
 مناسبے یا رہہ دگا رہ گئے رباعی

ایک نہ دیکھا ہر اک یگانہ دیکھا	اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
جسکو دیکھا غرض غرض کا اپنے	دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

خوش منشی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو مجالس عظیمین منشی جمال الدین خان مرحوم کے بالائے
 حرکت کی دھڑ سے ان سے نجوبی واقف ہو گئے تھے جب ان کو مجالس و عظیمین رفتہ غیر حاضر
 یا قرائت کے حالات کے متلاشی ہوئے تو لوگوں سے خبر علات سکر عیادت کے لئے انکے گھر پر شریف پڑا
 در ہر طرح سے ان کی قسلی دشمنی کر کے ان کی دستگیری میں کوشش کی۔ شاہ صاحب کے اس ایثار
 و فیضان صحبت نے ان پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ اسی وقت سے تائب ہو گئے اور تمام بود و لعب کو
 چھوڑ کر تبلیغ شریعت اور تحصیل علم کا سلسلہ از سر نو شروع کیا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب بہادر

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کے حلقہ درس میں داخل ہوئے اور مولانا
محمد احمق صاحب اور محمد یعقوب صاحب ہمارے معتمدین سے تعلیم کی تکمیل کی حکیم مومن
دہلوی مرحوم اور خاقانی ہند محمد ابراہیم ذوق دہلوی مرحوم اور مولوی امام بخش صاحب
سہیلانی مرحوم کے بزم شعر و سخن میں شرکت کیا۔ علاوہ ان کے اور جو مشاعر شریف
اور کھٹواؤں میں دقت ہند وستان کے سرمایہ ناز و افتخار تھے اکثر ان کے مشاعر و نثر میں
شرکت کا اتفاق ہوا۔ جب تحصیل علم سے کفایت حاصل ہوئی تو وہ برہیل قلاس
اندر رہ پونچے اور صاحب رزیدٹس اندور کے آفس میں پندرہ یا بیس روپیہ مشاہیر
ملازم ہو گئے۔ ہنوز کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ انھوں نے ایک شب خواب میں
کہ وہ ایک بلند دیوار پر کھڑے ہیں اور خنجر ہر طرف سے اُس دیوار پر حملہ آور ہیں۔
یہ سو کر اُسے تو قہر کے طور پر معایہ خیال اُنکے دل میں جم گیا۔ کہ میری موجودہ ملازمت
کو ضرور اس واقعہ سے ایک گونہ تعلق ہے چنانچہ وہ فوراً اپنی خدمت معتمدین سے
مستعفی ہو گئے۔ چونکہ رزیدٹس اندور سے اسلامی ریاست بھوپال کو تعلق تھا اس لیے
انھوں نے اپنی ملازمت کی جدوجہد کے لیے اُس کو جلا نکال دیا اور مولانا سید
رفیع الدین دہلوی کا ایک سفارشی خط مولوی اسلام اللہ خان صاحب کے نام لیا
تیس برس کی عمر میں بھوپال آئے اور ان کو خط دیا۔ مولوی اسلام اللہ خان صاحب
اپنی ایک عرضی کے ساتھ ان کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی خدمت میں بھیج دیا
عجیب خیالات کی بزرگ خاتون تھیں انھوں نے قصبہ اسلامی پر حبیب اویسی کو مقدم کیا

ان کو غیر ملکی سمجھکر ملازم رکھنے سے انکار کر دیا یہ وہاں سے واپس لوٹ کر مولوی
اسلام اللہ خان صاحب کے پاس آئے اور سب واقعات اُنکو کہ سنائے مولوی صاحب
ان کو اپنی ایک دوسری عرضداشت کے ساتھ رئیس معتمدین نواب سکندر بیگ صاحب
مرحومہ کے حضور میں بھیج دیا۔ مولوی صاحب موصوف کی عرضداشت میں ایک چھبٹا ہوا
لامبوٹا اور معنی خیز یہ فقرہ بھی تھا کہ یہ ایک ایسی قوم ہیں جو بھوپال سے لندن تک
مٹ کر گئی۔ رئیس معتمدین نے فی الفور ان کو نوکر رکھ لیا پہلے وہ محض ایک مولوی خدمت
پر پورے تھے لیکن قوتوں کے دونوں کے بعد وہ اپنی حسن سماعی اور اعلیٰ ادب کی وجہ
سے بھوپال میں لالہ خوشوقت رائے کے انتقال کے بعد نائب اول کے منصب جلیلہ پر
مقرر ہو گئے۔ بھوپال کے کارنامے عظیم کے ایک واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے رئیس معتمدین
اُنکے شوہر کے قاتلانہ حملے سے چھانے میں پوری مدد کی اور اس دلی خیر خواہی و رفاقت کے
حکم میں انھوں نے رئیس معتمدین کے جہم و محرم راز ہونے کا مرتبہ حاصل کیا اور تمام اہل
و عیال و اعیان ملک پر بہت سے گئے اور اُس منصب عظیم الشان پر چوبیسے جو ایک دلنواز
خیر خواہ انسان کا انتہائی آرزو ہو سکتا ہے جس زمانہ میں کہ رئیس معتمدین قیام ریاست تھیں
اس پھر اُس زمانہ میں جبکہ وہ ایک مستقل فرمانروائے ریاست کی شان سے تخت بھوپال پر
ملوہ افروز ہوئے دو دن زماؤں میں انھوں نے اپنے خدایوں کو نہایت حسن و خوبی
کو شش اور قابلیت سے انجام دیا۔ یورپین حکام اور رعایا دونوں ان کی دیانت
و خیر خواہی پر پورا اعتماد تھا ان کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ تھی کہ اُن کو کوئی دوسرا

اور حریت اُن کا نہ مقابل نہ تھا اور ایسے اور ریاست اور عائد رعایا کی طرف
 بدل خواہاں تھے۔ البتہ دور ارتقاء جدید کی منت مٹی ترقیوں کو وہ اپنی نظر سے
 تھے اور ریاست میں اجرائے ریوس اوشین قائم کرنے کے موافق نہ تھے۔ اُن کی
 اور جانفشانی کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے کہ سیاسی معاملات ریاست کے تعلق باہر
 مشکلات راہ اور ریوس لائن نہ ہونے کے یکہ ہتھوڑہ مینیون سائنڈی پر سوار ہو کر
 سے اندر در اندر سے بھڑکال آتے جاتے تھے۔ اور صرف اُنہوں کو گھنٹہ میں وہیں سے
 کو قطع کیا کرتے تھے اسی قسم کے اوائے فراغت سے معاوضہ میں رہتے تھے۔
 میں خطاب مدار الہامی و خانی و بہادری سے ممتاز فرمایا تھا اور ایک منہ طلائی
 تھا اور اپنا عزم خاص عا کر چوتھیں ہزار روپیہ سال کی جاگیر مرحمت فرمائی تھی چار ہزار
 سالانہ کی سند جاگیر نسلانہ نسل اور بھٹا بعد بھٹن ان کو عطا ہوئی تھی دہلی کے دربار
 قیصری میں گورنمنٹ انکوائسٹ نے بھی ان کو منہ عطا فرمایا تھا۔ رائے جنگ روم دروس
 چونکہ انہوں نے بہت کچھ چندہ دیا تھا اس لیے اعلیٰ حضرت سلطان اعظم عبدالعزیز خان
 مرحوم نے منہ بھیدی درج سوم ان کو ار سال فرمایا تھا۔ مدار الہام صاحب اعتقاد و
 موافق سنت مدیر میدان مغر اور دتے راسخ الاعتقاد تھے۔ پرنسپل قابلیت اور ذوق
 کے اہر تھے فن سہاست یعنی تیراکی میں خاص کمال رکھتے تھے کتب متبرکہ مذہبی کی تردید
 میں اُن کو بڑا شغف تھا اور اس کے کہ منصب عایشان وزارت کے سبب سے اُنکے تعلق
 سرسار دربار سے وابستہ تھے اور اہلکار ان سرکاری سے ہمہ وقت اُن کو واسطہ رکھتا تھا

ان کی کوئی صحبت علما اور طلبہ کے مجمع سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ حضرت
 مولانا محمد محدث دہلوی کے خاندان سے ان کو خاص ارادت تھی اور ان کی صحبت میں بہت
 کچھ علم و عمل سیکھے تھے۔ شاہ صاحب کی بہترین تصنیف جہ اشہد الہام جو دنیائے ہمام
 میں اسرار شریعت کے معاملات سے نظیر خیال کی جاتی ہے وہ انہیں کی دست فیاضی
 علم پروری سے پہلے پہل ششہ بھری میں چھپکر شائع ہوئی قطع نظر اس کے کہ تصانیف
 کے کرار تقسیم کرنا مدار الہام صاحب کی زندگی کا ایک دلچسپ مشغلہ اور لازمی جزو تھا۔
 سب سے بڑھکر جس شے سے اُن کو شغف تھی وہ دعا و نصیحت اور قرآن حکیم کا ترجمہ تھا
 شغف کی درجہ عشق تک پہنچ گئی تھی۔ ترجمہ قرآن کریم سے درس و تدریس کے ذوق میں
 مدد سرشار رہا کرتے تھے انہوں نے ایک کتاب فرہنگ قرآن لکھی تھی جس کا نام گوب دئی
 تھا۔ تھوڑے بذات خاص طلبہ کو ترجمہ قرآن مجید و کتب حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔
 اور طلبہ کی کلیل تعلیم کیلئے انہوں نے بیش قرار خواہوں پر متعدد ساندہ علم کو اپنے صرف خاص
 سے مقرر کیا تھا اسطور پر گویا ایک مستقل مدرسہ بطور وقف موقوفی محل میں چھانڈو رہتے
 تھے قائم ہو گیا تھا۔ تمام مصارف تعلیم اور یتیم دلاوارث طلبہ کا صرف خدا کا دوشاک اپنی
 سبب خاص سے ادا کیا کرتے تھے۔ میرے برادر معظم میسر لادرا حسن حنائی مرحوم کو بھی
 مدار الہام صاحب مرحوم سے شرف تلمذ حاصل تھا اور میں نے بھی چندہین ترجمہ قرآن حکیم کے
 اپنے نام مدار الہام صاحب مرحوم سے پڑھے تھے۔ ایک سجدہ مکملہ پانچویں پری گھاٹ پر اپنے

صرف سے تعمیر کی تھی اور خود باجی صاحب کی مسجد میں جو متصل بوقتی محل تھی وہی وقت اول وقت جماعت کے ساتھ دم و انجمن تک ادا کرتے تھے۔ جب وہ مسجد میں جاتے تو اپنی نظائیں خود اپنے ہاتھ سے اٹھا یا کرتے تھے کبھی انھوں نے لوگوں کو اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ علیا حضرت ہر ائس۔ ذاب سلطان جہان بیگم صاحبہ فرما کر اس حال پر یا ہر پال یا تھا ہا خدا اللہ کہا کہ جو اس وقت ولید ریاست تھیں یہ نفس انہیں غلامی اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا تھا بعد ختم ترجمہ شمس الجہری میں جب تقریب نشر کا وقت آیا تو خود تاریخ لکھی ہے

قرآن و معانی و دیگر بار	سلطان جہان چرخانہ اول
معین صبا غورہ غفار	قرآن بہ حقیقت است جنت
دل از سریر اوست گلزار	گلہائے قصص شگفتہ و دوست
امداد صبا بجاسے خود دار	آریخ ز ختم ترجمہ گور

قرآن مجید کے متعدد تراجم اردو۔ فارسی۔ ترکی اور پشتو زبان میں کر اگر عرب اور پارسی میں شائع کرائے شمس الجہری میں ترکی ترجمہ قرآن کی خود تاریخ لکھی ہے

سلطان حمید را خدا داد	تفسیر ترجمہ بہ ترکی
امجاز غریب گفت تاریخ	از طبع بہ شوکت و بزرگی

علامہ ابن اوصاف کے لئے نظیر سخاوت و فیاضی ان کی طینت کا خیر تھی انکی اپنی کی گئی کا حصہ خواہ جائیگر کا ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو وہ سب کا سب بھوکون کو

ان کے نگون کو پہنائے تھیں ست لوگوں کی حاجت پر لائے یہ وہ عورتوں کے بچے تھے اور یتیموں کی تعلیم دینے پرورش اور عمارات و آبادی مسجد میں صرف کر دیا کرتے تھے انکی غلہ یعنی چار میں بھوپالی پنہ روزانہ ان کے مطبخ میں پکتا تھا۔ یتیموں اور ان کی آسائش کا ہر وقت ان کو خیال رہا کرتا تھا اور اہتمام میں کیا جاتا تھا خصوصاً رمضان شریف کا مہینہ آتا تھا تو ان کی خیرات و حسنات میں اور بھی چار چاند لگاتے تھے ایک مرتبہ رمضان شریف کا مہینہ تھا افسر حساب اور وار د غلہ مطبخ نے لاکر اطلاع دی کہ تقسیم طعام غریب و یتیم کے مصارف اور مہوسات خیراتی کے لئے بخول میں کمال نقد روپیہ موجود نہیں ہے۔ کیا کیا جائے۔ یہ سنا تھا کہ وہ آشفہ خاطر ہو کر سر کپڑے بٹھ گئے۔ اور کچھ غور و فکر کرنے لگے خدا کی قدر شروع

رزق را روزی رسان پوی دم

ناگمان ایک سرکاری نقیب (چوہار) آیا اور اس نے مبلغ ائیس ہزار روپیہ نقد گن کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ واقعہ یہ تھا کہ دارالامام صاحب نے اپنے مبلغ و گشتاء میں ایک بہت صورت بارہ دہری رئیس مظفر کے عہد حکومت میں تعمیر کرائی تھی۔ اور رئیس مظفر نے اس عہدہ مبلغ ائیس ہزار اپنے خزانہ عام سے دینا منظور فرما کر تحریری حکم صادر کر دیا تھا اس کا نفاذ کسی وجہ سے نہیں ہونے پایا تھا۔ وہ حکم لکھا ہوا شامل شل پڑا احسن اتفاق سے ہندو عالمیہ علیا حضرت ذاب شاہ جہان بیگم صاحبہ غلہ مکان کی نظر ملاحظہ کاغذات کے وقت

۱۲ مہینہ بھوپالی کے ۲۶ مہینہ سرانگریری ہوتے ہیں ۱۲

اس حکم پر پڑی اور اسی وقت رحمتہ عالیہ نے وہ ردِ پیہ چربا کے اتر مارا الہام صاحب
کے پاس پہنچا۔ مارا الہام صاحب کو جس قدر خوشی اُس وقت ہوئی اُس کا اندازہ کر
بہت مشکل ہے۔ ہنستے جاتے تھے اور ردِ پیہ کو اتر سے اُچھاتے جاتے تھے۔ فی الفور اُن
عکس حساب اور بارِ دفعہ مطیع کو طلب کیا۔ اور اجر اسے خیرات کا حکم دیا اور اس طرح وہ
کمال ردِ پیہ راہِ خدا میں صرف کر ڈالا۔ اہل شہر میں مذہبی باہندی کا لحاظ اور ریاست
اُتیل سنت اور ادا مرد و زانی اسلام کا چرچا اُٹل اُٹل اُنہیں کی ذاتِ اقدس سے پہلے
والا جاہ کو اُن کے ساتھ بوجہ بزرگِ خاندان ہونے کے اور سب سے بڑھکر اُن کی پاکِ باطن
تقدس۔ اُتیل سنت۔ اور تقویٰ شکاری کے سبب سے غایتِ درجہ کی محبت اور شفقتی ضم
اور حد سے زیادہ اُن کی تعظیم و تکریم کرتے تھے چنانچہ ایک موقع پر وہ کہتے ہیں جو اُٹل کیا
تختم امثال احکام اسلام درین سرزمین افتانہ ذاتِ ابرکات شیخِ حلال الدین خان بہادر
اُٹل اول ریاست مارا الہام سیاست است۔ کوئی شک نہیں کہ ریاست بھوپال میں سب
پہلے ادا مرد و زانی رہائی کی تحمیرِ ریزی مارا الہام صاحب بہادر مرحوم نے کی۔ اور والا جاہ
نے اپنی آبیاری اور شگوفہ کاری سے اُس کو جنتِ الفردوس کا نوں بنادیا۔ مارا الہام صاحب
اپنے زمانہ حیات میں دوج کیٹے تھے ایک بار زمانہ غدرِ مشعل سے پہلے اس جج میں اُنکی صاحبزادی
یعنی میری والدہ کا جدہ بھی ہمراہ تھیں۔ دوسری مرتبہ ۱۳۳۶ھ ہجری میں رفیقہ منظرہ ذرا
سکندر دیکم صاحب مرحومہ غلہ نشین کے ساتھ پنجابی ادا کیا رفیقہ منظرہ کی حیات میں اور اُن کی

ان کے بعد رئیس عالیہ علیا حضرت ذاب شاہان بیگم صاحبہ مرحومہ غلہ مکان خضر آباد
میں پیش ان کے ساتھ نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ پیش آئی تھیں اور مثل اپنے حقیقی والد بزرگوار
میں ان کا لحاظ و ادب مرعی رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ دارالہمام صاحب بیمار ہو گئے اور
دو روز تک علیل رہے۔ مرض بھی کسی قدر تشویش ناک تھا۔ جب خدا نے ان کو اس مرض
میں راحت دی۔ اور انھوں نے صحیح و تندرست ہو کر غسلِ صحت کیا تو رئیسہ عالیہ نے ان کے
صلی صحت کی خوشی میں چار ہزار روپیہ نقد اور غلہ نقد ۱۱ درساکین کو تقسیم فرمایا اور والا جا
بست کچھ خیرات کی۔ دارالہمام صاحب مرحوم دینی تقدس کے ساتھ شعر و سخن کا بھی مذاق
رکھتے تھے مولانا صہبائی ذوقِ دلہوی۔ اور حکیم موسیٰ غانصاحب کی صحبت اور ان کے
سامعون کی شرکت نے ان کے دل میں بھی سوز و گداز کی ایک لہر پیدا کر دی تھی ان کے شمار
کی گینیں اور طرزِ اداسے پایا جاتا ہے کہ وہ کہ چہ شاعری اور عاشقانہ تغزل کیلئے وہم سے
بھی کسی قدر واقف ہو چکے تھے۔ ملک الشعراء علامۃ ابوالفیض فیضی کی مثنوی قدس کو ان کی
مرغیاں میں ایک خاص حق قبول حاصل تھا۔ وہ اس مثنوی کی طرز و ادب ترکیب بندش
اور درد۔ و اثر کے دل سے شیدائے تھے۔ جب وہ اپنے بے تکلف احباب کے سامنے اس کے اشعار
پڑھتے تھے تو ان کا انداز شعر خوانی ایسا ہوتا تھا کہ سامعین اس سے متاثر اور سکروں و سرور
کے بغیر نہ رہتے تھے۔ اور وہ اس کے چونکہ ابتدا سے اعلیٰ طبیعت پر مذہبی تقدس کا رنگ
غالب تھا اس لیے ان کی مجلسِ صحبت میں آزاد طبع شوخ مزاجوں کو اپنے خلق کے بوجھ
سازان دلچسپی میسر نہیں آسکتا تھا۔ وہ گناہ مخلص کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی اتنا کاسیر کرتے

ہوئے اس کو چہ شعر و سخن میں بھی نکل آئے تھے۔ ان کے اشار جس قدر دستیاب
 ہوئے ہیں

غزل

برائے گامزار من چہ کردی	زدی آتش ہمار من چہ کردی
رقیبان را دہی جام لبالب	مرا دے خسار من چہ کردی
نگاہت رشتہ چاک جگر	بہ جیب تار تار من چہ کردی
ہلال چرخ نقش نعل گردید	بخاکم مشہور من چہ کردی
عباسم برداش شد سرمہ غیر	بسر طاقت غبار من چہ کردی
قرارم بغیراری بجز وصلم	بہ تکلیف مستار من چہ کردی
چنان گننام در عشق تو مشہور	ز عشاق شمار من چہ کردی

دیگر

چراہ نو مقابل بود شب جائے کہ من بودم
 جبین از چین غضب آگین تسم زیر لب پنهان
 ادا خود نیم بسل بود شب جائے کہ من بودم
 اگر کم طرغہ قابل بود شب جائے کہ من بودم
 علیا حضرت علیہ السلام نے ایک وسیع تالاب منسوب بہ ہجری میں تعمیر کرایا تھا اس کی
 تاریخ حسب ذیل تھی۔

ادشاہ جهان بشا بہمان	تخت و تخت سکندری چون داد
----------------------	--------------------------

ملک بھوپال را شد سلطان	فطر آتش بود فیض مادر نژاد
طرح تالاب رغبت سوئے مثال	آنگاہ ز آتش مشرباد
سال تدفینش جمال الدین	چشمہ فیض ہے پندل بنسداد

قطعة تاریخ اردو کہ خدائی نواب سلطان جہان بگیا جہ
 ولیعہد ریاست دام اقبالما

مے رقص سرودہ سرودہ	کیا خوب ہوا بکاح سلطان
اسے شاہجہان یہ کام تم سے	اٹھائے کیا کیا نسا بان
کی تم نے اطاعت محمد	جس بھگتیا صاف تھی شیطان
تاریخ ہے اس کی نیک تاریخ	دو شنبہ داد و عید قربان

۱۶۰۰ء ہجری میں جب جلالت آب سلطان مراد خان مرحوم تخت نشین ہوئے تو
 ان کے جلوس ہمایونی کی یہ تاریخ تھی۔

چہ سلطان رومی بفرش نشست	بجائے چہر خاقش لک داد
خبر داد اکت ز سال جلوس	مرا داد شدہ شہرہ ترکی نژاد

یہ عجب حسن اتفاق ہے کہ مارا الہام صاحب بہادر مرحوم کی پیدائش اور نواب
 آبدیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی ولادت جو رئیسہ عالیہ کی نانی عین ایک ہی سال میں ہوئی تھی
 اور ایک ہی سال اور ماہ میں دونوں نے وفات پائی صرف تین دن کا تفاوت ہوا یعنی

جو میں مرحوم شہید البحر بن نواب قدسیہ یگم صاحبہ مرحومہ کا انتقال ہوا اور شہید
 ۹۹ شہیدہ کو مدار المہام محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم نے شب کے گیارہ بجے رحلت
 رات کو تجسیر تکفین کا سامان کیا گیا۔ صبح کو موتی محل سے جنازہ اٹھا چو کہ وہ قیون
 کے دالی۔ بیوہ عورتوں کے سر پرست غریب و مساکین کے لیے ادا وادائے تہنہ و تحنہ
 و ذریعہ ریاست کے رکن اعظم تھے اس لیے بچے جوان ہو گئے امیر و غریب عالم و جاہل
 ہندو مسلمان سپاہی تاجران کان و اخوان ریاست ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے کوئی جہاز
 کے ساتھ تھے۔ بیوہ عورتیں سر راہ چھین مار کر دیتی جاتی تھیں۔ یتیم بچے نالایق و گریبان
 اپنی استیون سے اندو پوچھتے اور گرتے پڑتے جنازہ کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ ۵۰

یاد داری کہ وقت زاون تو	ہمہ خندان بلند تو گریبان
آپنجان زی کہ بعد مژدن تو	ہمہ گریبان بلند تو خندان

آٹھ بجے کے قریب انکا جنازہ بلوغ و کشادہ ہو چکا۔ اول نماز جنازہ والا جاہ نے
 ایک جماعت کثیر کے ساتھ پڑھائی۔ لوگ برابر چلے آ رہے تھے اور ہجوم کسی طرح کم نہیں
 تھا۔ اس لیے دوسری بار شیخ حسین صاحب کے حرم نے صلوٰۃ الہیت باجماعت ادا کی اسطر
 گیارہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دس بجے دفن سے فراغت ہوئی مبلغ باج صدر و پیر
 والا جاہ نے مساکین اور فقرا کو تقسیم کیے اہل مراست و غیرہ نے طریقہ محدثین کے موافق
 نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ مدار المہام صاحب مرحوم نے اپنے عقب میں دو راہ کیان
 چھوڑیں۔ رجب یگم صاحبہ مرحومہ۔ اندر ذکیہ یگم صاحبہ مرحومہ۔ میرہ عاتقہ نے

مدار المہام صاحب مرحوم کی کچھ ہزار سال کی جاگیر جو فساد بعد نسل تھی ازراہ حق شناسی
 حرم نوازی ان کی دونوں لڑکیوں پر نصف نصف تقسیم کر دی۔ والدہ مرحومہ
 نے حصہ میں تین ہزار کی جاگیر ۶۱ جہلی جمع و پائیش کیا سی کی رستے سات ہزار اٹھ سو
 ۶۱ تہ تھی علاوہ اس کے رئیسہ عالیہ نے اپنی طبی قیاضی سے بلا ضرورت کچھ مدار المہام صاحب
 مرحوم کا نفل سواری میں ہزار نو سو روپیہ قیمت دیکر ان کے در ثناء سے خرید لیا اور زمین پور و پیر
 صرف مدرسہ اطفال قیوم کے لیے نکلے سالانہ داران سے ذمہ ریاست لینا منظور کیا تاکہ اس
 زمین باری کا اجر و ثواب ان کی روح پر فوج کو پہنچا رہے اہل علم اور تاج نگاروں نے
 شتاف اڈا ہے تاریخ مدار المہام صاحب مرحوم کی وفات کے لکھے وہ یہ ہیں۔

- (۱) رنج و غم بہادہ تاریخ ہے (۲) دوسری تاریخ رفتہ تفر دوس برین۔ (۳)
 تیسری تاریخ۔ بادہ رحمت عروجش و انشا۔ چوتھی تاریخ (۴) بودہ مر اسان علم و دین و عدل
 و شرح۔ (۵) پانچویں تاریخ۔ تیزی زیر زمین شد آفتاب اوج دین۔ (۶) چھٹی تاریخ
 بجان و دل بود او حجب سلت عدو سے بدعت۔ (۷) ساتویں تاریخ۔ داخل خلد شد
 بہال الدین۔ (۸) آٹھویں تاریخ۔ آخرت نمود۔

ذکیہ یگم صاحبہ مرحومہ کے مختصر حالات

یہ مدار المہام صاحب مرحوم کی چھٹی صاحبزادی اور میری والدہ شہیدہ ہیں خدائے
 ان کو ان کے باپ کی طرح موجودہ راسخ الاعتقاد۔ دیندار۔ نرم دل۔ اور نہایت فیاض بنایا

تھا اور زیارت حرمین شریفین کا ان کو مشن بخشا تھا۔ وہ سختی کے ساتھ پابند صوم و صیام تھے۔ نماز کو بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کے اوقات میں پرا د کیا کرتی تھیں۔ اردو زبان کی کتابوں کو خواہ وہ کبھی ہی دقیق عبارت میں ہوں۔ نہایت صحت و روانی کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ مرآة العروس اور ہنات انفس کو (جو شمس العلماء و مولانا مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم مغفور کی بہترین موقوفات میں سے ہیں۔ اور ان کی زبان آدھی اور اردو اور ان کا ایک و نشین نمونہ ہیں) بہت ہی پسند کرتی تھیں۔ میں نے ان کو یہ کتابیں بار بار پڑھنے اور مستورات کو پڑھکر سناستے دیکھا ہے فارسی زبان میں ان کو اچھی مہارت تھی۔ گلستان کی سادہ پڑکار عبارت اور اس کے شگفتہ جملے اور جامع و مانع ضرب انشلیں۔ بوستان کے اصحانہ برصبت اور دلکش اشعار ان کی ذکاوت پر تھے۔ بات بات میں وہ سنے شگفتہ گلستان کی ضرب انشلیں بول جاتی تھیں اس مزاوت کلام نے ان کو حضرت سعدی شیرازی کا نہایت اراد مند اور پایہ شناس بنا دیا تھا۔ ایک مرتبہ جناب آسپورن صاحب بہادر پرنسپل ایجنٹ بھوپال نے دالاجاہ کو حضرت سعدی شیرازی کی لائف جو انگریزی زبان میں تھی لا کر دی اس کے سرائے پر حضرت سعدی کی ایک تصویر زیب عیان تھی۔ دالاجاہ نے وہ کتاب بھگو دی۔ گو میں اُس زمانہ میں بہت کم بین تھا۔ مگر یہ واقعہ مجھ کو خوب یاد ہے کہ دالاجاہ نے مجھے کہا کہ تم یہ تصویر بیجا کر اپنی والدہ کو دکھاؤ۔ وہ سعدی کی حدیث لے کر یہ واقعہ بیان کیا۔ میں وہ کتاب لیکر والدہ مرحومہ کے پاس آیا۔ ان کو حضرت سعدی کی تصویر دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی۔ بار بار اُس کو دیکھتی تھیں۔ اور تمام مستورات کو دکھائی

ی کے دلچسپ اور دلنشیں احوال ان کو سنائی جاتی تھیں۔ قنوت فرغانہ کریم میں سے عادی تھیں۔ رجبہ انھوں نے سبقتاً اپنے محرم پر بڑگو اسے پڑھا۔ قنوت کا درود روزانہ وقت صبح اُس وقت تک جاری رہا جب تک کہ مظل موت شہداء نے ان کو مجبور نہیں کر دیا۔ دالاجاہ کہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے لعم العداۃ لا یج لعم الہما و لحسبہا و لجمہا و لدینہا فاطمہ بنتنا الدین بعد اللہ یہ چار دن وصف ان میں جمع تھے لیکن بگو ان کے انتفاع مال سے خدا نے باز کر دیا تھا۔ دوسرے مقام پر وہ کہتے ہیں کہ یہ بڑی خوش نصیب بیوی تھیں۔ ایک وہ زندہ رہیں کبھی کوئی تشویش پیش نہیں آئی اور ان کی وفات کے بعد ہی رجب واندہ کا ایک دریا مسند پڑا۔ پچیس رجب سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو ان کے بڑے چپ مارضہ و صبح القدم لایق ہوا۔ اطباء کے مشورے سے جو نمکین لگائی گئیں۔ ان کے ایک پک گئے۔ پھر اچھے نہیں ہوئے۔ زخون کی حالت و زبرد زراب ہوتی گئی۔ چنانچہ اسی کرب و تکلیف میں چار شنبہ کے روز یکم ۱۲۱۱ رمضان سنہ ۱۲۱۱ ہجری کی اول شب میں پہلی رات کے چار بجے جبکہ نماز صبح کی اذان ہو رہی تھی رحلت کی۔ غفر اللہ لہا۔ وہ وفات کے وہ اپنی بیٹی صفیہ جہان بیگم صاحبہ مرحومہ کے مکان پر آٹھ آئی تھیں۔ کم رمضان کی صبح کو تابوت مولیٰ مسجد میں لایا گیا۔ دالاجاہ نے خود نماز جنازہ پڑھا۔ ساتھ پڑھائی۔ گیارہ صفین تھیں۔ اور ہر صف میں پچاسی آدمی تھے بعد اُس کے

ایک دوسری نماز باجماعت ہوئی۔ پھر تابوت بارغ و کشادہ بین لایا گیا مزار المہاجرین
مرحوم کے متصل مزار دفن کی گئیں۔ حفاظ آخرتہ فین تک سورہ عدد کی تلاوت کرتے ہوئے
انکی عمر تقریباً ساٹھ سال کی ہوئی۔

جناب کریم دلیم نکیب صاحب بہادر پولیکل ایجنٹ جھوپال نے یادداشت فرمایا کہ
ایک جولائی ۱۸۸۷ء میں مضمون کی ارسال کی۔ شفقا والدہ ماجدہ میان نور محمد صاحب
کی علالت کا حال پہلے سے اخلاص مند کو معلوم نہ تھا اس جہان گردان سے انکی آنکھوں
کی خبر وحشت اثر دفعتاً سامعہ کو بے ہوش سے کمال لرغ و الم دامنگیر دل اخلاص منزل
اور اس تصور اور خیال سے کہ ایسی عقیدہ اور رفیقہ قدیمہ اور مشعلہ امور آسائش خانہ
و خاندان پروری کی وفات آپ کو اور سایہ شفقت اور ہی جاستے رہنے سے آپ کے صاحبزادے
والا تبار کو صدمہ عظیم ہو چکا۔ بافتضات و سوزی و ہمدردی اس غمخوار احباب کو ہٹاتا
ہی طلال اور افقوس ہوا۔ مگر مشیت ایزدی سے بعض بے اختیار سی اور تضاد قدرت سے
دلا چاری ہے امید ہے کہ آپ اپنے خیمہ منیر کے چہرہ صفت آگین کو اس حادثہ گدازت
کے حس و خاشاک سے مصفا اور ریاض فواہ دریا قطر صاحبزادگان سادات و امان
آبکاری استقامت سے سرسبز و منظر آفرامین اب اخلاص کار کی یہ دعا ہے کہ خداوند کریم
آپ کو اور آپ کے متبانی دودمان دولت کو صبر و شکر اور مرحومہ مغفورہ کو تمام غم
عطا فرمائے۔

جائے و خط و دہر محکمہ ایجنٹ

والا جاہ لے جاہ شعبان نبوی انکے مرض الموت کے شروع زمانہ میں ایک خواب دیکھا کہ
ان کے گوشہ مشرق و مغرب میں ایک ہر کامل نکلا ہے مگر زیادہ بلند نہیں تخمیناً
ایک نیزہ بلند ہوگا۔ ناگہان وہ چاند آسمان سے زمین پر گر پڑا اس واقعہ کو بیان کر کے
کہتے ہیں کہ حکم حدیث۔

تَحَا مَوَاقِعَ مَوَاتٍ وَ ذَوِجَمَاعَتِهَا رَاضٍ وَ خَلَّتِ الْجَنَّةُ
فی جو عورت وفات پائے ایسی حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے خوش اور راضی ہے
و جنت میں داخل ہوگی۔ میں ان سے راضی اور خوشنودر اور میں نے اپنے جملہ حقوق
سے ہرا و ذمہ کر دیا اور جو کچھ ان سے ذلات و فروگزاشتیں ہوئی ہوں ان کو معاف کر دیا
مَعَ اللَّهِ لَنَا وَلِهَا وَ جَمَعْنَا فِي ذَاكَ رَامَةً وَ سَحَابَةً
والدہ مرحومہ نے اپنے بعد جو کچھ مال متروکہ اور اسباب چھوڑا وہ انکی اولاد سابقہ
شوہر اول سے تھی تقسیم کر دیا گیا۔ والا جاہ اور ہم دونوں بھائی اور بھاری بہن نے
والا جاہ کے ارشاد کے مطابق ان کے ترکہ میں سے اپنے سهام شرعی میں سے ایک حصہ
لیا۔

جناب حافظ سید محمد صاحب سورتی مرحوم نے دو تاریخیں وفات کی لکھیں۔

(۱) نَفَقَ اللَّهُ مَرْقَدَهَا وَ جَعَلَ أَوْسَطَ الْيَمْرِ دَوَسٍ مَا وَاهَا
(۲) نَفَسَ اللَّهُ مَرْقَدَهَا وَ كَانَ أَوْسَطَ الْيَمْرِ دَوَسٍ نَزَلَهَا

ایک اور صاحب نے قطعہ ذیل تحریر کیا ہے

رفت چو درخش سحر ز دیوان پاک
در حلت خاتون امیر زمان

دا و جهان را الم دل خراش
گفت بیا داخل فردوس باش

جناب مولوی سید جمیل احمد صاحب سہسوانی نے دو قطعہ تاریخ ذیل لکھ کر پیش کیے

آج کل اول ذی قعدہ غلک جہا
ہا کہ شب اول ماہ رمضان بود
تا کہ غلک اپنے تاریخ دفاتر

حضرت کریمعلی ز جهان گردان شد
چون روح روان از تن بخوردان شد
گفتند ملک داخل گلزار جهان شد

3

اولین اهل حضرت نواب
سال رحلت در چرخ عیشی گفت

چون به عقبه گزید مسافری
بود البته مریم ثانی

اضافہ تنخواہ

رہنمائی مکتبہ نے والا جاہ کے عقد علاج کے بعد دستور اعلیٰ ریاست کی ترقیب اور تہذیب کے
جسد یہ خدمت اُن کو تفویض کر کے بجائے پھر سرحد و پیہ کے ستار و پیہ ہا ہا نہ مشاہیرہ معین فرما
یہ مشاہیرہ رہنمائی مکتبہ کی آخر و فوات تک قائم رہا اور نو سال کا بل اسی قدیم خدمت تبلیغ نگاری
و ترقیب و تہذیب دستور اعلیٰ پر وہ مامور رہے اس وقت دراز میں کبھی انھوں نے زبان
یا تحریر یا اپنی اصنافہ تنخواہ کی درخواست نہیں کی نہ کسی شخص سے طالب سنی ہوئے نہ کسی

۱۔ انسان قلیل یا کثیر اٹھایا نہ کہ جس کسی حاجت خانگی میں شل موت و شادی وغیرہ
موت سے یا کسی غیر شخص سے طالب اعانت ہوئے۔ نہ کوئی چیز کسی سے کبھی مستعار
کبھی کسی اہلکار ریاست کی دربار داری کی البتہ باوجود کثرت مشاغل کے تجارت

معارف کا سلسلہ جو عرب کا خاص ترکہ ہے مدت ملازمت ایک برابر ظالم رہ گیا۔
 امیر شاہ صاحب مرحوم شریک معارف تھے۔ اگر اس مدت میں کسی نے
 حاضر دفتر احکام سرکاری کی بجائے اور یمن دیدہ و دانستہ کوتاہی نہیں
 اور نہ کسی ادنیٰ یا بڑے تصور پر جرات یا چشم نائی کے وہ مستوجب ہوئے حالانکہ

منظمتہ نہایت ٹنک مزاج تھیں اور انہوں نے دلا جاکے ساتھ تا ملائم سلوک نہیں کیا۔
 اس سختی اور درشتی سے پیش آئیں بلکہ اپنی روش مزاج کے خلاف سردارِ جنت عیدین

سے وہ تنوع جو کمر اہمت فرمائے جو بال جوئی تعین اور ان کو دالاجا کے خاندانی
ات کا علم ہو گیا تھا اُس وقت سے بہت کچھ ان کو مراعات ملحوظ خاطر راہ کرتی تھی۔

ان سفر اکبر آباد میں جب وہ بانیوں جمادی الثانی ۱۰۱۱ھ میں حیر کو چار شنبہ کے روز
۱۰ جن روز بروز ہو میں تو اس وقت والا چاہنے قبول ضیافت کی درخواست کی
۱۱ یاض علی ۱۲ انکار المی مضموم لا وضر الخشب مضموم ۱۳ اس واقعہ کے ایک سال قبل والا چاہ

رحمہ اللہ امام نقشب جلال الدین خان بہادر کی دختر نیک اختر سے ہو چکا تھا ۱۳۱۰۔

رئیسہ معظمہ نے بخوشی خاطر ان کی درخواست منظور کی منشاء سرکاری کے مطابق
 تمام خواہاں کے طعام ضیافت فرد گاہر لیسہ معظمہ پر بھیج دیئے گئے مدارالہام
 محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم منشی عبدالحی صاحب مرحوم منشی حسین خان
 مسر مورس آجھانی منشی دریاؤ سنگھ آجھانی - میان سراج الدین مرحوم جانا
 مرحوم کے بھائی - مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم اور میان محمد اسحاق صاحب
 و میان محمد یعقوب صاحب مرحوم (یہ دونوں آخر الذکر مدارالہام صاحب بہادر
 نواسے اور میرے دونوں ایشانی بھائی تھے) رئیسہ معظمہ کے سربراہ وہ ممبران اسناد
 شامل اور شریک دعوت تھے۔

رئیسہ معظمہ نے والا جاہ کی والدہ محترمہ اور ان کی اخوت کو بطور نذر چار تھانے
 جے پوری کے اور پانچ روپیہ نقد عطا فرمائے۔ اور مدارالہام صاحب بہادر نے اپنی
 مرحمت کین۔ اور والا جاہ کو چار تھانے اشرفی اور پانچ روپیہ رئیسہ معظمہ نے عطا
 اس وقت سے رئیسہ معظمہ نے والا جاہ کے ساتھ آخر عمر تک طریقہ احترام بہ دستور قائم
 چنانچہ پانچویں ربیع الاول ۱۲۹۸ ہجری کو ختم تعمیر جدید ہوئی مسجد کے شکر بہرین
 جامع مسجد دہلی کے طرز پر ایک نہایت خوبصورت اور شاندار مسجد ہے اور
 کے عہد حکومت کی ایک اسلامی عالیشان یادگار ہے) جب جشن ترقیب دیا تو
 دوسرے مسزدارکان و اخوان ریاست کے جو اعلیٰ طبقہ میں شمار کیئے جاتے تھے

رحمت پاریچہ کا خدمت مرحمت فرمایا۔

والا جاہ کی والدہ محترمہ اور اخوات کا ورود بھوپال

والا جاہ نے عقد نکاح کے چند سال بعد بھوپال میں مستقل قیام اختیار کر لیا۔ اور
 والدہ محترمہ اور بہنوں کو مع ان کے شوہروں کے قنوج سے اپنے پاس بلا لیا۔
 کبانی کچھ سازگار نہ ہوئی۔ اور بہت جلد قیمت خاطر مفارقت دائمی سے سبیل ہو گئی
 مال پوپنے ہوئے ابھی صرت چھ مہینے گزرے تھے کہ چوبیس محرم ۱۲۹۸ ہجری کو دوشنبہ
 روز وقت یک پاس شب ان کی والدہ محترمہ نے دُنیا سے فانی کو الوداع کی۔ والا جاہ
 اہل اور تکفین کے بعد اپنی شفیق محترمہ ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کُضیبِ کَفَّصَہ اللہ
 ان کو سپرد خاک کیا۔ مدارالہام صاحب مرحوم کے مرغ و گلشن کے متصل مدفن ہوئیں
 شہر قندھار سے شش شاہی کے اندر بڑی بہن اور بھیلی بہن دونوں یکے بعد دیگرے
 حسین اس حادثہ اندوہ ناک میں رئیسہ معظمہ نے بہت کچھ اظہارِ بے چینی اور ہمدردی فرمایا
 چنانچہ سو پندرہ روپیہ کی قیمتی پوشاک برسم تعزیت عطا فرمائی۔ والا جاہ نے اپنے
 بھائی اور اخوات کی جانب سے طریقہ تحفہ کے مطابق حج قبول کرایا اور ایک مسجد

رحمت کی تعمیل ہے گاؤں کامانی پورہ میں پانچ پوشاک کاوانی گون جو خانہ رنگ زن شریفی گورہ۔ نزدیکی ہاوس
 مدنی شکر گن گون حلالی شلال دستی بنیدہ ۱۲۹۸ یا من علی منہم ۱۲۹۸ ابدار المنہم ۱۲۹۸

۱۲

ہما نسرا سے مع چاہ اپنی والدہ مرحومہ کی جانب سے بھوپال میں تعمیر کرائی یہ مسجد محل
 اہم طبل کے محاذ میں واقع ہے اور ہما نسرا کے موضع جو کہ میں واقع ہے جو ریاست کا ایک
 موضع ہے۔

رئیسہ معظمہ کی والا جاہ کو کیا خبر تھی کہ اس ساعہ عظیم کے چند ہی روز کے بعد اس
 اہم قدر جہلہ شہیت ایزدی کا زبردست ہاتھ تاسیخ ریاست میں

کا درق اٹھنے والا ہے اور نظام حکومت میں ایک نیا دور انقلابا شروع ہو گیا ہے
 ایک بار اور یہ دنیا ابھی بلنا لگی

رئیسہ معظمہ نواب سکریٹری ملک صاحبہ خلد نشین سے کچھ دین علیل رہ کر تیرہ روز
 شب بھر بھری کو عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور خلد نشین کے قصبہ مقبلاً
 نصف آٹھ گھنٹہ کو فوت ہوئی

عہد حکومت رئیسہ عالیہ حسنہ مکان

عالیہ حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے کم شبان شش ماہی مطابق سولہ
 سالہ کو جاہ و جلال کے ساتھ تخت فرارزدائی پر جلوس فرمایا ہے

حکومت محض است اگر ملک جہاں آفرین خاص کند ہندہ صحت عام را
 شخصی سائنٹون اور حکومتوں میں دھماں تمام رعایا اور باشندگان ملک کی قسمیں
 ذات واحد کے دستاقتدار میں ہوتی ہیں انقلاب حکومت کوئی معمولی چیز نہیں
 جب تک جدید حکومت پر کچھ زمانہ گزر نہ لے اور لوگ جدید طرز فرارزدائی کے عادی نہ ہوں

اس کے دن نہایت چھینی اضطراب خلق اور ہم در جا کی حالت میں گزرا کرتے ہیں
 خلد نشین کے بڑے منظم اور بڑے جلال و جبروت کی رئیسہ تھیں۔ اصول قواعد
 است ان کے نظام حکومت کے غالب عناصر تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے حکمرانان ملکی میں
 امتیاز و عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں ان کی انتظامی قابلیت۔ اور ملکی
 است حکام اور رعایا دونوں میں انتک شرب اشل سے۔ اصل یہ ہے کہ وہ زمانہ میں
 کے نظام و آئین کو چاہتا تھا۔ لیکن جو وقت رئیسہ عالیہ تخت حکومت پر تھیں
 وقت ہندوستان کا رنگ بہت کچھ بدل چکا تھا۔ ہنگامہ قدر کی فتنہ انگیز طبیعتیں

سکون اور امن و صلح کے گوارے میں آرام کر رہی تھیں اور وہ خون ریز تواریخ
 ہر وقت عربان رہا کرتی تھیں اب نیام میں پڑے پڑے طوفان مورچہ و زکار جو رہی
 سن۔ شورش امن سے۔ مردانہ جدوجہد جنگی سے اور اولو العزمی پست ہمتی سے سب کی
 ہمت پھٹ چکی تھی۔ اگلی سی فراتین نفوذ و علمی و علمی قابلیتیں بہت کچھ معدوم ہو چکی تھیں
 اگر سیاست رعب اور زور و اقتدار کی حاجت تھی۔ تو اب آسائش المینان اور
 کم و ہنر پروری و حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی ساقضات وقت کے مناسب کمیشن
 ان فطرت سے اپنے ساتھ ایسی طبیعت لائی تھیں جو سراپا رحم و کرم جو دوستی امن و صلح
 کی قدر دانی و قدر افزائی کی مجسم اور زندہ تصویر تھی۔ باشندگان ملک بھی انکی طبیعت
 عادت سے ناواقف محض نہ تھے اس لیے ان کو زیادہ دین تک انتظار کا ذائقہ نہ پڑی
 ملنا اور اس کا غمناک اٹھانا نہیں پڑا اور انھوں نے نہایت کشادہ دلی اور فراخ خلقی

سے جہاز سے نہ محتاج لیکر پھر لنگر اٹھایا۔

حدیدہ میں داخلہ

یہ سب دسویں تاریخ میں رمضان شریف ۱۲۸۵ ہجری کو ہندو حدیدہ میں جہاز داخل ہوا۔ والا جاہ جہاز سے اُسے اور قاضی شیخ نصیر بن محمد انصاری مرحوم کے مکان پر رکھ کر اُسے بارہ روز یہاں قیام کیا اور سارا وقت کتب حدیث کی تلاش اور نقل میں گزارا۔ اُنہیں ایک رسالہ سید محمد اسماعیل انیسویں وغیرہ کے انھوں نے اپنے قلم سے نقل کیے بہت قوت و ہمت و رمضان شریف کو رویت ہلال کی قحبہ انیسویں ہو گئی۔ قلعہ سے فوجوں کی آواز سے ابن خبر کی اور مزید تصدیق و توثیق کر دی تمام عازمان جہاز متوجہ تھے مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ حدیدہ میں آج رمضان شریف کی انیسویں تاریخ ہے۔ والا جاہ نے عازم سلیمان کے ساتھ ایک سیدان میں چھان سوئے ایک خبر خطیب کے کوئی چار دیواری وغیرہ نہ تھی ہذا عید ادا کی۔ ایک مرد صالح عبد الرحمن شافعی خطیب تھے انھوں نے نماز عید مذہب شافعی کے طریقہ پر پڑھائی۔ والا جاہ نے علماء مراد آباد اور علماء بیت الفقیہ کی خدمت میں اپنی مؤلفہ کتاب جملہ بزرگ صالح بستہ پیش کی۔ شیخ عبداللہ بن المودب بستہ امدینی سے ملاقات ہوئی جبکہ اشعار مسک الحکم کی مدح میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ شیخ علی بن عبداللہ شافعی بخاری بھی وہاں موجود تھے انھوں نے والا جاہ سے دوران ملاقات میں فرمایا کہ "وَجَدْتُكُمْ فِي هَذَا الزَّيْتَانِ صَوْنًا نَعْمًا إِنَّهُ تَعَالَى لَوْ كَانَ يُؤَيِّقُ كَوْنًا" چند گناہین مثل۔ انقضاء

در اوطاق المستقید للخالفة اصحاب الحليم۔ انشاء الفصول
لے تحقیق الحق فی الاصول۔ نیل الاوطار شرح منقذ الاحبار۔
من اول قسم القديري في فني الرواية والدراية من التفسير
وغيرہ بہین خرید کین۔

حدیدہ سے روانگی

دہم شوال ۱۲۸۵ ہجری کو حدیدہ سے روانہ ہوئے۔ شیخ حسین الحام کا حق اور ملک جہاز پر ساتھ رہا مگر سازگاری ہوا کی وجہ سے یہاں بھی اہل جہاز کو وہی اگلی ہی مصیبت پیش آئی اور جہاز کو تین روز تک ایک ہی جگہ پر رکھا ہوا پڑا۔ چہار دہم شوال ۱۲۸۵ ہجری کو ہوا چلنا شروع ہوئی اور صبح کے وقت جہاز نے لنگر اٹھایا جہاز کو روانہ ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ طوفان کے آثار چاروں طرف نظر آئے۔ آسمان پر ابر ٹیلیٹا محیط ہو گیا۔ ہوا کے تیز و تند تھوڑے چلنا شروع ہو گئے اور انھوں نے جہاز کو جس راستہ پر کر وہ جارہا تھا اُس سے ہٹا کر دور جا پھیکا بارش زور و شور سے ہونے لگی۔ حدیدہ سے جہہ کی مسافت کل ایک ہفتہ کی تھی مگر جہاز کی بے راہ روی کے سبب سے کڑی محنت پر پچھنے میں ایک مہینہ کی دیر ہو گئی۔ وہاں کے قلاط نے مشتاقانہ اور سازان جہاز کی مایوسی کو بہت زیادہ بڑھایا اُن کے اضطراب و رنج و تعب کی کوئی حد نہیں رہی۔ سامان غور و خوش جو ساتھ تھا اس سبب بھر کے دقت میں نہ ہو کر بہت کم باقی رہ گیا اور اب شیرین جو مسافروں کے لیے جہاز پر رکھا گیا تھا وہ بھی ختم ہونے لگا۔

یہاں تک کہ ایک رات دن میں صرف ایک جہز آب اور دو ٹوکڑ خشک چاول بے روغن لگا کر
 بسرا دیا گیا وہ گلی ناگاہ بصد خرابی بصرہ ہوا کا رخ پٹنار اور باد و افق چلنا شروع ہوئی۔
 کشتی شکستگانیم نے باد شرط پر خیزا | باشد کہ باز دیم آن بار آشنانارا |
 جہاز کو ان تمام پہاڑوں سے جو سمندر کی بڑا آب تھپے ہوئے تھے نجات ملی۔ شنبہ کے روز
 ذیقعدہ کا چاند جہاز پر دکھایا گیا اور حاجیوں نے جو کچھ ذیقعدہ شنبہ ہجری کو سارا
 کے بعد کوہ طہ سے احرام باندھا اور تلبیہ کرنا شروع کیا ہماز جہ کے قریب آتا جانا تھا۔ ہنوز
 ساحل مرا پر کہیں پہنچنے پایا تھا کہ ایک رات ناخدا نے جہاز سے محسوس کیا کہ جہاز پہاڑ
 کے قریب آگیا ہے۔ اور کچھ دیر میں اُس سے ٹکرایا چاہتا ہے یہ دیکھ کر وہ گھبرایا اور اُس نے
 دہین نظر ڈال دیا اور جو تدبیریں مکن تھیں سب کی لگیں۔ جہاز سے گرد و پیش نظر ڈالی گئی تو معلوم
 ہوا کہ پہاڑ کے قعر دم سے وہ بال بال بچ گیا جب اہل جہاز کو اس حادثہ پر اطلاع ہوئی تو یوں
 کی دھڑ سے اُنکے چہروں پر مژدنی سی چھا گئی اور بھائے اُسکے کہ وہ ایسے خطرناک حادثہ کا مرکز
 خدا سے غفور سے فریاد کرتے اور اس عذاب ہولناک سے نجات پانگی دعا کرتے اکثر لوگوں نے
 شیخ عیدروس کے نام کی دُائی دینی شروع کی۔ اور یا شیخ عیدروس۔ مکر صدائے نار و دیوان
 بلند کی۔ اور اُن سے طالب نصرت داما دوسے یہ حالت دیکھ کر جو لوگ توحید اور خدا پرست تھے
 وہ لرز گئے اور اُن کے دلوں پر بحد خوف طاری ہوا والا جاہ لگتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں
 کہا یا اکی یہ ماجرا کیا ہے ایسی شدید معیبت کے وقت میں جب کہ کوئی پناہ کی صورت نظر نہیں
 آتی تو کفر و فخر بھی مضطر ہو کر ظلوں سے خدا سے دعا ادا کرتا رہی کو بچا رہے لگتے ہیں

کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ وَإِذَا اسْكَبُوا فِي لَفْلَفِكَ دَعَاكَ اللَّهُ خُلَاصَةً
 الدِّينِ مگر یہ مشرکین عرب کس قسم کے لوگ ہیں جو ایسے خوف و خطر کی حالت میں بھی
 اُسے اور حم الراحمین محافظ حقیقی کو توجہ کر بیودان باطل کو بچا رہے لگتے ہیں کچھ تو ہم کہیں
 وہ اید کے سستی جنتے ہیں۔ اور اُن سے غصے کے خواستگار ہوتے ہیں۔ یہ خیال آئے ہی غائب
 ایک دوسری آیت کریمہ یاد آئی اور میں نے دل میں کہا کہ خدا اور اُس کے رسول نے سچ فرمایا
 وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ الْآ وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ بہر حال خدا
 کو سن اور کافر اور دوست اور دشمن سبکی پکار سنا ہے اور سب کو یکساں روزی دیتا ہے
 کی شان یہ ہے۔

اے کریمے کہ از غرائب غیب	اگر دوز سا وظیفہ خورداری
دوستان را کجا کنی مردم	تو کہ باد شمنان نظر داری

اُس نے غریب الوطن اور پریشان حالوں کی فریاد سن لی اور ناخدا نے جہاز
 کا ٹکڑا ٹھایا۔
 جسہ دین داخل نماز ظہر کے وقت بروز کیشنبہ منم ذیقعدہ شنبہ ہجری کو خدا کا
 راز صبح اور سالم بغیریت تمام ساحل جہہ پر پہونچ گیا جس طرح حضرت فرح علیہ السلام کی کشتی
 کو وجودی کے کنارے آگئی تھی یہ جہہ کے کنارے آگیا۔
 والا جاہ جہاز سے اترے اور کسل سفردور کرنے کے بیٹے تین روز یہاں ٹھہرے۔
 عاتقہ کندی کا ملا جو مسافروں کے مال و اسباب اور پاسپورٹ کی جانچ پر تال کرنے کے لیے

متعین نقاشی نے جبر و ظلم سے ہمت سی ناجائز رقصین عاجیوں اور مسافروں سے
 وصول کیں۔ محصول سائر چار گزہ ریال یعنی مبلغ تیس روپیہ پانچ آنہ ادا کیے گئے
 بعد رفع مکان بارہ ذیقعدہ شمسہ ہجری کو جمعہ سے روانہ ہو کر مکہ اور حداد سے
 کعبہ مقصود کی طرف رخ کیا۔ راہ میں جمعہ میں اصلواتین کی۔

مکہ معظمہ زاد اللہ شرفنا میں وحشلہ

نصف شب گزرنے کے بعد سید ابو بکر سطوف کی سمیت میں بلد الامین یعنی مکہ معظمہ
 پہونچے۔ اور یہ طول طویل سفر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ وقت درود کہ سطر کے پیماختہ یہ شعر
 انکی زبان سے نکلا۔ ۵

اَبْلَغَاءُ مَكَّةَ هَذَا الَّذِي	اَسْمَاءُ عِيَانًا وَ هَذَا اَنَا
اور جب حرم کعبہ پر نظر پڑی تو بے اختیار وہ بکا ر اُسے۔ ۵	
هَذِهِ هِيَ اَمْرُ هَمَّةٍ وَاَنْتَ صَبِيح	فَسَا بَقَاءُ الدَّائِمِ فِي الْاَمَاقِ
پھر یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مُسْتَجَابًا لِدَعَاةِ عَمَلِ عَمْرٍ اَخْدَاسِ	
دل سے تمام صوابات سفردور کر دیے۔ ۵	
جَمَالِ كَعْبَةٍ مَرَّ عَذْرُورِ رَهْدَانِ خَوَاجِ	كَجَانِ خُسْرٍ دِلَانِ سُوخْتِ دَرِيَا بَانِشِ
سب مال اور اسباب جو ہراہ تھا نوکر کے سپرد کر کے وہیں چھوڑا اور سید سے مسجد حرام	
لَا اَتِيَنَّ اَنْبِلَا وَ صَفْوۃ ۲۶	

کی طرف روانہ ہو گئے باب السلام سے داخل ہو کر طواف۔ و سعی حلق و تقبیل حجر۔ اور
 شرط یعنی دوڑ میں اسلام رکھ غرض تمام ارکان عمرہ ادا کیے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ
 اوقات و حالات آن مقام کرم طواف نعم شب است۔ و تجلی خاصہ عظیمہ مخصوص
 در دیوار آن مقام می افتد۔ کہ تعبیر ازان خبر بلسان وقت مکن نیست۔ یعنی یہ کعبہ کرم
 کی باشد۔ در جمال آن خانہ مدرک می گردد و مشاہدہ می افتد۔ تا کہ اسے کہ بصاحب خانہ
 احباب باشند چہ می دیدہ باشند۔ بعد ازان سعی بین الصفا و المردہ سے فالج ہو کر جو ار کعبہ
 موجود ناگوار انہیں کیا۔ اور تمام رات وہ ان سجدہ اور نماز کجرتک دعا اور استغفار میں
 مشغول رہے۔ اور صبح کی نماز اول جامعہ شافعیہ کے ساتھ ادا کی۔ پھر گھر چلے آئے۔
 حلق راس کیا اور احرام اُتار کر کپڑے پہنے۔ چونکہ مدینہ منورہ چائیکا وقت گزر چکا تھا بخیر
 مکہ معظمہ میں انتظار حج کا کرتے رہے۔ اور مشاغل علمی میں اپنا وقت گزار کر اپنے یہاں کتاب
 سیاست الشریعہ کی نقل اپنے ہاتھ سے کی اور بہت سی نادر کتابیں نقل کیں یا خریدیں۔ اور
 علمی فوائد حاصل کرتے رہے انیس ذیقعدہ کو دریت ہلال ذی الحجہ کی شہادت مکہ معظمہ کے
 تاسی صاحب کے اجلاس میں گزری۔ اور شنبہ کا دن ماہ ذی الحجہ کا اول یوم قرار پایا
 اہل مکہ اور حجاز نے یہ چاند نیلین دیکھا تھا۔ آٹھویں ذی الحجہ شمسہ ہجری یوم ترہ یہ کوکبہ لا جاہ
 نے احرام باندھا۔ اور سننے کی جانب پیدل روانہ ہوئے۔ پھر سوار ہو کر وہاں سے عرض میں آئے
 اور ارکان حج بحال لے۔ مکہ علی تاریخی کی کتاب حزب الاعظم کی قرأت کی پھر مزدلفہ پہونچے
 اور وہاں سے منے میں پلٹ آئے اور بقیہ ارکان ادا کیے عرہ اور منی میں بھی طواف اوقات

سنا سب کتابت علم جاری ہی تیرہ روز کے بعد مکہ معظمہ میں واپس آگئے۔ یہاں کوئی قافلہ اس وقت مدینہ منورہ کو جانے والا نہ تھا اس لیے ان کو قافلہ کے انتظار میں ٹھہرنا پڑا۔

روانگی مدینہ منورہ زاد اللہ شرفا

آخر پندرہ صفر ۱۲۸۷ ہجری کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور غلات معمول ہیں روز کے بعد مدینہ منورہ پہنچے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی مسافت بارہ روز سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن قافلہ سالار اور ہر دیون کی شرارت سے اٹھارہ یوم غیر سفان میں دوسرے قافلہ کے انتظار میں پڑا رہنا پڑا۔ بہر حال دیر ہوئی تو تھری گزٹا نے ان کے شر و فساد سے محفوظ رکھا۔ اور صحیح و سلامت مدینہ منورہ میں پہنچا دیا۔

زائد کہ یہ نظری زیارت مکن	کہ در تبرکین است در مدینہ
والا جاہ لکھتے ہیں "سب سے پہلے اس بلند مبارکہ میں پہنچکر اور باب السلام سے داخل ہو کر مزار مقدس خاتم الانوار سے اپنے دیر کا دول کو نور و سرور بخشا۔"	

بیطیب رسول اللہ طاب نبیہا	فما المصلک والکافور والمنتدل الوطب
---------------------------	------------------------------------

دیگر

ی کہ تم دی آدم از بارگے	پیام حرم بہ محترم بادشہ
مضمون رسالت کہ براہ راست	غوسے گئے شفاعت رو سیے

۱۰ امتحان: اشہاد و صفر ۲۶۹ -

پندرہ ہفتہ یہاں قیام رہا۔ اس اثنا امین مسجد شریف نبوی کی حضور کی حضور کا شرف دیدار اور صلوٰۃ و سلام ادا کرنے کی سعادت اور مسجد قبا جسکی شان ایشی علیہ الصلوٰۃ و السلام اور حضرت یحییٰ - اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہداء کے حرم کے مزار مقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ کی در و دیوار پر حیات سکینہ اور وقار نمایان تھیں۔ یہاں ابن الکحلج کی کتاب محل جلد اول خسریہ کتاب بدعات متفقین - اور محدثات متصوفین - میں نہایت عمدہ ہے۔ مدینہ سے عمرہ کا ہم اندھکر روانہ ہوئے۔ اور بارہ روز کے بعد مکہ معظمہ میں پہنچے۔ مقام سعی و طواف کو ان سے خالی پا کر ترتیب سنوں کے ساتھ ارکان اواسطیہ اس طریقہ پر ایک حج اور دوسرہ کیئے۔ قیام اول و آخر ہمارے چار بیٹے مکہ معظمہ میں ٹھہرے کا اتفاق ہوا۔ یہاں بہت سی کتابیں مل کر قافی شرح بوطا - تاریخ حمص - تقریفات - مغنی اللیب - ریاض المستطابہ - مجموعہ ام سیوطی مع بیجہ المحافل - شرح شامل - مواہب الرحمن ناقام - سبل السلام تمام دو جلد -

والاعاد دو جلد - تفسیر امام شوکانی - عوام دو جلد - مشکوٰۃ شریف - نسائی شریف بخاری شریف - لسانی - احیاء العلوم و دینہ - الشاہد علی - ذوالجر - تاریخ مصر - خزینۃ العجائب - مجملہ لایس الجبیر - انشاء عطار نور اللعہ - مجموعہ خطب - کتاب الفوائد - حسن الحاضرہ فی احوال مصر القاہرہ - بیجوری علی الشامل - اذکار نبوی مع مسلم شریف دو نسخہ وغیرہ خریدیں۔ اور اس مختصر اور مطول رسالے اپنے ہاتھ سے نقل کیئے۔ ہر کا و خبراً محدثین میں کے سامنے

۱۱ سفر البارہ منورہ

کتب سنت مطہرہ کی قراوت کی اور سلسلہ حدیث جاری کیا۔

نواب تاج حسین خان مرحوم کی ملاقات

میں ایک روز راستہ میں نواب تاج حسین خان مرحوم رئیس فرخ آباد سے ملاقات ہوئی۔ نواب صاحب مدح ایک نہایت عالی مرتبہ رئیس تھے والا جاہ نے ان کی دولت و عرق و زہد و اقبال کا زمانہ فرخ آباد میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کے در دربار میں ہر باب حاجت کا جو مہر ہا کرتا تھا اور ان کے آستانہ اقبال پر باقی بھجوا کرتے تھے ان کی شان میں نواب اسد اللہ خان غالب مرحوم نے یہ اشارہ کئے تھے۔

دیکھو اور کو بھی تانے نظر نہ لگے	ہنا ہے پیش تاج حسین خان کے بیٹے
زبان پہ مار خدایا یہ کس کا نام آیا	کہ میرے نکلنے سے بہت مری زبان کے بیٹے
زمانہ عہد میں اُسکے ہے محو آرائش	بیٹے اور ستائے اب آسان کے بیٹے

نواب صاحب باوجود امیر کبیر اور صاحب جاہ و چشم ہونے کے فضائل اخلاق اسلامی اور اوصاف غیرت و حمیت دینی کے ایک جوہر فرد تھے زمانہ غدر و شذائے دین جب انھوں نے ہر طرف نصارت کا تسلط اور استبداد کے اسلام کی بربادی کا عبرت انگیز ہنگامہ دیکھا اور ایک پاکیزہ روح خدا پرست کے لئے فتنہ ہائے روزگار سے کہیں ہندوستان میں امن پایا اور حکام وقت کے تجور بندے ہوئے پائے تو انھوں نے ہندوستان کو خیر باد کہہ کر خانہ

نواب پناہ لی اور حضرت ابراہیم ادنیٰ کی طرح دنیاوی جاہ و حشمت پر کوٹے یار کی حالت عالی اور فقر و تنہیدستی کو ترجیح دی۔ والا جاہ مرحوم نے اس حالت کو چشم عبرت رکھا اور انکی غیرت اسلامی اور حمیت دینی سے بے حد متاثر ہوئے ان سے رخصت ہونے وقت مرحوم نے سرکاری مہوسات میں بہا میں سے ایک بیش قیمت پوشاک کمال ہر کر کیا تھا جس کی نذر کی اور اپنے گھر واپس گئے بقیہ مہوسات جو ہر ہاتھ سے دو ساکنین حرم اور نواب صاحب کو تقسیم کر دیے۔

مکہ معظمہ سے روانگی

اول اہل جمادی الاول ۱۲۹۱ ہجری میں تاج کا قافلہ مکہ معظمہ سے روانہ ہوا۔ والا جاہ جہاز پر چسکا نام قیش الہاری تھا سوار ہوئے۔ کل مسافر جو جہاز پر سوار تھے ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ جو وقت جہاز مندر حدیدہ پر پہنچا۔ اس نے حوالے ضروری اور مال و اسباب دھانے کے لیے وہاں لنگر ڈال دیا۔ اور تین روز تک ٹھہرا۔ یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا۔ ان کی لپٹ سٹھ کو بھٹکنا پڑتی تھی ہوا کی گرمی نے سمندر کی سطح آب کو تشنگہ آؤز بنا دیا۔ اہل جہاز اس گرمی کی تاب نہ لاسکے اور بیمار پڑ گئے اکثر جانیں ضائع ہو گئیں۔ نصف الپک گرمی کا یہی زور شور رہا جب جہاز نے عدن سے لنگر اٹھایا اور آگے بڑھا تو وہاں کی موسمی ہونے لگی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ پانی کا چھینٹا پڑنا شروع ہوا۔ اس نے سردی کو اور بڑھا دیا۔ گرمی کا رفع ہونا تھا کہ مرض کا بھی ساتھ ہی اس کے خاتمہ ہو گیا۔ اور سب اہل جہاز

آرام گماستہ سفر کرنے لگے یہاں تک کہ بحر ہند کا ساحل یعنی بندر ممبئی دور سے نظر آیا۔ ہنوز اپنے سفر تک نہیں پہنچا تھا کہ دفعہ سمندر میں طاعون پیدا ہو گیا۔ اور مہیب طوفانی لہروں نے آٹھ اٹھ کر حصہ ڈیرین اور تختہ اسے جہاز سے ٹکرائی اور اس کو زیر و زبر کرنا شروع کیا۔ ابر غیظ نے آفتاب کے چہرہ تا نیاک پر تاریکی کا پردہ ڈال دیا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ کہنا جہاز (جو ایک یورپین تھا) راستہ بھول گیا۔ قصاصم امواج سے جو کو ٹھریاں مٹن پر نہ وہ ٹوٹ گئیں۔ اور جہاز کے تختوں میں جنبش پیدا ہو گئی۔ اب اہل جہاز کے اضطراب و ہراس کی کوئی حد باقی نہیں رہی۔ سرشتہ اسید حیات منقطع ہو گیا اس وقت جہاز ساکن کمرہ ہر گز حرکت اٹھی نہ اپنے بندوں کی دستگیری کی۔ کایک نقاب ظلمت سے آفتاب کا نورانی نمودار ہوا۔ کپتان جہاز نے بعد کوشش و کوشش آلات رصدی درست کر کے ننگر آشیا اور جہاز براہ مستقیم موجوں کو چیرتا ہوا ساحل ممبئی پر پہنچ گیا۔ بحری متاعب و دہمالک و کٹکھو خلاصی ہوئی۔ اس سفر میں والا جاہ نے جہاز پر اپنے ہاتھ سے سنن واری نقل کی یہ نسخہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تھا۔ مرزا امیر بیگ صاحب داد و مولوی محمد یعقوب صاحب داد کے معترف سے مستعار لیا تھا۔ پھر بھوپال پوچکر واپس کر دیا۔ اس نسخہ پر جاہا شاہ صاحب کی طرف خود ان کے قلم مبارک کی زیب و زینت تھی۔ اس سفر مقدس چھ ماہ میں پورے آٹھ مہینے صرف ہوئے جس روز بھوپال سے جانب چھڑوا گئی ہوئی وہ شنبہ کا دن تھا اور جس روز چھڑواست بھوپال پہنچنے وہ بھی شنبہ کا دن تھا والا جاہ لکھتے ہیں۔ فَكَانَ هَذَا الشَّهْرُ لِلْبَادِلَةِ

لہذا اللہ تعالیٰ بخیر ہو۔

اَحْسَنَ الْاَكْبَقِ مَا وَاحِدًا اَوْ اَجْزَا كَايَہ سفر مبارک صرت ایک دن کا سفر تھا۔

بھوپال پوچکر رینج الادل ششہ بحری کو والا جاہ نے ریشہ عالیہ کے منصوبین یا پتہ قراہم اور مساکین کے خدمت کی دستخطی رسید بنام طبعیات و امانات کے متعلق

سرشتہ تعلیمات کی افسری

ریشہ عالیہ نے ان کو تاریخ نگاری کی خدمت سے سبکدوش کر کے مدارس کے سرشتہ تعلیمات مقرر فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی زندگی کا مقصد وحید احیاء کتابی سنت ہے۔ نشر علم و تہذیب اخلاق۔ اور اصلاح تمدن رہا ہوا اور جس کے اوقات عزیز خدمت علم و در علم طلبہ کے لیے وقف ہے ہون اس کے لیے اس سے زیادہ طبعی سرت اور حقیقی شادمانی کا نام واقع ہو سکتا ہے۔ انھوں نے اس خدمت کو نہایت خوشی سے قبول کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ تمام مدارس میں انہیں راجستھ گرد یریم۔ و این خدمت را بشغل علم بہتر از ہر خدمت سابقہ و یریم۔

امیر الانشائی

ایک سال تک انھوں نے سرشتہ تعلیمات مدارس کا کام انجام دیا اسی اثناء میں بحری

من الغضب مفرقا

ریاست کی جگہ خالی ہوئی۔ رئیسہ عالیہ نے تیسری شہبان شیشہ بھری گود دربار میں
موقع پر ان کو سند امیر الانشاہی و خطاب غائی و خلعت سے انعام بخشا اور دو تہ
شاہرہ مقرر فرمایا۔ قریباً آٹھ مہینے وہ اس منصب رفیع پر سر فراز رہے۔

رئیسہ عالیہ کا قصد کل ثانی

رئیسہ عالیہ کو عثمان حکومت اٹھ مہینے پہلے تین سال گذر چکے تھے نظم و نسق
ذمہ داریاں روز بروز بڑھتی جاتی تھیں۔ مصلحت ملک اور رفاد عامہ کے لحاظ سے
اصلاحات کے عمل میں لائیک ضرورت شدت محسوس ہو رہی تھی ان مشکلات پر غالب
کے لیے رئیسہ عالیہ کے ذہن دقیقہ رس۔ اور طبع حقیقت شناس کا یہ قہنماہر کہ ایک ایسا فاضل
مشیر امور ملک میں ہوم و محرم راز بنایا جاسے جو بد پر نظر نگاہی ہو اور عالم و خلیفہ
در شریعت بھی ہو اور خدا پرست اور خدا شناس بھی تاکہ وہ آئین ممدات اصول شرعیہ
ملاحظہ رکھ کر ترقی ملک۔ تہذیب اخلاق و عایا اور رفاقت و خیر خواہی میں دربارت
پورا جھڑک سکے۔ یہ خیال آنا تھا کہ رئیسہ عالیہ کی نگاہ انتخاب والا جاہ پر پڑے گی
انھوں سے سرکار خلد نشین کا طریقہ عزت و احترام والا جاہ کے ساتھ ملاحظہ کر چکی تھیں
انکے ذاتی تضامی اور خاندانی صفات کا علم رئیسہ عالیہ کو ابھی طرح ہو چکا تھا۔ والا
کی ہفتہ سالہ محنت و جانفشانی اور دیانت و وفاداری کے زریں کارناموں سے

اس خلعت کی قیمت مبلغ اسیلہ تھی باض غمی مفر

رئیسہ عالیہ نے عین اس کا ذکر تاریخ بھوپال میں خود رئیسہ عالیہ نے نہایت وضاحت
ساتھ کیا ہے جس کو ہم ملقطہ بیان نقل کرتے ہیں۔ انشان از سادات صحیح النسب شرفا
صاحب از اہل علم صاحب قصاصت و علوم شرعیہ و فنون ادبیہ و غیرہ اندر این کتب کو
بہرہ اند۔ و تعلق ایشان درین ریاست از ہفتہ سالہ است۔ خدمت غرضہ
کے بعد سر انجام دادند۔ خلد نشین را پیوستہ مزید عزت و تکریم ایشان ملحوظ خاطر ہو دے
رئیسہ عالیہ کا اول نکاح نواب نظیر الدولہ بخشی باقی محمد خان بہادر مرحوم کے ساتھ ہو چکا
تھا۔ یہ عقد ششہ بھری کو ہوا تھا۔ نواب صاحب برصورت انفاقی خاندان ششی خیل
تھے۔ نکاح کے بعد غالباً بارہ سال تک وہ زندہ رہے۔ اور اکیس صفر سنہ بھری کو
انھوں نے رحلت فرمائی۔ نواب صاحب مرحوم کی عمر اور رئیسہ عالیہ کی عمر میں سولہ سال کا
فاصلہ تھا اس تفاوت عمر کی زیادتی کا ذکر خود رئیسہ عالیہ نے اپنی کتاب تہذیب السلوان
میں بصرحت کیا ہے۔

رئیسہ عالیہ ان کی وفات کے پانچ مہینے کے بعد سند نشین ریاست ہوئیں۔ ہنوز
ان کے اثرات تازہ تھے۔ ان پر امور جہان باقی کے افکار گوناگون اور اہم ذمہ داریوں
اور اضافہ ہو گیا تھا ایسی حالت میں رئیسہ عالیہ کو نکاح ثانی کے غرض سے ایک قابل عباد
اور مشیر انتخاب کر دیا خیال پیدا ہونا بالکل ایک طبی اور فطری امر تھا جو انکی کمالات و تہذیب
اور اقبال تاریخ بھوپال فارسی و تہذیب و فضل بہار صفحہ ۲۶ کے مستند ہندوان صفحہ ۲۶ مطبوعہ
کامیابی مطبع صدیقی ریاست بھوپال سنہ بھری

اور حسن تدبیر پر روشنی ڈالتا تھا۔ رئیس عالیہ کے اس نیک و مبارک شرعی مقصد میں غلغلہ انداز ہو سکتی تھی تو وہ رسم و رواج کی پابندی ہو سکتی تھی۔ جس نے عقد ہونے پر ہندوستان میں معیوب ٹھہرا رکھا ہے۔ یا گورنمنٹ آف انڈیا کی نامنظوری اور نوٹین سے ایک چیز بھی لگے اس نیک ارادہ اور پاک مقصد میں غلغلہ اور سدراہ رئیس عالیہ سرکار خلد نشین کی صحبت و نگرانی میں ضروری مذہبی مسائل کی تعمیر و تہذیب۔ اور مدارالہمام فشی جمال الدین خان بہادر مرحوم کے فیض عزیمت و وجد پرستی اور تقدس نے خلافت شرع رسم و رواج کی بیہودہ بندشوں کو بہت پیٹا اور انکی نگاہ حق پرست میں قابل نفرت سے وقت اور لائق شکست بنا دیا تھا۔

فرمان واجب الاذعان خانکھوا والا یا اے منکھ۔ لگے پیش نظر تھا۔

والاجاہ کے ساتھ رئیس عالیہ کا عقد ثانی

اس لیے روز شنبہ ششم شوال ۱۲۹۸ ہجری کو دورہ مشرق ریاست کے سرانظر ان رکاب اور اعیان دولت اور مدارالہمام صاحب بہادر وغیرہ کے سامنے فیصلہ عام سادہ طریقہ شرعی پر جو فیصلہ پیش ہوا اور وہ یہ ہے کہ والاجاہ کے ساتھ عقد کس اُس وقت والاجاہ بن دس سال کے لگنا تھا کہ رئیس عالیہ کے ہمسن تھے۔ پھر معادہ بھوپال کے بونے مطابق ضابطہ و آئین ریاست رعایائے بھوپال کے سامنے معاہدہ کا حال اعلان عام کیا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی بضابطہ تحریری منظوری کا مرحلہ پورے ہو گیا۔

ششم و ستر شوال کو رئیس عالیہ شاہزادہ ڈیوگٹ ایڈمیرا کی ملاقات کے لیے مشرق میں لگی تھیں۔ شاہزادہ بن کر نل باس صاحب بہادر پولیسکل ایجنٹ بھوپال نے ان کا استقبال کیا۔ رئیس عالیہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ نکاح کر لیں۔ آپ کا شوہر آپ کو نظر ملے گا۔ ملک میں مدد دیگا۔ کر نل جان میڈ صاحب ایجنٹ ذاب گورنمنٹ ہندوستان نے ان صاحب موصوت کی تائید کی تھی۔ نکاح ثانی کے بارے میں ریاست سے جو شرطیں خط میں پولیسکل ایجنٹ بہادر گورنمنٹ آف انڈیا میں بھیجا گیا تھا اُس کے جواب میں نل ایجنٹ صاحب بہادر نے لکھا کہ میں نہایت شادمانی کے ساتھ فارین سکرٹری بہادر بضابطہ خط روانہ کرتا ہوں میں آپ کو کہہ چکا ہوں کہ خوش ہو گا۔ اس شرط خط میں کیلسن ایل میو صاحب بہادر اصرار ہے ہند کی جانب سے فارین سکرٹری صاحب تحریر فرمایا تھا کہ اگر ہم صاحبہ کسی شائستہ شخص سے شادی کرنا چاہیں تو کوئی امر نہیں ہے۔ مشیر ریاست کے مشورہ سے یہ کام کرنا مناسب ہے۔

شن کہ خدائی گورنمنٹ آف انڈیا کی بضابطہ تحریری منظوری آجائے کے بعد مطابق شہزادہ مدارالہمام محمد جمال الدین خان بہادر شہرہ صفر شہزادہ ہجری مطابق ششم شوال کو ایک عالی شان جشن کہ خدائی منعقد کیا گیا۔ جس میں مدارالہمام محمد جمال الدین خان بہادر فاضل القضاۃ شیخ دین العابدین صاحب عرب اور تمام عاملین حکومت اپنی فرائض و اوقاف و ارکان ریاست اور افسران فوج شریک تھے۔ ان کے سامنے اعلان عام کیا گیا کہ

والاجاہ اقبال فارسی دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۵۱

رئیسہ عالیہ نے ذاب صدیق حسن خان بہادر کے ساتھ بالعوض پچیس ہزار روپیہ دین سے
 اپنا عقد ثانی کر لیا۔ یہ دین ہر والا جاہ نے بعد میں تمام دکمال ادا کر دیا۔ اس عقد ثانی کی
 حسب قاعدہ ریاست کرنل جان ولیم دہلی اسبرن صاحب بہادر پولیکل ایجنٹ بمبائل
 دی گئی۔ صاحب موصوف نے یازدہم بیچ اشانی ششہ بھری مطابق سنی ام جون ششہ
 فارین سکرٹری صاحب بہادر کی چٹھی کی نقل جو ان کو وصول ہوئی تھی رئیسہ عالیہ کی خدمت
 میں ارسال کی اس میں ہزار کستینسی دیر لے مہران کونسل اور آفسران گورنمنٹ آف
 کی جانب سے غایت درجہ خوشنودی و مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ ایک اطلاعی خط لکھا
 رئیسہ عالیہ کی جانب سے علیا حضرت قیصر ہند کوئن امپریس و گورنر ریاست حضور میں روانہ کی
 گیا۔ والا جاہ ابھی تک منصب امیرالانشائی پر فائز تھے۔ اگرچہ یہ منصب دیگر مناصب یا
 سے بہت اعلیٰ اور ارفع تھا۔ مگر پھر بھی اس مرتبہ جلیل القدر کے مقابل میں بہت آؤن اور
 فرو تر تھا جس پر حکم علی الاطلاق نے ان کو فائز المرام کیا تھا۔

عمدہ معتمد المہامی

اس بیٹے بست دیکم بیچ اشانی ششہ بھری مطابق دہم جولائی ششہ کو دوشنبہ
 کے دن رئیسہ عالیہ نے ایک دربار عام مقرر فرمایا اور مدار المہام منشی جمال الدین خان
 نائب اہل ریاست اور تمام ارباب حل و عقد اور آخوان و ارکان و آفسران فوج کے
 سامنے خلعت فرما کر مع بیچ صد حواہر و جہر آفتابی و چنور و اسپ و فیمل و پاکلی

اور معاف فرمایا جس کی مجموعی قیمت اکیس ہزار تین روپیہ دو نیم آنہ ہوتی ہے
 و خطاب معتمد المہام بہادر نائب دوم ریاست سے نامزد اور معزز فرمایا اور
 حاکم اش امیرالانشائی کے (جس کی تعداد چار ہزار تین سو اکتیس روپیہ دس آنہ
 تھی) منصب معتمد المہامی کی جاگیر چوبیس ہزار روپیہ سالانہ مقرر و مقررہ فرائض
 کا ذکر کورہ کا خریطہ خطا اور سند جاگیر معتمد المہامی کی اپنے دست مبارک سے
 دے کے ہاتھ میں دی۔ اطلاع خاص و عام کی غرض سے رئیسہ عالیہ نے والا جاہ
 سے فائزہ سے مژین فرما کر جاہ و جلال اور تزک و احتشام کے ساتھ سواری فیل پر
 عام سے قدیم محل تک جانے کا حکم نافذ فرمایا۔ سواری دن کا رسالہ اور پیادہ پیش
 میں تھی۔ جب یہ شاہی جلوس شوارع عام سے گذرنا ہوا محل پر پہونچا تو احباب
 ان اور ہوا خواہان دولت نے تعینت ادا کی۔ ارباب سخن نے قصائد تعینت
 لغات تارخی بطور نذر پیش کیے۔ منجملہ ان کے سوخی محمد یوسف علی صاحب رحمہ
 کے ذیل تدر گزرا اسے

تقدوہ داسوہ احکام دولات	تاکت عصر و سلیمان زمان
تاشرد جامع خیر حسنات	سودی سید صدیق حسن
بست آیین چوازان نیک نغبات	ظہورت و جلوت شاہ بجو پال
یافت بر ذات معلاش ثبات	ارقبہ قرب و عسا دالملکی

ان الاقبال فارسی دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۲۰ =

فکر تاریخ نمود و دل گفت

بارک اللہ رفع الدرجات

ایسی تاریخ کو مولوی صاحب مرحوم نے عربی زبان میں بھی لکھ کر یہ قطعہ

ذال صدیق حسن منزلة

بارک اللہ رفع الدرجات

والا جاہ اس عقد مناکحت کے باب میں لکھتے ہیں

”خدا آگاہ است دل میثاب چشم حیران گواہ کہ مراد بن محلہ بیچ چارہ

و معاہدہ در میان بنو بلکہ خود با نوسہ کا شہادہ دولت و اقبال را پیش ازین

درین باب بخاطر خطور نمی کرد ہرچہ ہست از آثار و کائنات امر اللہ قدر ائمہ و

عقد ثانی کے بعد سے تمام معاملات ریاست اور مہمات امور مملکت جو

رئیسہ عالیہ کے حضور میں پیش ہوتے تھے اب والا جاہ کی وساطت و مشورہ سے

پاسنے لگے۔ اس کی باضابطہ اطلاع پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر بھوپال کو دی جا

صاحب موصوف نے اطلاعی خریطہ خط کے جواب میں مئی ام جون لشکر کو اپنے

رئیسہ عالیہ میں تحریر فرمایا تھا کہ ”مخلص اس تجویز پسندیدہ سے بہت خوش ہوا

اسے بہت مستحسن و انسب ہے والا جاہ فریبہ ایک سال تک عہدہ سمعۃ المہامی

فرائض جانفشانی اور سرگرمی کے ساتھ انجام دیتے رہے بعد ازاں رئیسہ عالیہ

نیابت دوم اور سمعۃ المہامی کے منصب کو بھی شوہر رئیسہ (نواب کنسرٹ) ہونگی

لشکر و مصلحتیہ مقرر ۱۸۸۱ء

کی عزت اور مرتبہ عظمیٰ سے گرا ہوا پاکر بہت و چہارم ذیقعدہ شمسہ ہجری مطابق

۱۲ مئی ۱۲۸۱ء کو ایک خریطہ خط میر ولیم دہلی اسپن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ

کے نام روانہ کیا اور اس میں تحریر فرمایا کہ جب میر اکمل جناب بخشی اتی محمد خان بہادر

جنگ مرحوم سے ہوا تھا تو ان کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے مراتب اعزاز

ذیل مقرر ہوئے تھے (۱) خطاب نظیر الدولہ (۲) دیر اسے کشور ہند کی جانب

اطلاعی خلعت۔ (۳) سترو ضرب سلامی ہنگام آمد و رفت علاقہ بھوپال اور وقت

بیش حکام۔ (۴) عطا خلعت کے وقت کنٹینٹ کے اشراف فوج کا نواب صاحب

میں تہرین پیش کرنا۔ (۵) اسپنٹ بہادر کا فرد گاہ ہانگیر آباد سے پہلے خام

کمرزبانک آکر استقبال کرنا۔ (۶) علاقہ سیہور و اندور کی ایجنسی اور رزیدنسی کے

مشینوں کا پڑھوارہ دروازے تک آکر خیر مقدم کرنا۔ (۷) بھوپال میں ہنگام آمد و رفت

نواب گورنر جنرل بہادر اور پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کا ملاقات کے لئے نواب صاحب

میں تشریف بجا نا۔ اسی طرح ریاست کی جانب سے حسب ذیل مراتب مقرر تھے

(۱) اتوان دارکان ریاست کا اور تمام متوسلان ریاست کا نذرین پیش کرنا۔ (۲) جاگیر

و زمین۔

لہذا یہ تمام مراتب اعزاز نواب صدیق حسن خان بہادر کے لئے بھی مطابق ضابطہ

مقرر ہونے چاہئیں۔ اور خطاب نواب والا جاہ امیر الملک سید محمد صدیقی حسن خان

بہادر کو گورنمنٹ کی طرف سے محنت ہونا چاہیے۔ یہ تحریر پہلے اس خیال سے نہیں

ایک کئی تھی کہ بیوہ مورخوں کا کالج احکام الہی کے مطابق اگرچہ تمام اسلامی لوگوں
جاری ہے اور خود انگلستان میں بھی اُس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ مگر اکثر مسلم
ہندوستان اپنی جہالت سے اس کو میوہ بھجھ کر چھوڑ بیٹھے ہیں اور رسم ہر
خلیفہ عقل و قانون شریعت بھٹا کے اختیار کر لیا ہے۔ پس ذوی القربی میں
بعض لوگ جو بیوہ کے نکاح کو اپنی نادانی سے عیب سمجھتے ہیں۔ اول تو وہ اس
کو خلاف رسم غاندان تصور کریں گے۔ علاوہ اس کے جب وہ شوہر ثانی کو شوہر اول
ہم مرتبہ دیکھیں گے۔ تو یہ امر اور بھی اُن کی اشتعال طبع کا باعث ہو گا۔ اس لیے بتدریج
اس مرتبہ پر پورا پانا مصلحت سمجھا گیا ہر حال جب یہ خریطہ خط صاحب موصوف کے پاس
پہونچا۔ تو انھوں نے حسب ضابطہ اُس کو ایجنٹ ذاب گورنر جنرل بہادر کی خدمت
رودادہ کر دیا انھوں نے تمام واقعات اور حالات زیر بحث ہر کیسلیشی دیس اسے بہادر
کوش گزار سکے۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے یہ درخواست منظور کی۔ اور پولیٹیکل ایجنٹ صاحب
نے ہیز دہتم جب ششہ ہجری مطابق ۱۱ ستمبر ششہ کو خریطہ خط بھجھ کر ریہہ عالیہ کو منظور
اطلاع دی ہے

ستارہ بدی و اکون ہی ہیز نکاست | باین صاحب حرا آفتاب بایر شد

آغاز عہد والا جاہی

دستورین شعبان ششہ ہجری مطابق ۱۲۔ اکتوبر ششہ کو پولیٹیکل ایجنٹ بہادر

ذاب ذاب گورنر جنرل بہادر و پیر کے کشور ہند خلعت فاخرہ لیکر وود فرمائے
ال ہولے۔ یازدہم شعبان کو محل شاہی کے دیوان خانہ کلان میں رجسٹریشن
کے لیے پہلے سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا اور عام منعقد کیا۔ تمام انھوں
ان ریاست جاگیر داران ملک محروسہ عمدہ داران حکامات۔ علمائے پائے تخت
کے سخن سخن اور افسران سپاہ حاضر دربار تھے۔ جس وقت پولیٹیکل ایجنٹ صاحب
حکومت کی کشتیاں ہمراہ لیے ہوئے شاہی محل میں داخل ہوئے تو فاعلہ فتح گڑھ سے
اس کی توہین سر ہونا شروع ہوئیں۔ ریاست کی جانب سے رسم استقبال اولیٰ گئی
شست و مزاج بدی صاحب مدوح نے خریطہ خط مورخہ ۱۱ اکتوبر ششہ
مرتبیت و منظوری خلعت و خطاب اُن تمام مراتب اہل کیا تھے جکا ذکر صفحات سابق میں
کیا ہے اپنے ہاتھ سے ریہہ مالیہ کے ہاتھ میں دیکر مبارکباد دی۔ منشی بن دیال انجمنی
منشی بھکر و عشرہ ایجنٹ نے صاحب مدوح کے حکم سے اُس خریطہ خط کو پڑھ کر تمام اہل دربار کو
ایا۔ اور اُس کے مضمون سے مطلع کیا۔ خریطہ خط کے الفاظ یہ ہیں "قبل ازین سترہ ستمبر
ایس نوید مسرت افزا سے آپ کو اطلاع دی گئی ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے دیا جانا
ذاب ذابی و خلعت۔ ذاب صدیق حسن خان بہادر شوہر شفقہ کو منظور ہوا ہے۔ آج
مجلس بہ طیب خاطر اس جلسہ مسرت نشاط میں جو محض واسطے اس تقریب مسرت کے
منعقد ہوا ہے ذاب صاحب مدوح کو خلعت و خطاب عطیہ گورنمنٹ انگریزی سے خلع و خطاب
ہے اور سب انھوں دارکان کو صلائے عام سے اطلاع دیتا ہے کہ خطاب ذاب والا جاہ

نخزین سکارم اختصاص نواب والا جاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہار
سلطنت اللہ تعالیٰ بعد شہید بہانی خلوص دیکھتا دلی کشوف راس مہر آرائے باد۔

نقرر جاگیر کے بعد رئیسہ عالیہ کے مصارف ان و نفقہ میں پچاسے مبلغ تین ہزار روپیہ سالانہ
کے جو روز بکرج سے برابر وہ جیتے رہتے تھے شرف شہیدہ فصلی سے والا جاہ نے مبلغ چھ ہزار روپیہ
مقرر کیا جسکو خزانہ عامہ سرکاری میں وہ تاحین حیات داخل کرتے رہے جاگیر میں شرف عاجو نا جانو
سوائی شامل تھیں والا جاہ نے ان کو لینا گوارا نہیں کیا اور مبلغ ستائیس ہزار روپیہ جو رقم سوائی
وقتاً فوقتاً وصول ہوتا رہا تھا اس کو خزانہ ریاست میں واپس کر دیا۔ رئیسہ عالیہ نے اس کے معاہدہ
میں ہر عا ایک اور موضع جمع اہلی پر رعایت فرمایا۔ والا جاہ کہتے ہیں "جو کلام خالصاً لوجہ اللہ و
اسکا اجر نہ دیا میں برباد جانا ہے اور نہ آخرت میں **وَإِنْ تَعَدَّ ذُنُوبُهُ اللَّهُ كَاتِبُهَا**
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفَّارٌ تمام شرائے پائے نعمت سے اس نے قریب ہایوں
تہنیت میں کثرت سے قصائد اور نظمیں اور قطعات ایسی لکھ کر والا جاہ کو تحفہ مست میں بطور خیر پیش کیا
جو کمال اقبال اور موقوفات والا جاہ میں شمع ہو چکے ہیں۔ والا جاہ بہادر باعتبار خوشی و مستقل ہونے
یعنی نواب جہانگیر محمد خان بہادر مرحوم اور نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین کے داماد تھے اور علیاً
لئے اتفاقاً المن مقرر۔ **ع** نواب صاحب موصوف منقول رئیس اور فرزند دار ریاست بھوپال کے تھے۔ انھیں ذی قہر
نظم جاری میں انھوں نے وفات پائی اس زمانہ میں علیا حضرت دیکھ عالیہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان روح خدا
اور اصلی جانشین نواب صاحب موت کی زمین ہر سال تھیں اسلئے بے غشا، سرکار انگلیہ تابلی ریٹہ عالیہ کی والدہ محترمہ نواب
نخزین است فراموش گئیں جب رئیسہ عالیہ بن گئیں تو انھوں نے اپنی مرضی سے اپنی والدہ محترمہ نواب سکندر بیگم صاحبہ کو
میں جانشین بنائے تھے۔ **ع** رئیسہ عالیہ خلد نشین کا بیٹا اور اگرچہ اس کا نام بدستوری میں کی نہیں گئی تھی لیکن اس کا

نخزین اس رئیسہ عالیہ دقلم ریاست ہونے کے ذابان سابق سے زیادہ اقتدار رکھتے تھے کیونکہ
اس سے قبل شوہر رئیسہ کو جو خطاب نوابی عطا ہوا کرتا تھا وہ محض اعزازی ہوتا تھا
مگر ریاست میں اس کو کسی قسم کا حق داخلت حاصل نہیں ہوتا تھا جیسا کہ سرکار خلد نشین
کے اس خریطہ خطا کے مضمون سے جو برست و منتقم صفر شہیدہ اجری مطابق نوزدہم فرستادہ
نشین صاحب بہادر کے خریطہ خطا کے جواب میں بھیجا گیا تھا اور اس کی تائید و توثیق میں
نشین بدھنشی سے ہفتہم جولائی شہیدہ کو ایک اشتہار عام شائع کیا گیا تھا اس امر کی
حالت طور پر توضیح ہوتی ہے۔ سرکار خلد نشین کے اس خریطہ خطا کا مخصوص فقرہ یہ ہے
میں کہ در باب نبودن رئیس بھوپال شوہر نواب شاہجہان بیگم صاحبہ مرقوم است
سب درخواست غلطہ است کہ بوجہ صاحبان عالی شان بہادر تاقہ گردیدہ "اور اشتہار
کی عبارت یہ ہے در صلاے عام دہجانی ہے کہ مطابق تحریر صدر کے نواب شاہجہان بیگم صاحبہ
رئیسہ بھوپال اور ان کی والدہ ماجدہ نخزین ریاست وائیلی۔ یہ بھی قرار پایا کہ باعث
یہ مذکور الصدر کے والدہ (شوہر) نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے فقط برائے نام
نواب ہوں گے۔ اور تظہیر و تکریم اور جشن جلوس اس کا مطابق نوابان
انہ سابق کے رہیگا۔ اور اس امر نے بھی نقش منظوری سرکار کا پایا ہے
نشین ولیم فریدک ایڈن صاحب بہادر پولیسک ایجنٹ بھوپال کے عہد میں
اس اشتہار کی ایک کٹ سے زائد کا پیمان چھاپ کر نام ریاست محروسہ میں
شہر کی گئیں۔

مردان عام پرستے ہیں۔ انھیں وسائل کی نایابی اور فقدان کے مضمون کو شیخ علی رضا نے ایک شعر میں ان پر درودِ امانت کے ساتھ ادا کیا ہے۔

ایسے بستہ درجہ سی نشانم دادند / دستہ دازد بشکستہ و کما فر دادند

میں نے قسمی ست قدر سے یہ تمام ذرائع والا جاہ کے لیے مہیا کر دیے جن سے انھوں نے خود بھی فائدہ اٹھایا۔ اور رئیس و ریاست اور ملک و ملت کو بھی عظیم الشان خدمت پہنچائی۔

یہ عالمیہ کے راج میں والا جاہ کا ریسوخ روز بروز بڑھتا گیا۔ جلوت و غلوت میں وہ ان کے دست و بازو بنے۔ اور کسی وقت یہ عالمیہ کی حقیقت سے جدا نہیں ہوئے۔ شہرِ مہم تہ ان کو یہ عالمیہ کے ساتھ ہندوستان کے مختلف ملکوں کی سیر و سیاحت کا اتفاق ہوا۔ اور ہر سفر میں یہ عالمیہ اور والا جاہ کو ہمت سے امتیازات اور مراتب اعزاز ایسے حاصل ہوئے جو اس سے قبل کبھی فرار و زبان بجز پال کو حاصل نہیں ہوئے تھے۔

شہرِ بھٹی

عقد ثانی کو پندرہ ایک سال اور کچھ مہینے گزرے تھے کہ جہادی اٹالی مشیت پوری کو ایک پرائیویٹ جہتی پر لیگل ایجنٹ صاحب بہادر کی رہنمائی عالمیہ کے نام اس مضمون کی لئے تھوڑے سے نوکریہ پر چند روز کے لیے ایک حقیر سزگلتہ کا پڑاؤ کی حالت میں جو کہتے ہیں کہ بھٹی میں تھا۔ اس زمانہ میں جناب لاہوری صاحب بہادر ہندوستان کے گورنر جنرل اور وکیل تھے۔

وہ ابھی سہ ماہی میں مصروف تھے اور حسن انتظام ریاست آبادی ملک اور دھرم کے معاملات میں عمل میں آئی ہے اس پر نظر کر کے اور جراحات شماری آگئی جانب

دست انگاشیہ کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی ہے اس کے علاوہ علیہ حضرت ملک مظفر کو سن ۱۹۱۷ء میں اپنے تفقدات شانہ سے آپ کو خطاب۔ نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار افسر ایمپا فخر و نشان درجہ اول۔ دست فرما منظور کیا ہے۔ بعد اس کے ایک

سریل خط پولیکل ایجنٹ صاحب کی جانب سے رہنمائی عالمیہ کے نام آیا کہ چہارم رمضان ۱۳۳۷ مطابق شازوہم فروری ۱۹۱۷ء کو ایک عالیشان دربار بھٹی میں منعقد ہو گا۔

اس میں ہزار کیلنسی و سیراسے بہادر آپ کو شاہانہ فرائض سے متاثرہ فخر فرما دیئے۔ یہ مرد داد و دیار بزرگ رہنمائی عالمیہ چیمبر رمضان شریف ۱۳۳۷ء مطابق فروری ۱۹۱۷ء

شہر کو انجمن دارکان ریاست کے ساتھ بھٹی روانہ ہوئیں اور پندرہ رمضان ۱۳۳۷ء کو بھٹی کے بانی کلمہ اسٹیشن پر درود فرما ہوئیں۔ کرنل جان ویم دہی آسرن صاحب بہادر

پولیکل ایجنٹ بھوپال سسر آسرن صاحبہ۔ مشرگون پولیکل سکرٹری ورنیشا سیر اور

بھٹی کاننگ ہزار کیلنسی گورنر صاحب بہادر بھٹی۔ اور شمشید جی صاحب دیگر علما و حضرات استقبال کیا۔ یورین رجسٹریٹر کلاگرڈ آف انزائیکشن پر موجود تھا۔ اس نے

عوامی اداکی۔ بینڈ نے خیر مقدم کے راگ کی گت بجائی۔ پھر ناٹکس کی ایک جوتی عالمیہ کی سواری کے جلوس کے جلو میں روانہ ہوئی۔ انٹل ضرب سلامی فوجوں کی سرکاری رہنمائی

۱۹
 شہزادہ اجمری مطابق شازدہ اہم فوہر ششہ کو شنبہ کے دن دو بجے پر نشان و شوکت
 دربار منعقد ہوا۔ رئیسہ عالیہ نواب والا جاہ بہادر۔ نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ
 و میسرہ ریاست۔ مدار المہام صاحبہ ہمدرد۔ اور دیگر اخوان زیاست کو اپنے ہمراہ
 بارگاہ گورنری میں تشریف لے گئیں۔ خطابہ قدیم کے مطابق اہل دربار کی ترتیب
 اس طرح پر تھی۔ اول علم بردار پھر عصا بردار پھر سپہ سالاران فوج پھر سکریٹری صاحبہ
 اور انڈر سکریٹری صاحبہ ہمدرد۔ پھر کسٹین درجہ سوم کے خطاب یافتہ۔ پھر درجہ اول
 و خطاب یافتہ پھر درجہ اول کے خطاب یافتہ تشریف فرمائے۔ ہزارگیلنسی ایسٹ گریڈ اسٹار
 پوشاک پہنے ہوئے تھے ہر ایک اسٹ گریڈ کا تذکرہ آگے ایک پورہین افسر نشان ہاتھ میں لیے ہوئے
 تھا اور اسکے عقب میں اخوان دارکان ریاست تشریف فرمائے۔ کسٹینسی ایسٹ کے پیشری سکریٹری صاحبہ
 درون نشان ہاتھ میں لیے ہوئے گریڈ اسٹار صاحبہ کے عقب میں تھے۔ اور ان کے
 بعد سرداران و اہلیان ملک کی نشست تھی جب دربار جمع ہو چکا۔ اور سب اہل خطاب
 اپنی اپنی نشست گاہوں پر بیٹھ گئے تو انڈر سکریٹری صاحبہ نے استاذہ ہو کر دربار کے
 اعلان عام کیا۔ کہ یہ دربار فرمان شاہی کے مطابق بالخصوص نواب شاہجہان بیگم صاحبہ
 فرمان روائے بھوپال اور آئرلینڈ سر جان اسٹیرجی صاحبہ ہمدرد کو خطاب و تحفہ عطا فرما
 کے لیے منعقد کیا گیا ہے۔ پھر سکریٹری صاحبہ نے رئیسہ عالیہ کا استقبال کیا۔ اور اپنے
 ان کو بارگاہ گورنری تک لے گئے۔ ترتیب رفتار اس طرح تھی۔ اسکے علم بردار۔ پھر عصا
 پھر انڈر سکریٹری صاحبہ یہ تحفہ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ ان کے بعد سکریٹری صاحبہ

بعد دو اور صاحبان فریشتان۔ اُسکے بعد پوٹیکل ایجنٹ جٹو پال۔ اُسکے بعد ایک اختر
بیتہ علم اپنے ہاتھ میں بیٹھے ہوئے اُسکے بعد رئیسہ عالیہ اُسکے بعد والا جاہ بہادر اور علامہ
انواران وارکان ریاست۔ جو وقت رئیسہ عالیہ نے بارگاہ گورنری میں قدم رکھا۔
وقت آنے آنے باقاعدہ سلامی ادا کی اور رئیسہ عالیہ نے اپنے منبر کے مطابق کرسی پر جلوں فرمایا
رئیسہ عالیہ کی کرسی پوٹیکل ایجنٹ بہادر کی کرسی کے بعد تھی اور انکی کرسی کے بعد جنسی پرجستخان
کی کرسی تھی ایسی کردہ ہمارا کامر بہ نشان ہاتھ میں بیٹھے تھے انکی کرسی کے بعد لارڈ صاحب
صاحبہ عالیہ ریاست اور نواب والا جاہ بہادر کی برابر برابر کرسی تھی۔ اُسکے بعد خانبیست
کی کرسیاں تھیں۔ درج آتے آنے رئیسہ عالیہ کے روبرو کائیل اٹھائے ہوئے تھے۔
سکرٹری صاحب نے فرمان شاہی ہزار کیلنسی دیہر لے کے سامنے پیش کیا۔ صاحب
عظمیہ نے عطائے خطاب وقفہ کار فرمایا۔ رئیسہ عالیہ اٹھ کر ہزار کیلنسی کے تخت کے
روبرو گئیں۔ سکرٹری صاحب نے اداے کورنش کے بعد میز سے تمباکھ کر لارڈ صاحب
سرخ کے ہاتھ میں دیا۔ اور لارڈ صاحب بہادر نے فرمان شاہی سکرٹری صاحب کو دیا
فرمان نے فرمان شاہی لفظ بلفظ پڑھ کر اہل دربار کو سنایا۔ پھر رئیسہ عالیہ کو میز کے روبرو
لے گئے۔ ہزار کیلنسی کے ایوان کے مطابق سر چرڈ پیل صاحب بہادر نے تمباکھ اپنے ہاتھ میں
لیا۔ اور سر ایچ ورڈرسل صاحب نے سکرٹری صاحب بہادر کے ہاتھ سے نشان اپنے ہاتھ
میں لے لیا۔ اور رئیسہ عالیہ کو اسٹار آف انڈیا۔ کارڈ روبرو بن کر اس کے تخت کے
سامنے لائے رئیسہ عالیہ نے سلام کیا۔ اور لارڈ صاحب عروج نے تمباکھ کا کالہ اپنے ہاتھ سے

ریشہ عالیہ کو پہنایا اور فرمایا کہ "میں آپ کو علیا حضرت مکہ معظمہ کے فرمان کے لئے
 اس پر شان و شوکت دربار میں تہنوعت اور اشارت انداز کا نشان دیتے ہیں
 عطا کرتا ہوں۔ یہ بڑا عالی مرتبہ خطاب ہے اور علیا حضرت مکہ معظمہ نے اپنے اتوں
 شان سے بلیب خاطر آپ کو نائب گریڈ گمانڈرا اشارت انداز کا مخاطب قرار دیا
 معنون فرمان ختم ہونے کے بعد اکیس ضرب توپوں ریشہ عالیہ کی سلامی کی سرپوشی
 سکریٹری صاحب اپنے ہمراہ ریشہ عالیہ کو ہر ایک نائب گریڈ گمانڈر سے تعارف
 اور مصافحہ کرتے ہوئے میز کے قریب سے گئے۔ یہاں ریشہ عالیہ نے مضابطہ خطابات
 کے مطابق اقرار نامہ پر اپنے دستخط کر دیئے۔ اسکے بعد اپنی نشست گاہ کے محاذ پر
 نمودار کھڑی ہو گئیں۔ اور بخشی محمد حسن خان صاحب نے نشان یتھری کوٹ لکھنؤ
 اڑایا۔ بیڈ نے مبارکباد کی گستاہائی۔ سکریٹری صاحب ہمارے ریشہ عالیہ کا خطاب
 بلند آہنگی سے اہل دربار کے گوش گزار کیا۔ اس کے بعد ریشہ عالیہ اور تمام اہل دربار
 جو تظاہر کھڑے ہوئے تھے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اس رسم کے ختم ہونے کے بعد
 سرکار اسٹریٹی صاحب ہمارے کو ہر اکیس ریشہ عالیہ نے درجہ دوم کا تہنوعت فرمایا
 جب یہ رسم تہنوعت بھی ادا ہو چکی تو ہر اکیس دربار سے گورنمنٹ ہوس کی جانب روانہ
 ہو گئے۔ اور اکیس ضرب توپوں صاحب مداح کی سلامی کی سرپوشی۔ اور تمام اہل دربار
 ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی فرود گاہ پر واپس آئے۔ اشارہ راہ میں سکریٹری صاحب
 نے اشارت انداز کے تہنوعت کی سند مورخہ سنہ ۱۲۸۵ھ سال جلوس میں پورے

تسخیر خاص ہر بخشی مکہ معظمہ کے تھے۔ ریشہ عالیہ کو عطا کی اور دینے سے ہمارے
 اپنی تصویر ریشہ عالیہ کو مرحمت فرمائی۔ ریشہ رمضان شریف کو سہ شنبہ کے دن
 سیٹنی ریشہ عالیہ کی فرود گاہ پر ملاقات با زید کے لئے تشریف لائے۔
 ذاب والا جاہ ہمارا اور مدار المہام صاحب ہمارے بھاکر صاحب بھاؤ ٹرکی
 علی ایک جہان دہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ استقبال کیا اس دربار میں تمام انخوان دار کا
 ہمارے موجود تھے۔ ریشہ عالیہ نے اور تمام اہل دربار سے خیرین پیش کی۔ ہر اکیس
 ہمارے لئے اپنی مہرانی سے ان کو معاف کیا اور ویرنگ ریشہ عالیہ سے حکلام رہے
 ریشہ عالیہ نے بجلی سے روانگی کی اجازت طلب کی۔ اور تھوڑے اور احمد آباد کی
 کی خواہش ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد ریشہ عالیہ نے اپنے دست خاص سے لار صاحب
 سادہ مدوح اور سکریٹری صاحب اور دو مہران کو نسل اور دو صاحبان رزیدنٹ
 سادہ مندرجہ انداز اور اچوتانہ کو عطر و پان تقسیم کیا۔ اور پچھون کے ہار پہنائے
 علی بڑے صاحبان عالیشان تشریف فرما تھے۔ باقی مداحان کو ذاب والا جاہ ہمارے
 نے عطر و پان تقسیم کیا۔ یعنی میں جلالت اکبر علی حضرت سلطان اعظم کے کو نسل جنرل
 اور اعلیٰ حضرت شاہ ایران کے کو نسل جنرل اور ہر اکیس آغا خان داماد فتح علی شاہ
 اور ملا فیروز جی بن ملا کاڈس جی صاحب سے والا جاہ ہمارے کی ملاقات ہوئی۔ ملا فیروز
 ایک نامور شاعر تھے۔ انکی شہسوار جارج تارہ شہور ہے۔ جو تین دنوں پر شہل سے
 اور شہسوار میں شاہان لندن کی فتح ہندوستان کی کنیت اور جو اڑائی ان اہل ہند

اور اہل یورپ سے ہوئیں ان کے تمام واقعات زبان درسی پارسی میں لکھے ہیں
کل اشعار شاہنامہ کے طرز پر اندازاً چالیس ہزار ہیں۔ اس بخاراہ رمضان شریف کو
ریشہ عالیہ بھی سے روانہ ہوئیں۔ سات بجے دن کو سوار ہو کر پانچ بجے شام کو حویلی
میں درود فرما ہوئیں۔ سچ صاحب بہادر نے مراتب استقبال و سلامی ادا کیے
مگر بحکم الدین صاحب مرحوم سے جو فرقا سما عیالینی بوہرہ کے پیشوا سے
تھے اپنی ستورات کو ریشہ عالیہ کے سلام اور ملاقات کے لئے فروگاہ سرکاری پر بھیجا
اور مراسم ضیافت نہایت حسن اخلاق اور خوبی کے ساتھ ادا کیے۔ اور چند ملاقات
پارچہ پوشیدنی ریشہ عالیہ اور لڑا ب والا جاہ بہادر اور نواب ولیم صاحب پات
اور مدار الہام صاحب بہادر کو تحفہ نذر دیے۔ ایک شبانہ روز قیام کے بعد سات بجے
دن کے ریشہ عالیہ سورت سے احمد آباد روانہ ہو کر مغرب کو دہان رونق افروز ہوئیں
سچ صاحب اہر کلکٹر صاحب سے استقبال کیا۔ شاک سلامی مروتی شب کے وقت کلکٹر صاحب
بہادر نے نہایت سبیر چٹھی کے ساتھ ریشہ عالیہ اور تمام منتسبان دولت کی دعوت کا
دور و زیمان قیام رہائشوں میں رمضان شریف کو سات بجے دن کے احمد آباد سے روانہ ہو کر
دس بجے رات کے پھر بمبئی واپس تشریف لائیں۔ بعض ضرورتوں کی وجہ سے چاکر و دیوان
قیام رہا۔ اسی اثناء میں دفعہ یہ خبر دشت اثر ریشہ عالیہ کے گوش گزار ہوئی کہ تمام سامان
تو شک خانہ خاص ریشہ عالیہ اور نواب ولیم صاحب بہادر والا جاہ بہادر کا جو بخشی
محمد حسن خان صاحب کی تجویز اور نگرانی میں بھوپال سے روانہ کیا گیا تھا۔ سٹیشن کھنڈ پر پہنچ کر

کشمکش ہو گیا۔ اس سامان کے ساتھ دفتر خاص کے کاغذات اور ریاست کی یادداشتیں
ریشہ عالیہ اور سرکار غلہ نشین کے عطیے ایشار کی مثلین بھی شامل تھیں۔ ریشہ عالیہ
میں حادثہ میں بخشی صاحب کی غفلت اور سہل انگاری کے ثبوت کی بنا پر انکو معزول کر دیا
معاذ اللہ۔ رمضان شریف شب گزری کو بمبئی سے نوبت اقبال جانب بھوپال روانہ ہوا
دور و در مقام بڑھنی میں ریشہ عالیہ نے قیام کر کے غازیپور انظر ادا کی۔ بعد اس
کے پانچویں شوال شب گزری کو دارالاقبال بھوپال میں نزول اجلال فرمایا۔ شوال
کے اکیس شوال تک بھوپال میں عطایا کے شاہی کے جشن سترت کی دھوم دھام رہی۔
حرارے پائے تخت سے تصائد نہایت پیش کیے۔ جو کچھ الاقبال تاریخ بھوپال میں درج ہیں
ریشہ عالیہ کی صدر نشینی و نکاح ثانی کے بعد یہ پہلا مبارک سفر تھا جس میں ریشہ عالیہ کے مرتب
ماہ و جلال کا شمار اقبال ہند ہو کر آئی ہندوستان پر درخشان ہوا۔ اور ریشہ عالیہ
کی عظمت اور جلالت کو نامور فرمان روا یان ہند کے نگین دل پر نقش کر دیا۔ اس سفر میں
نواب والا جاہ بہادر کو اعلیٰ امیران دولت انگلشیہ اور قائم مقام ہر جمعی قیصر ہند اور
ایمان ریاست اور عائد ملکات ہند سے اتفاق ملاقات ہوا۔

عقد نکاح نواب ولیم صاحب دام اقبال

ہوڑا اس سترت کا نکاح نہیں ہونے پایا تھا کہ ایک اور تازہ تر سترت کی تقریب
پیش آئی۔ ریشہ عالیہ کو جناب نواب ولیم صاحب کے عقد نکاح کا خیال پیدا ہوا۔ والا جاہ مرحوم

نے مشورہ دیا کہ احمد علی خان نواب نظیر الدولہ احتشام الملک بہادر مرحوم منظر
سے زیادہ بظاہر کوئی شخص موزون نہیں ہے۔ سرکارِ خلد نشین اُن کو اکبر آباد
ہفت سالہ عمر میں اپنے ساتھ لائی تھیں۔ اور آپ نے بھی طریقہ شفقت ہمیشہ
کے ساتھ مرعی رکھا۔ اُنھوں نے تعلیم و تربیت آپ ہی کے سایہ عاطفت میں پائی۔
وہ اکو اب ریاست اور مرہاسم خاندانی سے بھی واقف ہو چکے ہیں۔ خلد نشین کے
سے چند روز تک میں نے اُن کو کتاب کا سبق بھی پڑھایا ہے۔ میں اُن کی طباعی
واقف ہوں۔ رئیسہ عالیہ نے اُن کی اس رائے کو منظور فرما کر تمام اخوان و ارحام
سے نکاح کے متعلق مشورہ کیا۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ پھر رئیسہ عالیہ نے حکامِ دار
کو اطلاعی طریقہ خط ارسال کیا۔ سو مہ جون ششہ کو ہزار سیلنی لارڈ نارتھ ہوک
بہادر ویرسے کشور ہند نے طریقہ خط سے جواب میں اپنی دلی خوشنودی کا اظہار کیا
اور باقاعدہ منظوری عطا کی پانزدہم رجب ششہ ہجری مطابق ۱۹ ستمبر ششہ کو
شاہنہ نزدیک احتشام اور جاہ و جلوس کے ساتھ بزم کد خدائی منعقد ہوئی۔ اور
والا جاہ مرحوم نے نوشتہ کو اپنی مسند پر جگہ دیکر اپنی وکالت ذاتی سے کمال سرت شادی
کے ساتھ نواب ولیعہد صاحب کا نکاح نواب صاحب بہادر مرحوم سے کر دیا۔

یہ غافلہ جشن سرور و انبساط مدت دراز تک قائم رہا۔ اور بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا
۱۰ اس تقریب سرت آئین میں رسم خط و عقد نکاح اور سالانہ جیز میں حصہ لیا مصلحت ہے جو لاکھ ہزار
دوسرا پنجاس و پیر تین کہ نوابی کا

سے زیادہ قابلِ فخر یہ بات ہے کہ اس تقریب ہمایون میں رئیسہ عالیہ نے کوئی ادنیٰ
نہ فی رسم بھی خلافِ شرع شریف جائز نہیں رکھی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
الہام بہادر مرحوم نے عقد نکاح کی تمینیت میں ایک قطعہ تاریخ لکھا جو اُنکے تذکرہ حال
ن لکھا جا چکا ہے۔

سفر کلکتہ

اول جون ششہ میں ہزار اہل ہائیس پرس آت دیلز بہادر ولیعہد سلطنت
ہستان کے ہندوستان میں تشریف لانے کی خبر شہر ہوئی۔ چند ماہ کے بعد انگلستان سے
بہادرہ مدد ورج کی روانگی کی خوشخبری سامنے نواز خاص وغام ہوئی۔ جس وقت ہزار اہل ہائیس
بہادر ساحل ممبئی پر ننگر انداز ہوا اس وقت کزل دیم دہلی آہرن صاحب بہادر
سیکل ایکٹ بہادر بمبئی پال نے رئیسہ عالیہ کو باضابطہ اطلاع دی۔ کہ پرس مدد ورج
مہ جزی ششہ کو دار السلطنت کلکتہ میں دربار منعقد فرمائینگے۔ اور جناب سرختری
میں صاحب بہادر رئیسہ شہ۔ سنٹرل انڈیائی عطاے خطابات کا فرودہ جانفزا اُٹھایا۔
چونکہ نواب ولیعہد صاحبہ کا زمانہ وضع ولادت قریب تھا۔ اس لیے رئیسہ عالیہ کو فطری
دور پر شفقت اور ارشہ کے لحاظ سے ایک گونہ تشویش لاحق تھی۔ اور سفر کلکتہ میں پس و پیش
تھا کہ اس نامہ لاء اُنھوں نے والا جاہ بہادر کو اپنا قائم مقام بنا کر ہزار اہل ہائیس کے استقبال
اور شرکت دربار کے لیے بھیجی اور کلکتہ روانہ کرنا تجویز کیا تھا مگر ساتھ ہی اس کے چوگر پرس میں

کے ہندوستان تشریف لائے کی خوشی میں جوش و فاداری اور حسن ارادت و میلہ عام
کے دل میں موج زن تھا علاوہ اس کے والا جاہ کی منائش اور جلیلہ خطابات کی
نظر کر کے اور جناب سرسری علی صاحب بہادر کے فریضہ غلط سے یہ معلوم کر کے کہ ہر اکابر
لارڈ راتھورڈ صاحب بہادر و دوسرے کثور ہند ارشاد فرماتے ہیں کہ ان شفقت
کلکتہ میں بذات خود تشریف لانا چاہیے۔ رئیس عالیہ غایت سرت کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی
اور اللہ تعالیٰ حافظہ اکرم بقعدہ ۹۲ شمسری مطابق ششم دسمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی
کے دن ذاب و یمنہ صاحبہ دام اقبالہا کو اپنے نقل عاقلیت میں لیکر ذاب والا جاہ بہادر اور ذاب
نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر اور مراد المہام شمس جمال الدین خان بہادر اور دیگر
خاندان ریاست کے ساتھ جو پال سے کلکتہ روانہ ہوئیں۔ بارہ ذیقعدہ کو دوشنبہ کے دن
آٹھ بجے اپیشل ٹرین الہ آباد پہنچی۔ ٹھکانہ اور عاملہ شہر نے استقبال کیا۔ دوسرے روز
انیش ضرب توپوں کی سلامی قلم سے سر ہوئی۔ رفیع مکان کی عرض سے ایک روزہ جناب
مہاراجہ صاحب بہادر بنارس کی پرفضا کوٹھی میں جو دریا سے جن کے کنارے پر واقع ہے
قیام فرمایا۔ دوسرے روز وہاں سے روانہ ہو کر شانزدہم ذیقعدہ ۹۲ شمسری مطابق
پانزدہم دسمبر ۱۸۵۷ء کو کلکتہ میں رونق افروز ہوئیں۔ کیپٹن مٹ صاحب بہادر ایڈیٹنگ
اور انڈر سکرٹری کیری صاحب بہادر نے دیر لے کی جانب سے ہورہ اسٹیشن پر استقبال کیا
جس وقت اپیشل ٹرین اسٹیشن پر پہنچی۔ رئیس عالیہ نے برقع میں برآمد ہو کر صاحبان
بہادر سے ملاقات اور مزاج پرسی کی۔ فورٹ ولیم سے انیش ضرب توپوں کی سلامی سر ہوئی

اور ات آنحضرت بستہ کھڑا تھا اس نے باقاعدہ سلامی ادا کی۔ رئیس عالیہ مع ذاب
بہادر صاحبہ زنانہ کی بھی میں سوار ہوئیں اور انڈر سکرٹری صاحب بہادر نے والا جاہ کو
ہٹ کر انڈر گھٹی میں بٹھایا۔ اور سرکاری سواری کا جلوس شایع عام سے گزرتا ہوا فرد گاہ
پر چلا۔ یہاں ایک عایشان پرفضا کوٹھی تھی جو ہر اسٹیشن کی جانب سے رئیس عالیہ
قیام و آسائش کے لیے آراستہ کی گئی تھی۔ لوازم دنیاقت و مہمانداری گورنمنٹ آف انڈیا
جانب سے زمانہ قیام تک ادا ہوتے رہے۔ بہت دودم دسمبر ۱۸۵۷ء کو رئیس عالیہ
اسٹیشن و دوسرے بہادر کی ملاقات کے لیے گورنمنٹ ہوس میں تشریف لے گئیں۔ والا جاہ
راخوان دارکان ریاست ہوا تھے۔ اور راقم حرکت بھی شریک دربار تھا۔
۱۰۹ سرسری صاحب بہادر اور انڈر سکرٹری صاحب بہادر اور دوسرے کے ایڈیٹنگ صاحب
بہادر نے استقبال کیا۔ پچیس مجریہ کے مطابق رئیس عالیہ نے ایکو ایک ٹھکان اشرفی کے بطور نذر
جناب لارڈ صاحب بہادر کے سامنے پیش کیے۔ لارڈ صاحب مروج نہایت تکریم و حسن اخلاق
و تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ اور اسی روز رئیس عالیہ کی ملاقات بلا دیر کے لیے فرد گاہ
سرکاری پر رونق افروز ہوئے۔ والا جاہ بہادر نے ذاب سالار جنگ بہادر کی فرد گاہ تک
استقبال کیا اس ملاقات میں صرف والا جاہ بہادر اور مراد المہام صاحب بہادر شریک تھے۔

ذاب عبد اللطیف خان صاحب مرحوم سے ملاقات

اسی تاریخ کی شب کو ذاب عبد اللطیف خان صاحب مرحوم رئیس عالیہ اور والا جاہ بہادر

کی ملاقات کے لیے فرد گاہ سرکاری پر تشریف لائے۔ دیر تک بزم صحت گرم رہا۔
جناب شیخ پر دھان۔ ہمارا جہے گو پال سنگھ بہادر نے راجہ متو سلطان شاہ اودھ
جن سے تھے اور آقا محمد شیرازی سادہ نشی احمد حسین موہانی نے رئیسہ عالیہ اور داماد
کی مرح میں تشریف لائے اور قصائد وغیرہ پیش کیے۔

نواب سرسالا جنگ عظیم مرحوم سے ملاقات

دکھن ذی الحجہ ۱۲۸۳ ہجری کو والا جاہ بہادر سرسالا جنگ عظیم نواب شجاع الد
نخارا الملک میرزا علی خان بہادر مرحوم وزیر دولت آصفیہ دکن کی ملاقات کے
تشریف لے گئے۔ سرسالا جنگ نے اپنی کوٹھی کے ذینہ بائیں تک استقبال کیا۔ اور انگلی
ہوئے۔ دیر تک محفل خلعت و اتحاد قائم رہی۔ اور ریاست بھوپال کے نظم و نسق کے متعلق
دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ ریاست سے حسن انتظام کا حال سنکر وہ نہایت ہی محظوظ ہوئے۔
پھر سرسالا جنگ مرحوم نے قاضی شیشہ لائے عطر پیش کیے۔ اور وقت رخصت نیز تک
مشاہدت کی۔ دوسرے روز سرسالا جنگ رئیسہ عالیہ اور والا جاہ بہادر کی ملاقات بان
کے لیے تشریف لائے۔ والا جاہ بہادر نے ذینہ تک استقبال کیا۔ اور بڑے جوش و خروش کیلئے
اپنے محرم مہمان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر عطر و پان کی رسمی مدارات کے بعد بزم صحت پر
ہوئی۔ رئیسہ عالیہ نے تاج الاقبال تاریخ بھوپال کے دو نسخے فارسی اور اردو و تحفہ ان
عنایت فرمائے۔

ہزار اہل ہائیس پرس آف ویز کا نزول اجلال

ہست دوم دسمبر کو پرس آف ویز بہادر کا جہاز کلکتہ پہنچا تمام والیان ریاست
کے پر تشریف ایک پر شہزادہ مدوح کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ مگر رئیسہ عالیہ نے
ایٹنی دیر سے اجادت لیکر لاہور صاحب مدوح کی صاحبزادی کے ہمراہ دیگر گیل
تشریف لے کر شہزادہ مدوح کے سلام اور مزاج پرسی کی رسم ادا کی۔
ہست وچہارم دسمبر کو رئیسہ عالیہ پرس مدوح کی ملاقات کو تشریف لے گئیں۔
پرس مدوح نے لب فرش تک استقبال کیا۔ اور رئیسہ عالیہ اور والا جاہ بہادر اور
اب سلطان و دلا احمد علی خان بہادر کی مزاج پرسی کی۔ اور رئیسہ عالیہ کو اپنی اپنی طرف
لٹایا۔ اور اپنے ہاتھ سے منقہ طلائی رئیسہ عالیہ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد رسم
عطر و پان ادا ہوئی۔ اور رئیسہ عالیہ نے ہزار اہل ہائیس سے رخصت ہو کر فرد گاہ پر
سادت فرمائی۔ ہست و نهم دسمبر کو شہزادہ مدوح رئیسہ عالیہ کی فرد گاہ پر بازو کیلئے
دین افروز ہوئے۔ اور رئیسہ عالیہ اور ہزار اہل ہائیس کے درمیان تحائف اتحاد
ابا ہسم تبادلوں ہوا۔

یکم جنوری ۱۲۸۴ء کو ایک مالیشان دربار خطاب اشارات انڈیا عطا کر کے غرض
شاہزادہ مدوح نے منعقد کیا۔ اس دربار میں اساتذہ کے منبر کے مطابق نشست رکھی
گئی تھی۔ تمام حاضر الوقت والیان ریاست اور اعلیٰ افسران سلطنت انگلیشیہ جو انٹکس کے

خطاب سے ممتاز تھے۔ شریک دربار تھے۔ سب سے پہلے رئیس عالیہ برقع زیب تن
اور بارہن داخل ہوئیں۔ اور ہندو اہل ایٹھس کے دست راست کے جانب کرسی
جلوہ افرور ہوئیں۔ رئیس عالیہ کے داہنے بازو پر جناب بہادر اجہ صاحب بہادر
اور جانب چپ جناب بہادر اجہ صاحب بہادر جیند تشریف فرما تھے دربار کے آئین
اور ہونے کے بعد جب سب منصب داران شاہی رجکو ٹائٹ کا خطاب عطا ہوا
خصت ہو چکے۔ تو رئیس عالیہ بھی اپنی خود گاہ پر واپس تشریف لائیں۔ موم جنوری
رئیس عالیہ پر شانت و لمیز بہادر سے رخصت ہونے کے لیے گورنمنٹ ہوس میں تشریف
لے گئیں۔ شاہزادہ والا شان نے جوش و تپاک کے ساتھ رئیس عالیہ کی پزیرائی کی
نواب والا جاہ بہادر سے ہنگام ددوع مصافحہ کیا۔ چارم جنوری ششہ کو ہندو اہل
رئیس عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر کی دستی تصویر اتارنے کے لیے شاہی فوٹو گرا
فور دانہ کیا اُس نے رئیس عالیہ کی تصویر نقاب و برقع کے ساتھ اتاری اور دونوں
تصویریں تیار کر کے شہزادہ مدوح کے حضور میں پیش کیں۔

نواب وزیر السلطان کی ملاقات

اسی تاریخ کو نواب والا جاہ بہادر نواب امیر علی خان حرم وزیر السلطان یعنی وزیر شاہ
سے ملنے کے لیے اُنکے دو تھانہ پر تشریف لے گئے۔ وزیر مدوح فرط انسا ط سے استقبال
کے لیے اپنے دو تھانہ سے باہر نکل آئے اور گہمی سے نواب والا جاہ بہادر کو تارکرا واکھا

میں سیکر صدر مکان تک لے گئے۔ اور نہایت حسن اخلاق اور جوش اتحاد کے ساتھ
نے اور ایک بے کافار انداز کے ساتھ انواع تعفن بیان اور فصیح و بلیغ کلام سے
بہادر کی ضیانت طبع کرتے رہے۔ یہ دلاویز صحبت دیر تک رہی۔ چار عطر و پان
کی تواضع کے بعد نواب والا جاہ بہادر خود گاہ پر واپس تشریف لائے وزیر موم
اخلاص تواضع کا نواب والا جاہ بہادر کے دل پر بہت گہرا اثر پڑا۔ دوسرے روز
امیر علی خان بہادر موم نواب والا جاہ بہادر کی بازویہ کے لیے رئیس عالیہ کی فوٹو گرا
فٹ لائے۔ اور دیر تک اپنی مصنفہ کتاب تاریخ دذیر نامہ کے اشعار سناتے رہے اور
نمبر اپنی جدید تالیف موم امیر نامہ کا نواب والا جاہ بہادر کو تحفہ عنایت کیا۔
عالیہ نے تاریخ بھوپال کا ایک نسخہ دذیر ممدوح کو مرحمت فرمایا۔

اسی طرح جب تک کلکتہ میں قیام رہا بہت سی معزز پوربین خرائین اور پوربین
اجان ذیشان رئیس عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر سے ملنے کے لیے خود گاہ رئیس عالیہ
تشریف لائے سہ ماہی اتفاق ہوا کہ انھوں نے نواب والا جاہ بہادر کو اپنی بے تکلف
سائیندین اور دذیر اور پوربین میں مدعو کیا۔ اور غایت درجہ تعظیم اور وقیر سے
آئے جب مراجعت بھوپال کا وقت آیا تو رئیس عالیہ نواب والا جاہ بہادر کو ہراہ لیکر
ایٹھس دیمہ لے بہادر کی صاحبزادی صاحبہ سے ملنے کے لیے گورنمنٹ ہوس میں تشریف
لے گئیں۔ فادرین سکرٹری صاحب بہادر نے کبھی تک استقبال کیا۔ اور رئیس عالیہ کو
بہادر لے بہادر کے چھکے تک لے گئے۔ ہرکسینی رئیس عالیہ سے غایت عزت و احترام کے ساتھ

پیش آئے۔ اور دالاجاہ بہادر سے نہایت خندہ پیشانی اور تپاک کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ایک نقشہ دربار کار میٹہ عالیہ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد ریکہ عالیہ نے ہزار سیلنسی دیے اور انکی صاحبزادی صاحبہ سے ملاقات کے وقت غصہ طلب کی۔ ہزار سیلنسی دینے کے بعد بہادر نے نظر احترام سکرٹری اور ایڈیسی کانگ صاحبان بہادر کو حکم دیا کہ وہ اسٹیشن تک نہ گئے کی مشاقت کو بن۔ مگر ریکہ عالیہ نے ان کی تکلیف کے خیال سے شائستگی کو نشان کی سب صاحبان مالیشان گورنمنٹ ہوس سے ریکہ عالیہ اور ذاب دالاجاہ بہادر رخصت ہوئے۔ جمعہ کی شب کو ریکہ عالیہ نے کلکتہ سے بھوپال کی جانب غصہ فرمایا۔ شنبہ کی شام کو اپیشل ٹرین بنارس میں پہنچی۔ کتنے صاحب بہادر نے استقبال کیا۔ ریکہ عالیہ نے جناب مہاراجہ صاحب بہادر و زیانگرم کی فرخ بخش کوٹھی میں قیام کیا۔ شنبہ کو جناب مہاراجہ صاحب بہادر کے جانب سے اور دو شنبہ کو گورنمنٹ ہوس کے جانب سے قیون کی سلامی سر ہوئی۔ لوازم ہمداری سب مہاراجہ صاحب بہادر کی جانب سے ادا ہوئے۔ راتھارہ تاہیج کو ذاب دالاجاہ بہادر اور مہاراجہ صاحب بہادر جناب مہاراجہ صاحب بہادر و زیانگرم کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ مہاراجہ صاحب بہادر مدوح نے اپنی کوٹھی کے پالین زمین تک اگر استقبال کیا۔ اور غایت درجہ تواضع اور حسن اخلاق سے پیش آئے۔ دوسرے روز مہاراجہ صاحب بہادر اپنے ارکان دولت کے ساتھ ملاقات باز دید کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بعد ریکہ عالیہ بنارس سے روانہ کانپور میں درود فرما ہوئیں۔ فوراً وہاں قیام رہا۔ ذاب دالاجاہ بہادر نے کانپور

سفر دہلی

اس سفر دہلیہ الطفر کو ختم ہوئے ہنوز چند مہینے گزرے تھے کہ ریکہ عالیہ کو یہ پیشکش ہوئی کہ انکوش زد خاص دعام ہوئی کہ علیا حضرت ملکہ مغلیہ کو کن و کور بیٹے اپنے القاب دی کے ساتھ لفظ امپریس آت انڈیا یعنی قیصر ہند کا خطاب شامل فرمایا۔ بچہ دوزن مہاراجہ کی تصدیق اشتہار عام اور پولیکل انٹرن دولت انگلیشیہ کی تحریرون سے ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ پانچویں ذی الحجہ ۱۲۹۳ ہجری مطابق یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ایک ملاقات عالیشان دربار جہ و جلال کے ساتھ شہر دہلی میں ہو۔ قیوم سے شاہان مغلیہ کا راسطنت اور مہاراجگان ہند کا راج دعانی رہا ہے۔ منعقد ہوگا اور اس دربار میں ملکہ انگلستان کے نام کے ساتھ خطاب قیصر ہند کے اضافہ کا شاہی اعلان نام ذابان دراجگان نہاستمائے ہند اور سرفراز دول عار جہ اور اعلیٰ حکام دولت انگلیشیہ و مختلف صوبہ ہائے ہند پر حکمران ہیں۔ اور سپہ سالاران افواج قاہرہ اور جمیع رعایا کے بڑے حکام کے سامنے پڑھ کر سنایا جائیگا یہ نشاط انگیز فرید ہو چکے ہیں۔ ریکہ عالیہ نے منتظران حکمت است کے نام سادو سامان سفر کی تیاری اور سپاہ بھوپال کی روانگی کے متعلق حکام

سادر فرمائی۔

ولادت نواب محمد نصر اللہ خان بہادر دام شوکتہ

چونکہ اس زمانہ میں بھی جناب نواب ولیعہد صاحبہ دامت اقبالہا کے وضع و
کادقت قریب آگیا تھا اس لیے ریکسہ عالیہ کو نشوونما خاطر دامن گیر تھی۔ مگر خدا
اکرم الراحمین کے فضل سے یہ تردد جلد رفع ہو گیا۔ اور ساتویں ذیقعدہ ۱۲۹۳
مطابق سوم و سبتر شہ کو خدا نے وہ مبارک دن دکھایا جس سے حضرت ریشہ دار
کے خاطر خاطر کو غیر معمولی خوش شادمانی و فرحت سے سرشار کر دیا۔ بلکہ والا جاہ بہادر اور
مدار المہام صاحب بہادر اور تمام اخوان و ارکان ریاست در تمام رعایا کے شہر کے دیوان
خلیت سترت و دروازے پر پر کر دیا۔ اور جس شے کے انتظار میں سیکڑ دن آگئیں فضل آسا
کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ آخر کار وہ ستارہ صبح سعادت طلوع ہو یعنی نواب نصر اللہ خان
رحال ولیعہد ریاست دام اجلہ کی ولادت باسعادت کا مردہ جانفزا سامنے قرار
خاص و عام ہوا۔ ریاست کی جانب سے اس تقریب سعید کی خوشی میں جیل سے بہت سے
گرفتاران زندان ہار ہائیں گئے۔ فقرا و مساکین کو خیرات تقسیم کی گئی۔ قلعہ ریاست سے
توپوں کی مثلک سلامی سر ہوئی۔ والا جاہ بہادر اور مدار المہام صاحب بہادر نے اس خوش
موقع ہمایوں پر طلبہ مسجد کے چیب و دامن کو زرق و برق سے مالا مال کیا۔ پولیٹیکل کالج

سوپال اور ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سندھل اندیا اور ہزارہی لارڈ لٹن صاحب بہادر
میر کے کشور ہند نے برقی پیام اور خرائط خطوط کے ذریعہ سے مولود مسعود کی ولادت کے
مہم تمہیدت ادا کیے۔ اسی طرح متحدہ یورپین اور ہندوستانی اکابر نے ہر گوشہ
سے خطوط و مراسلتیں مبارکباد ارسال کیے۔

ہلا شہہ دارالاقبال بھوپال کے لیے یہ دن ایک یوم السعادت تھا۔ اس لیے کہ
یہاں سے مدینہ کے بعد ریاست سے صنف نازک طبقہ نسوان سے مقتل ہو کر طبقہ ذکور
کے زبردست شخصیت سے استکام پایا۔ اور چشم و چراغ دو دیوان حکومت نے اپنی خوشی
سے تمام ریاست کو جگمگا دیا۔ اطال اللہ عمر ہم دزیدت معا لیسیم و شوکتیم غرض جب
اس جشن سترت سے قلوب میٹھ رہے تھے۔ دربار قیصر کی
مذہبہ اشان اہمیت کو ملحوظ رکھ کر اور اپنی فرقہ العین ریاست نواب ولیعہد صاحبہ
اور مدار اللہ بالعرض و الاقبال کو ریاست میں نہا چھوڑ جانا گوارا نہ فرما کر اور اپنے سایہ عفت
اور ظل شفقت میں لیکر روز پنجشنبہ بہشت و بہتر ذیقعدہ ۱۲۹۳ ہجری کو ریشہ عالیہ
خام و ششم داعیان و ارکان ریاست کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے۔ غرضان ولایت
میں نواب والا جاہ بہادر۔ نواب ولیعہد صاحبہ۔ نواب نظیر الدور احمد علی خان بہادر
مدار المہام شہی جمال الدین خان بہادر میان عالمگیر محمد خان صاحب میان صدر محمد
خان صاحب میان میر نور الحسن خان صاحب۔ اور کاتب الحرم (میر علی حسن خان)
بہر کاب تھے۔ دوسری سی ایچ ۱۲۹۳ ہجری کو گیارہ بجے موکب نفر پیکر دہلی پہونچا

چار صاحبان عالیشان دولت انگلیشیہ نے اسٹیشن پر غیر مقدم کیا۔ گارڈ آف آنر صرف ایک
کھڑا تھا۔ اس نے بینڈ کے ساتھ سلامی ادا کی اور انہیں توپوں کی سلامی سر جوئی پر بلایا
کی سواری کا جلوس سینٹ مانس شاہراہ عام سے گزرتا ہوا آزاد پور (جو دہلی سے چار میل
کے فاصلہ پر ہے) پہنچا۔ اور رئیس عالیہ گلی سے اتر کر سراپدہ اقبال میں رونق افروز
ہوئیں۔ باوجود اس کے کہ تمام نوایان دراجگان ہند بغیر لشکر و سپاہ کے دہلی تشریف لائے
تھے پھر بھی ان کے مہربان رکاب کی تعداد وہ لاکھ سے زیادہ تھی۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا
کی شاہی فرج بیش ہزار سے زائد ضمیمہ زن تھے ہفت مڈی الجھ سٹاکس بھری کو ہنرا کسٹینس
لاؤٹس صاحب بہادر و میرائے کشور ہند کلکتہ سے روانہ ہو کر زمینت افزائے دہلی ہوئے
تمام فرمان روا یان ہند نے نہایت نزک و احتشام کے ساتھ اسٹیشن پر لاؤٹ صاحب
کا استقبال کیا۔ ہنرا کسٹینس نے تماشائیوں کے ہجوم اور تکلیف کے خیال سے رئیس عالیہ کو
اواسٹے رسم استقبال سے معاف رکھا۔ ڈیہم ڈی الجھ سٹاکس بھری کو رئیس عالیہ نے
نازعہ الامنی سے قانع ہو کر ہنرا کسٹینس و میرائے بہادر سے گورنمنٹ ہوسٹل ملاقات
کی۔ نواب والا جاہ بہادر اور آٹھ ارکان ریاست ہمراہ تھے۔ جب ضابطہ وقت عیم
قادرین سکریٹری اور ایئر سکریٹری صاحبان بہادر اور جنرل سر سہزی ڈیٹی صاحب بہادر
استقبال کیا۔ اور رئیس عالیہ کو گلی سے اتار کر بارگاہ گورنری تک لے گئے لاؤٹ صاحب
مروج نے تعظیماً بارہ قدم تک آگے بڑھ کر رئیس عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر اور
نواب دیہد صاحب سے مصافحہ کیا اور اپنے دست استقبالیہ کی جانب گری پر بٹھایا کچھ دیر تک

اس اخلاق اور کریمانہ اشفاق کے ساتھ گفتگو کرتے رہے رئیس عالیہ نے کیسٹ اشرفی
دکھایا۔ ہنرا کسٹینس نے گری سے اٹھ کر اس پر ہاتھ رکھا اور اپنے ہمراہ رئیس عالیہ کو
ایک پرسکودہ ہرق کے سامنے بجا کر علم شاہی کے مرتبہ عظمت و جلالت سے آگاہ کیا۔ اور
نواب فرمایا کہ "یہ پرچم اقبال اور ہرق ریاست بھوپال اور دولت انگلیشیہ دونوں کے
نواب اور محنت کی یادگار ہے۔ اس کو بروقت سواری و جلوس ہایون ماہی مراتب کے
سے رہنا چاہیے" بعد اس کے قیصر ہند کا تنہ طلافی عنایت فرمایا۔

والا جاہ کی سترہ ضرب سلامی تمام قلمرو دولت برطانیہ میں

بعد ازاں رئیس عالیہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ "خاص آپ کے شوہر کے لیے
سترہ ضرب سلامی تمام قلمرو دولت انگلیشیہ میں ہمیشہ کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ پھر قلاب والا جاہ بہادر
کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اور مصافحہ کر کے استقبال اور سترہ ضرب توپوں کی سلامی کی
سبار کیا دی۔ اور اپنے ہاتھ سے عطردیان تقسیم فرما کر دوبارہ مصافحہ رخصت کیا صاحبان
عالیشان نے گلی تک مشاومت کی۔ گارڈ آف آنر نے بینڈ کے ساتھ سلامی ادا کی۔ گورنمنٹ
گزنٹ مین والا جاہ کی سلامی کا اول نمبر درج کیا گیا اور نواب سر سالار جنگ بہادر و دیگر عظم کن
کی سلامی کا دوسرا نمبر قرار دیا گیا۔ دوسرے روز ہنرا کسٹینس و میرائے بہادر و نواب صاحبان
عالیشان کے ساتھ ملاقات بازدید کے لیے فرد گاہ رئیس عالیہ پر تشریف لائے کسٹینس نے

سلامی کی سرپوشی۔ مراسم نذر اور گھنگلوں رسمی و عرفی کے بعد ریٹلہ عالیہ نے تاریخ ریاست
 بھوپال کا ایک نسخہ بہ زبان انگریزی اور ایک نسخہ شیعہ اچھن پٹنہ والا جاہ بہادری کا (جو شعر
 فارسی کا ایک جاس تذکرہ ہے) تحفہ دیا۔ سراسر بہادری کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے پیش کیا
 اور فرمایا کہ یہ تذکرہ میرے شوہر نواب صاحب بہادر کا لکھا ہوا ہے۔ لارڈ صاحب بہادر
 ممنوع نے نہایت مسرت کے ساتھ اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کرسی سے اٹھ کر ایٹا لاجاہ بہادر
 کے پاس تشریف لائے اور ان کا ہاتھ اپنے اچھن میں لیکر فرمایا کہ میں اس کتاب کا شکریہ
 ادا کرتا ہوں۔ لاجاہ بہادر نے کہا کہ میں بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس حدیث پھر سے
 حسن قبول کا صلہ پایا۔ ہر کیلنسی نے نہایت اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا کہ اس میں
 سعدی شیرازی کے اشعار بھی ہیں۔ پھر یہ سنکر کہ اس میں ان کا تذکرہ اور منتخب اشعار بھی
 شامل ہیں۔ نہایت محظوظ ہوئے۔ بعد تو اضع عطر و بان کے ریٹلہ عالیہ نے پھولوں کی
 نذر حاضر کر دی۔ سراسر بہادری کے گلے میں پہنائی۔ لارڈ صاحب بہادر نے (جو ایک نامور شاعر
 اور زبردست مشہور ناولٹ تھے) فرمایا کہ "آپ نے مجھے سلسلہ مہر و محبت کا سیر پالیا" یہ لکھ کر
 اور مصافحہ رخصت کی کہ گورنمنٹ بوسہ کی جانب مراجعت فرمائی۔

ہر کیلنسی نے اپنے جوہر قدر شناسی کا یہ مزید ثبوت دیا کہ اپنی مولائے کتاب
 PAHLES IN SONG یعنی حکایات منقولہ نواب والا جاہ بہادر کو عنایت فرما کر
 مرہون منت فرمایا۔ یہ کتاب میرے پاس کتب خانہ میں موجود ہے۔ پانچواں ذہم ذہبی انجمن
 ششماہری مطابق یکم جنوری ششماہ کو دربار قیصری کمال ترک و اقصا شام اور پنجہ جلال

بہاروت کے ساتھ سفید ہوا۔ یہ وہی مشہور و زکار دربار ہے جس کی نظیر تاریخ ہند متلن
 دولت گجکشیہ کے عہد عظمت ہمدین بنین پائی جاتی۔ جس زمانہ میں کہ ایٹا لاجاہ بہادر
 لارڈ کے دست اختیار سے ہندوستان کی عنان حکومت علیا حضرت لارڈ منٹون کو ملے دیکھ کر یہ
 براہ راست اپنے دست خاص میں لی ہے۔ اور اپنے گرامی القاب کے ساتھ خطاب یہ کہہ کر
 اضافہ کیا ہے یہ اس کی مشہور پر عظمت یادگار ہے اس کے باقی اور اس کے زمانہ
 ہمدین بھی کہیں اس قدر عظمت و ملک اور عظمت حکومتوں کے فرمان روایان ہی لائق
 فرماؤ باوقار عالم اور اراکین ملک قائم مقامان ہندوستان۔ عسا کر قاہرہ اور تاجران
 عظمت الہیاد والا مصار کا عظیم الشان مجمع دیکھا اور سنا نہیں گیا۔ خان قلات اور
 ہر کیلنسی گورنر پرنس بھی شریک دربار تھے جس وسیع میدان میں یہ عالیشان دربار
 منعقد ہوا تھا وہ شہر کے کثیری دروازے سے جانب شمال و مغرب چار میل کی مسافت پر
 ایک پہاڑی کے نیچے واقع تھا وہاں ایک نہایت خوشنما نشی عمارت بنائی گئی تھی
 جس میں تین چوتھے مذکور بیٹاوی چار فٹ بلند رکھے گئے تھے۔ ایک چوتھہ خاص
 فرمان روایان ریاست کی نشست کے لیے تھا اور دوسرا سفراء و دول خارجہ
 کی نشست کے لیے۔ اور تیسرا جو دولان کے وسط میں واقع تھا وہ ہر کیلنسی دیکھنے بہا
 کی جلوہ افروزی کے لیے مخصوص تھا۔ قطر داخلی ان کا دو ٹو دس گز اور قطر خارجی ان کا
 دو ٹو چھاس گز تھا ان پر نہایت خوبصورت سائبان ڈالے گئے تھے اور وسط کے
 چوتھے پر جو ستریں شکل کا تھا نہایت پر شکاف شامیانہ زرگار نصب کیا گیا تھا اور

ہر چار طرف بہت خوبصورت مذہب و مطلقاً اپنی جگہ کتاب کا نقشہ یہ ہے۔



ریشہ عالیہ تقریباً دس بجے بارگاہ قیسری کے اعلان ہلائی میں چوبیس اعیان دست
الحوان ریاست کے ساتھ رونق افروز ہوئیں۔ ہر اور معظّم میر نور الحسن خان صاحب
رحم اور کاتب محروف ہم دونوں بھائی بطور بیچ آن آئے۔ عقب میں تھے اور
دب آن اشار کے ٹیل کو تھامے ہوئے تھے۔ بارگاہ قیسری میں ہر ایک والی گنگ
کی نشہ گاہ کے سامنے ٹارٹ کا ایک ہرق یعنی نشان نصب تھا۔ ریشہ عالیہ کی کرسی
کے جانب استہر ہائیں عالیجناب ہاراجہ شائیندہا بہادر والی گوالیار اور ان کے
دست ریاست پر اعلیٰ حضرت نواب نظام الملک حضرت جاہ بہادر غفران مآب
شہر یار دکن۔ کی کرسی تھی۔ ٹھیک دوپہر کے وقت ہزار سیلشی و لیسر کے لارڈ لٹن جٹا
بہادر بارگاہ قیسری میں وسط کے مسدس چوبیس پر جہان فرید شامیانہ زر نگار
اور گنگ شاہی رکنا ہوا تھا۔ جلوہ فرما ہوئے۔ ایوانہائے ہلائی میں جس قدر اہل دربار
موجود تھے وہ سب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ تمام افواج قاہرہ نے باقاعدہ سلامی ادا کی
اور بند و قون اور قون کی شاہک سلامی کے شور سے تمام عام اور خاص لوگوں کو
مطلع کروا کر تاجدار انگلستان اور ملکہ بھدر کے قلم مقام نے اپنے جلوس ہیئت انوس
سے اہل دیار کو متفر فرمایا۔ جب سلامی ختم ہو چکی۔ تو تمام لواہان و راجگان ہند اپنی
اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور ہزار سیلشی و لیسر کے اعلان شاہی انگریزی زبان میں
آواد بلند پڑھ کر اہل دربار کو سنایا اور فارین سکریٹری صاحب نے اسکا اردو ترجمہ پڑھ کر
سامعین کو مسرور کیا۔ اس کے بعد حضرت حضور نظام شہر یار دکن۔ غفران مآب اور ہزار

عاجل ہوا چنانچہ سیف بھادور اور علیا حضرت رئیسہ عالیہ علیہ السلام نے رسم مبارک
 ادا کی۔ باقی تمام والیان ملک ساکت و صامت رہے۔ اعلان شاہی کے ختم ہونے
 کے بعد ایک ٹو ایک ضرب توپوں کی آواز نے نضائے آسمانی میں ایک غلغلہ ڈال دیا
 عصر کے وقت یہ شاندار دربار برخواست ہوا اور اپنی تاریخی یادگار صفحہ روزگار پر
 چھوڑ گیا۔ شب کے وقت گورنمنٹ آف انڈیا نے شاہی ڈنر پر تمام ارباب شوکت بجاہ
 و اقتدار کو مدعو کیا۔ والا جاہ بھادور بذات خاص اس شاہی ڈنر کے جلسہ میں موجود
 تھے۔ بعد اختتام جلسہ جب والا جاہ بھادور وہاں سے رخصت ہونے لگے۔ تو ہزار کپلسی
 و سیرائے بھادور نے انھیں مصافحہ کیا اور فرمایا کہ آپ رئیسہ عالیہ کو میرا سلام پہنچا دیں
 اور اطلاع دیدیں کہ آپ کے جانب سے ہر مجلس کوئی اسپرلین و گوریو کو تحفہ پہنچا دیں گی
 ہیز ڈائمنڈی الجھ کو ہزار کپلسی و سیرائے بھادور نے ہدف نفیس ایک قبضہ شمشیر کرچ
 مع ساز علیا حضرت قیصرہ ہند کے جانب سے رئیسہ عالیہ کو رحمت فرمائی اور ایک تحفہ طلائی
 نواب والا جاہ بھادور اور نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ و بیچہ ریاست کو عطا فرمایا
 اسی طرح ایک تحفہ لقرنی نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بھادور مرحوم شوہر نواب فیصلہ صاحبہ
 ریاست کو اور ایک تحفہ لقرنی بھادر الہام ششی جمال الدین خان بھادور کو عنایت فرمایا
 پھر رئیسہ عالیہ سے ارشاد فرمایا کہ "سلطنت پنج ہزار روپیہ جو آپ نے اس جشن جمیون کی
 خوشی میں بطور عطیہ کسی کار خیر میں صرف کرنے کے لیے پیش کیا ہے میں اس کا شکریہ
 اپنی طرف سے اور علیا حضرت قیصرہ ہند کی طرف سے ادا کرتا ہوں" تو ڈائمنڈی الجھ کو

۱۔ است نواب نظام الملک صفت جاہ میر محبوب علی خان بھادور غفران ملک
 ۱۔ لائے دکن۔ اور نواب سالار جنگ بھادور مرحوم سے لائے کے لیے رئیسہ عالیہ
 ۱۔ نواب والا جاہ بھادور تشریف لے گئے۔ بعد اس کے اعلیٰ حضرت نظام الملک
 بھادور بھادور اور نواب سالار جنگ بھادور باز دید کے لیے چند اعیان دولت کو
 رئیسہ عالیہ کی فرود گاہ پر رونق افروز ہوئے۔ ان دونوں ملاقاتوں میں
 نواب سے وسیع پیمانہ پر مراسم تعظیم و تکریم اور روابط محبت و اخلاق عمل میں
 رئیسہ عالیہ نے اعلیٰ حضرت حضور نظام دکن کو تحفہ تاریخی بنو پال اور نواب والا جاہ بھادور
 سالار جنگ بھادور کو اور ان کے سرکاری صاحب کو تذکرہ شمع انجمن ہدیہ پیش کیا
 بلکہ بیعت آگین میں کاتب المحررت کو بھی شرکت دربار کی عزت بخشی گئی تھی ایک
 حسن اتفاق ہے اس پرین جو قدر بھی فخر کروں وہ کم ہے کہ اس وقت میں
 حضرت حضور شہر بار دکن غفران باب اور کاتب المحررت دونوں کی عمر دس سال کی
 اور دونوں کی ولادت ایک ہی سال یعنی سنہ ۱۲۸۵ ہجری میں ہوئی تھی و ہذا ہوا الفخر حقاً
 فی الجملہ نسبت بنو کافی بود مرا | بلبلین کہ قافیہ گل طربس است
 ۱۔ زمین فرخندہ ایام میں ہزار کپلسی کے شمع گاہ کے سامنے چند مرتبہ گھوڑ دوڑ ہوئی
 ۱۔ رئیسہ عالیہ ان میں شریک نہ ہو سکیں مگر نواب والا جاہ بھادور برابر شریک ہوئے رہے
 ۱۔ روز شمشیر الدولہ سید عبداللہ خان فیضیاریا تندرست سے ہی گھوڑ دوڑ کے میدان میں
 ۱۔ رات ہوئی۔ وہ نواب والا جاہ بھادور سے لگا اور ان کے فضائل علمی و اخلاقی سے

مطلع ہو کر بچہ مسرور ہوئے۔ اور انھوں نے شیخ الاسلام قسطنطنیہ کی خدمت میں
 کے لئے نواب والا جاہ بہادر سے ان کی بعض تالیفات طلب کیں۔ جو نہایت کم
 بہتہ پیش کر دی گئیں۔ سید صاحب موصوف نے قرآن حکیم کا ایک پاکیزہ نسخہ
 نواب والا جاہ بہادر کو عنایت فرمایا۔ اور متعدد جلسوں اور موسائٹون میں
 نے نواب والا جاہ بہادر کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا۔

”من فاضل محقق دہ قیابین مرتبہ کمالات جالے ندیدہ ام وہ درخشاں
 خطوری کن۔ کہ درین زمانہ چندین صاحب علم دیکھے باشند۔“
 ششم صفر سنہ ۱۲۸۵ ہجری کو رئیسہ عالیہ دہلی سے اکبر آباد کو روانہ ہوئیں
 باجی روز اکبر آباد میں قیام رہا۔ یہاں سے رئیسہ عالیہ نے کرنل ولیم کننگہڈ صاحب
 پولٹیکل ایجنٹ بھوپال کو ایک یادداشت روانہ کی۔ اور اس میں یورپین صاحب
 ذی شان کو جو اشکر سوانہ درآگرہ ساگر ریوان اور ہوشنگ آباد وغیرہ میں
 بھوپال میں مدعو کیا۔ تاکہ وہ دربار فیضری کی خوشی میں جو جلسہ بھوپال میں
 ہونے والا ہے۔ اس میں شریک ہو کر جلسہ کو رونق بخشیں۔ نیز دہم صفر سنہ ۱۲۸۵
 رئیسہ عالیہ اکبر آباد سے دارالاقبال بھوپال میں خیرہ عافت کے ساتھ درود فرمایا
 چند روز گزرنے کے بعد صاحبان ذی شان کے اطلاعی خطوط بھوپال میں تشریف
 اور جشن مسرت میں شریک ہونے کے متعلق آنا شروع ہوئے۔

جناب جنرل سرسہزیلی صاحب ہمدرد جناب کرنل کننگہڈ صاحب ہمدرد

ایجنٹ بھوپال نے ایک ایک فریضہ خط بنام والا جاہ اور رئیسہ عالیہ مورخہ
 دہم صفر سنہ ۱۲۸۵ ہجری عار سال کر کے شہرہ ضرب سلامی کی رسم مبارکباد ادا کی
 یہ تحریر فرمایا کہ یہ سلامی خاص نواب صاحب ہمدرد کی ذات کے لئے ہے۔
 دوسرے شخص کے واسطے مقرر ہوگی۔

ترتیب جشن

اسی وقت سے جشن کی دھوم دھام شروع ہو گئی۔ اور کار پر وازان ریاست
 ام ضروری احکام صادر ہوئے۔ ہمانوں کے لوازم ہاندارعی اور قیام و آسائش کیلئے
 ہا پر شکست شاندار کیے نصب کیے گئے۔ آفرج ریاست کو جدید قسم کی دروہان
 سیم ہوئیں۔ قلعہ فتح گڑھ بالا قلعہ۔ قلعہ کمنہ۔ شفا خانہ وارنس فوشک خانہ اور
 قلعہ الت وغیرہ آراستہ کیے گئے۔ جہاں گمیر آباد کی کوٹھی اور نور فتح رنگ برنگ کی
 کاربون سے اور طرح طرح کے سرسبز شاداب پھولوں کے گسٹوں سے اور رنگ برنگ
 ش فروش اور شیشہ آلات سے سجادیے گئے۔ پر پڑ کا میدان درست اور ہموار کیا گیا۔
 دہم صفر سنہ ۱۲۸۵ ہجری کو مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی۔ دوا دہم صفر تک کل ہمانوں
 رات کے ہماہیوں کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار تک پہنچ گئی۔ یا دہم صفر سنہ ۱۲۸۵ ہجری
 مطابق ۲۵ فروری شمس ۱۲۸۵ کو وقت صبح جناب جنرل سرسہزیلی صاحب ہمدرد ایجنٹ
 اب گورنر جنرل بھوپال میں درود فرما ہوئے۔ نواب والا جاہ بہادر نہایت نکو خشم

اور شاہنہ جلوس کے ساتھ صاحب ممدوح کے استقبال کے لیے حدِ مدینہ یعنی لالہ
تشریف لے گئے۔ دورِ وہ سوار و پیادہ فوج صف بستہ تھی۔ تو پختانہ سپاہی
با علم و نشان قیصری جس پر الفیض اللہ کا طغراسے زرین جلوس کی عظمت و جلال
دور بالا کر رہا تھا۔ جلوسین تھا۔ نواب والا جاہ بہادر چار سپہ گھی پر رونق افروز
نواب نظیر الدلہ احمد علی خان بہادر شوہر نواب دہلہ صاحبہ۔ درار الہا
محمد جمال الدین خان بہادر۔ میسر نور الحسن خان بہادر مرحوم۔ اور کاتب الحرمہ
بھی ساتھ تھے۔ نظار گلیان جلوس کے لیے یہ ایک عجیب پُر کلفت منظر تھا۔ اور ان
نفسائے آسمانی میں چاند کے ارد گرد ستاروں کے چمکنے کا گمان ہوتا تھا۔ جس وقت
صاحب زریں نش بہادر نواب والا جاہ بہادر کے قریب پہنچے۔ تو نہایت تپاک گیا
اُن سے مصافحہ کیا۔ پھر چار سپہ گھی پر اُن کے ساتھ سوار ہو کر شہر کے بدحوارہ دروازے
تشریف لائے۔ بعد ازاں صاحب ممدوح الشان رخصت ہو کر اپنی فرود گاہ یعنی جہانگیر آباد
کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ اور نواب والا جاہ بہادر نے اپنے دارالامارت کی طرف
مراجعت فرمائی۔ بعد عصر قریب مغرب جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر ممدوح۔ مدینہ عالیہ
کے محل پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور ان کا جملہ ضیافت کا شکریہ ادا کر کے واپس تشریف
دراؤدھم صفر کو علی الصبح پھر نواب والا جاہ بہادر تمام اعیان و صنادید ریاست
کے ساتھ اُسی جاہ و جلال اور کوہِ شاہجہانی اور دہدہ سکندری کے ساتھ جناب
جنرل ڈیلی صاحب بہادر ممدوح کی طاقت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت صاحب بہادر

شاہانِ فکر و محنت و اجہنی بھرپال اور زبیر نسی اندوکی محبت میں صاحب ممدوح اشان
سے حدِ مدینہ تک بغیر مقدم کی رسم ادا کی۔ جب سواری کا شاندار جلوس جہانگیر آباد
میں کے متصل پہنچا۔ تو سترہ ضرب توپوں کی سلامی سر ہوئی۔ نگار ڈاؤن آئے
وہ سلامی ادا کی۔ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے نواب والا جاہ بہادر کو بھی
درا اور جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر نے لب فرش تک استقبال کیا۔ اور مصافحہ
بعد مقام تک لے گئے۔ بعد مزاج پرسی دیر تک دوستانہ گفتگوئے مہر و اتحاد
ان۔ قریب ایک گھنٹہ ٹھہر کر نواب والا جاہ بہادر نے اُسی جاہ و جلوس کیساتھ
درا فرمائی۔ سیزدہم صفر کو جنرل صاحب بہادر اور چند صاحبان عالی شان نواب
کے ہمراہ سوار ہو کر شہرِ مدینہ شاہجہان آباد میں رونق افروز ہوئے۔ اور
صاحب بہادر ممدوح نے اپنے دستِ خاص سے دربارِ قیصری کی یادگارین کا بغیر گنج
ک بنیاد رکھا۔ اسی تاریخ کی شام کو مدینہ عالیہ کی جانب سے جہانگیر آباد کی کوٹھی میں
اسحاق عالی شان کو خطاب قیصری کے اکر میں ایک عظیم الشان چمکاتے ہوئے کیا گیا
لیڈیز اور خٹکین ملا کر چالیش کے قریب تھے۔ انواع و اقسام کے اٹل و لذیذہ ملی۔
سی اور انگریزی۔ طیار کیے گئے تھے غزوت پوری و چینی و جرمن سلور و غیب۔
مزین پرچے ہوئے تھے۔ اور درنگارنگ کے پھولوں گلہ سنون۔ اور گلہ ان سے
مزین اور آراستہ کیا گیا تھا۔ بینہ اپنے طب الگیز دھیسے سردن اور خوش آئند
ن سے دلون کو بخود اور سرور کر رہا تھا یہاں تک کہ شب کے نو بجے علیا حضرت مدینہ عالیہ

کمال کرد فر اور عظمت و جلالت کے ساتھ جہانگیر آباد کی کوٹھی پر جلوۂ افروز ہوئے۔
نواب والا جاہ بہادر صاحبان عالیشان کے ساتھ میز پر شربک جلسہ ضیافت اور
چائے نوشی سے محترم ہماروں کا ساتھ دے رہے تھے۔ جب تناول طعام سے فراغت ہوئی
تو جناب جنرل سرسہری بی صاحب بہادر کھڑے ہوئے اور حسب ذیل ایسیج دی۔

”میں کمال سرت کے ساتھ نواب بیگم صاحبہ اور نواب صاحب بہادر کی تندر
اور عافیت کا خواہاں ہوں کہ انھوں نے خطاب قیصر ہند کی تعظیم میں نہایت
اور فراخ دلی کے ساتھ ضیافت کا اہتمام فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ بیگم صاحبہ
سے زیادہ کبھی اس قدر فرحت حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ جس قدر موجودہ صاحب
و صاحبات کی تشریف آوری اور مہانداری سے ہوئی ہے۔ تمام ضرورتیں ضیا
اور ہر طرح کی چیز خود خواہش کے ساتھ مہمان ضیافت فوراً مہیا کر دیتے تھے
مہانداری کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔ حق مہانداری پورے طور
ادا کیا جاتا تھا۔ میں بہت سی جگہ مہمان رہ چکا ہوں۔ اور میں نے مہانداری اور
ضیافت کے انتظامات دیکھے ہیں۔ اور ان کو پسند کیا ہے۔ مگر مہانداری جو میں
سمانے کی ہے۔ نہایت خوشگوار اور دل خوش کن ہے۔ ہر شب کو ایک تازہ تر
حاصل ہوتا ہے۔ اور میز پر تناول طعام کے وقت نواب بیگم صاحبہ کا خلوص اور
محبت خاص طور سے نمایاں ہوتی تھی۔ جناب محدودہ نے ملکہ معظمہ کی نسبت اپنے
قلبی کو بہت ہی شائستہ پیرا یہ میں ظاہر فرمایا ہے اور مہانداری کے ذریعہ

است بھوپال اور دولت انگلیش کے پیوند دوستی اور محبت میں نفاذ معاون
ہوئی ہے، ملکہ معظمہ کا مرتبہ اتحاد بہ نسبت سرداران دیگر کے حاصل کر لیا ہے۔
ملکہ نے بہت بڑی توجہ علاج ریاست بھوپال میں مبذول فرمائی ہے۔ اور گورنمنٹ
کال سترہ ضرب توپوں کی سلامی سے جو نواب صاحب بہادر کی عزت افزائی
اس سے تمام لوگوں پر ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ بیگم صاحبہ کا کس قدر عالی درجہ اور بلند قدر
اس تقریر کے ختم ہوتے ہی نواب والا جاہ بہادر کھڑے ہوئے ان کے ساتھ ہی تمام
عالیشان بھی تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ نواب والا جاہ بہادر نے صاحب مروج نشان
ب میں یہ ایسیج دی ”صاحبان ذری الاحترام۔ میں اول از تہ دل حضور فیض نمود
حضرت ملکہ معظمہ انگلستان و قیصر ہندوستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حضور مروج
عالی انوار الش مرتبہ ریاست بھوپال دربار با عظمت و وقار دہلی میں بوساطت جناب
اعلیٰ القاب لارڈ لٹن صاحب بہادر گورنر جنرل دہلی کے گھر ہندو شہرہ ضرب
میں کی سلامی اور تہ عطا فرمانے سے تمام قلم و سلطنت برطانیہ میں میرا شہ پیمائش
آغا دیا۔ چنانچہ عالیہ اور لارڈ صاحب بہادر مروج کے ادائے شکر کے بعد میں
ب والا نشان رفیع المکان جنرل سرسہری ڈپٹی صاحب بہادر کا شکریہ ادا کرتا ہوں
میں کے زمانہ حکومت میں یہ مرتبہ عالی بلکہ عطا فرمایا گیا۔ جسکی تقریب خوشی میں آج
مروج اور دیگر صاحبان عالیشان اور کرنل کنلیڈ صاحب بہادر پرنسپل بھوپال
بزم ضیافت ہیں۔ بلکہ امید ہے کہ جناب جنرل صاحب بہادر تمام صاحبان و بہتر

اسی طرح سب حال پر نظر لطف و مہربانی مبذول فرماتے رہینگے۔ اور ہر گز
فراموش نہ رہے کہ طانیہ اور مطیع گورنمنٹ جناب عالیہ کا مقصد فرمایا ہے۔ اس
جناب جنرل ڈیل صاحب بہادر نے اپنی زبان صداقت و مہمان سے قزاق والہ
سے حسن انتظام ریاست بیدار مغزی۔ حزم و دانائی اور مستعدی کی غایت سے
کی۔ اور ریاست بھوپال کی نسبت قیصر ہند کی خصوصیت و عنایت کا اظہار
اور فرمایا کہ سرکار بھوپال کی خوش نظمی و شہر و آفاق ہے۔ اور ایک
ایک عزت عظیم اور مرتبہ جلیل ہے۔ جو شخص آپ کے علم و فضل اور خوش نظمی اور
جانتنا کی کا نتیجہ ہے۔ جو آپ نے ریاست بھوپال کے بند و بست میں کی ہے
کہ زمین آپ کو رئیس بھوپال جانتا ہوں۔ آپ میں اور نواب یگم صاحب میں کوئی
تفریق نہیں۔ بالتحقیق معاملات ریاست میں آپ ہی سے میں گفتگو کرنا پسند کرتا ہوں
نہیں ماضی میں آپ سے متعدد ملاقات کر کے کا موقع ملا ہے۔ اور جب سے کہیں
سے واقف ہوا ہوں میں نے آپ کو بہت ہی بخیرہ کار دان اور ذی فہم پایا ہے۔
نواب والا جاہ بہادر نے۔ رئیس عالیہ کی لکھی ہوئی ایسی حضار مجلس کو سنائی تمام
عالیشان اختتام ایسی کے وقت تک تعلیم کھڑے ہے پھر قزاق والا جاہ بہادر
عطر و پان اور بار زرتار تقسیم کئے۔ صاحبان ذی شان نے محفوظ طور پر بیٹھے عالیہ
نواب والا جاہ بہادر کا جام صحت نوش فرمایا۔ اور رخصت ہوئے۔ سیزدہم صفر کو
کے وقت قزاق والا جاہ بہادر نے بذات خاص علیا حضرت قیصر ہند کے خطاب

میں جناب جنرل صاحب بہادر اور صاحبان عالیشان کو نہایت شاندار بزم دیا۔
اور تمام صاحبان عالیشان نے قزاق والا جاہ بہادر کا دلی شکریہ ادا کیا
نواب کرنل کننگھم صاحب بہادر پبلیک ایجنٹ بھوپال سے کھڑے ہو کر حسب ذیل
اج دی۔

ڈیپٹی ایڈمنٹریٹری۔ میں ہر لحاظ قزاق والا جاہ بہادر کی صحت و عافیت کا خواہاں
ہوں اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نواب یگم صاحبہ عالیہ اور ان کے شوہر والا گوہر
ام خوان سالاران ضیافت نے جیسا کہ چاہیے تھا حق مہمانداری ادا کیا ہے اور
صاحبان و خواتین و بچے کو ممنون فرمایا ہے۔ ان سب سے بالاتر نواب صاحب بہادر
اور یہ شکر و سپاس واجب ہے۔ اس لیے کہ آنجناب ریاست بھوپال کے خیر خواہ اور
مال میں قزاق یگم صاحبہ کے معاون خاص ہیں۔ اور باعتبار تہذیب اخلاق اور
خالص علمی کے یگانہ آفاق ہیں۔ آپ کی تالیفات و تصنیفات مشہور و معروف عالم ہیں۔
میں نے پچھلے خود کارکنان مطیع ریاست کو آپ کی کتب مکتوبہ کے اظہار میں سرگرمی
ساتھ مستعد و مصروف دیکھا ہے آپ نے قرآن کریم کی تفسیر عربی زبان میں چھاپی ہوئی
ہے۔ اپنے ہاتھ سے نہایت خوش خط لکھی ہے۔ دربار دہلی کے موقع پر بھی آپ کی کتب مکتوبہ
اور عربی میں داخل کرنے کے لیے اس سال ہوئی ہیں۔ اور ایک جلد اپنے تالیفات کی
پے ہر کسینسی لارڈ لٹن صاحب بہادر و سر اسٹون ہند کی خدمت میں بھی پیش کی
ہے۔ جس کا ذکر جنرل ڈیل صاحب بہادر فرمایا ہے۔ میں اس وقت دلی مسرت کے ساتھ

نیاض زمان نواب صاحب بہادر کو تعینات کی مبارکباد دیتا ہوں۔ میں اُن کی
اور شکر یہ صحت اس لیے ادا نہیں کرتا کہ وہ نواب بیگ صاحب کے شوہر والا گویا
میں اُن کا سہان ہوں۔ بلکہ اُن کی شائستگی اخلاق احسان ذاتی اور کمالات علمی سے
نواب صاحب مدارج کا شاخو ان بنا دیا ہے۔ جب تقریر ختم ہو چکی تو والا جاہ
نام صاحبان خریشان اور صاحبان عالیات کو عطر و پان تقسیم کیا اور ایک ایک ہار
گلے میں پہنا کر تمام مہمانوں کو ایک ایک کار چوبی کام کا بٹوہ جس میں طمانی اور نفا
ورق کی لاپچیان عقین تحفہ دیا اور تمام مہمانوں نے کمال شادمانی شکر یہ ادا کیا
شاؤد ہم صفر کو رئیسہ عالیہ نے سیر گاہ اور تمام ایوانوں کے شاہی کوشیہ آلات اور
فرشتے کے گراہیہ سے بطور آراستہ فرمایا۔ اور تمام مہمانان محرم کو بزم عیش و طرب
شریک کر کے خانگی ایشیائی تکلفات اور سامان جاہ و شمع کا بہترین نمونہ دکھایا۔ اور تمام
کو ایک ایک شہید رئیسہ عالیہ نے اپنی۔ اور نواب والا جاہ بہادر کی تحفہ بطور یادگار بہت
رحمت فرمائی۔ جن پر فارسی اور انگریزی میں دستخط خاص اور مہر ثبت تھی۔ پھر سب کو عطر و
اور پھولوں کے ہار پہت کر وداع کیا۔ ہفتہ ہم صفر کو تمام صاحبان عالیشان
بھوپال سے روانہ ہو گئے۔ اور نہایت خیر و خوبی کے ساتھ تقریب جشن اختتام
کو پہنچی۔

علائے تمغہ نور و فرمان عالیشان منجانب اہل خلافت علیہ عثمانیہ
حر سہا اللہ تعالیٰ بالامن والعافیہ

آخر سال ۱۲۸۵ ہجری میں خدائے قادر و الجلال کی ہرذاتی اور گزشتہ برطانیہ
خلافت سے نواب والا جاہ بہادر کو ایک اور مزید عورت و وقار کی بشارت ملنے لگی
میں دولت علیہ عثمانیہ کے جانب سے پہنچی۔ اور سارے شہر میں آفتاب عالم تاب کی شہنی
ایک برس سے دوسرے برس تک پھیل گئی۔ کہ اعلیٰ حضرت جلاستاب ہر مجلس
سلطان عبدالحمید خان غازی نے ریاست بھوپال کی حجت اسلامی اور استمداد بیگان
مردمین ترک کے مسئلہ میں جو منگام جنگ روم و روس ظہور میں آئی۔ اور تفسیر فتح البیان
نواب والا جاہ بہادر کو اعلیٰ حضرت سلطان اعظم نے ملاحظہ فرما کر اور محفوظ ہو کر
ایا حضرت رئیسہ عالیہ کے لئے تحفہ شفقت۔ اور نواب والا جاہ بہادر کے لئے تحفہ حبیب
بہر دوم اور مدار المہام مثنیٰ جمال الدین خان بہادر کے لئے تحفہ درجہ سوم اپنے فرامین
عالیشان کے ساتھ روانہ کیا ہے۔

چار دہم عادی الثانی ۱۲۸۵ ہجری کو نمونہ کے دن بارگاہ خلافت سے وہ سب تحفہ
اور نواب ابن شرت آگین کمال احترام و احتشام کے ساتھ دارالاقبال
ریاست بھوپال میں پہنچ کر باعث شرت و افتخار ریاست اور دارالافتخار خیمہ چار ہا
بھیرتا ہوئے۔

انفاد در بار گسربار

رئیس عالیست این تقریب سعید کی مشرت من ایک عظیم الشان در بار چشم
منقد فرمایا۔ اور تمام اہل دربار اور نظار گیان جن کے سامنے منقشے شای کی سرور
رئیس عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر اور مدار المہام صاحب بہادر نے ذیب گلو فرمایا
در فرمان جلالت نشان کو پڑھ کر سنایا۔

فرمان جلالت نشان اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ

از نو ابہ ہند رئیس خطہ بھوپال سیدۃ الخدات اکلیدۃ المحضات
شاہجہان بیگم دامت عصمتہا چون شوہر عالی گوہرش افتخار الاعالی والا
مستجمع المعالی والفا حسم صدیق حسن خان دام علوہ باوصاف مودہ
و مقبولہ متصف بذات ممالی صفات است در حق بزرگوارش اعتبار
و توجہ شاہانہ مارا است بر اس کے دلالت از جانب سنی الجوانب
لمو کا نہ ما از دوم رتبہ نشان ذی شان مجیدی یک قلعہ بجناب مشا الیہ
عطا شدہ۔ امین برات عالیشان مانتدیر شد۔ حر فی الیوم العشرین
من شہر الریح الاول سنہ مرت و تسعین و اثنین و الف البجرۃ اثنی -

خط عظمت خط سید خیر الدین پاشا صدر اعظم

بعد از حمد خداے متعال کہ تجلی از تیش بر صوف عباد و طور اشد باغور آید تحریر مشور
ت و تجلی خاص علم و عرفان کہ صاحبش با علامہ درجات انسانیت و مروت و سترتی
و شرف کند بر خواص شان ذانی فرمودہ و پس از صلوة بے ہمال کہ مرا حق نا آفکھ
من قطعی بالفضل و از دست عرضداشت این معظم قدر آن عالی جناب کہ خیر الدین
دام است با تادی فیض سہادی آن وارث سر محمدی و مظہر علوم شرع احمدی الا و ہجو
جلیل کلمہ بھوپال و فضل ارباب فضائل و کمال سیادت بناہ دیانت اکتناہ رازی قم
نشری تسلیم میضادی تم و احدی علم مقتداے اہل تحقیق سید صدیق حسن حبیب اللہ تعالی سید
فی فیہ القرآن شکوراد علمہ فی جمیع الاعانتہ ارساہا سبر در آگہ چون صیت جلیل فضائل
الجناب در اقصائے مغرب بسامعہ این مخلص معظم قدر اہل معارف رسیدہ بود بہت فواد
نور نہ غلے فوامی الاذن عشق قبل المعین احیاناً شدہ بود بعد از ذوق ابن اخلاص شعار
بر بار شوکت قرار خلافت اسلامیہ امتثالاً لامر ظل اللہ المنان کہ بر دست اُست محمدیہ
ا قدم فراغت است و شرف یافتن بہ مسند جلیل و کائنات خلیفہ پیغمبر آفران زمان شہرہ ساس
مخلص شتاق ہمدی آبدار مدراج در تہمتان در عقد جمعیت محترمہ رہا شعار کہ بعنوان
انجن اسلام در مکارم و عوارث خود شرف امتیاز داشتہ است چنان ہی رسیدہ کہ از
ساقیش صفوت و محبت حاصلہ فواد متفناعت شد زیرا کہ این بہت و بنداری است

و نشان معرفت مال حکمت اشغال انما المذموم انچه است لابد صدورش
 تراست مرقد نشان اخوت اسلامیه و قیمت بنیان اتحاد دینی را مانند آن
 سراردین محمدی که نگه حقیقت العلماء و رفته الانبیا همان این است و ما
 از حیدران اسلامیه و خصوصاً از علما و ذوی الاقدار اهل ایمان جهان چستان
 با کمال خلوص دل راست گویم که از چنین طور عال العال هست چنان شادان
 شده بودم که برآمد اخلاص و ساطع بیان ادرا با مکان اختصا صلیا فیه بود
 این سرور اراده سینه حضرت خلافت پناهی شرف صادر بوده که از غنویت
 جایوش مر آن حیت آن اصحاب اعانت را آگاه می دهم شک نیست که مبدء آن
 اثر دیانت مندی چون حصول تاثیر فی نفسیات تان است در غایت گران قیمت
 بلکه عصمت نشان و خواص شان شاد حصول اتفاقات جهان و رجعت حضرت غلامت پنا
 بر من سیهال تان و نشان چنان حصول نمود که برای حضرت عصمت نبوت که وفات عرافت آ
 مان و وزیر و سفیر شان باین نسبت متوازن شد پس براس آن بفرموده که برات چهار جناب عالی
 چنین نشر بیات بادشاهی و انکیم که لاین شان و شوکت شان شده تا که شایان تر نموده
 بقدر آن اتفاقات عالی شان فلذا امثال امر مطاع خلافت پناهی کرده ام و با ما
 جایون خلافت پناهی که نوشته بود بجانب معالی منافق بلکه چهار نشان از رتب تقلید
 و چهار مراتب شان که طرف سفید نامه جایون هر خصوص پادشاهی و بالائی علیا بر دوات
 و طفرای عرافت عرافت پناهی ختم و موشخ اند بادی فضائل پناهی آنجناب عرافت آل فرستاد

در اخلاق با شجاعت آن رازی هم امید داشت این است که آن نشانها
 را نشانها به خلیفه اسلامی شماره و بکمال تعظیم قبول و بار بایش که هر یک
 را در بارش نوشته بود عطا کنیده و این خلص را هم از خاطر خاطر فراموش نه فرمایند
 یا من عافیت زندگانی خود شادمان فرمائید و السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته
 ریح الآخر شمس المجره خیر الدین -

بعد ختم فرمان تمام صنادید ملک و اعیان ریاست سنی مبارک باددی
 طار گیان جنین نے غلامت سرست بند کیا۔ شعرائے پائے تخت نے قصائد و قطعات
 تاریخی تہنیت میں پیش کئے۔ پھر تقسیم عطر و پان اور اس کے بعد دربار برخواست ہوا۔
 مولانا محمد عباس صاحب فست مرحوم نے تاریخ عطاء کے قطعہ کے متعلق قطعہ ذیل
 ذکر کیا۔

قطعه

<p>ز اب فلک مرتبه صدیق حسن خان درد هر چه خورشید نظیرش نتران یافت سلطان سلاطین زمان پادشاه روم زمین مرده دل اهل صفا گشت طریاق تاریخ در دوش بدل آمد که تزلیم</p>	<p>یا قوت درخشند با کلیل سیادت درد انش در علم و کمالات شجاعت بخشید بوسه نغمه جیدی ز رعنا جیت زمین آب رخ اهل و قیامت طراوت از چو درت نظری خود و بحین ذکاوت</p>
--	---

عیسوی زلفک گفت کہ بردقت تو ہوں بس | ہے تھیہ دتھسہ جہ تھنایے سا

بار دیگر سفر کلکتہ

اس جشن عظیم کے دوڑ صائی سال بعد ثلثاء کو کرنل کنکیڈ صاحب بہادر
پولیسکل ایجنٹ بھوپال نے ریٹھ عالیہ سے خواہش کی کہ بعض والیان ریاست
درخواست دیکر ہزار اکیسینی لارڈ ہرن صاحب بہادر دیرائے ہند سے شرف ملاقات
حاصل کیا ہے۔ اگر آپ بھی جناب لارڈ صاحب بہادر موصوف سے شرف نیاز حاصل
تو بہت اچھا ہے۔ ریٹھ عالیہ نے ان کا مشورہ پسند فرما کر ہزار اکیسینی سے شرف
حاصل کرنے کی استدعا کی دیرائے نے اس کو نہایت خوشی کے ساتھ منظور فرمایا
ریٹھ عالیہ نے اسی وقت تیاری سامان سفر کے متعلق احکام صادر فرمائے
چہارم ربیع الآخر ۱۲۹۹ ہجری مطابق ۲۳ فروری ۱۸۸۲ء مع خواب والا جاہ بہادر
و نواب ولیم صاحبہ و اخوان و ارکان و خدم و حشم نہایت نوک و احتشام کے ساتھ
بھوپال سے کلکتہ روانہ ہوئیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے جانب سے تمام لوازم جہانزاری
ادراہدے۔ یازدہم ربیع الآخر کو غیر دعائیت کلکتہ کے ہونڈہ اسٹیشن پر ریٹھ عالیہ
نے نزول اجدال فرمایا۔ ہزار اکیسینی دیرائے کے جانب سے انڈر سکرٹری
صاحب اور ایڈی کاٹنگ لارڈ صاحب بہادر مدد و حمت فرما کر استقبال ادا کیا
گاؤڈ آف آنر صفت بستہ کھڑا تھا اس نے باقاعدہ سلامی دی ملکہ فورٹ ولیم سے

جن طرف بین سلامی کی سربوئیں۔ ریٹھ عالیہ نے سرکر دہ پر ایک عالیشان
مجلس میں جو ہزار اکیسینی دیرائے کی جانب سے تجویز ہوئی تھی قیام فرمایا۔
تمام کے وقت انڈر سکرٹری صاحب دیرائے۔ اور کپتان صاحب بہادر
دیرائے کے جانب سے ریٹھ عالیہ کی فرودگاہ پر تشریف لائے۔ اور رسم
مجلس پرسی ادا کی بعد ازان گورنمنٹ ہند کے فارین ڈپارٹمنٹ سے دو پروگرام
مال جناب لارڈ صاحب بہادر کی ملاقات کے متعلق ریٹھ عالیہ کے پاس پہنچے۔
ان میں ریٹھ عالیہ کے فیہرشت کے بعد والا جاہ بہادر کا نمبر رکھا گیا تھا۔ یہ امر
خاص طور نواب ولیم صاحبہ پر گراں گزرا۔ اور انھوں نے والا جاہ بہادر کو بلا کر
بدلی نمبر کے متعلق استفسار کیا۔ والا جاہ بہادر نے کہا کہ وہ فیہرشت کے بارہ میں
کوئی تحریک تحریر آیا تقریر یا منجانب ریاست نہیں کی گئی۔ جو پروگرام آیا وہ بھنسہ
سیکھہ یا گیا۔ صاحب بہادر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ تشریف لائے۔
اور انھوں نے فرمایا کہ نواب صاحب گپ کے والدین۔ اگر آپ کی نشست ان
کے بعد رکھی گئی۔ تو چند ان معنا لغت نہیں۔ نہایت انوس ہے کہ اسی قسم کے
امش تا ملائم اسباب جو ریٹھ عالیہ کے ابتدائے عقد ثانی کے وقت سے پیدا ہو گئے
تھے۔ مابعد کے واقعات نے ان میں خواہ وہ کیسے ہی بقصر قاصر اور اضافی ہوں
ذاتی عمارت اضافہ کر دیا۔ اور عام سکون و شادمانی کو عالم آشوب و غم
سے بدل دیا۔ لیکن کھینٹا بقضائے اللہ کے سوا کیا چارہ ہے۔ بہر حال ریٹھ عالیہ

پروگرام کے مطابق ٹھیک چار بجے گورنمنٹ ہوس کے جانب روانہ ہوئیں۔
 والا جاہ ہمدانہ۔ نواب ولیمد صاحبہ۔ نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر
 مرحوم۔ میان عالمگیر محمد خان۔ اور کاتب اعزہ کتب خانہ تھے۔ اسی دربار کے
 موقع پر ریٹائرڈ عالیہ نے میان عالمگیر محمد خان سے میان صدر محمد خان صاحب مرحوم۔ میان
 نور الحسن خان صاحب مرحوم اور کاتب اعزہ کو تعہد طلبی جس پر اس میں مبارک تو
 شاہجہان بیگم صاحبہ کا حرف "شیں" منقوش ہے اپنے دست مبارک سے عطا
 تھا۔ جب سواری ایوان گورنری کے دینہ تک پہنچی تو ہزار کیلنسی کے فلاحی مرکز
 اور بیڑی سکریٹری صاحبان نے زیرہ بائیں تک استقبال کیا۔ اور گارڈ آف
 نے سلامی دی۔ اور انٹیلیجنس فیلڈ کے سرہوئے۔ لب فرش تک بذات خاص
 دیسرانے ہند خود تشریف لائے۔ اور مصافحہ کیا۔ پھر والا جاہ ہمدانہ سے ہاتھ ملا
 اور نواب ولیمد صاحبہ سے گفتگو کرتے رہے۔ بعد ازاں مطابق نمبرائے نشست
 سب لوگ اپنی اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ہزار کیلنسی نے نہایت تپاک اور
 خوش اخلاقی کے ساتھ "خوش آمدید کہا" اور رسمی و عرفی گفتگو کے بعد حسب قاعدہ
 اور بارہر خواست ہوا۔ اور ریٹائرڈ عالیہ فرودگاہ پر اپنی تشریف لائیں۔ پندرہ بیچ آئے
 کہ ہزار کیلنسی ملاقات از دید کے لیے فرودگاہ ریٹائرڈ عالیہ پر تشریف لائے
 نواب والا جاہ ہمدانہ نواب نظیر الدولہ بہادر۔ میان عالمگیر محمد خان اور قائم کوٹ
 نے ایوان گورنری تک ریٹائرڈ عالیہ کی جانب سے استقبال کیا۔ مطابق قاعدہ

سلام اور مزاج پر سی ریٹائرڈ عالیہ نے تاریخ بھوپال اور چند تحائف ناظرین کے
 کیلنسی نے کمال سرت خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور
 اسے مرآۃ عرفی مراجعت فرمائے ایوان گورنری ہوئے۔ ریٹائرڈ عالیہ
 زروانگی بھوپال ہزار کیلنسی اور لیڈی لارڈرین صاحب ہمدانہ سے رخصت ہوئے
 ایوان گورنری میں تشریف لے گئیں۔ دیسرانے اور لیڈی صاحبہ نے
 امانت کما اور بہ اندر سکریٹری صاحب وائیڈی کانگ صاحب اور
 مارین سکریٹری صاحبہ اسٹیشن پورہ تک مشاقت کی۔ اس سفر میں ایک لاکھ
 ہزار روپیہ صرف ہوئے۔

صحت نامه کتاب آثار صدیقی حصہ سوم

نمبر	فصل	صفحہ	نمبر	فصل	صفحہ
۱	مستقل	۱۶	۱	مستقل	۱۶
۵	قابلیت	۱۵	۵	قابلیت	۱۵
۱	طریقہ انتخاب	۲۲	۱	طریقہ انتخاب	۲۲
۱۰	رعایا کی	۲۳	۱۰	رعایا کی	۲۳
۶	قیامصر	۲۵	۶	قیامصر	۲۵
۱۶	تشم	۲۵	۱۶	تشم	۲۵
۴	دور دور	۲۶	۴	دور دور	۲۶
۱۲	بدامینون	۲۶	۱۲	بدامینون	۲۶
۱۳	گندہ و فرسودہ دیار	۲۶	۱۳	گندہ و فرسودہ دیار	۲۶
۶	و منازل خالی	۲۶	۶	و منازل خالی	۲۶
۱۶	دول	۳۱	۱۶	دول	۳۱
۱۶	بادشاہ فرخ سیر	۳۱	۱۶	بادشاہ فرخ سیر	۳۱
۱۳	ہر گاون	۳۳	۱۳	ہر گاون	۳۳
۲	اجواب	۳۳	۲	اجواب	۳۳

نمبر	زبر	غلط	صحیح	نمبر	زبر	غلط	صحیح
۴۴	۱۳	رسیدین یاجیائیں	رسیدین یاجیائیں	۸۸	۶	طالبہ ہندوستان ہندوستانی	طالبہ ہندوستان
۵۰	۴	اور	اور	۳	۳	استدعا پر استدعا پر	استدعا پر
۵۱	۱۶	فیصلہ فریقین	فیصلہ فریقین	۹۸	۶	عیدین پر عیدین پر	عیدین پر
۵۲	۸	ردیہ ترقی	ردیہ ترقی	۱۰۳	۱۳	اب بھی اب بھی	اب بھی
۵۳	۲	نہیں	نہیں	۱۱	۵	وطالبات و طالبات	وطالبات
۵۴	۱۶	مع علم منصرم	مع علم منصرم	۱۱۶	۱۱	والمعاصیرۃ والمعاصیرۃ	والمعاصیرۃ
۶۲	۱۶	یسی	یسی	۱۱۷	۱۶	قول قول	قول
۶۵	۲	کرنے	کرنے	۱۱۸	۱۳	خونخاک خونخاک	خونخاک
۶۶	۱۵	دری باقی	دری باقی	۱۲۰	۹	جاوے جاوے	جاوے
۶۷	۱۷	مترقہ جا	مترقہ جا	۱۲۱	۱۳	علما بسین علما بسین	علما بسین
۶۸	۴	مزار	مزار	۱۲۲	۱۵	چکے چکے	چکے
۶۹	۱۸	تخلیر	تخلیر	۱۲۳	۱۳	کیا گیا کیا گیا	کیا گیا
۷۰	۱۲	حمام	حمام	۱۲۴	۱۵	اسلاف اسلاف	اسلاف
۷۱	۱۲	حمام	حمام	۱۲۵	۱	انقلابات انقلابات	انقلابات
۷۲	۱۲	اجدا	اجدا	۱۲۶	۵	اول اول	اول

نمبر	زبر	غلط	صحیح	نمبر	زبر	غلط	صحیح
۱۳۹	۷	سنتہ	سنتہ	۱۵۱	۳	برجرج برجرج	برجرج
۱۴۰	۱۵	ظہر یقیناً	ظہر یقیناً	۱۵۲	۱	جا سکتے جا سکتے	جا سکتے
۱۴۱	۷	موتلفہ	موتلفہ	۱۵۳	۱۱	یورپ یورپ	یورپ
۱۴۲	۱۳	نجدید	نجدید	۱۵۴	۱۶	اہل اہل	اہل
۱۴۳	۳	اس کی ابتدا	اس کی ابتدا	۱۵۵	۶	آئنا آئنا	آئنا
۱۴۴	۴	غرض غرض	غرض	۱۵۶	۸	باز رکھا باز رکھا	باز رکھا
۱۴۵	۱	وہاں وہاں	وہاں	۱۵۷	۱۶	الزامات الزامات	الزامات
۱۴۶	۵	ذقیقہ ذقیقہ	ذقیقہ	۱۵۸	۴	عزہ عزہ	عزہ
۱۴۷	۵	مرتبے مرتبے	مرتبے	۱۵۹	۱۳	اوساخ اوساخ	اوساخ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون
۱۸	امیر دوست محمد خان بہادر کا ولایتی جلال آباد میں درود	۱۱	۱	مختصرہ کی حیات میں رئیسہ مستقل منظورین کیا
۱۹	ملک لود پرا میر دوست محمد خان کا قبضہ	۵	۲۰	سرکار خلد مکان کا عہد حکومت
۲۰	جگدیس پور کا نام اسلام نگر رکھنا تھا۔	۵	۲۱	خزانہ عامرہ کیاست اور لوٹکی کا جائزہ
۲۱	سنت ۱۱ ہجری میں شہر جویال کی بنیاد ڈالی گئی	۶	۲۲	عرائض و امثلہ مقدمات زیر تجویز کا انتظام
۲۲	ریاست جویال	۷	۲۳	تعلیم اشہ سنین ماضیہ قائم کیا گیا
۲۳	حکمران ریاست جویال	۱۲	۲۴	ملک محمد دوسرے کا دورہ
۲۴	گورنمنٹ برطانیہ کو ریاست جویال نے قبضہ دے دی	۱۳	۲۵	ضلع جنوب کا دورہ اول
۲۵	جویال کی سابق تمدنی حالت	۱۴	۲۶	پہلا اعلان
۲۶	لغیف	۱۴	۲۷	دوسرا اعلان
۲۷	سرکار خلد نشین کا عہد حکومت	۱۵	۲۸	تیسرا اعلان
۲۸	نشی جلال الدین خان بہادر نائب اول ریاست	۱۵	۲۹	اعلیٰ انسران گورنمنٹ انڈیا کا ریفرنس
۲۹	رئیسہ عالیہ خلد مکان نے اپنی والدہ	۱۵	۳۰	عالیہ کی مستعدی اور خوبی نظم و ضبط پر اظہار شادمانی
			۳۱	والیان ملک ہند کو رئیسہ عالیہ کی بیوی کرنی چاہی۔

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰	پہلے شاہجہانی کی تعمیر	۵۷	ایسے عالیہ نے صدر نشین ہوتے ہی	۲۲
۲۱	والا جاہ مرحوم نے صدیقی تالاب	۵۸	دہ کام کیا جہان کی والدہ محترمہ نے	۲۳
۲۲	تعمیر کرایا۔	۵۹	برسوں میں انجام دیا۔	۲۴
۲۳	وائر وکس مین توسیع	۶۰	دورہ ضلع مغرب	۲۵
۲۴	قیصرہ خند کے جشن عروسی کی یادگار	۶۱	ضلع مشرق کا دورہ	۲۶
۲۵	مین نمر کا اجرا	۶۲	ضلع جنوب کا دورہ ثانی	۲۷
۲۶	کاشت افیون کا انتظام	۶۳	نظامتون کی تقسیم اور بندوبست ملک	۲۸
۲۷	افیون کی میزان قائم کی گئی	۶۴	تقسیم جدید	۲۹
۲۸	جنگل کا انتظام	۶۵	نظامت جنوب	۳۰
۲۹	چوکیات	۶۶	نظامت مشرق	۳۱
۳۰	تحقیقات کمیشن کا تقریر	۶۷	نظامت مغرب	۳۲
۳۱	پولیس سیشن قائم کیے گئے	۶۸	نظامت شمال	۳۳
۳۲	اوزان کا تعین	۶۹	پیمائش آراضی	۳۴
۳۳	دہات میں سولاری کا انتظام	۷۰	تعلیم پیدائش کا اجرا	۳۵
۳۴	محکمہ کر دی کا تقریر	۷۱	تقسیم اراضی لمبا طو بعیت	۳۶
۳۵	توسیع اختیارات	۷۲	مرمت و تعمیر دفاتر تحصیل و تھانہ	۳۷
۳۶	محکمہ آراضی	۷۳	طریقہ مستاجری کی ترمیم	۳۸
۳۷	صفیہ عدالت	۷۴	آب پاشی	۳۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۲	محکمہ داراللمہامی	۲۹	۸۸	محکمہ تحقیقات و بکاری	۲۹
۷۳	محکمہ مستند الہامی	۳۰	۸۹	محکمہ تحقیقات تقدمات	۳۰
۷۵	جدد فوات داراللمہامی صاحب	۳۱	۹۰	سین ماہیہ	۳۱
۷۶	دونائب ریاست مقرر کیے گئے	۳۲	۹۱	دار الصنوبر	۳۲
۷۷	محکمہ قطعات شاہجہانی	۳۳	۹۲	ریلوے لائن اور ٹیلیگراف	۳۳
۷۸	محکمہ دیوانی	۳۴	۹۳	کاجا اجرا	۳۴
۷۹	سرکاری نقشہ اسکبر جاری	۳۵	۹۴	ریسٹورنٹ عالیہ نے ریلوے کمپنی سے باہر	۳۵
۸۰	کئے گئے	۳۶	۹۵	رقم کثیر جمع ہونے کے سوا بیسٹا	۳۶
۸۱	محکمہ حقوق	۳۷	۹۶	گوارا نہیں کیا	۳۷
۸۲	محکمہ فوجداری پولیس	۳۸	۹۷	ڈاکخانہ	۳۸
۸۳	تبدیل کا انتظام	۳۹	۹۸	پوشل سسٹم کا اجرا	۳۹
۸۴	وری بانی کے کارخانہ کا اجرا	۴۰	۹۹	دار القطن یعنی کاٹن مل	۴۰
۸۵	ماہ رمضان شریف میں قیدیوں کے	۴۱	۱۰۰	صیغہ حفظان صحت	۴۱
۸۶	سلاخ خاص رعایت	۴۲	۱۰۱	پرنسٹن ویلز ہسپتال تعمیر ہوا	۴۲
۸۷	جہیل خانہ کی تعمیر	۴۳	۱۰۲	لڈی ڈفرن ہسپتال تعمیر ہوا	۴۳
۸۸	محکمہ گہرائی	۴۴	۱۰۳	دیکسی نیشن کا انتظام	۴۴
۸۹	محکمہ مسافر	۴۵	۱۰۴	صیغہ فوج	۴۵
۹۰	محکمہ شوری	۴۶	۱۰۵	فوج نظامی دکن کے لئے بارکین	۴۶
۹۱	تعمیر کی گئیں	۱۱۴	۹۲	نوجوانوں میں اضافہ	۹۲
۹۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۱۵	۹۳	لٹریچر رول کی مطابق ترقی	۹۳
۹۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۱۶	۹۴	نوجوانوں کے لئے یونیفارم کا انتظام	۹۴
۹۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۱۷	۹۵	زیادہ جنگ سوڈان و کابل میں	۹۵
۹۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۱۸	۹۶	ریاست سے امداد	۹۶
۹۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۱۹	۹۷	صیغہ تعمیرات	۹۷
۹۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۰	۹۸	شاہجہان آباد کے نام سے	۹۸
۹۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۱	۹۹	نیا شہر بسایا گیا	۹۹
۹۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۲	۱۰۰	رعایا کے شہر کو تعمیر کلاں کے لئے	۱۰۰
۱۰۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۳	۱۰۱	قرنہ حسنہ کا اجرا	۱۰۱
۱۰۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۴	۱۰۲	خطاب قیصر ہند کی یادگار میں	۱۰۲
۱۰۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۵	۱۰۳	محکمہ قیصر گنج آباد کیا گیا	۱۰۳
۱۰۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۶	۱۰۴	درجہ پرنس آف ولز اور درجہ	۱۰۴
۱۰۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۷	۱۰۵	ڈیوک آف ایڈمیرال تعمیر ہوا	۱۰۵
۱۰۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۸	۱۰۶	ملج محل تعمیر ہوا	۱۰۶
۱۰۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۲۹	۱۰۷	تاج الماساجہ کی بنیاد ڈالی گئی	۱۰۷
۱۰۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۰	۱۰۸	نعل قدیم کی ترمیم و تجدید	۱۰۸
۱۰۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۱	۱۰۹	معاذات	۱۰۹
۱۰۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۲	۱۱۰	معاذات	۱۱۰
۱۱۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۳	۱۱۱	معاذات	۱۱۱
۱۱۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۴	۱۱۲	معاذات	۱۱۲
۱۱۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۵	۱۱۳	معاذات	۱۱۳
۱۱۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۶	۱۱۴	معاذات	۱۱۴
۱۱۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۷	۱۱۵	معاذات	۱۱۵
۱۱۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۸	۱۱۶	معاذات	۱۱۶
۱۱۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۳۹	۱۱۷	معاذات	۱۱۷
۱۱۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۰	۱۱۸	معاذات	۱۱۸
۱۱۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۱	۱۱۹	معاذات	۱۱۹
۱۱۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۲	۱۲۰	معاذات	۱۲۰
۱۲۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۳	۱۲۱	معاذات	۱۲۱
۱۲۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۴	۱۲۲	معاذات	۱۲۲
۱۲۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۵	۱۲۳	معاذات	۱۲۳
۱۲۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۶	۱۲۴	معاذات	۱۲۴
۱۲۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۷	۱۲۵	معاذات	۱۲۵
۱۲۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۸	۱۲۶	معاذات	۱۲۶
۱۲۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۴۹	۱۲۷	معاذات	۱۲۷
۱۲۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۰	۱۲۸	معاذات	۱۲۸
۱۲۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۱	۱۲۹	معاذات	۱۲۹
۱۲۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۲	۱۳۰	معاذات	۱۳۰
۱۳۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۳	۱۳۱	معاذات	۱۳۱
۱۳۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۴	۱۳۲	معاذات	۱۳۲
۱۳۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۵	۱۳۳	معاذات	۱۳۳
۱۳۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۶	۱۳۴	معاذات	۱۳۴
۱۳۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۷	۱۳۵	معاذات	۱۳۵
۱۳۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۸	۱۳۶	معاذات	۱۳۶
۱۳۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۵۹	۱۳۷	معاذات	۱۳۷
۱۳۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۰	۱۳۸	معاذات	۱۳۸
۱۳۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۱	۱۳۹	معاذات	۱۳۹
۱۳۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۲	۱۴۰	معاذات	۱۴۰
۱۴۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۳	۱۴۱	معاذات	۱۴۱
۱۴۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۴	۱۴۲	معاذات	۱۴۲
۱۴۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۵	۱۴۳	معاذات	۱۴۳
۱۴۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۶	۱۴۴	معاذات	۱۴۴
۱۴۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۷	۱۴۵	معاذات	۱۴۵
۱۴۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۸	۱۴۶	معاذات	۱۴۶
۱۴۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۶۹	۱۴۷	معاذات	۱۴۷
۱۴۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۰	۱۴۸	معاذات	۱۴۸
۱۴۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۱	۱۴۹	معاذات	۱۴۹
۱۴۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۲	۱۵۰	معاذات	۱۵۰
۱۵۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۳	۱۵۱	معاذات	۱۵۱
۱۵۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۴	۱۵۲	معاذات	۱۵۲
۱۵۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۵	۱۵۳	معاذات	۱۵۳
۱۵۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۶	۱۵۴	معاذات	۱۵۴
۱۵۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۷	۱۵۵	معاذات	۱۵۵
۱۵۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۸	۱۵۶	معاذات	۱۵۶
۱۵۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۷۹	۱۵۷	معاذات	۱۵۷
۱۵۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۰	۱۵۸	معاذات	۱۵۸
۱۵۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۱	۱۵۹	معاذات	۱۵۹
۱۵۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۲	۱۶۰	معاذات	۱۶۰
۱۶۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۳	۱۶۱	معاذات	۱۶۱
۱۶۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۴	۱۶۲	معاذات	۱۶۲
۱۶۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۵	۱۶۳	معاذات	۱۶۳
۱۶۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۶	۱۶۴	معاذات	۱۶۴
۱۶۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۷	۱۶۵	معاذات	۱۶۵
۱۶۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۸	۱۶۶	معاذات	۱۶۶
۱۶۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۸۹	۱۶۷	معاذات	۱۶۷
۱۶۷	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۰	۱۶۸	معاذات	۱۶۸
۱۶۸	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۱	۱۶۹	معاذات	۱۶۹
۱۶۹	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۲	۱۷۰	معاذات	۱۷۰
۱۷۰	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۳	۱۷۱	معاذات	۱۷۱
۱۷۱	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۴	۱۷۲	معاذات	۱۷۲
۱۷۲	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۵	۱۷۳	معاذات	۱۷۳
۱۷۳	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۶	۱۷۴	معاذات	۱۷۴
۱۷۴	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۷	۱۷۵	معاذات	۱۷۵
۱۷۵	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۸	۱۷۶	معاذات	۱۷۶
۱۷۶	نوجوانوں کی تعلیم	۱۹۹	۱۷۷	معاذات	۱۷۷
۱۷۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۰	۱۷۸	معاذات	۱۷۸
۱۷۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۱	۱۷۹	معاذات	۱۷۹
۱۷۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۲	۱۸۰	معاذات	۱۸۰
۱۸۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۳	۱۸۱	معاذات	۱۸۱
۱۸۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۴	۱۸۲	معاذات	۱۸۲
۱۸۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۵	۱۸۳	معاذات	۱۸۳
۱۸۳	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۶	۱۸۴	معاذات	۱۸۴
۱۸۴	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۷	۱۸۵	معاذات	۱۸۵
۱۸۵	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۸	۱۸۶	معاذات	۱۸۶
۱۸۶	نوجوانوں کی تعلیم	۲۰۹	۱۸۷	معاذات	۱۸۷
۱۸۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۰	۱۸۸	معاذات	۱۸۸
۱۸۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۱	۱۸۹	معاذات	۱۸۹
۱۸۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۲	۱۹۰	معاذات	۱۹۰
۱۹۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۳	۱۹۱	معاذات	۱۹۱
۱۹۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۴	۱۹۲	معاذات	۱۹۲
۱۹۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۵	۱۹۳	معاذات	۱۹۳
۱۹۳	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۶	۱۹۴	معاذات	۱۹۴
۱۹۴	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۷	۱۹۵	معاذات	۱۹۵
۱۹۵	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۸	۱۹۶	معاذات	۱۹۶
۱۹۶	نوجوانوں کی تعلیم	۲۱۹	۱۹۷	معاذات	۱۹۷
۱۹۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۰	۱۹۸	معاذات	۱۹۸
۱۹۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۱	۱۹۹	معاذات	۱۹۹
۱۹۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۲	۲۰۰	معاذات	۲۰۰
۲۰۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۳	۲۰۱	معاذات	۲۰۱
۲۰۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۴	۲۰۲	معاذات	۲۰۲
۲۰۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۵	۲۰۳	معاذات	۲۰۳
۲۰۳	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۶	۲۰۴	معاذات	۲۰۴
۲۰۴	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۷	۲۰۵	معاذات	۲۰۵
۲۰۵	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۸	۲۰۶	معاذات	۲۰۶
۲۰۶	نوجوانوں کی تعلیم	۲۲۹	۲۰۷	معاذات	۲۰۷
۲۰۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۰	۲۰۸	معاذات	۲۰۸
۲۰۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۱	۲۰۹	معاذات	۲۰۹
۲۰۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۲	۲۱۰	معاذات	۲۱۰
۲۱۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۳	۲۱۱	معاذات	۲۱۱
۲۱۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۴	۲۱۲	معاذات	۲۱۲
۲۱۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۵	۲۱۳	معاذات	۲۱۳
۲۱۳	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۶	۲۱۴	معاذات	۲۱۴
۲۱۴	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۷	۲۱۵	معاذات	۲۱۵
۲۱۵	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۸	۲۱۶	معاذات	۲۱۶
۲۱۶	نوجوانوں کی تعلیم	۲۳۹	۲۱۷	معاذات	۲۱۷
۲۱۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۰	۲۱۸	معاذات	۲۱۸
۲۱۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۱	۲۱۹	معاذات	۲۱۹
۲۱۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۲	۲۲۰	معاذات	۲۲۰
۲۲۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۳	۲۲۱	معاذات	۲۲۱
۲۲۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۴	۲۲۲	معاذات	۲۲۲
۲۲۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۵	۲۲۳	معاذات	۲۲۳
۲۲۳	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۶	۲۲۴	معاذات	۲۲۴
۲۲۴	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۷	۲۲۵	معاذات	۲۲۵
۲۲۵	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۸	۲۲۶	معاذات	۲۲۶
۲۲۶	نوجوانوں کی تعلیم	۲۴۹	۲۲۷	معاذات	۲۲۷
۲۲۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۰	۲۲۸	معاذات	۲۲۸
۲۲۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۱	۲۲۹	معاذات	۲۲۹
۲۲۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۲	۲۳۰	معاذات	۲۳۰
۲۳۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۳	۲۳۱	معاذات	۲۳۱
۲۳۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۴	۲۳۲	معاذات	۲۳۲
۲۳۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۵	۲۳۳	معاذات	۲۳۳
۲۳۳	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۶	۲۳۴	معاذات	۲۳۴
۲۳۴	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۷	۲۳۵	معاذات	۲۳۵
۲۳۵	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۸	۲۳۶	معاذات	۲۳۶
۲۳۶	نوجوانوں کی تعلیم	۲۵۹	۲۳۷	معاذات	۲۳۷
۲۳۷	نوجوانوں کی تعلیم	۲۶۰	۲۳۸	معاذات	۲۳۸
۲۳۸	نوجوانوں کی تعلیم	۲۶۱	۲۳۹	معاذات	۲۳۹
۲۳۹	نوجوانوں کی تعلیم	۲۶۲	۲۴۰	معاذات	۲۴۰
۲۴۰	نوجوانوں کی تعلیم	۲۶۳	۲۴۱	معاذات	۲۴۱
۲۴۱	نوجوانوں کی تعلیم	۲۶۴	۲۴۲	معاذات	۲۴۲
۲۴۲	نوجوانوں کی تعلیم	۲۶۵	۲۴۳	معاذات	۲۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۹	سر سید احمد خان مرحوم کا زائد حال	۲۱۰	۱۲۹	دالاجہ مرحوم پر سر پیل گرین	۲۱۹
	کی نسبت بیان			صاحب کے عمیدین دیگر	
۲۱۰	ملف صاحبین کے ساتھ قوم ملک	۲۱۱		الزوات کو کافی نہ جھک رہا ہے جاد	
	کامالک اور ان کے مصائب غلط			کا الزام قائم کیا گیا	
۲۱۱	زمانہ حاضرہ کے صلحان ملک و	۲۱۹		الزوات کی تفصیل	
	ملت کے ساتھ ان کے ملک و قوم	۲۲۰		اول الزام ترغیب جاد	
	کامالک اور ان کے مصائب غلط	۲۲۱		مضامین ملایا سابق کو دالاجہ کے جانب	
۲۱۲	سر سید احمد خان مرحوم کی نسبت	۲۲۲		شوب کیا گیا	
	بغوات کا الزام			ایک مصلحہ آمیز امر	
۲۱۳	سالار جنگ عظیم کو گورنمنٹ کا خوندگ	۲۲۳		مخالفین بھی خیریت جاد پر ایران	
	و دشمن ٹھہرایا گیا			رکھتے ہیں	
۲۱۴	والاجہ مرحوم کو بھی سخت الزامات	۲۲۴		مسئلہ جاد میں تمام فرقہ فرائی	
	اور صاحب کا نشانہ بننا پڑا			یکساں عقیدہ رکھتے ہیں	
۲۱۵	والاجہ کے نسبت شکایتی خطوط	۲۲۵		بارہ دفریت جاد پر اعتقاد	
	و اعتراض			رکھنے کے کبھی کسی مسلمان نے کسی	
۲۱۶	زہر خورانی کا واقعہ	۲۲۶		غیر مسلم پر نہ تو اور اٹھائی نہ کبھی	
	سبب ناخوشی جناب سر سہری ڈلی			بغوات کا اور کتاب کیا	
	صاحب ببادر	۲۲۷		والاجہ گورنمنٹ کے مضمون تھے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۹	سر سید احمد خان مرحوم کا ڈاکٹر	۲۲۵	۱۳۱	اور دیر بیان ہندو صاحبان حکام	
	پیش صاحب کی کتاب پر ایک			عالمشان نے اپنے خرائط اور	
	مفصل ریویو جو اخبار پائیرین			تقریر دن بین ان کے طرز عمل کی	
	شائع ہوا			تقریر کی ہے	
۱۳۲	ذہب اہل حدیث اور مذہب	۲۲۶	۱۳۲	کیا دیکھتا ہے خلد مکان سے دالاجہ	
	و بیت کا فرق			مرحوم کا حال مختصر رو سکتا تھا	
۱۳۳	مذہب اہل حدیث	۲۲۷	۱۳۳	جاد کی حقیقت	
	تبلیغ احادیث کے لئے ایک	۲۲۸		جاد کے شرائط	
	جماعت صحابہ قائم ہوئی			جاد کے اہم شرائط اور اس کے جادو	
۱۳۴	صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین	۲۲۹		عدم جاد کے نسبت دالاجہ مرحوم	
	کا طرز عمل			کی تحریر	
۱۳۶	جامعین احادیث کی جماعت	۲۳۰	۱۳۰	جاد کی معنی	
	مسائل فقہ کی تدوین	۲۳۱	۱۳۰	دوسرا الزام تبلیغ و بیعت	
۱۳۸	عقائد میں تین گروہ قائم ہوئے	۲۳۲	۱۳۱	گورنمنٹ کو دہائیوں سے سوزن	
	دوسری صدی کے وسط میں مذہب	۲۳۳		پیدا ہونے کا سبب	
	اور بعد کی بنیاد پڑی			ڈاکٹر پیش صاحب نے مسلمانان ہند	
۲۳۴	چوتھی صدی کے قبل کسی ایک شخص	۲۳۴		کے مذہبی خیالات پر ایک کتاب لکھ	
	مذہب کامل تقلید کا رواج نہ تھا			مشائخ کی	

نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون
۲۴۵	۱۳۸	بھی امیر اور بنی عباس کے عہد خلافت	۲۵۴	۱۵۳	حزین شریفین پر وہابیوں کا تسلط
۲۴۶	۱۳۹	بین مذہب معینہ کی پابندی کا	۲۵۵	۱۵۴	جماعت وہابیہ کا اقتدار
۲۴۷	۱۴۰	نادر علی حکم جاری ہوا۔	۲۵۶	۱۵۵	جماعت وہابیہ کے اقتدار کا خاتمہ
۲۴۸	۱۴۱	مذہب فرقہ وہابیہ	۲۵۷	۱۵۶	کوئی شخص جماعت وہابیہ کا ہندوستان
۲۴۹	۱۴۲	عبدالوہاب داعی مذہب نہ تھے	۲۵۸	۱۵۷	بین آئیہ کبھی دعوت وہابیت کی
۲۵۰	۱۴۳	بلکہ ان کے شیے محد تھے	۲۵۹	۱۵۸	ہندوستان کا عام مذہب سلاطین
۲۵۱	۱۴۴	محمد بن عبدالوہاب کا حال	۲۶۰	۱۵۹	منلیہ کے عہد میں مذہب خفی
۲۵۲	۱۴۵	محمد بن عبدالوہاب اور ان کے خاندان	۲۶۱	۱۶۰	رہا ہے
۲۵۳	۱۴۶	کا مذہب منجلی تھا	۲۶۲	۱۶۱	ہندوستان میں وہابیت کے لقب
۲۵۴	۱۴۷	محمد بن عبدالوہاب سے طریقہ مذہب	۲۶۳	۱۶۲	کی اشاعت
۲۵۵	۱۴۸	کی معرفت میں معتقد و غلطیان	۲۶۴	۱۶۳	سرب مرحوم نے اپنی وہابی ہونے کا
۲۵۶	۱۴۹	ہوئیں۔	۲۶۵	۱۶۴	اقرار کیا ہے
۲۵۷	۱۵۰	سید سلیمان داد و بغدادی نے انکی	۲۶۶	۱۶۵	مولانا سید احمد صاحب بریلوی سے
۲۵۸	۱۵۱	تر وید میں ایک رسالہ لکھا	۲۶۷	۱۶۶	اور انکی رفتار کا حال
۲۵۹	۱۵۲	شیخ محمد بن ناصر حارثی نے ایک	۲۶۸	۱۶۷	گورنمنٹ کو اظہار اور ان کے رفتار
۲۶۰	۱۵۳	رسالہ بطور مجاہدہ لکھا	۲۶۹	۱۶۸	پر گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان
۲۶۱	۱۵۴	کاتب الحرم کا مستقل رسالہ تعلق	۲۷۰	۱۶۹	تک نہ تھا۔
۲۶۲	۱۵۵	مذہب وہابیت			

نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون
۱۵۸	۱۵۸	جماعت مجاہدین کی ناکامیابی	۲۷۱	۱۷۰	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۱۵۹	۱۵۹	گورنمنٹ انگریزی کا پنجاب پر تسلط	۲۷۲	۱۷۱	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۱۶۰	۱۶۰	مولانا سید احمد صاحب اور ان کے	۲۷۳	۱۷۲	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۷۴	۱۶۱	رفتار کو محمد بن عبداللہ کے مذہب	۲۷۴	۱۷۳	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۷۵	۱۶۲	سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا	۲۷۵	۱۷۴	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۷۶	۱۶۳	لفظ وہابی کی مفہوم میں اختلافات	۲۷۶	۱۷۵	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۷۷	۱۶۴	برہمتی کی تعریف	۲۷۷	۱۷۶	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۷۸	۱۶۵	لفظ وہابی اہل حدیث کے نزدیک	۲۷۸	۱۷۷	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۷۹	۱۶۶	ایک دشنام ہے۔	۲۷۹	۱۷۸	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۰	۱۶۷	گورنمنٹ آف انڈیا نے برٹش انڈیا	۲۸۰	۱۷۹	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۱	۱۶۸	میں لفظ وہابی کے استعمال کی	۲۸۱	۱۸۰	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۲	۱۶۹	مانعت کر دی	۲۸۲	۱۸۱	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۳	۱۷۰	وہابیت کے جرم میں جو لوگ قید	۲۸۳	۱۸۲	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۴	۱۷۱	کیے گئے تھے وہ سب رہا	۲۸۴	۱۸۳	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۵	۱۷۲	کر دیے گئے	۲۸۵	۱۸۴	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۶	۱۷۳	والا جاہ مرحوم بھی وہابیت کا	۲۸۶	۱۸۵	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۷	۱۷۴	الزام لگایا گیا۔	۲۸۷	۱۸۶	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۸	۱۷۵	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۸۸	۱۸۷	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۸۹	۱۷۶	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۸۹	۱۸۸	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۰	۱۷۷	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۰	۱۸۹	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۱	۱۷۸	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۱	۱۹۰	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۲	۱۷۹	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۲	۱۹۱	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۳	۱۸۰	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۳	۱۹۲	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۴	۱۸۱	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۴	۱۹۳	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۵	۱۸۲	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۵	۱۹۴	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۶	۱۸۳	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۶	۱۹۵	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۷	۱۸۴	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۷	۱۹۶	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۸	۱۸۵	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۸	۱۹۷	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۲۹۹	۱۸۶	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۲۹۹	۱۹۸	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و
۳۰۰	۱۸۷	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و	۳۰۰	۱۹۹	والا جاہ مرحوم کی وفاداری و

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون
۲۰۱	ارکان و اخوان ریاست کی	۱۵۸	۳۰۰	جناب رنڈینٹ صاحب بہادر کی جانب سے اوائے تفریت
۲۰۲	تاختی کے اسباب		۳۰۱	اکابر ملکیت کی شکرگزاری
۲۰۳	وفات والا جاہ مرحوم	۱۹۹	۳۰۲	در بارہ تفریت
۲۰۴	تجیزہ تکفین والا جاہ مرحوم	۲۰۱	۳۰۳	رئیسہ عالیہ کی خدام و توسلین
۲۰۵	گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے اعزاز	۲۰۳	۳۰۴	والا جاہ مرحوم کے ساتھ سرپرستی و نوازش
۲۰۶	گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے خطاب نوابی کی واپسی		۳۰۵	تعلقات و مراشی

حصہ سوم

تمہید

اس حصہ میں ریاست یو پال کے مختص تاریخی اور انتظامی حالات کے ساتھ ترقیات عہد شاہجہانی کا ذکر جو سیرت والا جاہ مرحوم کے سلسلہ میں کیا گیا ہے وہ مقاصد ذیل پر مبنی ہے۔

(۱) جو لوگ ریاستوں کے مخصوص حالات اور طرز عمل سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اخوان ریاست ارباب تسوخی و درباری انخاص اور عالی مرتبہ عہدہ داروں کا اثر ملک کے نیک و بد عام انتظامی حالت پر کس قدر زبردست پڑا کرتا ہے۔

(۲) والا جاہ مرحوم اور رئیسہ عالیہ خلد مکان میں جو تعلقات زوجیت تھے اور جو تسوخی دائرہ انکار رئیسہ عالیہ کی طبیعت پرستوں تھا وہ اثرات بالاسے

کین زیادہ تھا۔

(۳) رئیس عالیہ حکام شرعیین کے مطابق ایک پردہ نشین خاتون عین وسیع رقبہ ملک پر حکمران اور کثیر التعداد مخلوق کے سیاہ و سفید کی مالک تھیں۔ ضروری تھا کہ ان کے دست و بازو ایسے مشیران ریاست اور محال متدین ہوں جو آغا زہدین اپنی خداداد قابلیت اور دیانت و تدبیر اور خدا ترسی اور خدا پرستی سے حسن نظام ریاست ترقی مالیات۔ ترسہری ملک۔ رفاہ خلق۔ تہذیب اخلاق رعایا اور آزار دہا و مرتبت ست میں کافی امداد و اعانت کر سکیں۔

(۴) تمام ستمن مالک ایشیا۔ و یورپ۔ کی تاریخوں کے مطالعہ سے واضح ہے کہ ملک فرمانروائے ملک کے عہد کی ترقیان۔ انتظامی معاملات اور پالیسی کے تیز تر اُس فرمانروا کے عہد کے مختلف دوز اور مشیران سلطنت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

(۵) والا جاہ مرحوم ریاست بھوپال میں نہ صرف وزیر با اختیار کی حیثیت رکھتے تھے۔ بلکہ رئیس عالیہ کی اصل منشا۔ اور احکام گورنمنٹ برطانیہ کی تصریحات کے مطابق جنکا حال مطالعہ واقعات سے ظاہر ہو گا وہ اپنی تجویز و مشورہ سے رئیس عالیہ کے صدر حکم کے بعد تمام کلا و جزو انتظامی اور اصلاحی امور ریاست انجام دیتے تھے۔

یہاں بھگویہ بھی ظاہر کر دینا چاہیے کہ اس حصہ کتاب میں جو انتظامی و تدارک اور اصلاحی حالات امور ریاست کے لکھے گئے ہیں وہ حسب ذیل کتابوں سے

دہیں۔

(۱) تلج الاقبال تاریخ بھوپال مولفہ رئیسہ عالیہ خلد مکان دفتر اول دوم مرحوم مطبوعہ نظامی پریس کانپور۔

(۲) دفتر چارم تلج الاقبال جو عہد رئیسہ عالیہ میں مرتب و مردون ہو چکا تھا۔ تنظیم و تدبیر نہ ہو سکا۔ اسکی نقل غیر مکمل کاغذات والا جاہ مرحوم میں موجود ہے۔ اصل رئیسہ عالیہ کے دفتر و بکاری میں محفوظ رہی۔

(۳) مولفات والا جاہ مرحوم جو چھپکر شائع ہو چکی ہیں۔

(۴) والا جاہ مرحوم نے اپنے عہد کے کل اہم واقعات اپنی قلمی یادداشتوں اور بیاضوں میں خود تحریر کیے ہیں۔ جو میرے پاس موجود ہیں۔

(۵) احکام سرکاری اور خرائط و یادداشتہائے حکام مالیشان

گورنمنٹ برطانیہ جو دفتر ریاست اور دارالانشاء وغیرہ میں والا جاہ مرحوم کے عہد فرائض کے متعلق موجود ہیں بھگوان کی نقلیں باضابطہ رئیسہ عالیہ خلد مکان کے حکم سے دستیاب ہوئیں اور وہ میرے پاس موجود ہیں۔

(۶) اسناد و کاغذات دفتر ڈیوڑھی والا جاہ مرحوم دستخوری۔

نقطہ

حصہ سووم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عہد امیر المملکی اور مختصر تاریخ ریاست بھوپال

اسلام میں خلافت کا آغاز

صدر اسلام میں حکومت ایک ریاست یا سیدہ دینیہ ہو کر فی تھی جس کو قرآن حکیم نے خلافت الہی اور وراثت ارضی کے نام سے تعبیر کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے اعتبار سے وہ خلافت راشدہ کے لقب سے موسوم و مشہور ہے جس طرح یہ تمام انواع حکومت میں اس لئے سب سے افضل تھی کہ اس کے ولایت اہل کفایت عالم عادل - سالم انجو اس اور علم بردار شریعت پر فیض بلا قیادت ہو کرتے تھے۔ اسی طرح اس کے خلفاء کا انتخاب بھی اپنی نوعیت میں ان سب طریقوں سے افضل تھا جو اس وقت تک مشرکین توہمون نے اپنی عمرین صرف کر کے دریافت و اخذ کئے ہیں۔

اِحْکَامِ اَخْلَاقٍ وَاَصْلَاحِ نَفَقَةٍ
نُبُوَّةٌ تَالِیْفٌ وَّسُلْطَانٌ غَالِبٌ

بقیہ انتخاب طریقہ جمہوریہ - اور مطلقہ - اور شورہ - تینوں طریقوں کا جامع
اسی واسطے کہ جماعت قریش میں سے خلیفہ کا انتخاب بلا حصر و تعیین کیا جاتا تھا
اس حیثیت سے کہ یہ انتخاب باہمی مشورہ سے عمل میں آتا تھا مطلقہ اس لئے کہ
انہماذا احکام میں مطلق انصرت ہوتا تھا۔ یہ خلافت راشدہ میں سال تک قائم رہی
میں جس افضل ترین حکومت کی بنیاد ڈالی تھی اسکی ممتاز خصوصیتیں یہ تھیں -
(۱) خلیفہ کا باجماع امت منتخب ہونا -

(۲) خلیفہ کا عام حقوق میں تمام مسلمانوں کے برابر ہونا -

(۳) ملک کی آمدنی میں ذاتی طور پر اسکو کسی قسم کا حق نصرت ہونا -

(۴) مالک و مملوک اور شاہ و گدا میں قانونی نگاہ سے مساوات قائم رکھنا -

(۵) امور ملکی و انتظامی میں رعایا کی کھجور افراد کو جائزہ دخلت اور نکتہ چینی کا حق

مسل ہونا -

(۶) زیادت علم آقا ست عدل اعلا کلمۃ اللہ و شفقت علی خلق اللہ میں سامع جیلہ کا

عام و جاری رکھنا -

اس کے بعد جبکہ رعد نبوت سے بعد فصل ہوتا گیا - اسی قدر نوعیت اور ارکان

حکومت میں تزلزل اور اختلال پیدا ہوتا گیا - لیکن اصول و آئین خلافت میں حقیقی تزلزل

نہیں اور اتحاد جامعہ اسلامیہ میں کئی تفرق و مخالفت اس وقت سے نمودار ہوا جب سے

انفصال علمیہ کا گوہر درخشان تاریخ خلافت سے ٹوٹ کر گر پڑا - خلافت عباسیہ سے

شرف علم فقہ فی الدین اور اجتہاد فی الاصول والفرع سے اپنا تعلق منقطع کر کے
محض اسم و رسم خلافت پر قناعت اختیار کی۔ اسی زمانہ سے متعدد مذاہب
دنیائے اسلام میں بنیاد پڑی۔ اور تیسری صدی سے قوم کی حیات ملی و منزلی
تقدنی کے تمام شعبوں میں ایک عام اختلاف اور فترت پڑ گیا اور اسی وقت
حکومت کی تجزی ہو کر خلافت کے پڑے پڑے ہو گئے۔

جنگ ہندو دودھ ملت ہمارا عذر بنے | چون تیرید نہ حقیقت و دانہ زور

تقسیم خلافت

بعد اذین خلافت عباسیہ متصرف مغرب میں خلافت ظاہریہ و اعراف اذین
خلافت اسی یہ جدا جدا قائم ہو گئیں۔ چنگیز خان کے ظہور اور امیر تیمور گورکانی
استیلا نے سلب و سلب و قتل و تدلیل کا بازار گرم کر دیا اس نتیجے اور بھی
اور ہر طبقہ میں بے جا ہوا دوس دوس و طبع اور تمدن و طغیان کی وبال ملک سے
ایک سر سے دوسرے تک پھیلا دیئے گئے فترت ملک ملت کے تہی بن گیا
آٹھ ٹکڑے ہوئے ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے ایک حکمران
دوسرے حکمران سے کوئی غرض یا واسطہ کسی قسم کا باقی نہیں رہا۔

ایک آن دفتر تبال پر آگندہ بین | ایک آن نثر اسلام مجزا بنگر

ہر ایک فرمان روا کے ملک نے اپنی بڑی سعادت اسی میں سمجھی کہ میں خلیفہ

اسان وقت یا قالی ملک کے پرفخر خطاب سے مخاطب کیا جاؤں اور کسی ایک
فرمان روا کی حیثیت پیدا کر دوں اگرچہ نظم ملک حفظ حقوق رعایا بقضائے حکام
اسد و جرائم میں بھی کل آزادی اور قدرت تصرف حاصل نہو اسی خود پرستی
مذاہب اور رکاکت خیالات کے نشو و نما اور مطابعت احکام الہی کے
ان نے مسلمانوں کی قوت علمی و سیاسی کو چند صدیوں کے اندر پاش پاش کر کے
کوکت و مذلت کے مہیب غار میں گرا دیا علی مقدما جرحہ قادی -

سے گھٹتے آخر صدق و صفا کچھ نہ رہا | آخری دور میں چھٹ کے سوا کچھ نہ رہا

اسلام کا قانون اساسی

سطح ہر دستوری حکومت کا ایک قانون اساسی ہوا کرتا ہے اور حکومت کثیرہ اسکی
ناہمت پر مجبور ہوتی ہے۔ تمام ملکی معاملات اور انتظامی و قانونی امور اسی اساسی
قانون کی روشنی میں وجود پذیر ہوتے اور سرانجام پاتے ہیں۔ اسی طرح دین الفطرۃ
یعنی اسلام نے جو تمام صدقہ قانون کا جامع ہے (قرآن حکیم کو دراخت ارضی اور
خلافت اسلامی کا قانون اساسی قرار دیا اور مجوعہ سنن کے ذریعہ سے اس مقدس
قانون کی شرح اور تفسیر کر دی۔

شخصی سلطنت کا دور

لیکن جب جمہوری دور خلافت منقرض ہو کر شخصی سلطنت کا دور شروع ہوا

قوانین خصوصیات میں بھی تفرقہ عظیم پڑ گیا خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ جو جمہور قومی
 کے اتفاق اور برحولی تھا بجائے اسکے قیامہ اور اس کا سرہ کی تقلید میں طریقہ درہم
 وضع کیا گیا۔ امیر معاویہ نے یزید کو اپنا باضابطہ ولیعهد قرار دیا۔ اس وقت
 یہ طریقہ عام ہو گیا۔ اسلام کے ہر حکومت یہ سکھایا تھا کہ سَبَّحَ الْقَوْمُ
 خَاصَّ مَحْمُود۔ (سردار قوم ہمیشہ قوم کا خادم ہوا کرتا ہے) مگر اتحاد اران سلطنت نے
 اپنے کو مالک رقاب اہم اور اپنی رعایا کو اپنا عبید اور اپنا غلام تصور کیا شریعت پرست
 اسلام نے مسلمانوں کو تعلیم دی تھی کہ ہر ایک حاکم کو مطیع قانون اور کتاب سنت
 کا تابع فرمان رہنا چاہیے۔ مگر حکمران عصر نے قانون کو اپنے بد اسے نفس و حرکت لسانی
 اور گردش قلم کا مطیع و محکوم بنایا اور اپنے کو زمان فرمان ربانی سے آزاد تصور کیا
 رسول خدا (ص و حجی و صداۃ) نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک شخص
 راعی ہے اور اپنی رعیت کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار اور خدائے ذوالجلال
 کے سامنے جوابدہ ہے۔ بلاشبہ مسند آرایان حکومت نے اس حکم کی تعمیل تو کی۔ اور
 اپنی رعایا کے جان و مال کی حفاظت کو اپنا فرض تو سمجھا۔ مگر نہ اس لیے کہ وہ خدائے
 احکم الحاکمین کے سامنے اسکے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں بلکہ اس لیے کہ ان کے
 زیر دست ہر جائز دنیا جائز احکام بحال لائے کہ موجود رہیں اور ان کا مال و متاع اپنے
 اور اپنے خاندان کے لیے افزائش سامان عیش و تنعم و حجام و تحشم کیلئے خوانین بنا
 کا کام دیکھ رہا حال شخصی سلطنت کا جو دور اسلام میں شروع ہوا اسکے مخصوص اوصاف یہ ہیں

(۱) حکمران کا بلا اندیشہ باز پرس خود مختار ہونا۔
 (۲) دو دو مان حکومت کا قانونی گرفت سے آزاد ہونا۔
 (۳) رعایا کی زبان بندی۔
 (۴) اہل ملک کے حقوق کی کامل حفاظت نہ ہونا۔ یہ بھی وجہ ہے کہ اہل
 ان کو مجلس شہر علی اور انتظام ملک میں کوئی دخل نہیں ہوتا تھا اور جو لوگ دخل کا
 تھے ان کو بجز ذاتی رُسوخ اور اپنے فائدہ کے غیر ان کے حقوق کے ساتھ
 سامان بعد رسی نہیں ہوتی تھی۔
 (۵) قومی کاموں کے مذاق کا ذاتی اغراض میں جذب ہو کر مسدوم ہو جانا۔
 (۶) کس سپر سی اور آزادی نہ ہونے کی وجہ سے قابل افراد ملک کی علمی اور
 فنی ترقی کا راد ہو جانا۔
 (۷) نظری آزادی کا اہل ملک کے طبائع سے سلب ہو جانا۔
 (۸) خوئے غلامی کی ابد الابد لغت میں رعایا کا مبتلا رہنا۔
 (۹) جو در و ان تمام نقائص کے بعض بعض فراموشی یا ان سلطنت عالم خدا پرست
 اور ایسے روشن خیال بھی گذرے ہیں جنکی عمد سلطنت میں بہت سے آثار عظمت
 اشد اور برکات و مناسبات بھی بطور باقیات صالحات باقی اور جاری رہے ہیں۔
 اَلْاَمَّةُ قَدْ حَلَّتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ كَلَّمَ مَا كَسَبَتْ
 گندم از گندم بردید جو ز جو | از مکافات عمل غافل مشو

دور استبداد شخصی سلطنت کے بعد قیصر اور استبداد کا شروع ہوا جس کا
ہمیشہ شخصی سلطنتوں کے زوال سے وابستہ رہا ہے اس دور سے مخالفت راشدہ
بچے کچے آثار باقیہ کا بھی قریباً خاتمہ ہو گیا۔ اور بجائے حکومت صالحہ کے ملک غرض
دور دور شروع ہوا۔

احداث ریاستہائے ہند

ہندوستانی ریاستوں کی بنیاد سلطنت مغلیہ کے ضعف و انحلال سے ہوئی
اجزائے سلطنت منقسم ہو کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی صورت میں تبدیل ہو گئے۔
ہندوستان میں متعدد جدید ریاستیں قائم ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطنت اک
خانہ سے چراغ کی طرح دیران پڑی ہوئی تھی اس کے تیرہ دتار بالا قانون اور تاریک
گوشوں میں بجائے انسانوں کے درندوں نے اپنا گھر بسایا تھا۔ کارکنان سلطنت
مغرور و مانعین خود سری کی بددی و دودھ رہی تھی۔ سپاہی ہمیشہ لوگوں کے ساتھ
کو بد امنوں اور بے رحمیوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ غرض انصار و مصانع دیران حیل
معالم کمنہ و فرسودہ دیار و مزارع و قوئل و قبائل ضعیف۔ اور چٹکان سبڈل اور
پراگندہ حال ہو رہے تھے۔ ملک مالو بھی (جو ہندوستان کا وسیع زرخیز اور
خطہ ہے) ہمیشہ راجپوت سرداروں اور زمینداروں کے قزاقانہ حملوں کا جولا گاہ بن
تھا۔ اسی زمانہ میں جبکہ بادشاہ فرخ میز کے سر پر چتر سلطنت سایہ افکن تھا۔ میز

ان بہادر تیراہ علاقہ افغانستان سے شہید بھری مین : تلاش معاش
و بلال آباد میں آئے۔ اور پھر وہاں سے دہلی پہنچے۔ اور شاہی فوج کے ہمراہ
اور وہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں انھوں نے ایک قلیل مدت میں اپنے عزیز
قانون کی ایک مستقل جمیعت فراہم کر لی۔ اور معتد بہ سرمایہ حاصل کر کے
دہلی میں آئے اور پھر اس کے ساتھ ملک مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح پرستار شہر لکھنؤ
و رامپنی کا ملک یکا یک ان کے تصرف و اقتدار میں آ گیا۔ آغاز امارت میں
بہر سید (علاقہ بھوپال) ان کا مستقر تھا پھر وہاں سے جگدیس پور آئے اور
ان ایک قلعہ تعمیر کیا اور اس کا نام اسلام شاہ درویش کی خواہش پر اسلام نگر
سا پھر وہاں سے دو چار میل کے فاصلہ پر دو بہاروں کے وسط میں ایک بڑی
سجی آبگیر کے کنارے پر شہید بھری مین شہر بھوپال کی بنیاد ڈالی اور اس کے گرد
ب منایت مستحکم شہر بنایا اور ایک شاندار قلعہ بنام فتح گڑھ تعمیر کیا۔ انھوں نے
شہید بھری مین و قات پانی۔

ریاست بھوپال

یہ ایک نو آباد ملک ہے اس کو قائم ہوئے اس وقت تک تقریباً ایک سو چار نوے سال
نے طول اس شہر کا ایک سو گیارہ درجہ اور عرض تیس درجہ ہے۔ حدود دار بعد اسکے
لہذا جہاں اقبال فضل اول منور۔

یہ ہیں۔

جانب مشرق ساگر۔ بائیں مغرب ریاست اندور جنوب کے سمت ہونگا اور شمال کی طرف ریاست گوالیار واقع ہے ریاست بھوپال کا رقبہ پوربھار کے پوربھار سے زیادہ ہے امیر دوست محمد خان کے عہد حکومت سے یکر علیا حضرت شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ خلد مکان کے عہد فرمانروائی تک ترتیب ذیل مطابق گیارہ حکمران ہوئے۔ امیر دوست محمد خان۔ نواب یار محمد خان۔ نواب فیض خان۔ نواب جیات محمد خان۔ نواب شمس محمد خان۔ نواب وزیر محمد خان۔ نواب نظر محمد خان۔ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ۔ نواب جہانگیر محمد خان۔ نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین۔ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان غفر اللہ لہا یہ سب نواب افغان میرزا خیل مین سے تھے۔ آؤ پر کے بیان سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ ریاستوں کی بنیاد اس زمانہ میں پڑی جب کہ ہندوستان کا ہر گھر فوجی جہاز اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں میدان کا زار بنا ہوا تھا گھروں میں خانہ جہاز اور گھروں سے باہر قسموں کے فیصلے تیغ و تفنگ کی آتشیں زباؤں سے صاف تھے۔ امیر و غریب کوئی بھی ظلم و عناد اور طعنے لک گیری کے خو غوار دست بردار نہ تھا۔ محفوظ اور مصیبتوں نہ تھا۔ خزانہ وایان بھوپال کو بھی امیر دوست محمد صاحبہ بانی ریاست کے زمانہ سے نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے عہد حکومت تک جنگ و بیکار سے سابقہ نہ رہا۔ بدامنی اور بے اطمینانی نے فزون سپہ گیری

فی کا مذاق عام کر دیا تھا۔ جب نواب جہانگیر محمد خان کا عہد حکومت شروع ہوا تو اس وقت سے فراغت معاش اور امن و سکون کے ابواب ٹانگے۔ بر سر تاج ہونا شروع ہوئے پھر بھی سرکار خلد نشین کے عہد تک کچھ نہ کچھ ٹرائیون خانہ جنگیوں کا اثر باقی رہا۔ تاریخ بھوپال کے صفحات ان پر آشوب نشانہاں سے بھرے پڑے ہیں۔

گورنمنٹ برطانیہ کو قیام امن کے بارہ مین نواب وزیر محمد خان بہادر اور ان کے جانشینوں نے فوجی طاقت اور زر خطیر صرف کر کے جو قیمتی مدد دی تھی۔ اس نے اس ریاست کو اس کی حیثیت سے بدرجہا برہمکر گورنمنٹ کی نظر میں اور قادر اور عام و خاص کی نگاہ میں با عظمت اور مشہور کر دیا۔

بھوپال کی سابق تمدنی حالت

جس وقت سرکار خلد نشین نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اس وقت شہر کی حالت ایک معمولی قصبہ سے زیادہ نہ تھی سوائے چار پانچ مکانات بکری اور جامع مسجد کے غریب و امیر سب کے مکانات سفالہ پوش یا خس پوش تھے۔ نمایان تنگ و تاریک عتیم ہندو آبادی زیادہ تھی۔ مسلمان مین زیادہ تر افغان اور دیہاتی مسلمان آباد تھے اور قبیح۔ تہید۔ مغل۔ کمتر خزانسیسی میسائیوں کا بھی ایک خاندان نواب وزیر محمد خان بہادر کے عہد سے بھوپال

میں بود و باش رکھتا تھا۔ خاص باشندہ دن میں کسی لم دن کا وجود نہ تھا
 احکام مذہبی سے سب نادانقت تھے۔ جہالت سارے ملک پر چھائی ہوئی تھی
 قزاق جہانگیر محمد خان کے عہد حکومت میں علم کی جانب توجہ ہوئی اور مذہب
 ذی علم ریاست میں جمع ہوئے قاضی شریف حسین صاحب اور حکیم محمد اعظم خان
 مؤلف نیر اعظم و اکسیر عظم اس زمانہ کے مشاہیر ہیں تھے۔ مسکرات کا ملک
 میں عام رواج تھا تقریباً بیس دن رقص و سرود کی مٹھلیں گرم رہا کرتی تھیں
 بزم صحبت میں شب و روز بادل گلگون کے دہر چلا کرتے تھے۔ افراط و سیکش
 تربت یہاں تک پہنچی تھی کہ بزرگوں کے مزارات و مقابر میں شراب ڈالنے کے
 ایک منہذر رکھا جاتا تھا اس قسم کے منافقہ قدیم اور کسم مزارات و مقابر
 اب بھی پائے جاتے ہیں مساجد کے حجرہ نشین بھنگ کھاتی تھی۔
 لطیفہ یہ میرے سامنے گاؤں قوس ہے کہ ایک روز دارالمہام نشینی جاں الدین خان
 مرحوم لال الی والی مسجد میں اتفاقاً قریب عصر نماز کے پوچھ گئے وہاں
 انھوں نے ایک پیر مرد کو دیکھا کہ وہ ایک قسم کی سبز ٹی ہیں رہا ہے دریافت کرنے
 معلوم ہوا کہ وہ بھنگ ہے۔ دارالمہام صاحب نے نہایت تعجب و انصاف کے ساتھ
 فرمایا کہ ہندو خدا پر کیا حرکت ہے بھنگ کا مسجد میں پیسا اور کھانا شرعاً حرام ہے
 اسنے بیساختہ جواب دیا کہ جو شرع کا پاجامہ آپ پہنے ہیں یہ بھی تو ریشمی ہے اور
 ریشم کا مردہ کو استعمال ناجائز ہے دارالمہام صاحب نے فرمایا کہ ہندو خدا اس میں

بھنگ ہوا ہے تو اس نے کہا کہ جہاں بھنگ میں بھی تو پانی ملا ہوا
 دارالمہام صاحب مرحوم پر سارے اختیار نہیں پڑے اور رومال ٹھہر کر کھڑک
 ان سے چلے گئے اور لوگوں سے کہتے گئے کہ یہ جاہل ہے اس کو اس امر قبیح سے
 مٹا کر رکھو۔

ان واقعات سے باشندگان ملک کے اخلاقی حالت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

سرکار خلد نشین کا عہد حکومت

سرکار خلد نشین پہلی فرار واپس جنھوں نے بھوپال کو ایک شہر بنایا اور ریاست
 کا نظام سیاسی انتظام ملکی۔ اور آئین و قوانین کی بنیاد ڈالی ادواب قواعد
 اعلیٰ۔ مرتب مقرر کئے۔ لایق کار پر داز لوگوں کو سرکاری عہد و پڑا مور کیا۔

منشی جمال الدین خان بہادر نائب اول ریاست

جیسے دینار مقدس شخص کو اپنا شیر اور محمد راز بنایا اور شاسی نکاح خاص ہر حال میں
 جیسے مشرف ہو کر اہل ملک کو احترام مذہب اور فرائض اسلامیہ کی تعمیل کی طرف
 توجہ دلانی خلد نشین بعد وفات قزاق جہانگیر محمد خان صاحب کچھ زمانہ تک
 قائم ریاست رہی اور خلد مکان مستقل رہیہ قرار پائیں۔ لیکن خلد مکان کی فطرت سلیمہ
 و عادت ازلی اور بلند عہد ملی کب یہ گوارا کر سکتی تھی کہ اپنی والدہ محترمہ کی موجودگی
 میں وہ دیر نہ بکر رہیں اس لئے ان کی منظور سی سے گورنمنٹ انڈیا نے خلد نشین کو

پیشہ پوری بین زمینہ مستقل اور غلہ مکان کو ولیعهد ریاست تسلیم کیا غلہ مکان
نے قریباً نو دس سال تک فرمان روائی کرنے کے بعد پیشہ پوری بھری بین ریاست

سرکار غلہ مکان کا عہد حکومت

غزہ شعبان شمس پوری مطابق ۱۰۱۰ نو بھرتی ۱۰۱۱ علیا حضرت ذاب شاہ جہان بیگم
نے مسند ریاست کو اپنی صدارت سے زمینت و رونق و وبال بخشی۔ ہر چند کہ دریا
کے زمانہ بصر سنی میں عام طور پر تعلیم و تربیت کا چند ان لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا
سرکار غلہ نشین جیسی شائستہ اور قابل ان کی تربیت اور ترقی جمال الدین خان بہادر
جیسے مقدس و یندار شیر ریاست کے فیضان اثر سے زمینہ عالیہ نے درج ذکاوت
و جودیت فرمہ فطرۃ اپنے ساتھ لائین تھیں بہت جلد اپنی تعلیم و تربیت کو مکمل کر
لیا تھا اور جب وہ تخت حکومت پر متمکن ہوئیں تو اس وقت وہ تمام ضروری امور
تک داری سے فرین تھیں چنانچہ زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مہمات امور ریاست
کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

لے قبائے بادشاہی دست بردار لے تو ازینت تاج دگین از گوہر دالاسے

۱۰۱۱ سرکار غلہ مکان و ذاب شاہ جہان بیگم صاحبہ ۹ جمادی الاول ۱۰۱۱ مطابق ۱۰۱۱ غلہ مکان
غزہ لکھنؤ گریں پہلو میں نکلیں دانی والا جاہ مرحوم کیا تو زمینہ عالیہ مطابق ۱۰۱۱ غلہ مکان
سی بی بی پویشی کل بھٹ بھٹال اور کل میٹھا صاحبہ موت کو زہر لہا کے بعد میں مسند نشین ماست ہر

خزانہ عامرہ ریاست اور تو شک خانہ کا حائزہ

۱۰۱۱ خزانہ ریاست اور تو شک خانہ کا بذات خود جائزہ لیا سرکار غلہ نشین نے
۱۰۱۱ حکومت کے آخری زمانہ میں مبلغ چھ لاکھ اٹھ سو چار سو اکتھ روپے
۱۰۱۱ برآمد اور پندرہ اشرفی کا بار فرض آستانہ خاص اور ریاست پر چھوڑا تھا
۱۰۱۱ کو زمینہ عالیہ نے اقساط مقرر کر کے حاصل ملکی سے دام دام ادا کرنے کا مناسب
۱۰۱۱ دست کر دیا۔ پھر تو شک خانہ ریاست کو ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ مبلغ بہتر
۱۰۱۱ و چون روپیہ باج آئے سر پا و مالیت کے قیمتی و خرید زیورات مریض (جو غالباً
۱۰۱۱ کی نگرین کے لئے پسند کئے گئے تھے) تو شک خانہ میں تصدیق طلب بد امانت
۱۰۱۱ و زمینہ عالیہ نے دور اندیشی اور حسن تدبیر کے ساتھ ایسے وقت میں جبکہ خزانہ
۱۰۱۱ مالی خفا قیمتی زیورات کی خریداری نامناسب سمجھ کر تمام و کمال ان کے مالکون بننے
۱۰۱۱ کا ہون کو واپس دیدیے۔

عرائض و امثلہ مقدمات زیر تجویز کا انتظام

۱۰۱۱ اس کے بعد چار ہزار چھپاسی قطعات عرائض و خطوط اور کاغذات حسابی اور

۱۰۱۱ آج الاقبال اردو دفتر سوم فصل اول صفحہ ۱۰۱۱ آج الاقبال اردو دفتر سوم فصل اول صفحہ ۱۰۱۱

مقامات مال و دیوانی و قعداری و دکانات و ہر نہ نظامت و محکمہ سارا
درہ گنات کی شلین جو ابتدائے ششہ ہجری سے سرکار غلہ نشین کے روز و قات
انکی عدیم الفرستی و سیر و سیاحت ہندوستان اور سفر قدس حجاز کے سبب
دارالانشاء میں فیصلہ طلب پڑی ہو فی یقین رئیس عالیہ نے معائنہ فرما کر اور اس
قطعی لکھو اگر سب کا تصفیہ کر دیا۔ علاوہ ان کے تیرہ ہزار چھ سو اکتیس مقدمہ
ذیر تجویز جو غیر منفصل باقی رہ گئے تھے انکے تصفیہ کے لئے رئیس عالیہ نے ر قرا
صرت کر کے ایک محکمہ بنام محکمہ مسئلہ نشین باضیہ قائم کیا۔ اور سہ ماہی نقشبائے
پیش کرنے کا حکم دیکر اور اپنے آخری احکام صادر فرما کر ان سب مقدمات کا فیصلہ
کر دیا۔ ان ابتدائی کارروائیوں سے نہ صرف اہل ملک کے طبائع میں ایک فیض
جوش مشرت و اطمینان پیدا ہوا۔ بلکہ ایک ایسے شایستہ نظام حکومت و معدلت کی
دراغ بیل پڑ گئی جس نے بھوپال کو عام و خاص کی نگاہ میں محبوب و ممتاز بنا دیا
اس عہد سعادت ہمدین رئیس عالیہ کی دانشمندی حسن تدبیر اور قدر شناسی
جو ان کا خاصہ طبعی تھا اور دالاجاہ کی رائے و صلاح سے (جو اُس وقت غیر
رد و جاری تھے پھر کچھ دنوں کے بعد مستند المہام ہوئے بعد ازاں شوہر رئیس عالیہ
ہونے کی حیثیت سے منصب امیر المملکی سے سرفراز ہوئے) ایسے جلیل القدر کار نامہ
اصلاح و ترقی ملک ملت کے وقوع میں آئے جو اپنے اندر ایک شاندار مستقبل
رکھتے تھے۔ جنہوں نے آئندہ فرازدایان حکومت کے لئے بہت کچھ راستہ عمل

سات کر دیا

صاحب جو ہر ان اذکار فرما شد بلند | شاہ سے از بہرین دعویٰ ہزار شمشیر
رئیس عالیہ کے اس طریقہ اصلاح ملک آستے صاحب قرآن ثانی شاہجہان شاہ
نادر اور گنٹے یب عالمگیر انارشد ہر ہاشم کے عہد کربین کی یاد و لون میں تازہ کری
صالحین کے طرز عمل کو زندہ کر دیا۔ اور ایک مرتبہ پھر سر زمین بھوپال پر
اسی اسلام کی گزشتہ شان و شوکت کے جلوے ہر طرف نظر آنے لگے

ہمارے فتنہ پھر آئی ترے تماشے کو | چمن کوہین قدم سے ترے بنال کیا
ملک محمدوسہ کا دورہ | سرکار غلہ نشین کو بعض اسباب سے اٹھارہ سال تک
محمدوسہ کے دورہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور سا اسی سال سے عام رعایا
در زمیندار لوگ پر گون کے عامل کے دست ستم سے نالان چلے آتے تھے اور ان کی
ثروت ستانی اور اقلات حقوق کے افشائے متواتر گوشگزار ہو رہے تھے اس لئے
رشتہ معاملات اور مقدمات کے انفصال کے بعد رئیس عالیہ نے ملک محمدوسہ کے
دورہ کو مقدم تصور فرمایا اور گرمی و سردی کی کچھ پروانہ کر کے عین زمانہ بردعجزیہ
میر موسم سرما میں ۱۳ شوال ششہ ہجری مطابق ۱۳ فروری ششہ کو بھوپال
سے محالات ضلع جنوب کی طرف عنان ہضت سطوت کی۔

تمام لشکران رکاب اور لشکر ہمارا ہی کو حکم دیا گیا کہ کوئی شخص خاص و عام نہایت
تاج اقبال و قمر و شمس چہاں صفحہ ۳۵

سامان رسد قرض مذکور قیمت و اجبی پر نقد سامان خرید کیا جائے۔

ابن خیم فیض جو سلطان ترمذ داردار و زنت لشکر یا فاش ہزار مرغ پرست

ضلع جوب اس ضلع میں آٹھ محال ہیں۔ پہلی منزل قھیا نیر میں ہونی

کا دورہ اول اول و قاتر سرکاری کامائے کیا گیا۔ جاگیر داروں و عاقلانہ

تحصیل و پختہ کے ملازمین جو کھیت کے سائر داروں۔ محال کے ناکہ داروں

پٹیاروں۔ پٹواریوں۔ اور مہاجروں کی باقاعدہ حاضری لی گئی۔ پھر مجمع عام میں

میں اشتہار است بر فعات ان کو پڑھ کر سنائے گئے۔

اس کا مضمون یہ تھا کہ جس سنیت کو کسی قسم کی جو رد و ظلم و

پہلا اعلان کی شکایت عمال سرکاری۔ عاقلانہ تحصیل و پختہ۔ ناظران و

ناظران و دار و عیال۔ و دیگر کثرت سائر ضلع و سائر محال و مدار المہام

بہا و یا ان کے علاوہ مدار المہام کی نسبت ہوا اس کو بلا خوف۔ کوستہ لازم غاہ

خاص اجلاس سرکاری میں اس کی باضابطہ تحقیقات کی جاوے گی اور بعد ثبوت

بجرم کو اور اخفائے جرم کرنے واسے کو مناسب سزا دی جائے گی۔

جمع مال سرکاری اور رقوم ضمیمہ کے سوا اگر عاقلان سابق و حال

دوسرا اعلان یا مستاجر و نئے کسی شخص سے زیادہ ستانی کی ہو یا مال سرکار

نفس کیا ہو وہ عساف صاف بیان کرے تاکہ کھلی عدالت میں اس کی حق رس

لے آج ۱۱ تہاں ۱۲ فرسوم ضلع دہلی

دے کے اپنے اسکا معقول تدارک عمل میں لایا جائے۔

اس اعلان میں مشتبہ کیا گیا تھا کہ جو شخص ملازمان و کارپردازان

اعلان ریاست میں سے رشوت ستانی کا مرتکب ہو گا اور اس کی اطلاع

لا کر ہو گی تو وہ تحقیق و ثبوت جرم کے بعد مناسب سزا کا مستحق ہو گا اور

م ثبوت کی حالت میں خبر رسان اور رشوت دینے والا موقوف ہو گا۔

یہ طریقہ اعلان اور طرز عمل آٹھ محالات میں برتا گیا ہوگا و ہنرم

مستند ہجری کو رئیس عالیہ اعیان ریاست کے ساتھ مراجعت فرمائے پھر پال ہون

اس دورہ جوبی میں چار ہزار تین سو ساٹھ عرائض اجلاس سرکاری میں گزرتے

کی باضابطہ تحقیقات و رجاری میں کر کے حسب سرشتہ احکام جزا و سزا صادر فرمائے

کے جن عاملوں نے یا مستاجر و نئے لگان میں رقوم ضمیمہ سے زائد قین وصول کر لی

میں وہ ان سے لیکر زمینداروں کو واپس دلائی گئیں اور دورہ کی تفصیل کیفیت لکھ

رشتہ قدیم کے موافق محکمہ محترمہ ایجنسی میں ارسال کی گئی۔ جس کے جواب میں

رٹن ایڈووکیٹ صاحب قایقام پوٹھیل ایجنٹ بہادر پٹو پال اور نواب ایجنٹ

اور جنرل بہادر سنٹرل انڈیا اور مسکوٹری صاحب بہادر نورنٹ آف انڈیا نے

بیسہ عالیہ کی حسن لیاقت غیبی نظم و نسق اور سرکاری دستہ ی پر جو ایسے زمانہ ہو

در تابستان میں ان سے وقوع میں آئی خرافات و غلطی کے ذریعہ سے نہایت شادانی کا

لے آج ۱۱ تہاں ۱۲ فرسوم ضلع دہلی

انکار کیا۔ ہزاسلیسنی دیرائے بہادر نے سرور ہا کر دورہ جنوب کی مفصل کیفیت گزار
گرت مین شتر کی اور تحریر فرمایا کہ "اگر موجودہ آزمودہ کار دایان لگ ہن
ہزاسلیسنی کے طریقہ کی پیروی کریں تو ان کی ناموری مین چار چاند لگ جائیگی
وزیر اعظم چند قیوک آت آرکال صاحب بہادر نے ہزاسلیسنی دیر
کو تحریر فرمایا کہ "ہزاسلیسنی نے صدر نشین ہوتے ہی انتظام و حکمرانی ریاست میں
آزادی اور بیدار مغزی کا ایسا ثبوت ظاہر کیا جو ان کی والدہ صاحبہ بیرون
استمال میں ظاہر کر سکی تھیں۔"

علیہا حضرت ہر مجسمی قیصر ہند نے بھی اظہارِ خوشنودی فرمایا۔

دوره اضلاع مغرب

دورہ ضلع مغرب

دورہ پنجابی کے بعد برکٹ و چارم ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ہجری
 مطابق ۲۶ فروری ۱۹۳۷ء کو ریلوے ہاؤس میں دورہ ضلع مغرب
 کے لئے بٹور پال سے روانہ ہوئیں یہ دورہ کے مقام پر پوٹیکل انجینئر صاحب بہادر
 چھاؤنی کے صاحبان ذی شان نے حسب قاعدہ استقبال کیا۔ اس دورہ میں
 تمام کارروائی ضلع جنوب کے دورہ کے مطابق عمل میں آئی یہاں تین ہزار ایک سو ایک
 عراض مستفیض کی پیش ہوئیں بعد تحقیقات مطابق ضابطہ ان کی داد رسی ہوئی
 کے لئے اکتا تارک کیا گیا۔

مترجمہ کا میا بی بیان یہ ہونی کہ علاوہ ایک لاکھ دو ہزار ایک سو چھپن روپے
یکم نم آنہ زراعتی کے چالیس ہزار چھ سو تیس روپے جو آٹھ نقد وصول ہوئے اور

ایها مستاجرون پر تھا اسکی قسط بندی کردی گئی۔

ابن دورہ کے بعد رقیۃ عالمیہ کی توجہ ضلع مشرق کی طرف

المشرق کا دورہ

مشرق کا دورہ

۱۰۰ کو بھڑپال سے روانہ ہو کر محال امرنگین میں درود فرما ہو زمین ددر ہے

مذہب کے مطابق عملی انتظامات وقوع میں آئے۔ اکثر مخبران کا ذمہ محض عبادت

لہجہ عدم مواخذہ بخوف ہو کر صد ہا ناشرین دائرہ گردیا کرتے تھے۔ اس بنا پر ریاست

یہ ایک اشتہار اس مضمون کا شائع کیا گیا کہ اگر کوئی غیر بدشعور کوئی مجرم

کر گیا تو وہ سخت نرا کا ستحق ہو گا۔ اور اثبات مجرم کی صورت میں وہ انعام کا حق

اور جو رشوت دینے والا رشوت کو ثابت نہ کر سکے گا تو مالش دروغ کی پاداش

نہ سزا یاب ہو گا۔ یہاں ایک ہزار پانسو چوبیس عرضیاں متغیثوں کی پیش ہوئیں۔

میں جب قدر شوٹ سنانی اور ظلم و زیادتی سے متعلق قصیدیں اُن کی حقیقتات مقدسات

دیکھاری کے منہ میں کی دسالت سے اپنے اجلاس خاص میں کی اور جیسا قسطنطنیہ

قدمات سے تقارن بعد مثبت حکم تحقیقات کے لیے افسران محکومات کے سپرد کردی گئیں

۲. ذیقعدہ شمس الہجرى کو یہ دور ختم ہوا اور فلکدگان ردفق افزہ بھوپال ہوئیں

سے بعد ہم سوال کیا کہ کوئی عالمیہ

منابع جنوب کا دورہ ثانی

منبع جنوب کا دورہ ثانی

اجالہ اقبال دفتر سوم فصل سوم صفحہ ۲۳

اطمینان اور خوش حالی کا اندازہ کرنے کے لیے دوبارہ ضلع جنوب کے دورہ کی اور ہر حال میں دو دو ہفتہ قیام فرمایا۔ اکثر رعایا کو بہ نسبت سابق کے زیادہ آسودہ اور شکر گزار اور محکم ضلع کو نجات باز پرس حکم بجا اور دست درازی اور محتر ز پایا۔ ہر طرف خوش حالی سرسبز اور ترقی آبادی کے نمایان آثار پیش نظر آئے۔

درخت چنچل سلطان درخت	درخت اسے سپر باشد از چنچل
----------------------	---------------------------

اس دورہ میں سات شواغدادن عرضیان متعلق مقدمات پیش ہوئیں جس کا جس حکم سے تعلق تھا اس کے انصر کے نام احکام مناسب صادر فرما کر سب کا فیصلہ کر دیا گیا۔

نظامتون کی تقسیم اور بندوبست ملک

نظام حکومت میں پہلی چیز جس کو ایک بحر بہ کار مدبر اور منظم کی نگاہ و تجسس تلاش کرتی ہے اور جس پر تمام انتظامات متفرع ہوتے ہیں وہ ملک کا صحیح اصول پر تقسیم ہونا ہے۔ یعنی نظامتون تحصیلوں اور پرگنوں پر منقسم ہونا۔ غلہ نشین نے ابتدا میں اسکی طر توجہ کی اور ملک محدود کو تین نظامتون اور تین پرگنوں پر تقسیم کیا جسکی تفصیل یہ ہے۔

الحالہ اقبال: دفتر سوم ضل چارم ص ۲

اس میں آٹھ پرگنہ شامل تھے۔ پھیپانیر۔ بھڑنہ۔ مردان پور۔
طاست جنوب باڑی۔ اوڈہ پور۔ چوکی گڈہ۔ تال۔ بریلی۔

اس میں بارہ پرگنہ تھے۔ جیتھاری۔ دتھوری۔ ستوانی پور۔
طاست مشرق موٹاپور۔ رائیٹن۔ دیوان گنج۔ یعنے گلا گلوہ۔ امراؤ گنج۔
 سنہ رام گڈہ۔ سینوانس۔ غیرت گنج۔ انبا پانی۔ بیکون۔

اس میں دس پرگنہ تھے۔ دتود۔ دیپ پور۔ نظیر آباد۔
طاست مغرب بیرتھ۔ شمس گڈہ۔ سیٹور۔ ددراہہ۔ آسٹہ۔ جادور۔
 پشاور۔

تقسیم جدید

جب ریلوے عالیہ کے عہد حکومت کا آغاز ہوا تو انھوں نے اس نظام کو اصول طبعی کے مطابق تبدیل فرما کر ملک کو چار بڑے حصے چار نظامتون اور تین پرگنوں پر تقسیم کر دیا۔ اور چار ناظم علیہ مقرر فرمائے۔ ہمد شاہ جہانی میں ملک کو جوڑتی اور وسعت حاصل ہوئی اس کے اعتبار سے بھی یہ تین نظامتین کافی نہ تھیں کیلئے عالیہ نے چھوٹے پرگنوں کو بڑے پرگنوں کے ساتھ شامل کر کے اول اکیس پرگنوں پر تقسیم کیا پھر ترمیم کر کے ابتدا میں ۱۲ ضلع یعنی ۱۲ ضلع بھری سے تینتیس پرگنوں پر منقسم کر دیا اور تمام تحصیلوں کی حد بندی کر کے تحصیلدار کے مشاہر زمین اعلیٰ

کر دیا۔ نظامتوں کی تقسیم طریقہ ذیل پر عمل میں آئی۔

نظامت جنوب

اس میں آٹھ پیر گئے رکھے گئے۔ مردان پور۔ اڈو پورہ۔ شاہ
شیر چھلی۔ بازسی۔ بہشت دندہ۔ بریلی۔ کلیا کثیر۔

ناظم اور اُس کے اساتذہ اور علمہ کا مستقر قصبہ نکلیا کھیری قرار دیا گیا پھر قصبہ
چٹھہ تھانہ دار اور ایک افسر سرحد مع علمہ وہاں مقرر کیا گیا اور اس کے ماتحت متعمم
گنور رکھا گیا تھا۔

نظامت مشرق

اس میں بارگاہ برگزینے ہے۔ جیتھاری۔ دیویری۔ رام گڑھ
 ار اسین۔ سلطان گنج۔ سید انیس۔ غیرت گنج۔ بہوشی۔ محلو
 انی۔

ناظم کا صدر مقام قصبہ راگین قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلیہ اللہ علیہ وسلم نے
اور ان کے دفاتر ناظم کے ماتحت رکھے گئے۔ سروے کا دفتر بھی اسی عسکر کے
مستقل رہا۔

نظامت مغرب

اس میں سات پر گئے رہے۔ آٹھ۔ جاؤ بقیس گنج یعنی شمس گنج
چھتیا پیر۔ نہور۔ صدیق گنج یعنی گردہ۔ اچھا دار۔

ناظم کا دار الحکومت نصیر آتش مقرر کیا گیا۔ سات تحصیلدار اور سات محلہ دار
ایک انجمن کے لئے۔

اس میں کچھ پرگنہ قرار دیئے گئے۔ بیرٹسہ۔ دہلی پور۔ نظیر آباد۔

علامت شمال

گلگتھون۔ ڈگدو۔ ڈوراہ۔ بیان کے ناظم کے تحت پختہ شد۔
اور یہ مستقر قرار پایا۔

پیمائش اراضی

دوسرا مسئلہ پیمائش اراضی کا تھا۔ غلہ نشین کے عہد میں تمام ملک محروسہ کی پیمائش جوہ سے کرائی گئی تھی اور پیمائش نظری کے مطابق پانزدہ سالہ بندوبست جاری کیا گیا تھا۔ اس سے قبل شہنشاہیہ میں پانچ سالہ اور ہفت سالہ بندوبست تھا جو بدستور یعنی کے نام سے مشہور تھا۔ جوہ کی پیمائش بھی قاعدہ و اصول کے مطابق صحیح نہ تھی اس لیے رئیس عالیہ کے عہد میں علاقہ انگریزی سے ایک سو پچھالیس لاقی پیمائش دان کارکن طلب کر کے ہر ایک نظامت میں انیس سو اڑھائی سات سو چتر دروہیہ سالانہ مشاہیر پر مور کیے گئے۔ اور کپاس کے ذریعہ سے صحیح اور مکمل پیمائش انگریزی عملداری کے ملک آئین کی طرح تمام محالات ریاست اور دہات جاگیرت کی کرائی گئی۔ آخر شعبان ۱۲۸۰ھ ہجری تک دو پر گنوں کی تمام دکنال اور دو پر گنوں کی نصف نصف پیمائش ہوئی۔ پھر انھوں نے سو گیارہ بیگہ بارہ سوہ اراضی بہ نسبت پیمائش سابقہ کے دائرہ آمد ہوئی۔

تعمیر پائش کا اجرا

دہات کے پٹوار یون کے نام سرے کی تعلیم حاصل کر کے
باضابطہ احکام صادر فرمائے گئے تاکہ باشندگان ملک
اپنی مرد آب کرنے کا مادہ پیدا ہو۔ اور ان کو اپنی اراضیات کے حالات سے
واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملے۔ اور وہ کسی دوسرے اہل ملک کے اپنے کاروبار
محتاج نہ رہیں۔ پائش کا کام شیشیہ کے آؤ بک جاری رہا۔

تقسیم اراضی بلحاظ نوعیت

تیسرا مسئلہ نوعیت اراضیات کا تعین تھا۔
کے عہد میں زمین کی بہ لحاظ نوعیت اراضیات
قرار دی گئی تھیں۔ اس تقسیم کے اعتبار سے فی ہیکڑ اقسام زمین کا محصول اس قدر
تھا کہ قاعدہ کی پابندی بھی ناممکن سی ہو گئی تھی۔ دہات میدانی ناہوار اور کھیتی
میں کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی تھی۔ انتظام جدید میں تین قسمیں پائش
کی اور تین قسمیں بارانی زمین کی کل چھ قسمیں قرار دی گئیں اور ہر محال میں ہیکڑ
د چاک کو ہی اور چاک نشیب و فراز اور چاک کم پیداوار کے نام سے زمین دہات کی
تفصیل کر دی گئی۔ اور جو اراضیات اس قسم کی تھیں کہ ان میں دو تین سال تو
نشو و نما قابل کاشت باقی رہتی تھی اور اس کے بعد دو تین سال تک خشک ہو
رہتی تھیں اور کسی قسم کی روئیدگی ان میں نہیں ہوتی تھی ان پر عہد سابق میں
فی ہیکڑ تین آنہ اور پھر آٹھ آنہ محصول مقرر تھا۔ زمین عالیہ سے رعایا پروری کی نظر سے
عام طور پر دہانہ فی ہیکڑ محصول قائم رکھا اور اول دھوم دھوم قسم کی ریت مار

کا اوسط نکال کر انگریزی شخص اور زمین کی اور دالاجہ کی معیت میں پائش
کے کام کو ایک ایک کھیت پر جا کر اس کے اقسام زمین اور ریت بندی کے
عام و چشم خود معائنہ کیا۔

مرمت و تعمیر دفاتر تحصیل و تھانہ

دفاتر تحصیل : تھانہ دسار کے مکانات جو مرمت و تعمیر طلب تھے ان کی درستی
مسانی اور مرمت و تعمیر کے متعلق زمین عالیہ نے احکام نافذ کئے مقامات فرد گاہ
مطلوبہ میں چاہ ہائے پختہ تیار کئے گئے اور سایہ دار اشجار نصب کیے گئے۔

براہ چشم دور ویدہ تھانے فرہ
نشانہ ام کہ نیال تو راہ گم نہ کن

طریقہ مستاجری کی ترمیم

اکثر ملازمان و اہل کاران ریاست اپنے عزیزوں اور قرابت مندوں کے نام
پر ریاست مستاجری میں سے لیا کرتے تھے اس حالت میں رعایا پر بجا دباؤ
در سرکاری کے باقی رہ جانے کا ایک گم نہ خطرہ تھا۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ پیشگی معاوضہ
مہرے کے بعد کسی ملازم ذی وجاہت یا اس کے عزیز کے نام پر ہر قسم
یا جائے۔

آبپاشی

لکھنؤ کی زمین اپنی قدرتی پیداوار اور سرسبز و شادابی میں
 ہے اور اس میں اکثر زمین بارانی ہے موسم پرشکال میں وہاں چرنک بارش اپنی
 ہے اس لئے لکھ کے بیشتر حصوں میں سیرابی در وقت بہ نسبت دوسرے مقامات
 کے دو بالا پائی جاتی ہے اور سواد شہر آبشاروں جھرنوں اور سرسبز و شاداب
 سے نقشہ زمردین بنارہتا ہے تاہم ترقی زراعت کے لیے ریگسہ عالیہ نے کثرت
 چاہا ہے جدید اور اقطاع ملک میں تالاب اور سر زمینیں کرائے جس سے ہزار ہا
 جہان اول کاہ سبز تک نہیں آگئی تھی وہاں ہر طرف کھیت لہلہاتے نظر آنے لگے
 کیا خواہی زراعت کن کہ خوش گفت آنکہ گفت | لکھ زراعت زرت لکھ لکھ لکھ لکھ
 علاوہ اس کے شہر کی جانب شمال وہاں کے باشندوں کے بے جو قوت آب کی
 سے ابھی بیتاب بنے رہتے تھے لکھ میں ایک وسیع تالاب جو کل شاہجہانی کے
 نام سے مشہور ہے تعمیر کرایا۔ دوسرا صدیقی تالاب بالا جاہ مرحوم نے اپنے نام سے
 بنوایا۔ وارڈ کس جو تالاب قدسید یلم صاحبہ کے عہد سے قائم ہے اس میں توسیع
 کی گئی۔ اور جہانگیر آباد اور شاہجہان آباد اور بارغ نشاط افزا لکھ جو ریگسہ عالیہ کا
 خاص بارغ ہے اور شہر سے دو دو راہ فاصلہ پر واقع ہے سلسلہ آب رسانی جاری
 کیا گیا۔ اور جا بجا نل شوارع عام پر اور محلات و مکانات پیردن شہر اور گردگاہ

نصب کیے گئے علیا حضرت قیصر ہند کے جشن جوبلی کی یادگار میں ریگسہ عالیہ نے
 شہر کے دوسرے جانب پل پنجتہ کے نشیبی حصہ سے ایک نہر کا اجرا کیا تاکہ گرد و پیش کے
 محلات زراعت اور دات کی سرسبز میں اضافہ ہوا اور باشندگان حوالی شہر کو
 صحت آب رسانی کا کوئی سلسلہ پہلے سے نہیں ہے فائدہ پہنچے۔ اس نہر کے اجرا میں
 ایک خاص انجینئر صنعت ملحوظ رکھی گئی اور بجائے اسٹیم انجن کے تالاب کی توجہ
 سے (جو بالکل رائگان جاتی تھی) کام لیا گیا۔ اور قلعہ گوند کے تالاب کو ایک بڑے
 کن کے ذریعہ سے پل پنجتہ سے ملا دیا گیا۔ اور ایک چرخ بطور دولاب نصب کی گئی
 صرف پانی کی قوت سے چلا کرتی تھی اس نہر کی فیض رسانی حوالی شہر سے
 نجا دز ہو کر اسلام گڑ تک پہنچی جو تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔
 اور جہان سے یہ گذری وہاں کی زمینوں اور کاشتوں کو سیراب کرتی ہوئی
 مزارعین کے حق میں حتمی آب حیات بن گئی۔

کاشتانیون کا انتظام

صوبہ مالوہ کی سرزمین بہ نسبت ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے بہم
 طبعی طور پرانیون کی کاشت کے لیے زیادہ موزون واقع ہوئی ہے۔ اس صوبہ میں
 انیون کی پیداوار بھی کثرت سے ہوتی ہے۔ اور آندور۔ اجمین۔ رٹام۔ اور ریاست
 دتار کے سوداگران انیون صوبہ مالوہ سے صد ہزار انیون بھی اور چھین بھیجنے

کے لیے خرید کر بھجایا کرتے ہیں۔ خاص کر تھو پال کی سر زمین کو پیداوار ایفون کے باب میں ممتاز خصوصیت حاصل ہے اور بہت زیادہ اسکی قابلیت زمینوں سے۔ تعجب ہے کہ عہد ہائے گذشتہ میں کبھی کسی نے اس کا خیال تک نہیں کیا اگرچہ بعض محلات میں مثلاً۔ اودہ پورہ پورہ سی۔ رائسین۔ پکرون۔ اور آشرہ میں ایفون کی کاشت کسی قدر ہوتی تھی مگر اس قدر کہ کبھی کسی طرح لائق التفات نہیں رہی تھی۔ لیکن عہد ہائے اول شہسوار کے بعد جو مطابق یکم مئی شہسوار کو مقام شاہجہان آباد ملے فیضیہ میں ایفون کی میزان قائم کی اور مستقل طور پر اس کا حکم قائم کر کے ایفون کی ترقی پہاڑ میں کوشش کی جس سے ریاست کے مالیات اور اقتصادی حالت میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔

جنگل کا انتظام

اراضیات قابل کاشت کی طرح جنگلوں کا انتظام بھی محتاج توجہ اور لائق ملاحظہ تھا۔ ملک محروسہ میں میرائے گنوار ایک وسیع جنگل ہے جسکی لکڑی اور سٹامپ ۱۵ اور قابل حمایت ہوتی ہے اس کے چند اقسام ہیں۔ ساگون۔ ساج۔ ہرول۔ شیشم۔ آبنوس۔ یکم۔ بیجا۔ ساراکنڑا شخاص بلا امتیاز چوب تعمیر و ہیزم لکڑی کاشت کر دیے زیادہ کے پار بھجایا کرتے تھے۔ اور فی عرصہ ایک روپیہ محصول ادا کر دیا کرتے تھے۔ ریاست کی جانب سے اس کی باقاعدہ پیمائش کی گئی جاگیر دن کے

کے کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ اور جنگلون کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔ ایک اور غیر محفوظہ جنگل محفوظہ تھے انکی صہندی کر کے عہدہ جب عمارتی کی پیش و پرداخت کے وسائل مہیا کیے گئے۔ اور ان کے حسابات کو باضابطہ رکھنے کے لیے بصرہ چار ہزار روپیہ سالانہ ایک پورا محکمہ قائم کیا گیا۔ ہر محکمہ جنگلوں کے لیے قواعد بنائے گئے اور کل جنگلوں کے انتظام و حفاظت و نگہبانی کے لیے باضابطہ یہ قانون نافذ کیا گیا اور غیر ضروری جنگلوں کو کاٹ کر دستانہ یا کوٹھم دیا گیا کہ وہ امنی ترقی اور سرسبز ملک کے بڑھانے میں کوشش کریں اور زمین کو دیان نہ بھرتیں۔

چوکیات

بعض چھوٹے چھوٹے ناکارہ جنگل اور بھاڑیاں جو ہرنوں اور سارنوں کیلئے زمین اس کا کام دیتی تھیں جنگلون کے باضابطہ انتظام کے ساتھ انکی حفاظت کی میں کوشش کی گئی۔ چونکہ تھو پال ایک کوہستانی ملک ہے اس وجہ سے اس میں بعض مقامات نہایت خطرناک واقع ہوئے ہیں۔ جہاں سے مسافروں اور کاروانوں کے صحیح سلامت گزر جانے کے لیے ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اور یہ سابقہ میں ریاست کی جانب سے مدد دے چند فوجی سوار اور پیلہ پلہ ہرنوں کی حفاظت کے لیے مامور رہا کرتے تھے اس زمانہ میں اس سے زیادہ ضرورت میں نہ تھی۔ قوم میں اوصاف مردانگی باقی تھے ہر شخص ایک سلاہ سپاہی ہوا کرتا تھا

اور حفاظت خود اختیار کی اور ہمارے یوں کی مدد کو اپنا اولین فرض شہادت کی موجودہ زمانہ امن میں لوگ کاہلی اور راحت طلبی کے عادی اور فنون سپر کے سے تہید ست اور بیگانہ جو چکے تھے اس لیے قوافل اور صادر و وار کی حفاظت کے لیے ایک زبردست انتظام کی حاجت تھی۔

ریسٹہ عالیہ نے چند معتبر تجربہ کار افراد ملک کی ایک تحقیقاتی کمیشن خطرناک مقامات کے معائنہ کے لیے بھجوا دیے۔ روانہ کی اداس کو ہدایت کی کہ وہ بعد معائنہ و تحقیق اس قسم کے مقامات کا صحیح کٹل نقشہ مرتب کر کے والا جاہ کی مدد میں پیش کرے۔

جسٹیس کمیشن کی رپورٹ مستحکم ملاحظہ سے گزری تو والا جاہ نے ریسٹہ عالیہ کو بجا کر بروقت دروازہ محلات ان مقامات کا معائنہ کرایا۔ جہاں خطرہ کم نظر آیا اس کو نظر انداز کر کے جو اصلی جگہیں خطرات کی معاون ہوئیں وہاں مضبوط پولس اسٹیشن قائم کیے ایک سو چھپن سوار اور دوسو سے زائد پیدل رگروٹ بھرتی کیے گئے اور تین افسر مقرر کیے گئے ان کا مستقر تھپپانیر۔ بھرتندہ۔ اور مردان پور رکھا گیا۔ ہر ایک افسر کے ساتھ پندرہ سوار اور چوبیس پیدل مسلح سپاہی امور ہوئے تاکہ وہ اس قسم کے خطرناک مقامات کی گشت و گرداوری کرتے رہیں اور دامن کوہستان اور ساحل شہر کے گزرگاہ کی نگرانی رکھیں۔

ان تینوں افسروں پر ایک چیف افسر تعین کیا گیا کہ وہ ان سب کی اداس

الحسن کا ذمہ دار و نگران کار رہے۔ درندوں سے مسافروں کی حفاظت کیلئے اس وقت میں شکاریوں کو فی شیر پانچ روپیہ انعام ریاست سے ملا کرتا تھا۔ ریسٹہ عالیہ نے مزید دفع ضرر کی نظر سے اس روپیہ فی شیر انعام مقرر کیا۔

اوزان کا تعین

ہندوستان کے مختلف حصوں میں اجناس کی تول کے لیے نئے کا وزن مقرر ایک ٹن چالیس سیر کا ہوتا ہے۔ اور سیر کے اوزان مختلف ہوتے ہیں۔

مالوہ میں زمانہ دراز سے برصغیر ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے اوزان کا اندازہ کے لیے مانی کار و راج ہے کسی جگہ چار سو کسی جگہ چھ سو اور کسی جگہ آٹھ سو مانی کہا کرتے تھے۔ اور سوامانی کو مٹا سہ اور سو مٹا سہ کو کٹا سہ کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ ہندوستان میں عام طور پر پانچ سیر کو پسیری کہتے ہیں ایک سو آٹھ پسیری کا ہوتا ہے اور ایک سیر اسی روپیہ کا ہوتا ہے اور کسی جگہ سو روپیہ کا بھی ہوتا ہے۔

اتوہ کے پرگنوں میں پسیری کے وزن کے لیے ایک خاص پیمانہ رائج تھا جس کو روٹہ کہا کرتے تھے۔ اور سیر کے لیے ایک اور پیمانہ چلا آنا تھا جس کو بانی کہا کرتے تھے اس طرح ملک میں صاع اور مٹر۔ وزن کرنے کے لیے مخصوص پائے تھے۔

یہ تھوڑا ٹھیک مالوہ میں مختلف اوزان تھا کسی جگہ پانچ سیر کا اور کسی جگہ سات سیر کا ہوا کرتا تھا۔

و اما جہان نے بیسٹہ عالیہ کا منشا، بیکران اوزان کی طرٹ و جد کی اور
اختلاف کو دفع کو کے ہر جگہ سادہ کر دیا اور پرانے آہنی باٹ جو کم وزن
ان کو گلا کر دارا مضرب بھوپال سے جدید اوزان سلوک کر کر تاجران اہل
کو تقسیم کیے۔

تیسرا ایک سو روپیہ کا، پیری پانچ سیر کی اورانی تیس پیری کی فرادی
اور وزن کشوں کا حق الممت مقرر کر دیا گیا۔

دہات میں سواری کا انتظام

حوالی بھوپال کے دہات میں صادر و دار و مسافروں کو سواریوں کی فراہم
اور ان کے تصفیہ و اجرت میں اکثر وقت پیش آیا کرتی تھی۔ اور نادانیت کی
سے ان کو بہت حیران و پریشان رہنا پڑتا تھا اور عام طور پر عالمان دہات کی
کم اتفاقی اور بیدردی کی شکایتیں را کرتی تھیں۔ بروقت ضرورت رسید رسال
میں بھی مشکلات پیش آتی تھیں اس تکلیف مالا بیطاق کے دفع کرنے کے لیے ایک
سہ کر دینی قائم کیا گیا اس کا افسر اپنے اختیارات میں تھانہ دار کا نائب رکھا گیا
بھوپال کے ہر چار اطراف میں تین تین کوس پر آدمی مقرر کیے گئے جو مسافروں

لے کل اہل قبائل و غیر سوم فصل دوم صفحہ ۱۰

۱۰ تاج اہل قبائل و غیر سوم فصل غیسم صفحہ ۱۰

ک نیم آمدنی میل کرایہ پر صادر و دہات سے گاڑیوں اور بیگاڑیوں کو فراہم
کرتے تھے۔

توسیع اختیارات

جدید حرقی یا نئے نظام کو مستحکم کرنے کے لیے اس کی ضرورت تھی کہ افسران محکمات
اختیارات میں توسیع کی جائے۔ زمانہ سابقہ میں تحصیلداروں کو کچھ پچھتر روپیہ اور
انطان ضلع کو دو سو پچاس روپیہ تک کے فیصلے صادر کرنے کا اختیار تھا اور مقدمہ
فوجداری میں دو مہینے کی قید اور پچاس روپیہ تک جرمانہ کا اختیار ان کو عطا کیا
گیا تھا۔ بیسٹہ عالیہ نے تحصیلدار کو دو سو روپیہ تک کے فیصلے کا اور فوجداری میں
دو ماہ کی قید اور پچاس روپیہ تک کے جرمانہ کا اختیار عطا فرمایا۔ سطح انطان ضلع
کو پانچ سو روپیہ تک کا اور فوجداری میں سو روپیہ جرمانہ اور چار ماہ کی قید کا اختیار
دیا گیا تاہم یہ یاست کو پانچ ہزار روپیہ تک کا اور فوجداری میں دھانی سو روپیہ
تک جرمانہ اور ایک سال کی قید کا اختیار بخشا گیا۔

محاصل اراضی

ابتداء آسپس یاست کے زمانہ سے چونکہ ملائف الملوکی اور جنگجوئی کا دور دورا
تھا اس لیے ریاست کی آمدنی ضعیف نہ تھی۔ خواب غوث محمد خان مرحوم کے زمانہ میں

ریاست پر اس قدر تباہی آئی کہ ملک محروسہ کی کل آمدنی میرٹھ ایک لاکھ
دس ہزار روپیہ سالانہ رہ گئی۔

ذآب جہانگیر محمد خان مرحوم کے عہد میں جمع خرچ ^{۱۲۰۰۰۰}۸۰۰۰۰ فصلی کے مطابق
ریاست کی آمدنی بارہ لاکھ اٹھائیس ہزار پانچ سو چتر روپیہ دو آنہ تھی۔ جب محمد
کا دماغ آیا تو ان کے حسن انتظام سے ریاست کی آمدنی جمع خرچ ^{۱۲۰۰۰۰}۸۰۰۰۰ فصلی کے
مطابق سولہ لاکھ اکتیس ہزار اسی روپیہ دس آنہ تک ترقی کر گئی بعد اس کے جب
ریشہ عالیہ کے عہد حکومت کا آغاز ہوا تو اس وقت والا جاہ کے حسن مساعی سے جمع خرچ
فصلی کے مطابق ریاست کی آمدنی چوبیس لاکھ پچتر ہزار چھ سو اٹھادون روپیہ
چار آنہ تک پہنچ گئی اور بعد وفات ذآب قدسیہ بیگم صاحبہ بیس لاکھ روپیہ کی کل
قرار پائی۔

صیفۂ عدالت

یہ صیفہ تمدنی ترقی کا پہلا زینہ ہے اور شائستگی حکومت کا مظہر ہے اولین ہے
اس صیفہ کی عہدگی دھماں فضل خصوصیات میں پوری عدل و انصاف کی قریح کجانی
ہے۔ اصولاً چند امور پر منحصر ہے۔

(۱) قابل متدین دوزا کا انتخاب۔

(۲) مکمل قانون کا اجرا جس کے مطابق فیصلے مل میں آتے ہیں۔

(۳) عدالتی اور انتظامی صیفوں کی تفریق۔

(۴) آبادی اور ترقی ملکی کے لحاظ سے صیفوں کی افزایش و تقسیم ریشہ عالیہ
کے بیچ اور دوسرے سطح پر سمجھانے بہت کچھ ان امور کی تکمیل کردی جو حکمران سابق
کا مقصد تھے ان کی اصلاح و درستی اور تہذیب فترتین کو کشش موفور کی گئی اور
آبادی اور ملکی ضرورتوں کی افزودنی کے لحاظ سے بدیر صیفے قائم کیے گئے سب
بہت ہم انتخاب و ذرا اور ان کے ماتحت محکمات کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے
میں اور آگے اصلاحات کا بیان کریں گے۔

محکمہ دارالمہامی

نشی محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم عہد خاندان شین سے منصب دارالمہامی پر
دراز تھے ریشہ عالیہ نے ان کی مسلمہ دیانت اور تقدس و دینداری و بزرگی کے
حالات سے اور کمال طوہمت و انصاف پرستی سے بزرگوں کے خیر خواہوں و دوستوں
شہرہ داروں کی قدر و ملحوظ نظر رکھ کر نہ صرف منصب دارالمہامی پر ان کو بہ دستور سابق
ما قبل برقرار رکھا بلکہ ملن کے اذیاد و مراتب احترام میں ہمیشہ پیش از پیش توجہ مبذول
راتی رہیں اور ان کی اولاد کی معاش پر دستور سابق بحال رکھتی یہ ہی سلوک ثابت ہم
کے ساتھ بھی کیا گیا ہے

وزیرے چنیں شہر یار سے چنان	جہان چون نہ گیر دقرا سے چنان
----------------------------	------------------------------

جس محکمہ کے وہ افسر علی تھے اس میں اُمور ذیل انجام پایا کرتے تھے
(۱) تمام مقدمات مالی و دیوانی و قوعداری جو ناظموں کے حدود و اختیارات
سے باہر ہوتے تھے انکا فیصلہ یہیں سے صادر ہوتا تھا۔

(۲) جو مقدمات صدر احکام اخیر کے لیے اجلاس سرکاری میں پیش ہوا کرتے
تھے وہ مدارالمہام صاحب بہادر مرحوم کی تجویز ثبت ہونے کے بعد اسی محکمہ سے
کئے جاتے تھے۔

(۳) ریاست کے سیاہ آہ فی کی نگرانی اور بخشی گری کے کلی و جزوی
اور ہر چار نظامت و محکمہ ساز اور جملہ معاملات و محکلات کی خبر داری و گرد آ
کا اسی محکمہ سے تعلق تھا۔

محکمہ معتمد المہامی

اول محکمہ معتمد المہامی کے منصب پر راجہ کشن رام آن جہانی ممتاز تھے بعد
ریشہ عالیہ نے والا جاہ کو اس منصب جلیلہ پر سرفرازی بخشی اُن کے زمانہ میں اس
کے فرائض میں یہ امور داخل تھے۔

- (۱) انتظام مالگذاری۔
- (۲) تنفیج جمع خرچ ریاست۔

۱۲۳۰ تا ۱۲۳۱

(۳) آغاز سال فصلی سے تخمینہ داخل و خارج ریاست کا تیار کرنا بجٹ اور
ال پہ مرتب کرنا۔

(۴) ریاست کا زربقیا وصول کرنا اور اسکی نگرانی رکھنا۔

(۵) ریاست کے زر قرضہ کو جو عہد غلہ نشین سے چلا آتا تھا قرض خواہوں
تسليم کرنا۔

(۶) نقشہ مصارف زائد کد مہ و نقشہ مصارف یومیہ و ہفتہ وار و سالانہ
تسليم کرنا۔

(۷) مقدمات تغلب و تصرف ال کی تحقیقات

(۸) کاغذات محکمہ آل و دیوانی و قوعداری کا جائزہ دیتے رہنا۔

(۹) اسناد جاگیرات کا مطابق شرائط مرتب کرنا اور مقدمات جاگیر داران

ریاست کا تصفیہ کرنا۔

(۱۰) محصول سازمین تغیر و تبدل کرنا یا سمات کرنا۔

(۱۱) گورنمنٹ آف انڈیا کے قوانین و طرز عمل و قیود و وقت پر غور و غوض کر کے

اپنی رائے ریشہ عالیہ کی رائے کے ساتھ شامل کرنا۔

جب والا جاہ امیر الکلکی کے منصب فوج الشان پر فائز ہوئے تو اُن وقت یہ محکمہ

لکڑ دیا گیا اور امور صدر کا قلعہ دوسرے صیغے سے کر دیا گیا بعد وفات مدارالمہام صاحب

وہ نیا متین اور نو تمام کی گئیں اور وہ نو کا شاہرہ مسادی ہزار ہزار روپیہ قرار دیا گیا۔

تہمہ سابق میں زیر تجویز مقدمات اور انفصال مقدمات کے دریافت مار
کا کوئی طریقہ جاری نہ تھا اس لیے سہ ماہی نقشہ اسکیبار یعنی رجوع و انفصال
مقدمات کے مرتب کرنے کا قاعدہ عام طور پر جاری کیا گیا۔ اور نقشہ احکام کے
طالب تک مرتب کرنا اور اس کا اجرا عمل میں آیا اور حکم دیا گیا کہ پندرہ جون ۱۹۰۷ء
سے جاری میں یہ تمام نقشے واصل ہوتے رہیں خلافت درزی کی حالت میں دستکار
جاری کر نیک حکم دیا گیا۔

دیوانی میں سب سے اہم مسئلہ حفظ حقوق کا ہے تہمہ سابق میں یہ قاعدہ مرتب
کہ جب کسی مفروضہ پر ذکر جاری ہوتی تھی تو مدیون کی ظاہری جائداد نیلام
کر کے مدیون کی حق رسی سادی طور پر کی جاتی تھی اور مدعا علیہ کو کل فرض
کی غلطی لکھ کر عوا کر دی جاتی تھی اس صورت میں اخلاصے جائداد کی وجہ سے
فرض خواہوں کی حق تلفی ہوتی تھی اور مفروضہ کو بد معاملگی کے لیے ایک وسیع میدان
مہیا تھا اس نقص عظیم کے رفع کرنے کے لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ ظاہری جائداد
کے نیلام کے بعد جس قدر روپیہ وصول ہوا اس سے سادی طور پر حق رسی کی جائے
اور بچائے فارغ خطی کے مدیون سے زر وصول شدہ کی رسیدین سے یہ جائین اور
جب کوئی مدعی کسی دوسری جائداد کی نشاندہی کرے تو اس کو نیلام کر کے مدیون
کی حق رسی کی جائے۔

تہمہ سابق میں ساکنان علاقہ بھوپال کے فرض اور داد و ستد کے مقدمات

امت کے لیے میعاد پندرہ سال اور باشندگان چھاؤنی سیور کے لیے صرف
سال رکھی گئی تھی۔ چونکہ اس میں چھاؤنی کے باشندوں پر ایک طرح کی
امتیاز ہوتی تھی اس لیے کل مدعیان شہر اور چھاؤنی کے لیے یہ قاعدہ سماعت
۱۹۰۷ء سال مقرر کی گئی۔

تہمہ سابق میں جن مہاجروں کا دوا نہ کل جاتا تھا ان کے مقدمات کے لیے
یہ قاعدہ مقرر نہ تھا حکام کو تصفیہ مقدمات میں غیر معمولی وقت پیش آتی تھی اور فرض خواہوں
بہت اہم کی جگہ پر پیش کرنے کا موقع ملتا تھا اس لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ جو
مدعی اپنے دوا الیہ ہونے کا اقرار کر کے درخواست کرے کہ فرض خواہوں کی سادی طور پر
حق رسی کی جائے بشرطیکہ اس کا دوا الیہ ہونا بھی ثابت ہو چکا ہو تو اول اسس کی
مدعی کی جائداد قلمبند کر کے عدالت اسکا اپنی حفاظت میں لے لے اور اسکے دوا الیہ
کے اصلی اسباب کو تحقیق اور دریافت کرے اس کے بعد فرض خواہوں کے نام ایک ایک
مدعی اشتہار میں مندرجہ کا جاری کیا جائے کہ جس کو فرضہ کا دعویٰ کرنا ہو وہ پیش
کرے لوگ فرض خواہ اور مدعی ہوں ان کی ایک فہرست مع شرح تعداد فرضہ کے
تاریخ کی جائے اور بعد انقضائے میعاد جائداد مفروضہ کی مقدار سے ان کو اطلاع
دی جائے اس وقت جو مدعی اپنے حصہ کے مطابق اسباب داخل کر کے حق رسی کا
دعویٰ کرے اور ورنہ نالش کرے تو بعد تحقیق کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جائے۔ اور
شرط ضرورت مدعا علیہ کو نظر بند رکھ کر مدیون کی نشاندہی کے مطابق اسس کی

جائداد کی کلا وجہ تلاش و تفتیش کی جائے یا اگر قرض خیرا من مذکور جائداد
 طبعیت ہی اور کارروائی عدالت کے بعد مدعا علیہ کی جائداد کو مساوی طور پر
 باہم تقسیم کر لینا چاہیں تو بقدر نصف ذرفیس کے اُس جائداد سے وضع کر کے
 اُنکے سپرد کر دیجائے۔

تہہ سابق میں درمیان مغلوں احوال چونکہ ضمانت کی ذرفیس ادا کرنے
 استطاعت نہیں رکھتے تھے یا عدم اثبات دعوی کے وقت مطالبہ کے خوف سے اہل
 واد کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے اس سبب اکثر وہ اختصا ل حق سے محروم رہا کرتے
 اس لیے یہ نقصان کے رفع کرنے کو یہ قاعدہ جاری کیا گیا کہ جو مفلس کوئی جائداد رکھ
 اور نہ کوئی شخص اس کی ضمانت دینے پر راضی ہو تو بغیر اخذ ذرفیس اُس کے دعویٰ
 سماعت کی جائے اور عدم اثبات دعویٰ کی صورت میں ذرفیس اُس کو معاف کر دیا
 فریقین اہل مقدمہ کی حمد و ستائش میں لکھی جاتی ہیں اُن کی تحریر علیہ کے متعلق حکم نہ لایا
 گیا گیا کہ وقت احوال وہ شامل شل کی جائے تاکہ فور واقع ہونے کے وقت دستاویز
 کا حال جس طرح پر کہ وہ داخل ہونی سے معلوم ہو جائے۔

محکمہ فوجداری و پولس

مقامات فوجداری کے لیے اس صیغہ میں مطابق دستور اہل تدبیر عمل در آ
 کیا جاتا تھا۔ رقبہ مدعا علیہ کے عہد میں والا جاہ نے اُس کا مستقل قانون مرتب کر اکر

کیا گیا۔ تھانہ ہماگیر آباد کی نگرانی جیل خانہ کا بند و بست۔ احوال بلد کی چوکیات
 نظام۔ کارگیری صیغہ تحریر سانی کا باقاعدہ اہتمام صیغہ صفائی و روشنی
 شارع عام و خاص (میو پلٹی) کا سرانجام دینا جہان فوجداری کے ضبط شدہ
 مال اور لاوارث کے مال کا نیلام۔ فروخت اجناس کے نرخ نامہ کا مرتب کرنا
 قتل و کشت اور آجینسی سپرد کے قیدیوں کا چالان۔ یہ امور اس محکمہ کے خاص
 دفتروں میں داخل تھے۔

تہہ سابق میں چونکہ شور و شر کا زمانہ تھا اس لیے قدرتا اس زمانہ کے
 حکمرانوں کے طبائع بھی درشتی پسند واقع ہوئے تھے بعض اوقات ایک مجرم کے
 وقوع جرم پر تمام محلے والوں کو ہتھکڑی آفت ہونا پڑتا تھا۔ اور اہل عملہ کو بھی گاہ
 بگاہ کے تازیانہ برداشت کرنا پڑتی تھی ۵

اگنہ بود مرد و سنگارہ را	چہ تاوانی ن ظفل بیچارہ را
--------------------------	---------------------------

جب رئیسہ عالیہ کا عہد آیا تو اس وقت زمانہ بہت کچھ ترقی کر چکا تھا اور تہذیب
 شائستگی کا خواہن تھا جس کا سنگ بنیاد رئیسہ عالیہ نے خود اپنے ہاتھوں سے رکھا
 اور یہ ساری سختیاں یک فلم دور کی گئیں۔

پہلے قیدیوں کو تحقیق و تجویز کی غرض سے زائد از میعاد قید بگننا پڑتی تھی
 مگر اب ان میں سے ایسے دوران تحقیق میں فوت بھی ہو جاتا تھا۔

ان تمام امور کی اصلاح کے لیے سابق میں جو حکم سرکش داکم تھے ان میں سے
یا برطرفی کا صادر ہوتا تھا وہ قطعی و ناقل سمجھا جاتا تھا اس میں کسی قسم کی تردید
و تفسیح نہیں ہوتی تھی۔

رہنہ عالیہ کے عہد میں اسکا خاص طور پر اہتمام کیا گیا اور جو حکم انصاف
قابل ترسیم سمجھا گیا بعد غور و فراغ اس کی ترمیم و اصلاح کر دی گئی تھی ایک
یہ بھی تھا کہ جب کوئی حادثہ وقوع میں آتا تھا۔ تو سپاہیان افواج پولیس
کے ماتحت کر دیئے جاتے تھے۔

چونکہ یہ بات فوجی اعزاز کے خلاف تھی اس لیے رہنہ عالیہ کے عہد میں فوج
حادثہ کے وقت فوج کے سپاہیوں کو سپہ سالار کی زیر نگرانی خدمات انجام دینے کا
حکم نافذ کیا گیا۔

قیدیوں کے متعلق حکم دیا گیا کہ ان سے سرکون کی درستی و درست کا کام
نہ لیا جائے اور ان کو مزید رسوائی کا عادی نہ بنایا جائے بلکہ بجائے اس کے
قیدیوں کو دربان تیار کرنے اور اسی قسم کے مختلف پیشوں کی تعلیم دی جائے تاکہ
مشرقیانہ طور پر اپنی چڑا من زندگی بسر کرنے کے عادی بن جائیں۔

آج اسے کارخانہ دری بانی میں پانچ ہزار آٹھ سو سترہ روپیہ بارہ آنہ صرف ہو
قیدیوں کی نسبت ذرا ان صادر ہوا کہ ماہ شہادک رمضان میں ان کو تکلفی طعام
پلاؤز رہا اور شیر بچ دیا جائے۔

یہ رہنہ عالیہ کے دیندارانہ احترام مذہبی کا ایک نمایان کارنامہ ہے
لَقَدْ قَضَى اللَّهُ يُؤْتِيهِ مِنْ شَيْءٍ مَا اللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
و لا علمہ کہنہ میں ایک سنٹر جنرل تھا۔ پھر جہانگیر آباد کی ایک بلند پہاڑی پر
سافروں کو ریل پر سے بھوپال کے اسٹیشن کے قریب صاف طور پر نظر آتا ہے
پھر کیا۔

محکمہ گیرانی

صیغہ فوجداری کے ماتحت جرائم پیشہ قوم لوگیاں کی تادیب کے لیے ایک محکمہ
تمام محکمہ گیرانی قائم کیا گیا۔ رہزنی۔ تاخت و تاراج و قتل و غارت میں قہم کا قدیم شیوہ
ہے اس کی نجرانہ حرکات کے اشداد کے لیے ایک مستقل علمہ مقرر ہوا جس کا کام یہ تھا کہ
ان کے جرائم کی تحقیق و تفتیش کرے اور ان کا استیصال کرنا ہے۔

محکمہ سائر

زمانہ سابق میں سائر کا کوئی قانون نہ تھا۔ رہنہ عالیہ کے عہد میں اس کی تدبیریں
مل میں آئی۔

اس صیغہ کی انجام دہی کے لیے ایک بہت بڑا علمہ مقرر کیا گیا سائر بھوپال کے
جو ترے کا داروغہ اور تمام داروغہ کے پرگنات ریاست اور ایک دارلوگ اس کے

تحت کیے گئے۔

آرس بیٹھ کے باضابطہ انتظام سے ریاست کی مالیات میں خاطر خواہ اضافہ اور اقتصادی حالت میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔
 سابق بین الاقصد حصول کا طریقہ ایک روش پر نہ تھا۔ تنوید نظامت کی غرض سے والا جا دے اخذ حصول کا ضابطہ مرتب کر کر جاری کیا اس طرح پر تمام اختلافات سابقہ خود بخود رفع ہو گئے سائر کی آمدنی ابتداً دو لاکھ تھی الحمد والا جاہ میں اضافہ سنائی خرچ بارہ لاکھ داخل خزانہ ہونے لگی۔

مجلس شوریٰ

ہر حکومت میں خواہ وہ شخصی خود مختار حکومت ہی کیوں نہ ہو کچھ نہ کچھ ارباب صلا بھی شریک کار ضرور رکھتے ہیں، ایک شخص کیسا ہی قابل بیدار مغز اور مدبر ہو مگر وہ تمام شبہائے ملی و معاشرتی و تمدنی و تجارتی کا تجربہ کار اور ماہر کامل نہیں ہو سکتا۔ کوئی حکومت کبھی اصول شرعی کے مطابق اُس وقت تک شایستہ اور مہذب حکومت نہیں کہی جاسکتی جب تک کہ لائق ارباب حل و عقد کی ایک باضابطہ مجلس شوریہ سامان موجود نہ ہو اور تمام مہمات امور ریاستی و انتظامی اُس کی رائے و مشورہ سے عمل پذیر نہ ہوں۔ خداوند کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ **وَ اتَّخِذْهُمْ شُورَىٰ** **فَیْضُ** **رَیْسُہٗ** **نَالِیہٗ** کے آغاز حکومت میں محکمہ مراضہ راجیل، قائم تھا آئین مقدمات

ملی و فوجداری کا پھیل ہو کر تھا اور راجائی یافتہ قیدیوں کے ضمانت نامے ان تحریر کیے جاتے تھے۔

رائیہ عالیہ نے شرعی اصول پر اُس کو کافی نہ سمجھ کر مجلس شوریہ کا افتتاح کیا۔ اس زمانہ کی نامساعدت کی وجہ سے مجلس شوریہ کے تمام اصول و فروع کی تکمیل نہ ہو سکی تاہم وہ چیز جو شریعت ہضاکہ کے اصل اصول اور آئینی حکومت پر واجب ہے اُسکی بنیاد قائم ہو گئی۔

آرس مجلس کے ارکان میں اہل علم اور تجربہ کار اہل الرائے و دونوں شامل تھے جو پیشہ کی طور پر شریک مجلس ہوا کرتے تھے۔

دارالشوریہ کے دو درجن آئے سے صیغہ مراضہ اسمین ضرور تیار مہم ہو گیا اس مجلس کے فرائض حسب ذیل قرار دیے گئے۔

(۱) مقدمات دیوانی و فوجداری کا مراضہ۔

(۲) مہمات امور غور طلب میں کثرت رائے کی بنا پر ارباب حل و عقد سے مشورہ طلب کرنا۔

مراضہ کی میعاد سماعت جس دن سے کہ نفل و دیوباری حاصل کی جائے تین ماہ دیکھی گئی تھی شرادات فریق مغلوب میعاد مراضہ کو دست دینے کی غرض سے نفل فیصلہ حاصل کرنے کے بعد اعراض کیا کرتا تھا اس لیے یہ قاعدہ جاری کیا گیا کہ بعد فیصلہ فریقین کو نفل حاصل کرنے کے لیے نوٹس دیا جائے۔ اور اسی تاریخ سے سماعت مراضہ کی میعاد محسوب ہو

محکمہ تحقیقات رُوبکاری

اقتصادی اور ملکی ترقی کے ساتھ قاعدہ ہے کہ اُس کی آبادی اور تمدنی ضرورتیں
بھی بڑھتی جاتی ہیں اس لیے ضرورت ہوتی کہ ایک محکمہ تحقیقات رُوبکاری متعارف
کیا جائے اور اہل مقدمات کی تشکیلی خاطر اور مقدمہ کی اصل حقیقت تک پہنچنے کے
اُن کو ایک اور موقع عطا کیا جائے تاکہ عدالت و نصفت کے دونوں پہلے برابر ہو جائیں
اہم مقدمات کی آخری تحقیقات کا مکملہ براہ راست اجلاس رُوبکاری سے ہو۔

تسلیم نظر اس کے یہ خبریں بھی متوازن گوش گزار ہو رہی تھیں کہ کارپردازان دیانت
مادہ رشوت ستانی و دیگر ترقی نہاد رُوبکاری کی خیانت بین بین نہیں کیا جاتا ان تمام امور پر
غور کر کے ایک محکمہ تحقیقات رُوبکاری کے نام سے قائم کیا گیا اور اس کا مستقل عہدہ
ہوا اس قسمر محکمہ فوجداری اور نائب بخشی فوج اچس کے دور کن خاص قرار دیے گئے۔

اس طریقہ سے بہت کچھ رشوت خیانت کا انبہاد ہو گیا اور جس کے ذمہ رُوبکاری برآمد ہو
اگر وہ خوشحال تھا تو اُس سے یک نشست روپیہ وصول کر لیا گیا اور اگر غیر مستطیع و مفلس تھا
تو اس سے باقسط وصول کر کے اہل حقوق کی حق رسانی کی گئی۔

محکمہ تحقیقات مقدمات سنین باضیہ

ایک عام شکایت یہ بھی چلی آتی تھی کہ صدر با امثالہ مقدمات جو کہ عہدہ نشین ہوں یا

ہوا تھا اور وہ تحقیقات و تصفیہ کی غرض سے مختلف محکمان محکلات کے پاس
بکھری گئی تھیں وہ ہنوز غیر منفصل پڑی ہوئی ہیں اور عہدہ العزمتی کی وجہ سے
مختلف ہنوز کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی جس کی وجہ سے اہل مقدمہ سخت تکلیف
کھاتے ہیں جب یہ شرکارت والا جاہ کے کان تک پہنچی تو انھوں نے رئیس عالیہ
کی اجازت سے اور راجع الاول سنہ ۱۳۸۷ مطابق نو ذی الحجہ ۱۳۸۷ سے محکمہ
مقدمات سنین باضیہ قائم کیا اور انھیں مقدمات کے لیے بھوپال میں
ایک منصرم اعلیٰ معہ خاص اور نظامتوں میں تین منصرم معہ منصرم بھوپال
میں انجمن میں مقرر فرمائے اور حکم صادر کیا کہ ہر قسمر محکمہ میں ہمدین کے اندر مقدمات
بروزہ کا فیصلہ کر دے۔ جب تمام مقدمات کا فیصلہ ہو چکا تو آخر محرم ۱۳۸۷ ہجری
مطابق فروری ۱۳۸۷ کو یہ محکمہ نوڑ دیا گیا۔ اور اہل محکمہ کو دوسرے صیغونین
محکمہ دی گئی۔

دارالضرب

زمانہ قدیم سے ریاست میں یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ جو جدید فرمان رداریات
کی سند حکومت پر ممکن ہونا تھا وہ اپنے عہد میں قدیم سکے کا چلن ہو توں کر کے
جدید سکے اپنے نام کار اراج کرتا تھا جب رئیس عالیہ نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا
تو قاعدہ قدیم کے مطابق دارالضرب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں بہت کچھ

اسلامات جاری فرما کر سیکہ قدیم فلاس کا مودون کہ کے سیکہ جدید جاری کیا
 سیکہ بھوپال کا روپیہ چونکہ سیکہ انگریزی کا ہوزن نہ تھا اور بھوپال کی
 ہمسایہ ریاستوں میں مختلف اہلاد سیکہ رائج تھے اس لیے اس پر بڑا گناہا
 اس نقصان کو رفع کرنے کے لیے رئیس عالیہ نے بعد غور و مشورہ خالص چاند
 کا مسکوک سیکہ جو انگریزی چہرہ دار سیکہ کا ہوزن تھا اس پر ایک جانب حرف شین
 (جس میں اشارہ عہد شاہجہانی کا پایا جاتا تھا) اور دوسری جانب سہول
 نقش کر کر فہ عام کی غرض سے جاری کیا۔

اس سے کاروبار تجارت میں بہت سہولیت پیدا ہو گئی۔

ریلوے لائن اور ٹیلیگراف آفس کا اجرا

گورنمنٹ برطانیہ عظمیٰ کی پراسن اور شائستہ حکومت میں جس سرعت و فہ
 کے ساتھ تمدنی تحریک مہل ترقی طے کر رہی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔
 ہندوستان کے طول و عرض میں تجارتی جہتیں۔ داغی۔ اور عقلی ترقی کے
 طاقتور محرکات نے جواہم تبدیلی باشندگان ہند کے شہائے زندگی اور امن کے
 بعد رکات والا جہاد مرحوم اسی خیال رفاہ عام کا ارتقا کر کے فروری ۱۸۵۵ء میں رئیس عالیہ نے بکڑا
 کا چسپان فہمٹا موقوف کر کے بکڑا انگریزی ملک محروسینہ لایا گیا اور محض ۵۰ عایائے آدم و ترقی تجارت
 کے لیے ہندو ہزار روپیہ مالانہ کا نقصان ریاست گوارا فرمایا۔

ترقی حالات اور اخلاقی صفات میں پیدا کردی تھی اگر اس کی تکمیل و ترقی
 نے تو اسکا حقیقی مرجع یہ ہی دو چیزیں تھیں یعنی ٹیلیگراف اور ریلوے

گوارا فوس ہے کہ بھوپال ان قدرت کی فیاضیوں اور انسانی دماغ کے
 مات و کمالات سے محروم تھا۔ اور باشندگان ریاست کو ان ترقیوں کی اصل
 من فزون باضیہ کے خیالات انکے دماغوں اور طبیعتوں پر حاظر کیے ہوئے تھے
 میں کج جہان تھے یہ صدی پہا

اکیسہ فائدہ دور اور ٹوٹے ہیں غبار
 آسمانی بھوپال کو رئیس عالیہ کا نہ دل سے شکر گزار اور احسان مند ہونا چاہیے
 کے عہد مبارک میں اہل بھوپال کو خدا کی ناقصا ہی نعمتوں سے مستمع ہونے اور اپنے
 مایہ افوام باشندگان ہند کے قدم بقدم آئندہ ترقی کرنے کا ذریعہ موقع ملا۔ اور
 کے لیے نعم و من اکی کے ابواب فتوح انپر مفتوح ہو گئے۔

رئیس عالیہ نے ابتدا چھوٹی لائن کے ریلوے کا اجرا اسی سے بھوپال اور
 پال سے آجین تک تجویز کیا تھا۔ لیکن پھر بعد غور و تامل رئیس عالیہ نے حکم ارادہ
 کیا کہ برسی لائن تیار کی جائے تاکہ در آمد و برآمد مال میں ہر طرح کی آسانی ہو
 مسافروں کو بھی کافی طور پر آرام ملے۔

گورنمنٹ انڈیا سے بواسطت جناب سرسری ذیلی صاحب ہما در ریلوے کے مصلحت
 ہم ضروری شرائط اجرا طے کیے گئے اور صحادت کی تکمیل اور انکشاف فیہ کر کے یہ قرار

دیا گیا۔ کہ بھوپال کی لائن انارسی سے براہ ہو ٹنگ آباد (جو بھوپال سے پچیس کس
فاصلہ پر واقع ہے) بھوپال تک اور بھوپال سے براہ بھیلہ دھانسی ریاست گوال
کی لائن سے ملا دی جائے۔ (جو اگر وہ ریلوے لائن کی ایک برج ہے۔)۔

(۱) ادل ریٹسہ عالیہ نے پچیس لاکھ روپیہ اجراء کے ریلوے کے لیے راج
خزانہ عامرہ سے دینا اور قواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی ڈیوٹی سے دس لاکھ روپیہ
منظور کیا تھا پھر کچھ وزن کے بعد اس رقم میں اضافہ ہو کر پچاس لاکھ روپیہ کی
تقدیر پائی بعد اس کے پندرہ لاکھ روپیہ کا اس پر اور اضافہ ہوا اور حفظ حقوق
کے زاویہ نظر سے معاہدات میں یہ شرط کر لی گئی کہ اگر کسی وقت ریاست کو ریلوے
کی شرکت سے فائدہ ہونے کا خیال ہو گا تو ریاست کا تمام دکنال روپیہ واپس کر
جائے گا۔

(۲) دوسری شرط یہ قرار پائی کہ ریلوے کا منافع حسب ضرورت ادل ریٹسہ عالیہ
فصلاً بعد نسل ملتا رہے گا۔ اور قواب قدسیہ بیگم صاحبہ کو حین حیات تک۔ بعد وفات
ان کے یہ منافع بھی ریٹسہ عالیہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور تمام دکنال منافع
خزانہ ریاست میں داخل ہونا چکا۔

ابن تمام معاہدات میں ریٹسہ عالیہ کی کمال ادوائی و انگریزی کی جگہ سچے
سامی شروع وقت ہونے کا شرف حاصل تھا، یہ ایک ادنی مثال ہے کہ انھوں نے اپنے
خود خطیر اور رقم کثیر پر ریلوے کمپنی سے سود لینا گوارا نہیں کیا۔ اور قواب قدسیہ بیگم صاحبہ

کو بھی اس رقم ناجائز سے دست بردار ہونا پڑا۔

۱۸۹۷ء میں آغا دستار علی سے ریلوے کا کام جاری ہوا اسی سال سے
نئے سرحد بھوپال تک پندرہ سو چالیس بیگم زمین بلا قیمت ریلوے ڈپارٹمنٹ کو
دینی۔ اور باشندگان ریاست کی فلاح و ترقی کے لیے لاکھوں روپیہ کا نقصان
است کو برداشت کرنا پڑا اسٹیشن قائم کرنے کی غرض سے مناسب مقامات
سب کرنے کے لیے والا جاہ جناب سر سہزی ڈیٹی صاحب بہادر کو جس طرف ریلوے لائن
پہنچ رہی تھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ کاتب الحروف بھی معیت میں تھا۔ دو ایک مقام دیکھ کر
ی تجویز یہ قرار پائی کہ زمین نو بہار کے آگے باغ فوجدار محمد خان کے عقب میں اسٹیشن
بکریا جائے۔ یہ مقام جو ناگیر آباد سے متصل شہر سے کسی قدر فاصلہ پر اور تاج محل سرکاری
تفریح با ایک سیل کی مسافت پر واقع ہے اور عمدہ مقام ہے۔

اسی اسٹیشن پر ایک خاص جگہ ریٹسہ عالیہ کے قیام کے لیے تعمیر کیا گیا۔

سنہ ہجری مطابق سنہ ۱۲۸۷ء کو ریلوے لائن کا کام اختتام کو پہنچا خاص
ریٹسہ عالیہ کے سفر کے لیے تین سیلون گاڑیاں تیار کر رکھیں اور گورنمنٹ آف انڈیا
نے فریمر سے جی۔ آئی۔ پی۔ آر۔ کمپنی سے یہ حوالہ ہو گیا کہ ان گاڑیوں کا حصول
میں لیا جاوے گا اور علاقہ بھوپال میں بلا کر یہ ریلوے پر سفر کرنا اختیار حاصل رہے گا
لیکچر آف آفس کے جاری کرنے کے لیے ریٹسہ عالیہ نے چار ہزار روپیہ خزانہ ریاست سے
عطا کیا، سچ یہ ہے کہ ہمارا دریل کے اجراء نے ریاست کی کاپلیٹ دی اور اہل بھوپال

کے بنیاد پر سود و خیالات میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا جیسا کہ اسکی موجودہ ترقی سے واضح روشن ہے۔

رکیوے جاری ہونے کے بعد مسافروں کے آرام اور مزدوروں و خلیوں نفعات رفع کرنے کے لیے ریاست کی جانب سے ایک لکھ تعین کیا گیا اور رکیوے کا نفر عمل میں آیا رکیوے کمیشن کے رفرنس منٹ روم کی تعمیر چار ہزار روپیہ سے مرمت ہوا۔

ڈاکخانہ

ناسا خبر سانی کی ہر زمانہ میں ضرورت رہی ہے۔ ایک وقت وہ ہمسایہ ملکوں سے خبر سانی کا کام لیا جاتا تھا۔

جبے نیانے گوارہ طفولیت سے قدم نکال کر تمدن کے میدان میں جولانی شرف کی تو اس وقت اس سلسلہ کی از سر نو تجدید ہوئی اور خبر سانی کے لیے ہر کام سے مقررہ خطہ نشین نے بھی اپنے عہد میں ڈاکخانہ کا طریقہ ریاست میں جاری کر کے ایک نئے دور کا قیام کیا تھا۔

اس محکمہ میں ایک افسر چار محرر اور پینتیس ہر کام سے امور کیے گئے تھے تمام کام میں و خطوط سرکاری تینوں نظامتوں میں ہر کام سے لیا کرتے تھے اور محالات میں اس

لے تالیف اقبال دفتر سوم فصل پنجم صفحہ ۵۸۔

ت کو قیوم کیا ہی انجام دیا کرتی تھی۔

اس وقت چار ہزار دو سو اسی سو روپیہ چار آنہ پاؤ بالاسالانہ ڈاک خرچ تھا۔ جب ریفرنس عالیہ کا عہد حکومت شروع ہوا تو انھوں نے ترقی یافتہ ممالک کی طرح ڈاکخانہ کا بندوبست کیا اور پانزدہم راج الادل شش ماہہ ہجری سے ڈاک نظام سرکار انگریزی کے طریقہ پر جاری کیا۔

تمام ریاست میں ڈاکخانے تعمیر ہوئے۔ بمبئی میں صدر ڈاکخانہ بنایا گیا جناب کرتیل ولیم ولبی اسپرن صاحب بہادر پبلک ایجنٹ سے گفتگو کر کے اسے جاری کرنے کا معاملہ طے کیا گیا اور انگریزی پوسٹ آفس کے حصول کے مقابل میں اسے محصول رکھا گیا اور مبلغ چودہ ہزار آٹھ سو ستر روپیہ ساڑھے گیارہ آنہ سالانہ راج مقرر ہوا۔

ہر چھ ماہ اس کارروائی سے نظامات ریاست میں بہت سہولیت پیدا ہو گئی اور سرکاری کاغذات وقت پر پہنچنے لگے۔ مگر رعایا کی ضرورت میں جکا زیادہ تر تعلق ممالک غیر سے تھا اور جنگی وجہ سے رعایا کو بہت کچھ تکلیف اٹھانا پڑتی تھی ان میں سے کئی نہیں ہوئی تھیں بے ریفرنس عالیہ نے حکام بالادست کی تجویز اور والا جاہ کی اتفاق رائے سے زمانہ موجودہ کے مطابق پوسٹل سسٹم (Postal System) ریاست میں جاری کیا اور گورنمنٹ انگریزی کا ایک ہیڈ پوسٹ آفس بمبئی میں اور متعدد پوسٹ آفس تمام محالات میں قائم کیے جس سے سرکار بمبئی اور رعایا دونوں کو

فائدہ پہنچا۔

دارالقطن معنی کاٹن مل

کاروباری دنیا میں ذراعت کے باب صنعت و حرفت کو ایک ممتاز مندرجہ حاصل رہی ہے اور جب سے یورپ کی تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اس وقت سے تو صنعت و حرفت کا مرتبہ ذراعت سے بھی بدرجہا بڑھ گیا ہے اب تو گویا تمدنی اور شہری زندگی کا اصلی زیور یہی صنعت و حرفت ہے۔

ریسہ عالیہ پلی فرانزواہن جنھوں نے اہل بھوپال کو خواب غفلت سے بیدار کیا اور انہیں صنعتی بیداری پیدا کی۔

پہلے پہلہ ہجری میں سات لاکھ روپیہ کے صرف سے متصل شاہ جہان آباد دارالقطن معنی (کاٹن مل) کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

چپاس کے کاشت کی ترقی میں سرگرم کوشش کی گئی۔ گھاس کا بہت بڑا ذخیرہ جس کا بیشتر حصہ راگن جاتا تھا اس کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

اس انتظام سے نہ صرف ریاست کو فائدہ پہنچا بلکہ پیشہ مزدوری میں ایک آزاد جان بڑ گئی۔

افسوس ہے کہ اس کارخانہ کا افتتاح دالاجاہ مرحوم کی حیات میں نہ ہو سکا۔ اگلے ٹیکسٹائل ایڈمن ہونے۔

اس کارخانہ میں گھاس اور روئی کے گھٹے باندھے جاتے ہیں۔ اور ریلوے کے ریلوے سے ہندوستان کی مختلف تجارتی منڈیوں میں روانہ کیے جاتے ہیں۔

تو کہ اس کارخانہ کا موقع قریباً آج محل اور ریلوے اسٹیشن کے وسط میں واقع ہوا ہے۔ اس کی سر بلندی چینی اپنے دھواں دھار بشاردن کی چمک سے دالاجاہ کے کاٹنوں کے پیشہ ورانہ اور ریسہ عالیہ کے مبارک نام کو تابان و درخشان رکھنے گی۔

صیفہ حفظان صحت

تندرستی کی جیسی کچھ ضرورت ہے وہ ظاہر ہے۔ بغیر حفظ صحت انسان نہ دنیا کا روبرو بار انجام دے سکتا ہے نہ مذہبی فرائض پورے طور پر ادا کر سکتا ہے۔

پہلے پہلہ ہجری میں سات لاکھ روپیہ کے صرف سے متصل شاہ جہان آباد دارالقطن معنی (کاٹن مل) کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

چپاس کے کاشت کی ترقی میں سرگرم کوشش کی گئی۔ گھاس کا بہت بڑا ذخیرہ جس کا بیشتر حصہ راگن جاتا تھا اس کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

اس انتظام سے نہ صرف ریاست کو فائدہ پہنچا بلکہ پیشہ مزدوری میں ایک آزاد جان بڑ گئی۔

افسوس ہے کہ اس کارخانہ کا افتتاح دالاجاہ مرحوم کی حیات میں نہ ہو سکا۔ اگلے ٹیکسٹائل ایڈمن ہونے۔

۱۲ حکیم صاحب مسون نے ایک شرح قانون بنام کنز الکنون لکھی ہے جو چھپکر شائع ہو چکی ہے۔

منصب جلیلہ پر فائز تھے۔

خاص ہو پال میں انیس طبیب اور اضلاع ریاست میں سینتالیس طبیب ہوتے۔ تعالجات کے لیے ہر قسم کا ضروری سامان فراہم کیا گیا۔ سارے میں ہزاروں چالیس روپیہ سالانہ اسکاٹکدہ رکھا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ ایک کھل نقشہ جس میں ہر قسم کا صرف اور مریضوں کے نام اور مرض کی کیفیت مفصل درج ہو وہ ماہ ماہ ارسال ہوتا رہے۔

۱۹۰۱ء بھارتی میں پرنس آف ویلز ہسپتال تعمیر کیا گیا۔ اس کی عمارت میں کتبیں چار سو پچاس نوے روپیہ چارہ آنے صرف ہوئے اور ایک اسٹنٹ مریض اس کا نگار اور افسر مقرر ہوا اس کے بعد ایک جہیز ہسپتال ہر کیلنسی لیڈی ڈفرن کے نام سے مستورات کے علاج کے لیے کھولا گیا اس کی افسر اسٹل ایک لیڈی ڈاکٹر مقرر کی گئی۔

ان تمام شفا خانوں میں تقریباً ایک لاکھ غریب مفلس مریضوں کا علاج مفت کیا گیا ہے۔ جو ہر سال اکثر شفا یاب ہو کر وہاں سے نکلتے ہیں۔
غزہ رمضان شمسہ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۱۷ء سے ہسپتال انجمنی سیور کے نام پر چھ سو روپیہ سالانہ ریاست سے دینا منظور کیا گیا۔

مستقلہ امراض میں سب سے زیادہ مہتمم باشان اور غرضناک مرض جدری ہی ہے جس کے ہلاک ہونے سے ہر سال ہزاروں معصوم بچے اور صد ہا جانیں ضائع ہوتی ہیں۔

ملی دڈاکٹری تجربات شامہ ناول میں کہ وکیسی نشین یعنی ٹیکہ سے زیادہ مفید۔ اور کوئی علاج نہیں اس لیے اس مفید کام کے انجام دینے کے لیے سترہ کوششیں شروع کی گئیں۔ اور اس کا ایک جدا گانہ علم بھرتی کیا گیا۔ سترہ ہزار دو سو ستاون ہجری ۱۳۰۷ء اس علم کا صرف معین کیا گیا۔ اور حکم صادر ہوا کہ مفلس اور بے فدا لوگوں کو لکڑی اور دوا تا صحت سرکار کی جانب سے مفت دی جایا کرے اور ان کے اموات کے لیے تجویز و تدفین کا صرفہ خزانہ ریاست سے ادا ہوا کرے۔

آئندہ کان ہو پال ابتدائیں چونکہ اس طرز علاج کے عادی نہ تھے اور اس کے فائدہ سے ناواقف تھے اور فرقہ ہمال میں طبقہ ہندو کی طرح سیتلانی یعنی چھپا کی نسبت طرح طرح کے فرخ و روایات و خیالات دونوں میں جاگزین تھے اس لیے عوام الناس اس طریقہ علاج سے نہایت بیزار اور متوجش اور خائف تھے۔

رکیشہ عالیہ نے انکی تصحیح خیالات میں پوری کوشش کی۔ اور ان کی ترغیب و بہت افزائی کے لیے انعامات مقرر کیے۔

صیفہ فوج

نظام حکومت کی اجزائے ترکیبی میں نائب عنصر ہمیشہ فوجی سسٹم کا رہا ہے خصوصاً اسلام کے قالب میں تو یہ سسٹم حرارت غریبی کا حکم رکھتا ہے مارشل اسپرٹ

کے بغیر حکومت کا وجود ایک نعش بھان سے زیادہ نہیں۔

چونکہ خارجی اثرات اور زمانہ کے تغیرات دوسرے نظامات کی طرح فوجی بھی بہت کچھ اثر ڈال کر تے ہیں اور اس میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اس لیے اس کا فوجی نظام یورپ کے ترقی یافتہ میٹری سسٹم کے مقابل میں غیر منظم و سروسدہ حصول طریق جنگ کے خلاف چلا آتا تھا قلند نشین کے عہد میں زمانہ حاضر کے مطابق اس کا کوئی منظم بندوبست نہ تھا۔

فوجی سپاہیوں کی بارکین کہنے سفارہ پوش عین نوپ خانوں میں بکالے لگے کے بیلوں سے کام لیا جاتا تھا۔ قدیم دیسی اجہ فوج میں جاری تھا۔

رہنمائے عالیہ نے اپنے عہد حکومت میں اس کی تنظیم و نسق کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائی۔ جمالیگر آباد کے متصل سبلخ آٹھ ہزار پونہ سو اکیس روپیہ آٹھ آنہ سے باہر الا صرف کر کے فوج نظامی کے لیے اور شاہجہان آباد کی ایک سمت پر ساٹھ ہزار روپیہ چھپن روپیہ دس آنہ صرف کر کے فوج مگی کے لیے نہایت خوشنما پختہ بارکین متیار کرائیں۔

فوج نظامی دکن کو زمانہ دراز سے یہ سکانت چلی آتی تھی کہ ہکو فوجی قوام کی محنت۔ حاضر باشی۔ وردی کے مصارف اور خوراک اس کے بار کا تحمل ہونا پڑتا ہے باہن ہمسہ کو تنخواہ سپرد نجات کی فوج تعیناتی کے برابر دیکھتی ہے۔ رہنمائے عالیہ نے ان کے عذر مستول و حاجی کو بتوں فرما کر عزا محرم شمس الیہ ہجری سے اٹھارہ ہزار

دو اسی روپیہ سالانہ کا اضافہ فوج کی تنخواہ میں اور تین ہزار چھیانوے روپیہ فرنگوں اور اندازوں کی تنخواہ میں منظور فرمایا علاوہ اس کے ۹۶ لاکھ ہجری سے لے کر ۱۰۰ لاکھ ہجری تک فوج کا قاعدہ جاری کیا۔

قدیم سابقین میں محض فوجی افسردن کی سفارش پر عہدہ کی ترقی عمل میں آتی تھی۔ اس کے رہنمائے عالیہ نے میٹری رول کے مطابق سپہری کے جوہر قابلیت پر فوج کی ترقی منحصر و موقوف تھی۔

چونکہ قدیم زمانہ سے ریاست بھوپال اور سلطنت برطانیہ کے باہمی تعلقات عین اتحاد

و الفت کے مستحکم عہد و پیمان سے متعلق رہے ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کو جان و مال و فوج سے مدد دینا رہنمائے عالیہ نے ہمیشہ اپنا فرض سمجھا اس لیے فوج کی اصلاح و اس کو زمانہ حاضر کے مطابق جنگ ساز و سامان سے آراستہ کرنا ضروری خیال کیا کہ ضرورت کے وقت ریاست کی فوج شل انگریزی سپاہ کے سلطنت برطانیہ کے فطرت اور وقار قائم رکھنے میں کافی مدد دے سکے چنانچہ خلد مکان نے تو پچنانہ میں عہدہ قسم کے متناسب قد و قامت کے گھوڑے داخل کیے فوج کے لیے زمانہ موجود

کے مطابق فوجی وردی (یونی فارم) تیار کرائی۔ ہینڈ باجہ۔ فوجی سامان تھیل اور ترقی یافتہ اسلحہ سے اس کو آراستہ کیا۔ اور ایک رسالہ باڈی گارڈ مرتب کیا۔ اور اس کو نہایت خوبصورت وردی سے مزین فرمایا۔ جدید وضع کے شاندار فوجی چیم و نشان سپاہ میں رائج کیے۔ نوجوان ملاقاتی مذی و جاہت لوگ فوج میں بھرتی

کے گئے۔ جوڑے ناتوان سپاہیوں کی پرورش حکمہ مصارت و وظائف کے لئے

سیاہی لشکر نیا بد بکار	ایکے مرد جنگی بہ اذ حد ہزار
------------------------	-----------------------------

اسلمہ خانہ کلکتہ کی نسبت میں قدیم و جدید آلات حرب فرب کا میگزین قلعہ
میں قائم کیا اور اس کو نہایت دلفریب طریقہ سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

درجہ اول میں بند و قین۔ رد اور سر کرج۔ اور فوجی نشان وغیرہ کے
جنگ۔ لیٹری ڈپارٹمنٹ سے تعلق تھا۔

دوسرے درجہ میں اسلمہ خاص سرکاری یعنی۔ بند و قین۔ رائفلین قرابین

سپر شمشیر۔ باہی مراتب۔ اور نشان و علم سقف مکان میں قرینہ سے سجائے گئے
اور ٹلگینون و پنچون کو در و دیوار پر اس خوبی اور خوبصورتی سے آویزان کیا گیا
اسنے کلکاری کی صورت میں تمام میگزین کے مکان کو چھستان کا نمونہ بنا دیا۔

زائد جنگ سوڈن دکابل اور زمانہ بغاوت عربی پاشا مرحوم میں رہنے عالیہ۔

والا جاہ سے خرائط و خطوط مشعر ہر دی و اعانت لکھو اگر کہ کسٹیلنسی و سیرسے بہار

کی خدمت میں روانہ فرمائے آخری فریڈمین تا اختتام جنگت یاست سے دو لاکھ روپے

سال کی گرانقدر امداد کا وعدہ کیا گیا تھا چنانچہ ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر

سنٹرل انڈیانس نے ہر نفس نفیس ریاست میں تشریف لاکر جلسہ عام میں گورنمنٹ آف انڈیا

کی جانب سے دلی اتحاد و یکجہانگت کا اظہار اور گران قدر پے جوش امداد کا
دلی شکر یہ ادا کیا۔

صدیقہ تعمیرات

سلاطین تیموریہ میں اگر شاہجہان بادشاہ غازی کا عہد سلطنت ہندوستان

میں انوع عمارت استحكام۔ جدت طرازی اور تزئین ملک کے دور ترقی کا بہترین نمونہ

ہو سکتا ہے تو رئیسہ عالیہ ذاب شاہجہان بیگم صاحبہ کلہنڈا نزدانی بھی بھوپال میں

یہ تمام کام عمارت ناوہ کاری اور تزئین ملک اور درشاہنگی کا دیباچہ کہلا سکتا

طرح سخی ہے۔

رئیسہ عالیہ کو شاہجہان بادشاہ غازی کے ساتھ جہاں مشارکت آئی اور اتحاد

ملی کا شرف حاصل ہے وہ اہل ملک اور سیاحان ہند سے پوشیدہ نہیں ہے۔

نیکو کا فی بد و مرا	اہل ہین کہ قافیہ گل شود بس است
---------------------	--------------------------------

شاہجہان بادشاہ نے دہلی قدیم کے باہر ایک حد پشہر شاہجہان آباد اپنے نام

پر آباد کیا تھا جس سے اب نئی دہلی قرار دی جاتی ہے اور وہاں سے محکم کے کنارے

قائمیہ تعمیر کیا تھا جس کو نشیمن نئی دہلی کا افتخار حاصل ہوتا۔

رئیسہ عالیہ نے بیرون بھوپال اپنے اسم گرامی پر ایک نیا شہر بنایا اور اس کا نام

شاہجہان آباد رکھا اس میں ایک شہن بازار تیار کیا گیا اور اس کے وسط میں ہشت بہار

نوستا ایک عمارت بنائی گئی جس کی تعمیر میں ساٹھ ہزار نو سو انیس روپے چار لاکھ پانچ

صرت ہوئے۔

شاہجہان آباد کی آبادی کی مزید ترقی کے خیال سے رعایائے شہر کو نکالا اور دکنات کی تعمیر کرنے کے لیے خزانہ عامہ سے لاکھوں روپیہ قرض حسنہ کے عطا فرمائے۔

علیہ حضرت فیصلہ ہند کی عطائے خطاب کی خوشی میں محلہ فیصلہ گج کی بنیادی اور اس میں متوسلین کے لیے ایک طویل سلسلہ میں مکانات تعمیر کرائے گئے۔ لاگت آئیس ہزار چوبیس سو روپیہ سات آنہ سہ پادھوتی ہے۔ ہزار اکل ہائیس پرش آنہ ویز بہادر کے نام نامی پر ہزار پش آنہ ویز اور ڈیوک آف ایڈمبرا کے اسم گرامی پر ہزار سو ڈیوک آنہ ایڈمبرا قائم کیا۔ سو خزانہ کی تعمیر میں پیش ہزار آٹھ سو اکیس روپیہ نیرہ آنہ چھ پائی صرف ہونے ایک سو بیس خوش فضا میدان میں سرکاری مالاب کے متصل جسکی تعمیر میں ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چوبیس روپیہ سات آنہ ایک پادھوتی صرف ہونے تھے۔ سلسلہ میں ایک عالیشان قصر شاہی کی بنیاد ڈالی اور اسکا نام تلج محل رکھا۔ بارہ لاکھ روپیہ اس محل کی تعمیر میں صرف ہوئے۔

جب تلج محل بنکر تیار ہوا تو شہر کے پائے تخت نے بہت سے قطعات تاریخی لکھے اور اسکے تاریخی نام نکال کر ریستہ عالیہ کے حضور میں پیش کئے۔

شاہجہان آباد کی آبادی کی مزید ترقی کے خیال سے رعایائے شہر کو نکالا اور دکنات کی تعمیر کرنے کے لیے خزانہ عامہ سے لاکھوں روپیہ قرض حسنہ کے عطا فرمائے۔

علیہ حضرت فیصلہ ہند کی عطائے خطاب کی خوشی میں محلہ فیصلہ گج کی بنیادی اور اس میں متوسلین کے لیے ایک طویل سلسلہ میں مکانات تعمیر کرائے گئے۔ لاگت آئیس ہزار چوبیس سو روپیہ سات آنہ سہ پادھوتی ہے۔ ہزار اکل ہائیس پرش آنہ ویز بہادر کے نام نامی پر ہزار پش آنہ ویز اور ڈیوک آف ایڈمبرا کے اسم گرامی پر ہزار سو ڈیوک آنہ ایڈمبرا قائم کیا۔ سو خزانہ کی تعمیر میں پیش ہزار آٹھ سو اکیس روپیہ نیرہ آنہ چھ پائی صرف ہونے ایک سو بیس خوش فضا میدان میں سرکاری مالاب کے متصل جسکی تعمیر میں ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چوبیس روپیہ سات آنہ ایک پادھوتی صرف ہونے تھے۔ سلسلہ میں ایک عالیشان قصر شاہی کی بنیاد ڈالی اور اسکا نام تلج محل رکھا۔ بارہ لاکھ روپیہ اس محل کی تعمیر میں صرف ہوئے۔

جب تلج محل بنکر تیار ہوا تو شہر کے پائے تخت نے بہت سے قطعات تاریخی لکھے اور اسکے تاریخی نام نکال کر ریستہ عالیہ کے حضور میں پیش کئے۔

شاہجہان آباد کی آبادی کی مزید ترقی کے خیال سے رعایائے شہر کو نکالا اور دکنات کی تعمیر کرنے کے لیے خزانہ عامہ سے لاکھوں روپیہ قرض حسنہ کے عطا فرمائے۔

نام سے تعمیر کی گئی جس کی سقف و دیواریں تفع پاکیزہ شرفات آئینوں اور زین
تصاویر سے نگار خانہ چین و نقش و رنگی کا تلف و تہی تھیں اس کا سنگین مین
ستھیل جس کے وسط میں منبر تیار کی گئی تھی اور تہیں فوارے جا بجا لگے ہوتے
ہنگو دیکھ کر جنت کی تصویر میں سمجھتا آلا تھا اس کا منظر پیش
ہو جاتا تھا۔

اس صحن سے تالاب تک زمین بنایا گیا تھا۔ اور منبر کے پہلو میں ایک مختص
سنگین عمارت سادون بھادون کے نام سے بنائی گئی تھی جس میں چہار طرے آبشار
اور اسکی چھت میں صد ہا فوارے نصب تھے۔

اسی قسم کی ایک اور عمارت گروڈا اس سے وسیع سادون بھادون کے نام سے
آج محفل کے وسط صحن میں بھی تعمیر کرائی گئی تھی عالی منزل کی جانب بیک دینا بنا
بنا گیا تھا جو چرسی بازار کے نام سے موسوم تھا اس کی دوکانیں ستراسر جو بی گکار
کی اعلیٰ نمونہ تھیں اور دھڑیل طریقہ سے انکی تعمیر ترتیب گل میں لائی گئی تھی انوس
ہے کہ ایسا دلکش اور خوشنما بازار دفعہ نامکافی آتش دہلی سے جلکھا گیا ہو گیا۔
تالاب کے شمالی جانب تاج محل کے کا زمین ایک رفیع الشان مسجد کی بنیاد ڈالی
جس کا نام تاج المساجد ہے۔

اسکی عمارت اور صحن اور حجرے خارج مسجد دہلی کے مطابق سنگ مرمر کے جو
سے بنے گئے تھے۔

ریشہ عالیہ کی بدست طرازی نے جو ان کی طبیعت کا نشانہ تھا اس میں ایک
نئی شان پیدا کرنی چاہی تھی کہ اگر وہ انکی حیات میں تکمیل کو پہنچ جاتی
صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا میں تاج المساجد کی دوسری نظیر نہ ہوتی۔
حان عالم کے دونکی کشش کیلئے مقابلیں کا کام دیتی۔

اس مسجد کے حوض و مبر اور اس کے تمام مصلے اور گھٹس منقش ہو کر کے ڈالے گئے
اور است یورپ سے لاکھوں روپیہ صرف کر کے منگائے گئے تھے صرف اسی ایک بات
اس کے بقیہ سامان و زمینت اس کی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے لیکن انوس سے
کرویشہ عالمیر اپنے اس مقدس شاندار مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اصل جو
کے بعد رد ہاتھ نے تاج المساجد کے باعظمت و تقدس کام کو اور اس کے سرانہ بنائے
وہ تمام و نامکمل چھوڑ دیا۔

جوڑا سہ نقشب کی طرح دست فصلنے | خورشید منور اس کے برابر نہ ہوا تھا

شاہجہان آباد کی سفری پہاڑی پر سوگز طویل اور سوگز عریض تھی بلکہ تعمیر کرائی
اور اس کو دو حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک مردانہ حصہ اور دو سرانہ حصہ پر وہ دار
خاص شہر علیہ پال میں جو قدیم محل تھا اس کی آسرو تقسیم کی اور نشترہ میں
دیوان عام۔ و دیوان خاص۔ باغ۔ سیرگاہ۔ حمام۔ بلیج۔ تو شکستہ آباد تھانہ
نواکھا۔ دارالانشاء محفل سر کے قباب و میدان مبر اور قصر و نشترہ و آلا جاہ
بسکی تاریخ بنا۔ بیت الشرف سے تعمیر کر کے محل قدیم میں اضافہ کیا۔ ایک لاکھ چار سو

تین سو چار روپیہ آٹھ آنہ سو پاؤ بالا اس میں سرف بدے محل کے متعلق ایک سو
سیرنگ مرمر کی تعمیر کی گئی اور اس کا نام قوسجد رکھا گیا۔ ایک کریمہ یا
الذین آمنوا امرکعوا وامنوا صدق اس کی تاریخ بناتے ہیں۔
اور بہت سے جدید مکانات اور کارخانے تیار کر کے جنگی تفصیل یہ ہے۔

(۱) دفتر سائرس میں شاہیں ہزار چار سو اکیس روپیہ تیرہ آنہ چھ پانی
ہوئے۔

(۲) دار الضرب اس میں گیارہ ہزار نو سو اکتیس روپیہ چھ آنہ ایک
بار خرچ ہوئے۔

(۳) دار الشفاء اس میں اکتیس ہزار چار سو چھیانوے روپیہ چھ آنہ
صرف ہوئے۔

(۴) چار خانہ اس میں تین ہزار سات سو اکتیس روپیہ تیرہ آنہ سو پاؤ
خرچ ہوئے۔

(۵) جھیل میں تین ستر خانہ نیل خانہ گھٹی خانہ رتہ خانہ وغیرہ بھی
شامل ہے۔ اس میں بیس ہزار تین سو ستاون روپیہ گیارہ آنہ ایک پاؤ لاکھ تین
۶ کارخانہ دہری باقی میں پانچ ہزار آٹھ سو ستر روپیہ بارہ آنہ صرف
ہوئے۔

(۷) قلعہ نشین نے جامع مسجد اہلکے غونہ پر ایک شاندار مسجد کی تو فی مسجد کے نام بھی

کی تھی جو ان کے عہد میں ناکمل رہی رہیستہ عالیہ نے تین لاکھ چونسٹھ ہزار
سوتیس روپیہ تیرہ آنہ سو پاؤ صرف کر کے اسکو تکمیل تک پہنچایا۔

(۸) شوارع عام جو پال اور تمام قلعہ کی سرکین وسیع اور بعض جدید
سرکالین۔ سرکون کے درون جانب پختہ مکانات تعمیر کرائے۔

(۹) باغ نشاط افزا شہر کے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تعمیر کرایا۔ یہ خاص
عالیہ کا باغ تھا اور بلا سبب لہذا اسے بو قلمون میوہ دار درختوں رنگارنگ مختلف

فلک کے سرسبز و شاداب پودوں اور پھولوں سے تختہ جنت بنا ہوا تھا۔ اور اپنے
خاص سبزہ زار روشن اور تازگی بخش جو بھاردن اور آبشار دن سے سعدی شیرازی

اور دکنش قلعہ کا نہایت اخرا نظر نگار گیان باغ کی نگاہ کے سامنے پیش کرتا تھا

رَوْحَةُ مَاءٍ تَهْرِيهَا سَلْسَلَانِ	دَوْحَةُ شَيْخٍ طَيِّرٌ هَامُورُونِ
آں پر ازلہ ہائے رنگارنگ	دین پڑا سیوہ ہائے گوناگون
باہر در سایہ درختانش	گسترانیدہ فرشش بو قلمون

اس باغ کی گرانی اور آرائشی و پیرائشی شیدا احمد صاحب مرحوم سے متعلق تھی
جو جدید ترقی یافتہ فن باغبانی اور علم نباتات کے ماہر کامل تھے۔ اور اس فن میں
ان کو ایسی عجیب قدرت و دستگاہ تھی جو باغ کے گلگشت کرنے والوں اور سامان عالم
کی زبان سے بے اختیار حسنت و آفرین کا صلہ وصول کر لیتی تھی ایسی باغ میں یہ عالیہ
قلعہ مکان کا منجر و مزار ہے غفر اللہ لہا و توفی اللہ مروتہا۔

(۱۰) سکندر قلیخان فرلا جنگ کی ایک ہمارے تھی۔ جو آثار قدیمہ میں حیثیت سے حالت کس سپر سی نے اس کو شکستہ دون کی طرح کسور اور قالی بنا دیا تھا۔ رئیسہ عالیہ نے اس کو سندھم کرا کر بارہ ہزار نو سو سترہ پیسہ دیں صرف کر کے ایک پندرہ ہجری میں مہانوں کے لئے از سر نو بنیاد اور مستحکم بنوائی۔

بزرگان ساخر بجان پرورد	کہ نام نکوستان بعالم برند
------------------------	---------------------------

(۱۱) رئیسہ عالیہ نے اپنی مادر مہربان خلد نشین کا بچہ ہنگ مرخوہا اس وقت تیس روپیہ نو آنہ سے پاؤ صرف کر کے تعمیر کرایا اور اس کا صحن مربع نہایت خوش رنگ سے بنوایا اور ریلوے اسٹیشن کے متصل ان کے نام پر ایک جدید مہمانسرا تعمیر کرائی جو سرائے سکندری کے نام سے مشہور ہے۔ فنی قدامت علی صاحب قالی در معر قلعہ تاریخ ذیل گھکر رئیسہ عالیہ کے حضور میں پیش کیا۔

یہ دیار شاہجہان بیگم نے حکم ریلوے لائن کے اسٹیشن کے پاس تاکہ پونچے میری مادر کو ثواب لکھتے فارغ نے کچھ سال بنا	مستم صاحب کو جہن نیک راس جلد بنواد و سرائے دل کشا جو مشائبر آئے وہ آلام باب خوب و سنگین بن گئی مہان سرائے
--	---

ایک اور صاحب نے جبکا نام بکرو یا دشمن رما قلعہ تاریخ ذیل گھکر پیش کیا۔

تاجور شاہجہان بیگم والا بہتت بہر امر زشس ذاب سکندر بیگم	رائی کشور بھڑ پال بجاہ و شمس ساکن عالم باقی جوار رحمت
---	---

در ہزار و سہ و صد پنچ شین ہجرت دست برداشتہ در حضرت باب الغزت مادرش بادشاہ فضل خدا در جنت	ابن پختہ دو گشت چو مسافر خانہ سو دشت بگرد و عادت سحر کس بادشاہی بسر و شوکت
--	--

(۱۲) اسی طرح اپنے والد اجد ثواب جہانگیر محمد خان بہادر کا محلہ بھی پانچ ہزار پچاس روپیہ میں آنہ ایک پاؤ خرچ کر کے تیار کرایا۔ اور متصل تاج المساجد در سندھ قرآن در سندھ جہانگیری کے نام سے جاری کیا۔

(۱۳) جہانگیر آباد کی کوٹھی جو صاحبان عالیشان پیرپن اور محترم مہانوں کی دیکھا ہے اس کے چمن اور جلو خانہ کی مرمت و تزئین میں تیرہ ہزار تین سو پچیس روپیہ خرچہ تم صرف کیے۔

(۱۴) در سندھ سلیمانیک کے قریب طلبہ اور مدرسین کے آرام کے لئے ایک محل وضع فقیر مسجد بصر ف پانچ ہزار پچاس روپیہ دس آنہ یک پاؤ تیار کرائی۔ (۱۵) ایک شرک (جو چھاؤنی سیوز سے آٹھ ہوتی ہوئی سوہن گچہ علاقہ کار سیند یا سے ملگئی ہے) رئیسہ عالیہ نے تیار کرائی۔ اور اس میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ خرچ ہوئے۔

(۱۶) پھر ایک شرک پارہتی ندی سے سیوز تک بنوائی گئی جس میں ستافے ہزار سات سو چھیاسٹھ روپیہ صرف ہوئے۔

(۱۷) جو شنگ آباد کی شرک پرتین لاکھ سے اوپر صرف ہوا۔ نیز ہزار سات سو روپیہ

اسکا سالانہ صرفہ قرار پایا۔

(۱۸) تیسویں کے نالاب کی درستی اور اسکی ہندی کے باندھنا بندھنے میں پانچ سو روپے کی رعایت سے ریاست سے دیئے گئے۔

(۱۹) زائر وزارت کرنل دائرہ صاحب بہادر میں ایک نہایت عالیشان عمارت جو لال کوٹھی کہلاتی ہے ریاست کی جانب سے تیار ہوئی اب یہ کوٹھی بہرہ منشی میراٹ اور اعلیٰ افسران سرکار انگریزی کی فرد گاہ ہے۔ علاوہ اسکے اور بہت عمارتیں ایک افسانہ دراز ہے۔

یہاں تک تو ان عمارات کا ذکر تھا جو والا جاہ کے عہد امیر الملکی میں رکھنے والے تعمیر کرائیں۔

اب ہم ان عمارات کا ذکر کرتے ہیں جو والا جاہ مرحوم نے اپنے عہد امیر الملکی میں اپنی اولاد کے لیے بذات خود تعمیر کرائیں اور آثار باقیہ کے طور پر بھوپال میں بطور عجوبہ بنیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قابل بیان نور محل کا حال ہے یہ نام والا جاہ مرحوم بہادر مظہر میر نور الحسن خان مرحوم کے نام کی مناسبت سے رکھا تھا یہ ایک وسیع و فراخ راضی پر نہایت خوشنشانہ عمارت ہے جو شاہجہان آباد اور شہر بھوپال کے وسط میں تختہ لاکھوڑا آؤسطھہ کے طور پر واقع ہے اور دو وزن قدیم و جدید شہر کے انضمام کا قریب ہے۔ جہاں یہ عالیشان عمارت تیار ہوئی ہے وہاں ادل ریکھنے والے

مکان نے بعض دفعوں کے لیے عمارت کی طرح ڈالی تھی۔ ہنوز مکانات تیار نہیں ہوئے ہائے نئے کہ والا جاہ مرحوم نے اس موقع کو پسند کیا اور غلہ مکان نے عمارت واقع اراضی نور محل انکی اولاد کو عنایتاً مرحمت فرمایا قصد کیا مگر والا جاہ اس پر اپنی زمین سے اور مبلغ بیاسی ہزار روپے سوڑاؤ کے روپہ پانچ آٹھ سہ پانچ نقد مع سکہ قطعات عمارت قدیم قیمتی بیاسی ہزار روپہ جملہ ایک لاکھ سترہ ہزار روپہ سوڑاؤ کے روپہ سے آٹھ سہ پانچ ویکر مکمل کردی۔ عمارت ریاست سے باضابطہ اسکا قبلاہ مورخہ شانہ دم مرحوم شہنشاہی حاصل کیا۔

نیازی ہے دار در کمران واقف اند | اہم از دست رد خود چہ ہا بخشیدہ ایل
والا جاہ نے اپنی اولاد و احفاد کی بود و باش کے لیے ان کی خانگی ضرورتوں کی خاطر سے انکے مرتبہ و حیثیت کے موافق تین مجلسوں کی بنیاد ڈالی اور ان تینوں کا ہر مجلس نور محل رکھا ہر مجلس کے میں متعدد قطعات ہیں۔ خواہ گاہ نشست گاہ۔ قشہ خانہ۔ ارخانہ۔ باد چہ خانہ۔ کچہری۔ کتب خانہ۔ نمان خانہ۔ درس گاہ۔ حمام۔ حمام۔ مکانات۔ بالا خانہ۔ وسط محل میں ایک دلشین بارہ دری۔ اور تین پائین باغ۔ شہنشاہ علی صاحب فارغ مرحوم نے بارہ دری کی تاریخ بنائیں یہ قطعہ کہ والا جاہ کے حضور میں بنایا۔

ہست این قصر جلوہ گاہ کلیم	چون نہ گویم کہ غیرت طراست
سائش از چرخ ذہن فانی یافت	ماہ کامل نشین تو را است

۱۰۰ کہم سیر نور الحسن خان مرحوم تکمیل شد۔

مولوی سید اعظم حسین صاحب سند دیوبند مرحوم نے قطعہ تاریخ ذیل پیش کیا ہے

این عمارت از نزول ذریعت	بشرف گاہ عطار دہتاب
سیر نور بخشش چون آراست	سال شد منزل خورشید جناب

نور محل کے متصل محاذ میں جانب جنوب ایک خوش فرما لال بنایا۔ اور محاذ کے جانب ایک خاص مکان مرغ سطلیل خانقاہ کے نام سے تعمیر کیا۔ اس کی پشت ایک سوچ در فیع اٹھان مسجد بنوائی (جو مسجد نور محل کے نام سے مشہور ہے) اس کے بیضاوی حوض تمام تر سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور اپنی خوش دستی کے اعتبار سے دلفریبی کا مکمل نمونہ ہے۔

نور محل کی جانب مشرق صدر دروازہ کے مقابل میں ایک اور وسیع عمارت اسطیل تعمیر کرائی (جو پانچ گاہ کے نام سے مشہور ہے) اس میں متعدد قطعات و محلات ہیں جانب جنوب خاص اسطیل واقع ہے جس میں گھنٹیان، اسپ و فیل و شتر۔ سب کے جدا جدا مقامات بنے ہیں اسطیل کے جانب مشرق جو عمارت ہے اس میں دروازہ دروازہ تھا جسکو بعد وفات والا جاہ مرحوم روئیکہ عالیہ نے متصل مزار والا جاہ منتقل کر دیا تھا اور اسکے مصارت ریاست سے مفرد کر دیئے تھے۔

یہ مدرسہ والا جاہ مرحوم نے اپنے صرف خاص سے جاری کیا تھا۔ اس میں قرآن مجید اور علوم مذہبی وغیرہ کا درس دیا جاتا تھا نور محل کی تعمیر و تکمیل میں کل بیوشی رقم جو والا جاہ مرحوم نے صرف کی اسکی نقد ادمنین لاکھ تیس ہزار تک پہنچتی ہے۔

الحال نور محل ہم لوگوں کے ترک وطن کر کے کھنڈر چلے آئیگی وجہ سے عالی پڑا ریاست نے قبضہ و تصرف کر کے اس میں کراپہ دار آباد کر دیئے ہیں۔ لعل اللہ بعد ذلک آمین۔

مکان اسطیل کی پشت پر جانب شمال والا جاہ مرحوم نے اپنی والدہ محترمہ کے محال قباب کی غرض سے ایک مسجد تیار کرائی۔ اور ایک نہان سرے کے چاہ موضع چرخ شاہراہ ہوشنگ آباد میں تعمیر کرائی۔ علاوہ ان کے چند مساجد شہر اور تالاب میں نور محل بنوایا۔ مصارت باغ و اسطیل وغیرہ کے خارج اس سے جدا گانہ

نہ مرد آنکہ ماند میں از نئے بجائے	پل و مسجد چاہ و ہما سرے
-----------------------------------	-------------------------

صیغہ نظارت عامہ

اس صیغے میں سب سے پہلے ہم جاگیرت پر نظر ڈالتے ہیں جسکو خاندان ریاست اور اس حق سے قریبی تعلق ہے۔

تمہد سابقین عطاے جاگیر کا انحصار صرف رجال پر تھا خواتین اس حق سے محروم تھیں۔ غلہ مکان سے اس صنف نازک کے حقوق کی حمایت و تائید کی اور انکو

۱۷۵۰ اب ایک تادم کے بعد روئے حال علیا حضرت قزاق سلطان جہان بیگ صاحب القابہ سادام نکلائے اپنے رادم خانانہ سے حکم روز ۸ ستمبر ۱۲۹۱ لکھنؤ کو دیا۔

لازمی طور پر مستحق جاگیر گزار دیا سابقین مین جاگیر داروں کے مواضعات جاگیر
بعض اوقات بطور خود تبادلہ کر دیا جاتا جس سے ایک گو نہ ان کو تکلیف پہنچتی
تھی اور نقصان واقع ہوتا تھا۔ غلہ مکان نے بغیر کسی جاگیر دار کی خواہش کے
مواضعات مین کرڈ و بدل نہیں فرمایا البتہ اگر کبھی تقسیم زرکے وقت مواضعات
کے متعلق ورثا مین کوئی منازعت پیش آجاتی تھی تو اس حالت مین انکے مواضعات
تبدیل کر کے رفع نزاع کر دیا جاتی تھی اور اگر کسی خاص مجبوری سے اتفاقاً کسی
جاگیر ضبط بھی کی گئی تو جلد سے جلد سال دو سال ہی کے اندر تلافی باتات کے طور
جاگیر سابق بحال کر دی گئی۔

سابقین اگر بعد وفات جاگیر دار کوئی مستحق باقی نہ رہتا تھا یا جاگیر باریافت
ہو جاتی تھی تو اسکے متعلقین کے لئے بظاہر کوئی صورت پرورش کی باقی نہیں
رہتی تھی۔

غلہ مکان کے عہد مین جس کسی کی جاگیر باریافت ریاست ہوئی تو اسکے متعلقین
ریاست مین جگہ دید گئی ان کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ ان کا کوئی دل نعمت ان کے
سر پہ سے اٹھ گیا۔

غلہ مکان کی ذات اقدس تمام ملک کے لئے اذہر بان تھی۔

سابقین بعد وفات جاگیر دار مثل فونی کی ترتیب مین سال دو سال صرف
ہوتے تھے اور انکے پس اندگان کو جیون و پریشان رہنا پڑتا تھا غلہ مکان

ایک نقشہ جاگیر قائم رکھتا جسکی ترتیب زیادہ سے زیادہ دو ماہ مین ہو جاتی
تھی و مستحق کو سند عطا کر دیا جاتی تھی۔

جاگیرات

غلہ مکان سے عہد والا جاہ مرحوم مین جن لوگوں کو جاگیرات عطا کیں ان کے
نام گرامی جہانکب یا دہین وہ یہ مین۔

(۱) نواب والا جاہ بہادر کو مطابق قاعدہ قدیم پچتر ہزار چار سو پچتر روپیہ
آٹھ ایک پانچ جاگیر فرمائی عطا کی۔

(۲) نواب سلطان جہان بگم صاحبہ دلیہ ریاست کو پچتر ہزار دو سو چار سو روپیہ
آٹھ دو پانچ بالاک جاگیر مرحمت کی گئی۔

(۳) نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر مرحوم کو چالیس ہزار روپیہ کی جاگیر
عطا کی گئی۔

(۴) نواب بلقیس جہان بگم صاحبہ جود کی جاگیر مین ہزار روپیہ نکال کی مقرر
کی گئی۔

(۵) میان لطیف محمد خان صاحب کو دو ہزار چار سو روپیہ ایک آنہ کی
جاگیر عطا ہوئی۔

ان اوقات کہ غلہ مکان مین عہد ان مشورہ والا جاہ کو جاگیر عطا ہوئی ۱۲

(۷) میان مجید محمد خان صاحب کو دو ہزار چار سو تیرہ روپیہ تین آنہ کی جاگیر
(۸) میان حسین محمد خان صاحب کو بعد وفات ذاب ستر محمد خان صاحب
موجب وصیت مبلغ چوبیس ہزار ستر روپیہ پانچ آنہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۹) ستر عنایت علی کو مع والدہ و اولاد بعد انتقال دو لکھن صاحبہ مولہ
دوسور و پیہ کی جاگیر عطا کی گئی۔

(۱۰) میان عالمگیر محمد خان صاحب کو بارہ ہزار ایک سو تیرن روپیہ بارہ
دو پانڈ کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۱۱) میان صدر محمد خان صاحب مرحوم کو بارہ ہزار ایک سو پچیس روپیہ سات
کی جاگیر مرحمت ہوئی۔

لے اگر بھی اولاد نہ تھی جسے عطا ہوئی۔

نویس ایک عیسائی راجہ قوم کا نامان سے جو تقریباً ذاب وزیر محمد خان صاحب ہمارے کے عہد میں جو بال اگر کارہ
اور بال ملک کے ساتھ ہون کے اور تباہ و خرابی اس خانہ کی کو بھی باشندگان جو بال کے ملک میں رنگ
اور رفتہ رفتہ اس خانہ کی قومی خصوصیات جو بالی اور اسلامی خصوصیات میں جذب ہو کر ذاتی ہو گئیں۔
اختلاف نہ سب کوئی امتیازی نشان ان میں باقی نہیں۔ انچا پھر وضع لباس معاشرت۔ مکرسم اور تمام اہل مذہب
کے عمارت کے بارہ اہل مسلمان ہیں انکی اور پیش منسلک مسلمان مسورات کے پر وہ نشین ہیں اور طرح ان کیساتھ شاہ کی
رکھتے ہیں۔ البتہ ایک مذہبی چرچا اکابر اگیرادین ہے جہاں انکی اولاد باقی باقی ہے اور ایہ چرچہ مسیح
ہیں عاقبت جو کہ اس صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ انکا ایک عالمیشاہی خاص مشہور ہے۔

لے انکو ابتدا میں نقد رقم دو سو پانچ روپیہ اور ناکری تھی بعد میں جاگیر عطا ہوئی لکھ انکو پہلی ہندو میں سر جہاں
باجار کی رقم ناکری تھی بعد میں جاگیر عطا ہوئی۔

میسر نور الحسن خان صاحب مرحوم کو بارہ ہزار روپیہ کی جاگیر عطا کی گئی۔
کاتب احمد دلف (سید علی حسن خان) کو بارہ ہزار روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۱۳) صفیہ جہان بیگم صاحبہ مرحومہ دختر والا جاہ مرحوم کو چھ ہزار روپیہ کی جاگیر
عطا کی گئی۔

(۱۴) ممتاز الدولہ ابو ذاب میر عبدالحی خان صاحب مرحوم خلیف والا جاہ مرحوم کو
ہزار روپیہ کی جاگیر مرحمت ہوئی۔

(۱۵) میان حاجت حسین صاحب مرحوم کا دار ڈیوڈھی خاص کو بقاعدہ تسلیم
ہزار روپیہ سال کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۱۶) دیب سنگھ دلدا ان سنگھ پٹیل کو پچیس ہزار روپیہ سال کی جاگیر مرحمت ہوئی۔
(۱۷) اشرفی حسین خان صاحب کو پچھ ہزار روپیہ کی جاگیر عطا کی گئی این جاگیر
کے علاوہ اور چند اشخاص کو جدید جاگیر مرحمت ہوئی جنکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱۸) مولوی عبداللہ صاحب۔
(۱۹) سٹو خان صاحب بخش فوج ریاست۔

(۲۰) سید قادر علی صاحب نشی بالا خانہ خاص۔
(۲۱) حکیم فرزند علی صاحب۔

(۲۲) میان دوست محمد خان صاحب نزد میان یار محمد خان صاحب۔
(۲۳) امراؤ بیگم صاحبہ مرحومہ۔

(۲۴) پرم چند صاحب کو قاتل۔

(۲۵) بخشی قدرت اللہ صاحب۔

(۲۶) کابل خان صاحب۔

(۲۷) تفتی محمد رسول صاحب۔ قدیم جاگیر محال ہوئی۔

(۲۸) قاضی حسین علی صاحب۔

(۲۹) وزیر بیگم صاحبہ دختر میان خان محمد خان صاحب۔

(۳۰) ہردو دختران میان حامد حسین صاحب کا مدار بقاعدہ قدیم۔

(۳۱) گو سائین باڑی والا۔

(۳۲) منشی محمد اجد صاحب کو باغ مرحمت ہوا۔

(۳۳) منشی سراج الدین صاحب کو بلخ عطا کیا گیا۔

بہت سے جاگیر داران قدیم انکے علاوہ ہیں۔

خلد مکان کے عہدین صرف دو جاگیرین میان یلین محمد خان صاحب اور

تفتی محمد رسول صاحب کی ضبط ہوئیں۔ جو تھوٹے زمانہ کے بعد محال و واگذاشت

کردی گئیں۔

پہلے ضبطی جاگیر خدو ابط قدیم ریاست کے خلات درزی کی وجہ سے علی میں آئی

تھی۔ اور دوسری جاگیر کی ضبطی نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی جاگیرات کے شمول میں

باز یافت ریاست ہوئی تھی۔ یہ دو وزن جاگیرین بعد میں عطا کر دی گئیں۔

معافیات

تمام مصارف میونسپلٹی یعنی سڑکوں، ایون کی مرمت، اور شہر کے کل سامان

نئی کا کثیر خرچ اور زرہ چوکیداری جو رعایا سے وصول کیا جاتا تھا۔ ایک قسم سامان

لیا گیا۔ اور تیس ہزار روپیہ سالانہ ریاست سے مصارف مذکور کے لیے مقرر کیے گئے

چوکیداری کے بیٹے دو سو چوبیس روپیہ اہوار کا صرف منظور کیا گیا۔

باقی بین چراگاہ کا محصول لیا جاتا تھا۔ خلد مکان نے اس کو مطابق شرح شریف

کی اشد قرار دیکر کثیر معاف کر دیا۔

کل ملازمان ریاست سے زرد و ماہر وصول کر کے خزانہ ریاست میں جمع رکھا

جاتا تھا۔ اور وقت تقریر رقم نذرانہ وصول کی جاتی تھی۔ اس کے متعلق فرائض صادر ہوا

کہ کل ملازمان ریاست کو زرد و ماہر واپس دیا جائے۔ اور آئندہ سال تنخواہ ماہ ہمساہ

تقسیم ہوتی رہے۔ مسئلہ ہجری میں رقم نذرانہ معاف کر دی گئی۔

شاہجہان آباد میں نمائش ہو کر تھی۔ اور تاجردن سے مال کا محصول وصول

کی جاتا تھا۔ وہ سب معاف کر دیا تاکہ تاجردن کی حوصلہ افزائی ہو اور مال سامان

میں بہتات ہو۔

اسی طرح نمائش قصبہ سیوہر کا محصول دو ہزار پانچالیس روپیہ بشورہ

پولیسکل ایجنٹ صاحب بہادر جھوپال معاف کیا گیا۔ محکمہ سائمن جن اشیاء کے

درآمد برآمد پر محصول لیا جاتا تھا ان میں سے ایک سو بیس چیزیں جو عام ضرورت کے لئے زیادہ کارآمد تھیں ان کا محصول معاف کر دیا گیا۔

ساتھ میں یہ قاعدہ تھا کہ زمیندار جو غلہ انگریزی تھپا ڈنیوں میں فروخت کرتے تھے ان سے نصف محصول لیا جاتا تھا۔ اور جو غلہ وہ خاص بھوپال میں لاکر فروخت کرتے تھے اس پر پورا محصول لیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے شہر میں بہت گراں روٹا کرتی تھی عوام شہر سے حکم نافذ ہوا کہ جو غلہ بھوپال میں لاکر فروخت کیا جائے اس پر محصول نہ لیا جائے۔

بہت سے عوام پارچہ ہائے کٹن اور پڑاے اسلحہ اور زیورات کم قیمت پر فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اس پر محصول لیا جاتا تھا وہ ایک سو فیصد معاف کر دیا گیا۔

ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ جو زیور فروخت ہوتا تھا وہ فرجدار کی کے روزانہ میں لکھا جاتا تھا اور فروخت کرنے والے سے اجرت کتابت لی جاتی تھی۔ آئندہ اس لئے کا طریقہ بالکل موقوف کر دیا گیا۔

فروخت تبا کو پر بھی حسب قاعدہ محصول لیا جاتا تھا۔ یہ محصول بھی معاف کر دیا گیا۔ اسی طرح قریب ہندو کے فروخت پر جو محصول لیا جاتا تھا وہ بھی موقوف و معاف کر دیا گیا۔

سیر چشم دید واقعہ ہے کہ ایک سال خشک سال کے سبب بیک پیداوار کم ہوئی تو رعایا بڑی کی نظر سے غلہ مکان نے تین لاکھ اٹھ سو ہزار پانچ سو روپیہ نو آمد معاف فرما دیئے۔

درآمد پر محصول لیا جاتا تھا۔ اور دیو اس کی شرک سے جو مال اور اسباب گزرتا تھا اس پر محصول راہداری لیا جاتا تھا جس کی اوسط آمدنی بائیس سو ہزار سالانہ تھی یہ محصول معاف کر دیا گیا۔

ایک مرتبہ زمانہ شورش میں جس کا ذکر آگے آئے گا بعض شرانگیز فتنہ پردازان ریاست نظام بالادست کے سامنے فرضی درخواستیں سختی بند و بست کی شکایت میں لائیں حالانکہ اس کی کوئی اصلیت نہ تھی اور اس کی ترمیم بہت سے ذاتی اعتراضات سے غلط مکان سے جو بخشش و کرم کے لئے حیلہ ڈھونڈا کرتی تھیں یہ شکایت مناجاتی کے واسطے نہ کی اور چاروں لاکھ ستاسی ہزار پانچ سو گیارہ روپیہ پندرہ آنہ عیم باؤ رعایا کو عطا کیے گئے۔

عطیات

زمانہ جنگ روم و روس میں وراثت مفتولین اور بحر و چین دولت علیہ عثمانیہ

کی اعانت میں ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ مرحمت کیا گیا۔

پرنسپل کے غلط ذوق کی امداد میں ایک ہزار پانچ سو روپیہ عطا کیا جناب سرسری

ذیلی صاحب ہمار کی یادگار میں ایک مدرسہ قائم ہوا تھا۔ اس میں ایک ہزار روپیہ

ریاست کی جانب سے اور پانچ سو روپیہ والا جاہ نے اپنی جیب خاص سے چند روپیہ

عطا کیے۔

اسی طرح ایک ہزار روپیہ خلد مکان سے اور پانچ سو روپیہ کی رقم اولاد
 میں طلبہ ہندوستان کی تعمیرات کا گاہ کے لیے مرحمت کی اور مفت
 سکول کو پرنسپل ایجنٹ صاحب بہادر بھوپال کی وساطت سے روپیہ
 ہندوستان کے متعدد شہروں میں وہاں کے باشندوں کی استعداد جدید
 اور کونین تعمیر و مرمت کرانے کے لئے کوئی مدرسہ عربی یا انجمن اسلامی ہندوستان
 میں ایسی بھی ہوگی۔ جو ریشہ عالیہ کی نظر کیما اثر سے فیضیاب ہوئی ہو۔
 جسٹن تعمیر تاج محل کے موقع پر انخوان ریاست۔ اعیان ملک خدم و حشم
 سول آبادی اور افسران فوجی۔ اور متعینان ہر درجات کو خلعت پارچہ اسٹا
 پوشیدہ فی۔ خوانمائے طعام بشمار ہار زرتار زیورات طلائی و نقرئی ظروف
 نفل پاکلی۔ عماری اور ہر درج نقرہ و گنگا جمنی وغیرہ عطا ہوئے انکا شمار لاکھ
 روپیہ تک پہنچتا ہے۔

عام خیرات

محل سرکاری کے متصل آٹھ سو آدمی کو روزانہ خوراک خام تقسیم کجائی تھی۔

محکمہ مناصب

اہل مناصب میں سے جو لوگ پرانہ سانی یا امراض مزمنہ کی وجہ سے

کے فرائض و خدمات سے معذور ہو جاتے تھے یا ان کے صغیر السن بچے جو بحالت مجبور
 کے خدمات سرکاری کے قابل نہیں ہو سکتے تھے انکی پرورش اور تربیت و تعلیم
 کی حالت کی نظر سے خلد مکان نے محکمہ مناصب مقرر فرمایا تھا۔ جہاں سے ماہانہ انکو
 ماہرہ ملتا رہتا تھا۔

محکمہ وظائف

جو لوگ ملازمان و متوسلان ریاست میں سے خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی یا ہندو
 صیغہ اعمرو معذور ہو جاتے تھے انکی پرورش کے لئے محکمہ وظائف جاری فرمایا۔
 سرگرم ساکین ہندو و عیسائی کے لئے ایک ہزار روپیہ ماہوار کا صرفہ جداگانہ
 مقرر و مقرر تھا۔

محکمہ مصارف ریاست

جو مفلس غریب اپنا چار مرد و زن اس قابل نہ تھے کہ محنت و مزدوری یا ملازمت
 کے اپنی تن پروری کر سکیں ان کی بسر و قات کے لئے محکمہ مصارف جاری کیا گیا
 تھا۔ ہر ایک کا مشاہرہ جس کو اہل بھوپال (پیشہ) کہتے ہیں تقریباً پانچ روپیہ
 کے مساوی تھا۔ اس طرح ایک ہزار اہل خاندان پر درشش پاتے
 تھے۔

سد ابرت

ہندو غزا اور مسافروں کے لیے خلد مکان نے محکمہ سد ابرت قائم کیا تھا۔
بارہ سو آدمیوں کی روزانہ پردیش وہاں سے ہوتی تھی۔

متفرق انتظامات

سابق میں روز جمعہ اور بعض دوسرے دنوں کی تعطیلین نصف یوم کی ہوا کرتی تھیں۔ خلد مکان نے سب تعطیلین پورے دن کی مقرر فرمائیں۔ اور روز جمعہ کی عید کے محال سے اس روز قید یوں سے مشقت کا کام لینا قطعاً مسدود فرمایا۔ پہلے کوئی خاص قاعدہ رخصت کا منضبط نہ تھا جس سے طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی تھیں۔

خلد مکان نے زمین برس کے بعد ملازمان ریاست کو عطائے رخصت کا قاعدہ جاری کیا۔

ملازمان ریاست کے پاس عام طور پر رخت کے صحیح اندازہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ خلد مکان نے بارہ بجے دھوپ گھڑی کے حساب سے قلعہ محلہ سے روزانہ توپ گرجاؤں کا حکم صادر فرمایا۔

چونکہ اس کی آواز بارہ بارہ کوس تک پہنچتی ہے اس لیے اس سے نہ صرف

ریاست اور اہل شہر کو فائدہ پہنچا بلکہ بعض محالات اور مصائب تک اس سے مستفید ہوئے۔

سابق میں جاگیرداروں کو بھی دیوانی اور فوجداری کے اختیارات اپنی جاگیر میں حاصل تھے جنکی وجہ سے مرکزی حکومت میں ایک قسم کی طوائف الملوک پیدا ہوئی تھی۔

خلد مکان نے یہ کل اختیارات اُسے واپس لیکر مرکزی حکومت کو تفویض کر دیئے تاکہ ذاتی اختیارات محدود کر دیئے۔

صیغہ بندی

ہندوستان زائد طوائف الملوک کے دور استبداد میں نہ صرف گناہانہانے بلکہ ان کو صفیہ خاطر سے محو و فراموش کر چکا تھا بلکہ وہ اسلام کے بنیادی اصول اور طویل ترین مقاصد قوم و ملت کو بھی سدھی و سدھی پیچھے پس پشت ڈال آیا تھا۔ شمارا سلامی۔ دعوت حق۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ یہ الفاظ ایسے غیر مانوس ہو گئے تھے جن سے کسی حکومت قدیم و جدید اسلامیہ ہندوستان کے کان آشنا نہ تھے۔

یہ قسط جلیس فیاض ازل نے خلد مکان کے عہد ہی کے لیے مقرر کر دی تھی کہ ایک مرتبہ پھر حکومت اسلامی کے آفتاب سے شمارا سلامی کا آفتاب اپنے اصلی آفتاب

کے ساتھ درخشان ہو۔ اور اسلام کے شاندار مگر سادہ جلوے اپنی اصلی صورت
نمایان ہوں۔

چند سال اور فرق شاید اس کے لئے پرکھ لوگ یقین کرتے۔ مگر اب تو پیش
ہمیں مذہب و شایستہ سلطنت کے ارکان حکومت کو بھی سا اسی سال کے قریب
یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ اس طویل مدت میں جس قدر واقعات، سڈیشن اور آفات
کے پیش آئے ہیں وہ ہرگز کسی پابند مذہب خدا پرست طبقہ سے پیش نہیں آ
اور نہ اسلام اس قسم کی برائیوں اور فتنہ و فساد کا عامی ہے اسلام نے جس
کے ساتھ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ بِتَدْوِیْنِ اَصْلَاحِہ
کا اعلان عام کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

دینہ عالیہ خلد مکان اور والا جاہ مرحوم اس نکتہ کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ
جب تک مسلمانوں کے دلوں میں شعائر اسلامی کا احترام راسخ نہ کیا جائیگا اور انکو
انہی کی پابندی کا جوش اُٹھیں نہ پھیلا جائیگا اس وقت تک ان کی تمدنی حاکمیت
اور اخلاقی حاکمیت درست ہو سکتی ہے اور نہ ان سے پُر امن زندگی اور ریاست
ورمیدہ عالیہ کی خیر خواہی اور سلطنت برطانیہ کی وفاداری کی توقع کی جاسکتی ہے
بقدر علامہ شبلی مرحوم۔

میں کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو	وہی باتیں ہیں کہ جن پر سہ ترقی کا نام
یا کوئی جذبہ دینی تھا کہ جس نے دم میں	کر دیا ذرا افسردہ کو ہم رنگ شرار

وہ قوت پر زور کہ جس کی تکرار	سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشت غبار
اس کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن	کاش کرنے لگے جبریل امین کے اسرار
نی جاذب ملک و وطن تھا جس نے	کر دیئے دم میں قوائے علی سب ہیدار
دو وزن سے کیئے دیتے ہیں ہکو محرم	نہ سیاست ہے نہ مانوس شریعت کا دھار

اس میں شبہ نہیں کہ خلد مکان کی آغاز حکومت کے وقت دوسری اسلامی
استون کی طرح بھوپال میں بھی مساجد دارالافتاء اور دارالافتاء کا محکمہ پہلے سے
موجود تھا مگر سوائے چند جزوی کاموں کے یہ دو وزن محکمے اپنے حقیقی ذرائع اسلامی
اعمال احتساب سے بالکل بیگانہ اور مبرا تھے۔

محکمہ قضا

سابق میں محکمہ قضا کا صرف یہ کام تھا کہ نکاح خوانی کی خدمت انجام دے
اور مسیح میں ذرائع کی نگرانی رکھے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ جو مثلین درباری
و فوجداری کی بد تکمیل اس محکمہ میں آئیں ان پر محکمہ قضا سے فزائے شرعی کی ہر
گت کرا جائے۔

محکمہ افتا

اسی طرح محکمہ افتا کا محض یہ کام تھا کہ تائیدی کے فتوے کی تائید و توثیق کر دے

تاکہ آئندہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

خلد مکان نے ان دونوں محکموں کی از سر نو ترتیب و تنظیم کی ان کے مین توسیع اور صیفہ احتساب کا زمین اضافہ کیا۔

صیفہ احتساب

محکمہ احتساب کے عام فرائض تو وہ ہی ہیں جو محکمہ رفاہ عامہ کے ہیں مگر اسلام نے تہذیب اخلاق اور شعارِ اللہ کے احترام قائم کرنے کے لیے کچھ مخصوص فرائض بھی اُس کے ذمہ عائد کیے ہیں یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس سے مقصد ہے کہ مذہبی تمدنی اور اجتماعی اعمال و خیالات جو عام پبلک سے ساسٹی اور نکتہ اساسی کے لیے سودمند ہوں لوگوں پر انگلی پابندی لازم کی جائے اور جو امور مصلحت عامہ یا مصالح شرعیہ کے خلاف و مضر ہوں ان سے لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کی جائے مثلاً فرائض خمسہ اسلام اور مساجد وغیرہ کے احترام کی نگہداشت امور خبری کی نگرانی۔ امور اخلاقی و اجتماعی کا جائزہ۔ غیر مشروع افعال اور بدعات مذہبی کی روک تھام۔

چنانچہ اس اصول کو ملحوظ رکھ کر ہر موضوع میں ایک ایک معلم نما اور نگرانی مساجد کے واسطے مقرر کیا گیا اور اُس کو حکم دیا گیا کہ وہ سالانہ دورہ کرے اور ہر مرتبہ بیست ایک معلم قرآن شریف امور کیا گیا تاکہ وہ تقایم قرآن کے ساتھ اسلامی تہذیب و شائستگی

کے نقش دل کرتا رہے علاوہ اس کے کسند اور بوسیدہ مساجد کی مرمت کے لیے ایک جہاز امورات مونسین مسالین لاوارث کار و پیہ داخل خزانہ عامہ ہو اُس سے مرمت مساجد کی جتنی بھی محافل قصور و سرد یک نظم و دو کردی گئیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے طبقہ و اعلیٰین مقرر کیا گیا تاکہ وہ لوگ ہر جہہ کو مساجد میں اور مختلف اوقات میں لوگوں کے گھروں پر جا کر وعظ و نصائح سے تہذیب اخلاق اور اصلاح ال میں کوشش کرتے رہیں۔

فماں احتسابیہ کے صرف دو طریقے ہیں۔

اولاً قانونی طور پر تجربہ و تنبیہ سے لوگوں کو اعمال خیرہ کا پابند کرنا اور عذرات شرعیہ سے باز رکھنا۔

دوسرا طریقہ ترغیب و تنبیہ کے ذریعہ سے ان امور کو سرانجام دینا ہے، پہلا کے لیے مقررہ اول ایک حد تک ضروری ہے مگر متوسط اور اعلیٰ طبقوں کے لیے اور خصوصاً اعمال و رسوم غلو بہین پیدا کرنے کے لیے مؤثر الذکر طریقہ ہی زیادہ کار آمد ہے۔

اور اس سے بھی مفید تر اور بار آور رسوم طوقہ یہ ہے کہ خود صاحب امر حکمران وقت کی ذات لوگوں کے لینا ایک سلی مثال کا کام دے۔

چنانچہ اسی بنا پر خلد مکان نے اپنی ذات کو اوصاف اسلامی کا نمونہ اور اپنے آداب و اس دور بار کو اسلامی تہذیب و اخلاق سے آراستہ کر کے اور محافل قصور و سرد اور خوشی کے طریقہ کو سخت سیوب و ممنوع قرار دیکر عایا سے شہر اور باشندگان ملک کے سامنے

تہذیب اور شائستگی کا دروازہ کھول دیا جس نے ایک قلیل مدت میں بغیر کسی قسم کی
تکید یا تہدید و ترہیت کے بھوپال کی کایا پلٹ دی اور ہر ایک کو اسلام اور احکام
اسلام کا شیدائی بنا دیا۔

محکمہ زکوٰۃ یعنی محکمہ مصارف ڈیوڈھی خاص

غالباً آج تک کسی اسلامی حکومت میں اصول شرع کے مطابق کوئی محکمہ زکوٰۃ
نہیں ہے جہاں مالیات ڈیوڈھی میں سے رقم زکوٰۃ منہا کر کے جمع کی جاتی ہو اور ان
حکم شرعی کے مطابق اقسام ہشت گانہ پر تقسیم کی جاتی ہو۔

خلد مکان نے یہ محکمہ بنام مصارف ڈیوڈھی خاص مقرر کر کے ایک خاص دفتر و
تقسیم زکوٰۃ کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

زکوٰۃ مال بدکن کہ فضائلہ و زرا

چالیس پچاس ہزار روپیہ بنام زکوٰۃ۔ مسافریں۔ حجاج۔ طلبہ۔ ارباب حاجت
مقررہ اشخاص اور بیوگان کی و مساکین کو سالانہ تقسیم کیا جاتا تھا۔

محکمہ مساجد

تمام شہر اور بیرونجات و مفصلات میں بہت سی چٹہ مستحکم اور خوبصورت مساجد
تعمیر کرائیں اور پرائی مسجدوں کی مرمت و درستی اور توسیع میں کوشش کی تمام مسجدیں

اداشش۔ فرش۔ روشنی۔ غروف۔ وضو اور گرم پانی کا رباست کی جانب سے
تعمیر کیا گیا۔ ہر ضلع میں موزن۔ امام۔ جادوب کش اور ایک ایک مسلم نماز
پڑھتا کہ وہ لوگوں کو طریقہ نماز سکھائے اور ان کے دلوں میں ناز کا ذوق
بیکار سے۔ مساجد کی نگرانی رکھنے اور مختلف اوقات میں دورہ کرتا ہے۔

مسجد میں پہلے بھی موجود تھیں مگر وہ نمازیوں سے اس طرح خالی پڑی رہتی تھیں
اس طرح خود غرض ارباب دل کے قلوب حق و صداقت اور خدا ترسی سے خالی ہوتے ہیں
صرف چند لوگ پابند صوم و صلاۃ نظر آتے تھے۔

احترام مساجد کو مد نظر رکھ کر ان کے محاذین باجہ بجائے کی کمانت کی گئی قرآن کریم
کے درس کے لیے تمام مفصلات اور شہرین مکاتب کھولے گئے۔

بعض مسجدوں میں بنگ فوشی بوتی تھی اور گاڑی رکھی جاتی تھی بطور مذہر طاق
بھرے جاتے تھے۔ اور چرائمان کیا جاتا تھا اس قسم کی تمام رسمیات و بدعات جو خلاف
شرح جاری و ساری تھیں وہ سب مسدود کر دی گئیں۔

تعطیل برائے معتکفین

ماہ مبارک رمضان میں اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور ایام تشریق فی الحج
میں تعطیل مقرر کی گئی۔

انتظام ماہ رمضان شریف

غیر مستطیع روزہ داروں کے لیے افطار صوم اور طعام کا بندوبست کیا اور چوکی پیرے کے کام پر ماہ مبارک رمضان میں غیر مسلم سپاہی مقرر کیے گئے۔ کلام مساجد میں ختم غزوات کے وقت شہر میں اور طعام تقسیم کرنے کا راستہ سے اہتمام کیا گیا۔

وقت رویت ہلال رمضان اور رویت ہلال عیدین پر سات قبیل سرحد حکم صادر کیا گیا۔ اسی طرح وقت افطار صوم اور وقت سحری کے ختم ہونے پر ایک ایک قبیلے پر سر ہونے کا فرمان نافذ ہوا۔ تاکہ روزہ داروں کو آرام ملے۔

جلوس عید

عیدین کے زمانہ سعادت نشان میں فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے زرعی برقی جنگی یونی فارم سے آراستہ ہو کر عید گاہ کے میدان میں دو دو صف بستہ کھڑی ہوا کرے۔ اس کے عقب میں توپخانہ قائم کیا جائے۔ انھیں پر ریاست کا اہی مراتب و نشان فیجی سپاہ کے جلو میں رہے وسط میں ریاست کا فتح نشان رکھا جائے جس پر جلی حرمت طلائی میں کلمہ مقدس توحید منقوش ہے۔

انسداد میخواری و قمار بازی

سابق میں میخواری کی یہ کثرت تھی کہ بڑے بڑے معزز عہدہ دار شراب پی کر ہنس و ہنیں آیا کرتے تھے۔

ان تلخ و ش کہ صوفی ام انہا شش خلند	اشنی لئا و اخلی من قبلہ افسارا
خلد مکان کے عہد حکومت میں ائم انہا شٹ کا ایسا استیصال ہوا کہ کوئی ناکر دیکھ شراب سے سرست و غمور کسی فخر یا شرک پر نظر نہیں آتا تھا۔ قمار بازی	سکا چلین عام تھادہ قلعا مو فوف کی گئی۔
جدول قمار خانہ بت میں لگا چکے	دہ گھبتین چھوڑ کے کعبہ کو چاچکے

کھلچ ایامی

کھلچ ایامی ہر قسمی سے بھوپال میں نہایت محبوب سمجھا جاتا تھا اور اہل خاندان اسکو اپنی توہین اور ذلت سمجھا کرتے تھے۔

خلد مکان نے نہ صرف اس قبیل رسم کا انسداد کیا بلکہ نبات خود کھلچ ثانی کر کے تمام رعایا کے شہر و دیہات کے لیے اپنا سونہ خستہ اُن کے سامنے پیش کیا جسکی ذبح سے بہت سے اخلاقی عیب کا قلع قمع ہو گیا۔

قاعدہ ہے کہ انسان پر دلائل و براہین کا اس قدر اثر نہیں پڑا کرتا جس قدر کہ

ایک ادنیٰ عملی شال اور نظیر کا اثر پڑا کرتا ہے ایسی جیسے خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا اور ان کی ذات مقدس کو مکارم شریفہ اور اخلاق نادرہ اسوہ حسنہ ٹھہرایا۔ تاکہ گمراہان راہی ضلالت ان کے طرز عمل اور خلق عظیم بہترین زندگی بسر کرنے کا سبق لیں اور حسن معاشرت کے انوار ان میں درخشان ہوں۔

اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ریاست کے شریف اور معزز طبقوں میں بھی نکاح بیوگان یا یتیم اور مستحسن امر قرار پا گیا۔ اور ادنیٰ طبقوں میں جو خانگی بد عنوانیاں عدم نکاح کی قبیح رسم سے پیدا ہوتی تھیں وہ قریباً منقرض ہو گئیں۔

تعداد و زہر

عام رعایا میں طبقہ امرا کی تبعیت کی بنا پر نکاح کے وقت مہر کی زیادتی کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا تھا و زہر و زاس میں ترقی ہو رہی تھی جسکی وجہ سے نہ صرف دین مہر کی اہمیت اور شرعی مصلحت ساقط ہو رہی تھی بلکہ اس کے سبب سے انواع و اقسام کی دُشواریاں خانگی زندگی میں زوجین کے آرام و سکون و عزت و آبرو کو نقصان پہنچا رہی تھیں اور ان کی باصفا بزم صحبت و محبت کو تلخ کر رہی تھیں۔ اس لیے ریاست کی جانب سے احکام شرعی کو ملحوظ رکھ کر حکم دیا گیا کہ کوئی شخص اپنی مقدت سے زیادہ اور اپنی حیثیت سے بالاتر مہر نہ باندھے۔

احکام نسبت مستورات

اکثر عورتیں جو مردانہ لباس سے لباس بازار و دن میں چلتی پھرتی نظر آتی تھیں اسلامی لباس و نقاب سے مزین اور بہتج پوش نظر آتے تھیں۔

سلاح شہر میں کوئی ادنیٰ یا اعلیٰ تقریباً ہی نہیں ہوتی تھی سب سے پہلے مرد **تربیات** کی گرامری اور شاہان بادشاہی کی جلوہ فروشی کی حیثیت پر تھیں ہوتی تھیں تاکہ کہ دربار کے لوازمات میں بھی ارباب نشاط کا ایک خاص درجہ تھا۔ خلد مکان کے عہد میں یہ درجہ توڑ دیا گیا۔ اور انکو دربار سے خارج کر دیا گیا۔ وقت سے سرکاری محل حرم محترم بن گیا۔

چونکہ عامۃ الناس اپنے فرمان رواؤں کے تقلید ہوا کرتے ہیں اس لیے خود بخود تمام اسباب فسق و فجور عام رعایا کے گھروں سے بھی کم ہوتے ہوئے معدوم ہو گئے اور بہت سے شریناک امراض جو وسیلہ برداشتی عزت و زربے ہوئے تھے انکا بہت کچھ ناسد ہو گیا۔

احکام نسبت زنان بازار و پیشہ ور

علاقہ بازار میں اپنی چھپو کر یون کو بوجہ حق پرورش و تعلیم تھیں سرود اپنا ملک سمجھ کر ان کو نکاح سے باز رکھنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اس کے ناسد ہو گئے۔

نکاح جاری کیا گیا کہ وہ فطرتاً آزاد ہیں اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہونچا کہ اس کی فطرتی جائز آزادی ٹخن ل اور دست انداز ہو ان کو اپنے نفس پر چڑا کر حاصل ہے۔ وہ جب چاہیں اپنا نکاح کر سکتی ہیں البتہ جب وہ ان کے گھر و رخصت ہونے لگیں تو جو چیز و اسباب ان کے پاس ہو وہ بوجہ حق پرورش دلایا جائے۔

حُرْمَتِ یَوْمِ الْجُمُعہ

روز جمعہ جو مسلمانوں میں ایک مقدس یوم اور عید المومنین ہے اس کے احترام خاص طور پر پہلے چند ان لحاظ نہ تھا چنانچہ یورپین حکام و ایشان کی تشریف آوری کے وقت مطابق قاعدہ ہجریہ جمعہ کے روز بھی قاعدہ ٹھکڑہ سے سلامی کی تو یہیں کی جاتی تھیں۔

یہ امر یوم جمعہ کے احترام کے منافی تھا دوسری قومیں بھی کسی کسی دن کو شہرک کہ اس کی عظمت کیا کرتی ہیں۔ مثلاً عیسائی اقوام میں روز یکشنبہ شہرک و با عظمت خیال کیا ہے اور اس روز سلامی وغیرہ کے قسم کی کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی ہے۔ اس لیے غلطی کا حکم و ایشان سے استعجاب کر کے روز جمعہ کی احترام کی نظر سے یہ رسم سد و زانی چونکہ اس روز تمام مسلمان زن و مرد خواہ اُنکا تعلق اہل قلم سے ہو یا فوج سے ہلے دھولے اور اہتمام نماز جمعہ میں مشغول ہوتے ہیں اور بعد نماز جمعہ تمام وقت اپنا

روایت خانہ داری کے مہیا کرنے میں گزارتے ہیں اس لیے اس انتظام جدید سے بھی فائدہ پہونچا اور انکی عام شکر گزار سی کا باعث ہوا۔

صیفہ تعلیم

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب مسلمانان ہند کے طبائع میں تعلیم افزائی کی فطرتی جارہی تھی اور علماء ہند کی ایک بڑی جماعت اس کی مخالفت میں سرگرم کوشش تھی اسی زمانہ میں بلکہ کچھ اس سے پہلے غلط مکان کی سرپرستی میں ابتدائی مدرسہ انگریزی راستہ بنگو پال میں قائم ہو چکا تھا۔

قدیم الایام سے فنون صنعت و حرفت میں ہندوستان مشہور رہا ہے اس کے مصنوعات سے یورپ و افریقہ کے بازار پہنچے رہتے تھے جس وقت سے یورپین شہین سازی کا آغاز ہوا اور یورپ کے مصنوعات کثرت سے ہندوستان میں آنا شروع ہوئے اسی وقت سے ہندوستان کی صنعت و حرفت اور دستکاری کا زوال شروع ہوا اور ایک تسلیل مدت میں صنعت رو دگار سے شکست نام و نشان مٹ گیا۔ باوجود اس کے کہ اب انگریزی علوم و فنون کی تعلیم کو جاری ہوئے نصف صدی سے زائد زمانہ گزر چکا ہے اور ہزاروں تعلیم یافتہ گرجو بیٹ پیدا ہو گئے ہیں مگر اب بھی ہندوستان کی صنعت و حرفت بلکل فزائیدہ کی طرح خواب و شین میں ٹپی ہوئی گولہ زوال میں مجوم رہی ہے اور ع

کتاب ماہ شب ہفتاب ہی باخند کی مصداق ہے۔

لیکن ریئسہ عالیہ غلامنگان کی روشن داغی اور والا جاہ کی مساعی جمیلہ
انکے دور حکمرانی کے آغاز ہی میں فنون و صنعت کے قیام و بقا اور اس کے فو
سر پرستی کی جانب توجہ کی گئی اور مدرسہ صنعت و حرفت ریاست میں قائم کیا گیا
اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس پچھلے قومی تشریل کے دور میں مقدمہ
عربیہ ہندوستان میں موجود تھے۔ اور بطور پال میں بھی غلامنگان کے عہد میں درجہ
تعلیم ہو چکا تھا جن میں معمولی موزجہ کتب درسیہ فقہیہ وغیرہ پڑھائی جاتی تھیں لیکن
نہ قرآن حکیم کی باقاعدہ تعلیم نہ بر و تفکر کے ساتھ کہیں جاری تھی نہ کتاب سنت کے
اعظمت مقدس نام سے عام طور پر مسلمان ہند کے کان آشنا تھے جس پر عمل کرنے سے
حقیقی ترقی کی زبردست غیر فانی روح پیدا ہو سکتی ہے۔

جرحی سکے کہ حکم را شاید نیست	حکے کہ فردن ز حکم حق آید نیست
ہر چیز کہ هست آبخنانی بایر	دان چیز کہ آبخنان نی بایر نیست

سب سے پہلے خاتم الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے علوم کتاب و سنت کا چرچا ہندوستان میں پھیلایا تھا اور انھیں کے خاندانی نشان
کی بدولت اس عظمت کدہ ہندوستان میں حقیقی اسلام کے انوار درخشاں تابان
ہوئے تھے۔ مگر افسوس کہ قورے عرصہ ہی میں قومی تشریل کی تاریکی نے ان انوار کو
بگا ہون سے پوشیدہ کر کے ہندوستان کو پھر ایک مرتبہ ظلمت کدہ بنا دیا تھا۔

نہ اسے قادر ذوالجلال سرکار غلامنگان اور والا جاہ مرحوم کو بکا اجر عظیم عطا فرمائے گا انھیں
ہندوستان میں علوم و کتاب و سنت کا از سر نو احیا کیا۔ اور ہزاروں لاکھوں روپیہ کے
میں سے نہ صرف بھوپال میں بلکہ کل ہندوستان میں سین سین سید المرسلین کی برکات و منور
و یا ہمارے بکا تفصیلی ذکر والا جاہ مرحوم کی علمی زندگی کے باب میں آئیگا۔

دل طلب علوم در مدرسہ چند	تفصیل اصول و حکمت و ہندسہ چند
ہر چیز بجز ذکر خدا و سوسہ است	شرے ز خدا بدارا بین و سوسہ چند

اب تو مغربی علوم کے تعلیم یافتہ گروہ کے حقیقت آشنا لوگ بھی اس کا اعتراف
کرتے ہیں کہ مغربی علوم کی اعلیٰ تعلیم اگرچہ نہایت ضروری بلکہ شرط زندگی ہے لیکن
مسلمانوں کے لیے صرف یہ مغربی تعلیم بغیر مذہبی تعلیم کی اشتراک کے کبھی حقیقی ترقی کی
دست نہیں ہو سکتی نہ محض جذبہ توحید و ملیت (جس پر اہل یورپ اور اقوام
متمدنہ کی ترقی کا دار مدار ہے) مسلمانوں کے لیے حقیقی ارتقا کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے
اس لیے کہ مسلمانوں کی قومیت کا دار مدار اسلام پر ہے نہ نسل و رنگ اور ملک پر
مفسر العلماء علامہ شبلی نعمانی کا یہ قول گہرا رواقیت اور صداقت سے ہم نوا ہے
اگر اور تو سون کو میدان ترقی میں آگے بڑھنے کی ضرورت ہے تو مسلمانوں کو
میدان ترقی جیتنے کے لیے اپنے پچھلے زمانہ کی عرت ہٹنے کی ضرورت ہے۔ "میں نے سولہ لاکھ
س روپے کا مفکر کو نظر میں یوں ادا کیا ہے۔"

ظاہر زمان انہی باغوش زمان بود	اسے کاش رو کند بقفا کاروان ما
-------------------------------	-------------------------------

مولا کو جب میں نے یہ شعر سنایا تھا تو وہ بہت محظوظ ہوئے تھے کہ شہر میں
بالکل مطابق واقعہ ہے اس لیے کہ موجودہ اسلام وہ اسلام ہی نہیں جو وہ
راہی ترقیوں کا فیصل اور حقیقی واحد ذریعہ تھا۔
مولانا نے اپنی ایک نظم میں اس حقیقت کی نہایت خوبی سے واضح کیا ہے

پہن ۵

اعتقادات میں ہے سب کے مقدم توحید	آپ اس صفت کو ڈھونڈیں تو کہیں نہ
ہے تاؤ کی زیارت کے لیے شہرِ رحال	ہمیں کیا شان پرستاری ہمارا
کچھ مسئلہ مشرک بتوت پہ جو غور	گنہگار ہیں یہ جہانگیر کی ادا
ان مسائل میں ہے کچھ ڈر فکاہی درکار	یہ حقائق ہیں تماشا کے لبِ ادا
بحثِ مانیتہ میں پہلی غلطی یہ ہے کہ آپ	جس کو اسلام سمجھتے ہیں وہ اسلام
انفسِ ظالم ہے جو چیز وہ بیہوشی ہے	صاف یہ بات ہے دھوکا نہیں ہمارا
ان حقائق کی بنا پر سببِ پستی قوم	ترکِ پابندی اسلام ہے اسلام

داعی امر ہے کہ اس احساس اور اذعانِ کامل کے خراجِ تحسین کا اگر آئینہ
کسی کو ہو سکتا ہے تو یہی خلیفہ خلیفہ مہمان اور والہِ جاہِ مرحوم کو ہو سکتا
تہہ کار خلیفہ مہمان نے اپنے آغازِ عہد ہی میں اسکی باقاعدہ بنیاد ڈالی اور والہِ جاہ
مرحوم نے بجا و جہد اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا پورا حق ادا کیا
ذِیْلَ الْفَضْلِ لِلَّهِ یُوْثِقُوْنَ یَسَاءُ وَاللّٰهُ ذِی الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

خلیفہ مہمان نے بعد عقد ثانی اسی سال پانزدہم ذی قعدہ ۱۳۱۷ء کو اعلیٰ عالم
میں سے ایک مطبوعہ اشتہارِ ریاست کی جانب سے شائع کیا جس میں تعلیم کے
لواہیت اور علم کی قدر و قیمت ظاہر کر کے مدرسہ سرکاری کے قائم ہو سکا
کیا گیا تھا۔ اس میں عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ ہندی۔ ناگری۔ اور تفسیر
ت۔ فقہ۔ اصول۔ بلاغت۔ آتش۔ حساب۔ پیمائش۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔
مسودات۔ اور مشق خط وغیرہ کی تعلیم کا بالتفصیل ذکر تھا اور ترغیب
مستوفی طلبہ مدرسہ کی نظر سے یہ امر ملحوظ رکھنے کا اظہار کیا گیا تھا کہ جب تک
یہ شخص مدرسہ سرکاری کا تعلیم یافتہ قابلِ انجام کار بہم نہ پہنچے گا اس
تک کہ دوسرے شخص کا استحقاق کا بل عطا کیے خدمت کے لیے منظور
نہیں ہو گا۔

خلیفہ مہمان کے عہدِ حکومت میں مدارس کی تعداد خاص ریاست بھوپال میں
بہت بڑھ گئی تھی۔

مدرسہ حفظِ قرآن۔ مدرسہ عربی سلیمانہ۔ مدرسہ جاگیر داران مدرسہ حدیثِ نبوی
مدرسہ جہانگیری۔ مدرسہ انگریزی۔ مدرسہ ہندی و ناگری سلیمانہ۔ مدرسہ ہندی
جہانگیر آباد۔ کچھ زمانہ کے بعد مدرسہ صدیقی۔ اور مدرسہ مدار الہام صاحبِ مہتمم
ان دونوں مدارس ریاست میں شامل کر لیے گئے مضافات میں فارسی و ہندی کے
کثیر مدارس جاری کیے گئے۔

ضلع مشرق میں انیس ضلع مغرب میں چودہ۔ ضلع جنوب میں اکیس
ضلع شمال میں سترہ۔ ان میں پڑوسی گری۔ قانون گوئی۔ گماشتہ گری۔
سنگرت کی تعلیم بھی دیجاتی تھی۔

آغاز حکومت میں کل مدارس کا صرف تیس ہزار تیس ^{تیس} تھے۔ پھر چارہ
تھا۔ جو بن دین بندر بیج چالیس ہزار تیس روپیہ چھ آنہ تک پہنچ گیا تھا

مدارس صنف و حرفت

مدرسہ و کتب خانہ۔ اس میں ملائی و نقرئی گوٹھ پچھا ہر قسم کا اور پیک۔ لیس
گوٹھ و سکر۔ ستارہ۔ بکٹ۔ کلابتون۔ کندہ کاغذ۔ کاغذی۔ کلاہ زرد
دو مثالہ بانی۔ اور کفنش دوزی وغیرہ کا کام لاوارث اطفال کو سکھایا جاتا تھا
تمام اخراجات خوراک و لباس ریاست سے ادا کیے جاتے تھے۔

مدرسہ پرنس آف ولز

آرمین دوسی بانی۔ نوآڑ۔ قاکین۔ چکن۔ خیمہ دوزی۔ جرات ساز
خیالیت۔ پاپوش اونی کی ساخت۔ کلک ملائی و نقرئی کی تعلیم دیجاتی تھی۔ اور طلبہ
خوراک و پوشش کا صر ذمہ ریاست تھا۔

مدرسہ بلقیسی

اس میں ملک محمد سہ ستم لاوارث پچھ پرورش اور ابستہ کی تعلیم
دیتے تھے۔

مدرسہ سلیمانیہ

اس میں تعلیم کے درجات ذیل رکھے گئے تھے۔

مولوی۔ عالم۔ فاضل۔ مفتی۔ منشی قابل
یہ آخری خطاب اس طالب علم کو دیا جاتا تھا جو خوشخطی۔ انشا پر داری قانون
در حساب ریاضی میں ماہر ہوتا تھا۔

جو شخص تحریری کے امتحان میں کامیاب ہوتا تھا اس کا ابتدائی مشاہرہ دس روپیہ
سے پندرہ روپیہ تک مقرر کیا گیا تھا۔

جو شخص انشا پر داری کے امتحان میں کامیاب ہوتا تھا اس کا مشاہرہ پندرہ روپیہ
سے تیس روپیہ تک رکھا گیا تھا۔

منشی قابل کا مشاہرہ تیس روپیہ سے پچاس روپیہ تک قرار دیا گیا تھا مدرسہ ہندی
کے پاس شدہ طلبہ کے لئے حکمہ ساز محل۔ حکمہ وزارت اور دارالانشا میں اختلاف جات
کے مطابق عہدہ کا استحقاق عطا کیا گیا تھا

طلبہ قرآن نوان جو غیر مستطیع ہوتے تھے ان کو قرآن مجید کتب خانہ فیض
سرکاری سے درس و تدریس کے لیے دیا جاتا تھا۔
اور بعد ختم وہ قرآن شریف عنایتاً انکو مرحمت کر دیا جاتا تھا۔

مدرسہ جہانگیری

جو طلبہ مدرسہ جہانگیری میں تعلیم پاتے تھے ان کو سرکاری وظائف دئے جاتے
تھے اور ان وظائف میں وقتاً فوقتاً اضافہ بھی ہوتا تھا ان طلباء وظیفہ خوار کی مجموعی تعداد چار سو
پونجی تھی۔ کل وظائف جو خدمات درجہ ہر قسم تھے کل تعداد بارہ ہزار ایک سو چوبیس و پیر سالانہ
رمضان شریف میں سامان انظار سی اور طعام ایک ہزار آدھ سو نو گزین
نام مدرسین و طلبہ وظیفہ خوار و غیر وظیفہ خوار اور ملازمین مدرسہ شامل تھے
سرکار سے عطا ہوتا تھا۔

مدرسہ صدیقی

اس میں مدرسہ دارالمہام صاحب مرحوم بھی شامل تھا اس مدرسہ میں دوسو طلبہ
تعلیم پاتے تھے اور انکو مختلف درجات کے لحاظ سے وظائف دیئے جاتے تھے جسکی
مجموعی تعداد پانچ ہزار چار سو تھی۔ اور مدرسہ جہانگیری کے مطابق ۱۰ رمضان شریف
میں سامان انظار سی و طعام بھی سرکار سے عطا کیا جاتا تھا۔

امتحان مدارس

ہر ششماہی پر علمائے پائے تخت طلبہ مدارس کا امتحان لیتے تھے اور سالانہ امتحان
ان کے مواجہ میں دالاجاہ مرحوم لیا کرتے تھے۔ نقشہ امتحان مرتب کیا جاتا
تھا اور درجات کا سیلابی کے مطابق بعد امتحان طلبہ پر انعام تقسیم کیا جاتا تھا۔
مستحق مدارس کا بھی ہر سال تمام پر امتحان ہوتا تھا اور طلبہ درجات کی
مسلکہ افزائی کے خیال سے علمہ مکان انکی دستکاری و مصنوعات کو چشم خود
مسلکہ فرمایا کرتی تھیں اور انعام تقسیم فرماتی تھیں۔

کتب خانہ ہائے ریاست

توسیع مسلمات و احیاء علوم قدیمہ اور اشاعت علوم و درجہ کے لحاظ سے
کتب خانہ کا درجہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور مہذب اور شایستہ حکومتوں کا
مقرائے اولین ہے۔

علمہ مکان نے طلبہ علوم کی سہولت اور افادہ کے لیے دو کتب خانے عام قائم کئے تھے
ایک مدرسہ سلیمانہ میں جس کا نام کتب خانہ فیض عام رکھا گیا تھا اور دوسرا کتب خانہ
مدرسہ جہانگیری میں قائم کیا گیا تھا جس میں کم و بیش بارہ ہزار کنہ میں قابل تقسیم
راہ کرتی تھیں۔

ان میں صحت کرمہ۔ کتب درسیہ۔ کتب مروجہ و مشہورہ اور تصنیفات
ذاتیات جدیدہ سب شامل تھیں۔ طلبہ مدارس و شائقین علم کی درخواست
صد ہا کتابیں ہر مہینے میں مفت عطا کی جاتی تھیں۔
ہندوستان کے مختلف مقامات سے سلسلہ معائنات عطا یائے کتب کے
جاری رہتا تھا۔

کتب خانہ ہائے خاص

ان کے علاوہ چند کتب خانہ خاص بھی تھے جو اپنی ذمیت و عظمت کے اعتبار سے
ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے اور اہمات و ذوا کتب سے مزین تھے ان میں قابل ذکر
دو کتب خانے ہیں۔

(۱) کتب خانہ خاص سرکاری جو کلکتہ تھا اور اس میں مختلف علوم و فنون کی
بیش ہا کتابوں کا ایاب ذخیرہ تھا۔

(۲) کتب خانہ والا جاہی۔ یہ علوم کتاب و سنت تاریخ و سیر اور فنون ادبیہ اور فنون
کی عزیز الوجود اور سے نظیر کتابوں کا ایک خزینہ تھا جس کی مثال ہندوستان میں
قریباً دشوار ہے۔

والا جاہ مرحوم کی کثیر التعداد اور ضخیم تالیفات نے کتب خانہ کی شان اور دوام
کردی تھی۔

اول یہ کتب خانہ کجانی راجہ لالہ لالہ مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے اس کو
مختلف پر تقسیم کر دیا۔ مگر انوس ہے کہ ترک وطنی اور زمانہ کی دستبرد اور
ان کے انقلابات کے سبب وراثتاً تقسیم و تقسیم ہو کر ایک عند حصہ تو کا ضائع
ہوا اگرچہ بھی اس کا ایک بڑا گران ہما حصہ باقی رہا جو کتب الخ و مشاوری اور مہتمم مرحوم
مغز کے پاس محفوظ ہے۔ میں نے وقت حاضرہ میں علوم قدیمہ کی جانب سے زمانہ
کا گاہ پھری ہوئی دیکھ کر یہ مناسب خیال کیا کہ ایاب کتب کا ایک بڑا حصہ دارالعلوم
دہلوی کے اندر کر دیا جائے جو ہندوستان میں مسلمانوں کا ستر مذہبی مرکز اور سب
کا زیادہ نامور و ممتاز ہے تاکہ کتب خانہ صدیقی کے نام سے بطور قومی مانگا یہ ایاب کتب کا حصہ
محفوظ و صلون رہے اور کام مسلمان ہندوستان اور شائقان علم کو کیساں مفید ہو سکے
جو قیامی البتہ ایک مختصر حصہ اس کا میں نے اپنے اختلاف کے لیے کہنے دیا ہے تاکہ وہ
اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

مطابع

اشاعت علم کا ایک بڑا ذریعہ پریس بھی ہے۔ کوئی ملک بغیر اس کے ترقی نہیں کر سکتا۔
بھوپال میں یکے بعد دیگرے چار مطابع جاری ہوئے۔
مطبع سکندری۔ مطبع شاہ جہانی۔ مطبع سلطانی
مطبع صدیقی

مطبع سکندری

اس میں اشتہارات نقشبہات اور کافذات ریاست چھاپے جاتے تھے۔

مطبع شاہجہانی

اس میں تالیفات والا جاہ مرحوم اور کتب درسیہ اور ایک اخبار ہفتہ وار نکلا تھا جو عمدۃ الاخبار کے نام سے موسوم تھا جس میں گورنمنٹ گزٹ کا خلاصہ اور خبر پار کی خبریں درج ہوا کرتی تھیں اور اس میں بعض مفید علمیہ و لطائف شریعہ اور فقہی و تعلیمات تاریخی وغیرہ بھی چھپا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ خلد مکان نے مطبع شاہجہانی میں خاص طور پر پڑھے ہٹا ہٹے قرآن مجید کی تمام جلدیں بھی جائجا موجود ہے اسکی نسبت یہ اتفاق عام ہے کہ اس میں ایک ذیاب نقطہ ایک کتاب کا بھی فرق نہیں ہے۔

مطبع سلطانی

زمین حکمت ریاست کا شاہ مطبع چھاپے جاتے تھے۔

مطبع صدیقی

اس میں کتب مشہور کا ترجمہ اور والا جاہ مرحوم کی تالیفات و تصنیفات چھپا کرتی

میں کار پر دازان مطبع شب در وند انکی نقل و تصحیح طبع میں سرگرم رہا کرتے تھے۔ اس میں یہ مطبع کثرت تالیفات کے لحاظ سے انکی مولفات طبع کر چکے ہیں کسی طرح کافی نہ تھا۔ اس لیے مطبع مفید عام واقع اکبر آباد میں والا جاہ نے طبع کتب کا اہتمام خاص طور پر کیا تھا۔

چونکہ یہ مطبع اپنی خوشحالی شان مصیبت اور نفاست طبع کے لحاظ سے اس وقت ہندوستان بھر میں ممتاز تھا اور جناب صوفی احمد خان مرحوم و مفتوحہ جیسے باخدا اور ہر دوست بزرگ اس کے مالک اور نگران کار تھے۔ اس لیے والا جاہ مرحوم کو زیادہ تر اس مطبع کی سرپرستی اور ترقی کا ہر وقت خیال آکر تمام خیر زمانہ میں تو والا جاہ نے اس مطبع کو اپنے کتب موافقہ کے اظہار کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔

انتزاع خطاب اختیارات

ان شریفہ مجنون حدیث در دمن شینا | ہر انسان عمر خود کن صالح سخن شنو

والا جاہ مرحوم کی یہ مختصر کارنامہ لگی و لگی اور وہ واقعات زندگی جو ابتدا سے آخر عمر تک پیش آتے ہیں جس طرح موجودہ اور آئندہ ہونا رسلوں کے لیے انکسین ہوا ورثہ ہیں۔ اور ان کے جذبات قومی و ملی میں دولہ انگیز جوش پیدا کرنا بہترین ذریعہ ہو سکتے ہیں اسی طرح والا جاہ کے انتزاع خطاب و اختیارات کا انسانہ پس منظر و دلال اور باب نظر اور اصحاب مشور کے لیے اپنے اندر بہت سی عبرتوں اور نصائح کا

ایک ذخیرہ کافی ضرر رکھتا ہے بلکہ حکمت بالغہ انہی نے شاید خود والا جاہ مرحوم کی
سے لیے ان مصائب و ذواب اور آلام و اسقام میں جو بالتواثر ان پر نازل
ہے تکمیل نفس اور تزکیہ روح کا مادہ مضمی رکھتا تھا۔ تاکہ ثلوث و کثرت
سے ان کی روح صاف و منظر ہو کر پراسانی اپنے مرکز اصلی تک پہنچ سکے۔
جو ار رحمت الہی میں اس کو جگہ ملے۔ سو نا جب تک تپایا نہ جائے اس وقت
وہ کنہ اور مظلای غاص نہیں بن سکتا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَرَكَهَا کسی شاعر نے خوب کہا ہے

شریف ار عاشقی جابر سر کوئے ملاست کن | اگر عشق سے ملاست حکم علم بے عمل
دالا جاہ مرحوم کو شرع دور ترقی سے جن اسباب مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اگر
کی حقیقت مختصر نفون میں بیان کی جائے تو صرف یہ کہ دنیا کافی ہے کہ مقلید
الْبُحْلُ كَيْدُهُ لَا تَخْصِي وَالْمَعَاوِرَةُ أَصْلُ الْمُنَافَرَةِ
لیکن اگر انکی کسی قدر تشریح کی جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ منجملہ اسباب
مخالفت کے جن امور کا نقش گہرا اور پائدار ہوا اگر اسے وہ یہ ہیں، نسلی و حسدانی
عصبیت۔ مذہبی خیالات کی پستی و بلندی۔ اغراض کا تصادم۔ امیال کا اختلاف
جاہ طلبی و منافع ذاتی کی ہوا و ہوس۔ اور اگر باب عقد و حسد و سوخ طلب کی خرابی
اور افزا پر دازی۔

اسی قسم کے اسباب عموماً جلیل القدر اشخاص کی مخالفت اور خانہ فون اور قوموں کے

ال کا باعث ہوا کرتے ہیں۔

جب دین الفطرۃ اسلام کا ظہور ہوا ہے اس وقت سرزمین عرب مختلف قوموں
کو مانگوں مذہبوں کا دنگ بنی ہوئی تھی۔ جہان خانہ انی عصبیت۔ قومی قایت
اسی عصب و منافرت کی آگے دن در آزمانیاں رہا کرتی تھیں۔ اور عرب کے
میں اوراق میں بھر خونین داستانوں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اسلام نے اپنے
سے انہ کمال اور انسید ربانی سے ایک ہندایت سلیل راہ میں شہنا پشت کی خانہ فون
عصبیت کو اخوت اسلامی۔ اور رحمت باہمی سے، اور تسلی مخالفت کو روحانی اتحاد سے
وہ قومی رقابت کو عالمگیر برادری سے۔ اور مذہبی عصب و نفرت کو روحانی اور
حکمت و موعظت حسنہ سے بدل دیا اور امت کے اختلاف کو رحمت سے تسخیر کیا۔

حضرت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خود اختلاف رائے و مذہب
وجود تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انہین زکوۃ سے جہاد پر آمادہ ہونا اور حضرت عمر فاروقؓ
ان کی رائے سے اول اول اختلاف کرنا، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وراثت انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام کے باب میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مختلف رائے ہونا
اور انکو سمجھانا، اور معاویہؓ کے میں حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ الزہراءؓ
سے اختلاف کرنا علیؓ ہذا القیاس حضرت ابو ذر غفاریؓ کا۔ وائے صاحب المال کا فرق
کرنا اور حضرت عمرؓ کا ان کے قول کو تسلیم نہ کرنا۔ اس دعوت کے شاہ عادل میں اگرچہ کچھ
وہ اختلاف ظلیص نیت۔ اتباع شریعت اور صدق علی و دیانت پر مبنی تھا اس لیے

اُس سے اتحاد جامع اسلام میں کسی قسم کا فرقہ بندی نہ پڑے اور اُس سے قوم اور اسلام
 و ضلالت پیدا ہوا بلکہ برخلاف اس کے قوم کو رز بروز عروج اور اسلام کو رز
 اور انبیائے کرام میں جو سنگی بڑھتی گئی اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے
 وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا فَمَا تَقِي تَقِي تَقِي
 اُصول اساسی تھا۔ اور وہ اُس کو علی حیثیت سے خدا کے حکم انجائین کا حکم
 سمجھتے تھے۔ اگر اتفاق سے کبھی ان میں اختلاف رائے بھی ہو جاتا تھا تو دونوں فرما
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 پر عمل کرتے تھے اس لیے کہ یہی شریعت بیضا کا اعلیٰ فتویٰ اور خدا کے ذوالجلال
 فرمان اعظم تھا۔

افسوس ہے کہ زمانہ خیر و سعادت کے گزرتے ہی وہ اختلافات جن کو رحمت الہی فرما
 تھا۔ خلافت اور خانہ جنگیوں سے مُبَدَّل ہو گیا۔ اور زمانہ جاہلیت کی عصیبت و خود پرستی
 اور تعصبات و بغض و عناد پھر قوم میں عود کر آئے۔ اور ایک ایسی خوفناک ہلاکت آفرین برپا
 ہوئی جو وہاں ہونے کے باوجود صدیاں گزر جانے کے آج تک مسلمانوں کے لیے باعث ذلت
 و ہلاکت و موجب ہنای و ہرادی بنے ہوئے ہیں۔

والا جاہ مرحوم اس طمانہ کبریٰ اور اپنے عصر حاضرہ کی نسبت لکھتے ہیں۔
 دُنْیَا از جور و ستم پر گشتہ و نصرت و عدل از طبع ہنگامان برخاستہ۔

معاذ و فقر جہان محو گشتہ اور جو اُسے سیم و زر پہلے برابر کی نہ عداوت دیگر سے برداشت
 است شعا برا سلام سخت نرا ز صبر بر افکار گردیدہ ۵

سخت علاج دل بیمار تو واقف	افسوس کہ کم داری دیوار ضرورت
---------------------------	------------------------------

زور علم پرکتے اندہ و زور عمل اضلاع و زور عقیدہ محکمے اور زور سلوک اخرے
 و زور لوک انصاف، و زور عوام صلاحیت۔ و زور خواص انسانیت۔ اَلَا تَأْتِي الْقَادِرُ
 قَبَائِلُ شَيْءٍ وَبَلَدًا لَا يُحِيطُ بِهَا إِلَى وَحْشِي ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
 اِنْبِغَاوَالنَّاسِ مِثْلَ كَيْتِ زَيْن

”دنیا جھوٹے دین داروں سے بھر گئی ہے، اور دنیائے ایمان ایمان نام کے مسلمان
 و گئے ہیں“ مسلمان درگور و مسلمان در کتاب ”اتحاد و ستان کے مسلمانوں میں
 ایک گروہ از سے گور پرستی اور پرپرستی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ علما اور مشائخ
 ہی اس میں مبتلا ہو کر داعی الی الشریک والہدای ہو گئے تھے اب جس قدر حسین علم
 و تصوف کے نظر آتے ہیں غالباً مشرک مبتدع جاہل کو علم دنیا طلب اصحاب
 شیطانیات و طامات ہیں جو کچھ عصیبت اسلام پر آئی اور جس قدر غربت ایمان
 ظاہر ہوئی وہ سب انہیں۔ علما و سوا دنیا طلب و مشائخ و پرزادگان اور سادات
 پرستی کے سبب ہوئی ۵

وَمَا أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ	وَأَحْبَبُ سُوْعٍ وَرُحْبَابُهَا
---	----------------------------------

طریقہ طاعت کا اس تیرہویں صدی میں طریقہ سنت سے ہر امر دینی و دنیوی میں

غالبا سفر و مہاجرت ہو گیا ہے یہاں تک کہ اگر یہ کہا جائے کہ اہل شریعت خدا اور
صاف و اسلام کو یا مٹو یا غرق ہونے کو چاہتے ہیں۔

تشریف احمد خان مرحوم بھی زمانہ حال پر ملال کی شکایت سے خالی نہیں رہے
کہتے ہیں۔

”قوم کی وہ حالت دیکھی کہ خدا کسی کو نہ دکھائے اسلام کی وہ صورت پائی کہ نہ
کا فرجی نہ پاسے قوم کیا دنیا کی باتوں میں اور کیا دین کے کاموں میں ایسے اراک
گڑھے میں پڑی تھی کہ ارادہ اور ہر چیز میں فوری کار و نہ اس گڑھے کو بھی نہ دیکھ
تھی جس میں پڑی تھی چاری خواہش ہے کہ اسلام جبکہ فرائض و لوگوں کی زبان پر
ہے اور خلق سے بچے نہیں اُن کو اس کا اثر دل تک پہنچایا جاوے۔

ہماری اگر زد ہے کہ اسلام جس کو ہم سب زیادہ عزیز اور سب سے زیادہ
سمجھتے ہیں اس کا اثر مسلمانوں کے فطن میں اُن کے اخلاق میں اُن کے چال و
چل میں اُن کے معاملات میں اُن کے برتاؤ میں سب میں پایا جائے۔

ہم نہیں چاہتے کہ کوئی حاجی کھلانے کے لیے حاجی بنے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں
چچ کا جو اثر دل پہنچا چاہیے اُس کو حاصل ہوا اثر سے والا حاجی بنے تو اسلام
کچھ عزت نہیں ہوتی۔ اُن کے لیے تو یہی کہنا ہے ہر

کہ رحمت، برا خلق، محباج، باد

لہ تہذیب الاخلاق جلد دوم صفحہ ۱۱۱

اے اگر صرف ماتھے پر گناہ و النامقصور ہے تو وہ تو پوری رو سیاہی ہے۔ نادر
نیاز پیدا کرنا چاہیے، دل پر اسکا اثر بیٹھانا چاہیے۔ اگر طہارت کو صرف ہاتھ پاؤں
میں پر نہیں سمجھا، تو اسلام کی کچھ پروسی نہیں کی۔ ظاہری طہارت تو باطنی طہارت
کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ پھر اگر باطنی طہارت حاصل نہیں ہوئی تو یہ ظاہری
طہارت بجااست سے بدتر ہے۔

ابھین حالات نامرضیہ کی وجہ سے اس ستم آباد شورشیدہ ہستی میں قدیم
سے یہ قاعدہ مروجہ بطور اصول موضوعہ چلا آتا ہے کہ جس شخص نے اوسط دماغ
و لوگ کے سطحی خیالات سے علیحدہ ہو کر ذرا کوئی بلند بات منہ سے نکالی اور نیک نیتی
اور عزم و مصمم کے ساتھ قوم کی۔ دینی۔ اخلاقی۔ اور ملی۔ اصلاح کرنی چاہی۔
ان کی دنیوی ترقی کے لیے درستی معاشرت، اشاعت تہذیب، تمدن اور
اسلام نظم و ملک کی طرف سے کیا گیا اس کے حالات سے تاریخی ادراک لبریز
ہیں ایمہ اہل بیت۔ ایمہ ارباب مجتہدین۔ اور جماعت اولیاء و علماء اوسن اور

اکابر دین کے تمام واقعات پڑھ جاؤ تو ان پر جو کچھ آفات و مصائب و بلات
ہجوم و رادہ و تمسکو معلوم ہو جائیگا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تشنہ جستگر
میدان کربلا میں شہید کر دیے گئے امام مالک بن انس کی اس ہیراجی سے مشکین
اندھی گئیں، کہ مفصل سے اُنکا بار و اکبر کیا۔ امام احمد بن حنبل کے پانچویں بیٹے

ڈالی گئیں۔ کوڑے اسے گئے۔ زخموں پر پٹائی لگائے گئے۔ پھر پھونکا گیا۔

اگر ایش زمانہ زہید اور کردہ اندر | ہر خون کہ ریخت غاڑ دے نہ

امام ابو بکر نابلسی کی کھال پھینچی گئی۔ امام ابو الحسن اشعری جھکے بھڑکے

کا آج دنیا سے اسلام کی کثیر آبادی دم بھرتی ہے ان کو لمحہ بٹھرا گیا۔

حجت الاسلام غزالی کی نسبت مشہور قول ہے۔ قال صدیق و قال زید

اہو زاز کفر دایات خبر نیست | خالق ہے ایمان را چہ دانی

خود ہندوستان میں حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی کے کتب

فتوے دیا گیا۔ شاہ دلی اللہ صاحب محدث دہلوی کو گمراہ ٹھہرا گیا مولانا

سے کفر کا فتویٰ کہ مظہر سے منگا یا گیا۔

مردان رہت کہ ترمیمی دانشد | دزدیدہ کو نہ نظر ان پہناند

ابن طرفہ رہت کہ حق را شناخت | مومن شد خلق کا فرش میخواست

غرض کوئی قتل ہو کسی کو زہر دیا گیا۔ کوئی جلا وطن کیا گیا۔ کسی کو سولی دی گئی

کوئی جس دوام میں مر گیا کسی کو فریب و ظلم سے ہلاک کیا گیا۔

محبت باعث رسوائی بسیاری گردد | ابکوے عشق اگر جبر علی آید خواری گردد

یہ تو ان اسلاف کے حالات ہیں جنہوں نے مخلوق کو ضلالت و سستیات میں مبتلا

سے پچائی کی کوشش کی۔ اور ان کے دین اور اخلاق کی اصلاح چاہی لیکن اپنے زمانہ

لوگوں کا بھی حال سن لو جنہوں نے اس زمانہ میں اپنی قوم اپنے ملک یا اپنے ولی

راہی اور یہودی و ترقی میں کوئی دقیقہ جہد کا اٹھا نہیں رکھا۔

سید احمد خان مرحوم جنگی عمر گرامی کا بہترین حصہ مسلمانوں کی خاص نیازی

اور ترقی کی دھن میں اور گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی میں بسر ہوا

ان نے جب رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھا، اور اس میں مسلمانوں کو بغاوت

تمام الزاموں سے بری ظاہر کیا اور وہ الزامات جو لوگوں کے خیال میں خود

گنہگار پر عائد ہوتے تھے نہایت دلیری و آزادی سے پوست کندہ بیان

کئے اور جو غلط اسباب عموماً انگریزوں کے ذہن نشین تھے۔ ان کی تردید کی

مطلوبی ظاہر کی تو مسٹر سیسل بیڈن نے جو اس وقت فارین سکرٹری تھے سر سید کے غلط

تہا بڑی اسیرج دی۔ اور یہ رائے ظاہر کی کہ اس شخص نے نہایت باغبانہ

تہا لکھا ہے اس سے باغابطہ باز پرس ہونی چاہیے اور اگر کوئی مسئول جواب

دے سکے تو حکمت سرا دینی چاہیے۔

اسی طرح سر سید کو قوم کی طرف سے کافر زندیق۔ دشمن مسلمانان اسلام و قوم کا حاجی

و مرید جو خطاب دیا گیا۔

در ہمہ شریکے فتنہ خواہید نماند | کہ سر باز دہ مرگان تو پیدا نکرد

اسی قسم کا دوسرا واقعہ سالار جنگ اعظم مرحوم کا ہے جو وزیر حیدر آباد دکن تھے

لی زبردست شخصیت کسی سے مخفی نہیں۔ انہوں نے اپنی زمانہ وزارت میں

یاست حیدر آباد دکن کی حکومت کو نہایت جانفشانی کے ساتھ ایسی مستحکم اور پائدار

بنیاد پر قائم کر دیا تھا کہ اس وقت تک سخت ترین حوادث و انقلابات زمانہ میں
جنہیں ہمیں دے سکے۔ اور انہیں کی حسن تدبیر اور تیغِ آصف جاہی کی مدد سے
انگریزی حکومت ہندوستان میں برقرار رہی۔ مگر گذر کے چند ہی سال کے بعد
محض اس وجہ سے کہ انھوں نے ڈیپنٹوں کی ناجائز مداخلت کو ریاست
اندرونی معاملات میں روکا تھا۔ دفعہ گورنمنٹ آف انڈیا کا انکو نہایت ناز
و دشمنی پیدا گیا شاہ پورجی پارسی نے مشیہ سنی کے سلسلہ کو نہایت خوفناک صورت
میں امیر کبیر ذاب رشید الدین خان مرحوم کے سامنے پیش کر کے یہ بات اُن
ذہن نشین کی کہ سالار جنگ مذہبی تعصب کی وجہ سے شیعہ جاگیر داروں اور
ملازمین کے حق میں ہر قسم کی رعایت کرتے ہیں۔ اور سنی جاگیر داروں کے ساتھ
سختی سے پیش آتے ہیں غرض اُن کو بھی سالار جنگ کی مخالفت پر آمادہ کر دیا
اور اُن کا سخت دشمن بنا دیا۔ آخر یہاں تک فوج پہنچی کہ سابق دیسار
لاؤڈلٹن صاحب بہادر نے مسٹر سائڈس۔ اور پھر سر رچرڈ میڈ صاحب کے یہاں
حکم بھیجا کہ سالار جنگ کو فوراً گرفتار کر کے مدراس میں قید کر دیا جائے۔
یہ ہی معاملہ والا جاہ مرحوم کے ساتھ پیش آیا۔ یہ ابتلا بہ نسبت دوزن و انعام
سابق الذکر کے زیادہ سخت تھا۔ حدیث شریفین آیا ہے کہ صاحب ایسان
بقدر اپنی صلاحیت و رقت دین کے مبتلا ہوتا ہے۔ اگر وہ دین میں سخت ہے تو اسکی
بلا بھی شدید ہوتی ہے اگر وہ دین میں ضعیف و رقیق ہے تو اسکی بلا بھی خفیف ہوتی ہے

نہ والا جاہ کی ذات متصف اور متضاد حیثیتوں کی مجموعہ تھی وہ عالم مصلح دین بھی
تھے اور موجدِ خالص اور عارف کتاب و سنت بھی۔ تاج و محکوم بھی تھے اور مجروح
عالم بھی۔ متوسل ریاست اور جاگیر دار بھی تھے اور صاحب اختیار و ذی اقتدار
بھی ایک طرف اگر ان کو خیر خواہی رئیسہ عالیہ اور سرسبزی و ترقی ریاست و مختلف اہل
ممالک کے حقوق کا لحاظ رکھنا پڑتا تھا تو دوسری طرف شوہر رئیسہ ہونے کی حیثیت سے
ان کے فرائض زوجیت کا خیال۔ مطابق شریعہ شریف درمیان عروہ کا تحفظ بھی رجحان تلقین کی
تھا۔ پرمخانب ریاست و گورنمنٹ برطانیہ نے انکو مٹا ہونے سے (مد نظر رکھنا
تھا۔ پھر آئین ریاست اور حکومت اعلیٰ کے مصلح اور باہمی تعلقات اور شرائط
مدناجات کی پاسداری بھی ایک لازم امر تھا اور ساتھ ہی اسکے ایک عالم دین
ہونے کے اعتبار سے نشر علوم شرعیہ تبلیغ احکام الہی اراشداد بدعات و سننات اور
شد و ہدایت خلق وغیرہ کے فرائض جو منجانب اللہ پائیدار تھے اور جنگ و وہ اپنی زندگی کا
تسلسلہ در حید تصور کرتے تھے انکی انجام دہی تو سب پر بالا ترقی اتیسے جان بخشیات شخص
کے لیے ضروری تھا کہ اس کو مخالفت کے انواع و اقسام کا سامنا کرنا پڑے اور
است سے مصائب جانکاه اُس کو برداشت کرنا پڑیں۔ جس تاریخ سے رئیسہ عالیہ
نادر مکان نے اپنا نکاح ثانی اُن سے کیا اور اُن کو اپنا معاون و مددگار نظم نسق
ریاست میں بنایا اُسی وقت سے اسباب مخالفت فراہم ہونا شروع ہوئے۔

چمن چمن در اول سودائے عاشقی	از مصحف جمال تو آمد بفصال
-----------------------------	---------------------------

ایک طرف ان کو احیاء علوم کتاب و سنت اور اصلاح دینی دہلی کی وجہ سے
آرباب بدعات و اصحاب مکابرہ و مجادلہ سے سابقہ پڑا۔ دوسری طرف مال
و مدد ہی رئیسہ عالیہ اور خلیفہ و تجدید قواعد و قوانین ریاست کے سبب
آرباب دول اور مال ضمیمہ فروش دنیا طلب سے معاملہ پڑا۔ جو حاکم الملک
کی طرح ہمیشہ رطب و یابس الزامات اور مواد فاسد جمع کرنے میں مشغول
مناسب وقت اور موقع کے متلاشی اور منتظر رہا کرتے تھے اور اس کوشش
لگے رہتے تھے کہ کسی طرح گورنمنٹ کے حکام اور چند عالم فزی اقتدار کو اپنا ہم
بن کر اپنے دعووں اور الزاموں کو زیادہ موثر اور پُر زور بنائیں۔

بہر حال ابتداء میں عقد و عناد و غیظ و غضب کی اس طرح ہوئی کہ اوّل اوّل
رئیسہ عالیہ کے نام شکایتی خطوط و اعتراضات ملے اور وہی والا جاہ متواتر آتا رہا
ہوئے جب انکا کوئی اثر مترتب نہیں ہوا تو پھر ریاست بھوپال اور اجمالیہ
اور ہونگ آباد سے والا جاہ کے نام تحویلات اور سبب ہاشم کی تحریروں گناہ
آئے لگین ۵

اوتار ہے دہان مشورہ قتل ہمارا	لو حضرت دل اور سنو تازہ خبر اور
-------------------------------	---------------------------------

جب اس نے بھی کام نہ نکلا تو مختلف اخبار و دن میں اکاذیب باطلہ شائع کر کے
والا جاہ نے ساتھ رئیسہ اور ریاست کو برا نام کرنا شروع کیا جب اس تدبیر میں
ناکامی ہوئی۔ تو نصیبہ دیوری ضلع مشرق بھوپال میں رئیسہ عالیہ اور والا جاہ کو

ریاست کے موقع پر بعض متوسلان ریاست نے سازش کر کے کھائے
اور دلوایا اور رئیسہ عالیہ اور والا جاہ کو استفراغ و اسہال شروع ہوئے
اسے رحم الراحمین نے اپنے فضل عظیم سے دونوں ہلاکت سے محفوظ رکھا والا جاہ لکھتے ہیں
مرا بابا اوسے دو لنگہ اقبال ما فاما اللہ تعالیٰ کجا زہر در کاسہ کردہ اجل موجود
نہود کار ہر دو بہتے واسہال کشید ۵

موتی بحال ان آؤت رات و صمت	فینک سبیل کست فہا با و حد
----------------------------	---------------------------

بہر حال جب یہ آخری ملک تدبیر بھی تقدیر کے آگے کام نہیں آئی تو ناچار
ایک اندیشہ مفروضہ کی بنا پر رئیسہ عالیہ کو بعض مستورات کے ذریعہ سے
ایہ عقم استمال کرائی گئیں والا جاہ لکھتے ہیں

در ایام خالیہ بوا و تنغیات رئیسہ عالیہ در سطاوسی معالجات قایلات

سارہ بعض اعضاء ریاست و اعزہ دولت او دیہ عقم بکار بردہ با انکرا میں آرزو
ہے کنار آید بحر رحمت الہی است انظر اسے خیال انزع ریاست میں شیوہ
سے چہ

اگرچہ یہ تدبیر کدھارگر تو ضرور ہوئی، لیکن اصل مقصد اب بھی پورا نہیں ہوا
لانہ والا جاہ پر انواع و اقسام کے الزامات نہ رہی، واسطی قائم کر کے

۵ روضہ غضب صفحہ ۶۷
۵ روضہ غضب صفحہ ۱۲۷

(۱) ترغیب جہاد اور گورنمنٹ کی مخالفت۔

(۲) مذہب و آیت کی تبلیغ۔

(۳) ریٹس عالیہ کو پردہ نشین بنا کر دہ دہی ریٹس کے نام سے تمام قوانین اپنے ہاتھ میں لے لینا۔

(۴) جاگیرات کی ضبطی۔

(۵) سختی بندوبست

(۶) ذواب قدسیہ یکم صاحبہ کو ریٹس عالیہ کا مخالف ظاہر کرنا۔

(۷) ریٹس عالیہ اور ذواب دلیحد صاحبہ بین الاموات پیدا کرنا۔

ان اہم الزاموں پر ایک تنقیدی نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ ان میں کہاں تک واقعیت ہے۔ اور وہ کیا وزن رکھتی ہے۔

اس سے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بہت کچھ تنقیدی اور عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ ہم اسی ترتیب کے ساتھ ہر ایک الزام پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔

اول الزام ترغیب جہاد

مسجد تہمت آزادی سرور گنہگار

این مڑا ہے است کہ بختا و ہم حدت

والاجاہ مرحوم نے اپنی بعض کتابوں میں مسائل شرعیہ کے ذیل میں جامعیت

کے حقوق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے مسئلہ جہاد کے متعلق علامہ سید حسن

نہجی کے رسالہ بانیان۔ اور سید عبداللہ بن عبدالباقی بنی کے رسالہ

تبارک کا ترجمہ اور اسی طرح دوسرے علماء متقدمین کے اقوال اور تحریر و نگو

ما جمع کر دیا ہے۔ اور بعض مقامات پر ان کا حوالہ بھی لے دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے

غیبن کتابوں میں بطور قول فیصل اپنی رائے مسئلہ جہاد اور زمانہ قدر ہندوستان

کی نسبت مختلف مضامین میں ظاہر کر کے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ پابندی شریعت

یہاں کے حدود و فاداری پر ثابت قدمی اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ لہذا انہیں نے

مذاہمت دلیری اور چالاکی سے والا جاہ کی تحریر و نگو دانستہ نظر انداز کر کے تحریرات

مضامین منقولہ کو بطور دستاویز اثبات جرم گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا۔ اور

مسئلہ جہاد کی محض نقل و بیان کو گورنمنٹ کی مخالفت اور بغاوت کا مراد

تھرایا۔ اور کتاب ہدایت السائل ترجمان دہلیہ۔ اقرباب السامع اور موعظہ

بنی مجموعہ خطب جس میں اتفاقاً مولانا امجد علی شہید کا وہ خطبہ بھی جو سکھوں سے جہاد

کرتے پر مبنی تھا چھپ گیا تھا۔ ان کو اپنے دعوے کی دلیل قرار دیکر حکام کے سامنے

پیش کیا۔ ع

جرم اس محمد بن محمد بن سلمان ہونا

نہجی بلکہ کسادین کہ پیش برہمن

جس قدر یہ امر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے اسی قدر مضحکہ آمیز بھی ہے

منہک آئینہ اس لئے کہ قرآن کریم کے صفحات کتب حدیث کے اوراق اور
 فقہ مرقومہ مثلاً لوطا دی۔ بکر الرائق۔ فضول عاویہ۔ شرح دماویہ۔ درر مختار
 فتاویٰ مالگیری۔ فتاویٰ قاضی خان۔ کنز۔ ہدایہ۔ قدوری۔ شامی
 وغیرہ کے ابواب مسائل جہاد سے بھرے پڑے ہیں۔ اور عربی۔ فارسی۔ ترکی
 پشتو۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ یونانی۔ لاطینی۔ اردو۔ انگریزی ہندو
 میں ان کے متعدد ترجمے شائع ہو چکے ہیں پچھ پچھ ان کو پڑھتا ہے۔ اور ان کے
 احکام سے کچھ نہ کچھ واقف ہے اور ان پر ایمان رکھتا ہے طرفہ تماشایہ ہے کہ
 خود مخالفین والا جاہ بھی جہاد کی فرضیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کبھی اس
 فریضہ دینی کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ مسلمانوں کے اعتقاد میں
 قرآن کریم کے ایک جملہ ابواب اظہار ایکے خدا کے انکار سے بھی مسلمان کاف
 ہو جاتا ہے۔

اسے دل طریق رندی از محاسب بیاورد	است است در حق او کس این گمان نالد
----------------------------------	-----------------------------------

مسئلہ جہاد کے اسنے میں۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ اہل حدیث۔ حنفی شیعہ
 خارجی۔ ناصبی۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ نجدی۔ ہندی۔ ہندو۔ سب برابر ہیں
 پھر کسی ایک شخص کو مشاۃ اللہ ٹھہرانا اور بدنام کرنا کمان تک جائز ہو سکتا ہے
 ہر جہاں کہ کئی راحت جان است لے

رسم انصاف مبادا و جہان بر خیزد	حیرت انگیز اور تعجب خیز اس لئے کہ گورنمنٹ برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت
--------------------------------	--

ہوئے ایک صدی سے زائد زمانہ گزرا۔ اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ تعلق
 مسلمانوں کی سلطنت برطانیہ کی زیر نگین ہے اس کو روزانہ اپنی رعایا کے
 حال و حرکات و سکنات کا مراقبہ اور احتساب کرنا پڑتا ہے۔ سیکرٹن عام
 میں موجود ہیں اور ہر زمانہ میں رہے ہیں گر کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کسی مسلمان
 شخص تفصیل احکام جہاد کی نظر سے کسی عیسائی یا کسی غیر قوم کو اردالاہو یا محض
 خدا کے نام سے کسی عالم یا جاہل مسلمان نے ہندوستان میں علم فساد بلند کیا ہو
 یا شاد کلا سے

مقل درین دار و دست نامد	عاقبت از صبر تہی دست نامد
-------------------------	---------------------------

پھر ایک ایسے عالم آشنہ ذی ہوش ہو جو ایک دوستدار گورنمنٹ اور
 عالمیہ کا شہرہ اور اسکا جہم اور دس ساز ہو، اور احکام قرآنی اور شرائط جہاد
 و عارف کامل ہو اور اپنے ارتقاء کے مراتب اور ترقی جاہ اور اختیارات میں
 گورنمنٹ کی نہایتیون اور احسانوں اور روز افزون عزت افزائیوں کا دل کے
 سون ہو۔ جس کے علم و فضل اور انتظامی کارناموں کی تعریف اور اعمال کا امتحان
 صاحبان عالی شان بہادر۔ اور ویرایان ہند اپنے خرائط و خطوط اور تقریروں
 اور پرائیوٹ چیمبروں میں متواتر کر چکے ہوں جو گورنمنٹ کی جہد و جدت سے
 غمخواری واقف ہو اور اپنی قوم کے اسباب پستی و تنزل کا علم رکھتا ہو اور اپنے
 پاروں طرف اور باب حسد و عداوت اور اعدائے ضمیر و ملت فروش کا جم غفیر

ایسے شخص کی نسبت کیا ایک لمحہ کے لیے بھی یہ یقین آسکتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کا
 کی مخالفت کا سودائے خام اپنے دماغ میں رکھ سکتا ہے اور ایسا خیال عمل میں
 لاسکتا ہے؟ کیا ایسا اہم واقعہ جو پشت از باہم ہر کر اخبارات اور حکام بالا
 پہنچ جائے اور رئیس عالیہ خلد مکان سے چکی بھری اور دساری کا دالا جاوے
 کہ ہر وقت جلوت و خلوت میں انتظار حاصل تھا پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ اور
 ظاہر ہونے کے بعد بھی رئیس عالیہ جیسی سچی و دستار و وفادار گورنمنٹ والا
 کی حمایت کو دولت برطانیہ غفلت کی پائدار خیر خواہی و وفاداری پر ترجیح دے
 پسند کرے؟ میرے نزدیک تو کوئی ذی عقل انسان ایسی ہوشمند اور وفادار
 سکندرت ایسی حقیر اور صریح برگمانی کرنے کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ پھر والا جاوے
 ذات پر ایسا اشتباہ اگر ممکنہ انگیز اور تعجب خیر نہیں تو کیا ہے؟ سچ یہ ہے کہ
 اور متوجہ ہونے میں ایک رستی بھی سانپ نظر آنے لگتی ہے۔

ہنر چشم عداوت ز رگتر عیب است	گل است سعدی و در چشم دشمنان
------------------------------	-----------------------------

آداب ذرا جدا شرعی کے نفس حقیقت پر بھی ایک نظر ڈال جائیں۔ فیہ سلم
 اپنی نادانیت یا غلط فہمی سے جدا شرعی کو خواہ کیسا ہی خوفناک لگے ہوں
 یہ لفظ ان کے قرائے تخلیہ اور نظام بھی پر کتنا ہی زہر ملا اثر ڈالتا ہو مگر حقیقت ان
 کو نہ چھپا یا مٹا سکتا ہے۔

گویند مر عشق گویند دشمنوید	شکل حکایت است کہ تقریری کند
----------------------------	-----------------------------

معاذ حقیقت ایک فرض دینی ہے اور تمام راہیوں کے مقابل میں سب زیادہ
 امن۔ کم خطر اور قیود و شرائط سے جکڑا ہوا ہے۔ وہ بجائے برامنی۔ بقاوت
 آزادی۔ اور وحشیانہ زندگی پھیلانے کے جو موجد زمانہ میں بعض مہذب یورپ
 کیوں کے محاربات کا پیش خیمہ ثابت ہو چکی ہیں۔ انسانوں کی بے پناہ تلوار و کمر
 لہاں غیر متعارف لوگوں کے قتل و ہلاکت سے روک دیتا ہے۔ وہ معصوم زن و مرد
 و اطفال کی خوریزی اور شاخ صوات کے قتل و ہلاکت کو ہرگز جائز نہیں رکھتا۔
 اور مسلمانوں کے ہاتھوں کو برامنی اور قسطنطنیہ و خداداد اور بقاوت کرنے سے باز رکھتا
 ہے، مسلمانوں کی تمام خود مختاری۔ اور طبعی آزادی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اس لیے
 کہ شرعی جہاد کے وقت مسلمانوں کے تمام افعال و حرکات و سکنات اور مصلحت ذاتی اور
 نفسانی خواہشوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کے صفحات سب
 کے سامنے کھلے ہوں۔ ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ قرآن کریم جہاد کرنے کی صورت اسی
 حالت میں اجازت دیتا ہے جبکہ عبادات و شعائر اسلام کے ادا کرنے سے کوئی شخص
 یا قوم جبر و ظلم و تعدی کے ساتھ مزاحم ہو۔ مسلمانوں کو بعض مخالفت مذہبی کی وجہ سے
 ستائے ان کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرے، تمام کتب حدیث کو پھیل
 و تمکو معلوم ہو جائے گا کہ جہاد شرعی اس وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ مسلمان
 غیر مسلموں کی۔ عایا نہوں اور امن و امان کے ساتھ نہ رہنے پاتے ہوں۔ اور
 ان کے ہاں بچے اور مال و اسباب غیر مسلموں کی حفاظت میں نہ ہوں۔ اور کسی قسم کا

اُن مین عہد و پیمان نہ ہو، اور اپنی طاقت پر فحیابی کا پورا بھروسہ نہ کرے۔
ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں یہ امور و شرائط مفقود ہیں۔

اسلام اُن ملکوں پر بھی حملہ آور ہونے اور وہاں کے باشندوں سے لڑنے کو منع کرتا ہے جہاں کُفار کی حکومت ہو یا کثرت سے کُفار آباد ہوں لیکن مسلمانوں کو تیسرا جہاد دے گا شمار اسلام اور اذان و اقامت سے روکا نہ جائے اور احکامات بحال نہ ہوں کامل آزادی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی ملک پر چڑھائی کرتے تھے تو اُس وقت تک حملہ آور نہ ہوتے تھے جب تک کسی نہ ہو جاتی۔ پس اگر آپ وہاں سے اذانِ صبح کی ادا سن لیتے تھے تو پھر حملہ نہیں کرتے تھے۔

قرآن کریم نے جہاد کو نہ صرف اُگن اسلام اور مسجد و دن کی حفاظت کا ذریعہ بٹھرایا ہے بلکہ یہودیوں کے کلیسا اور عیسائیوں کے چرچ کی حفاظت کو بھی اُس کا جز و ٹھہرایا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَلَوْ كَادَفَعَاللّٰهُ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهَلَّامَتْ صَوَاحِبُ وَيَبِيعُ وَصَلَوَاتٍ وَمَسَاجِدُ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا اور اگر خدا تو لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ بچائے تو عیسائیوں کے گرجا اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب ڈھا جائیں۔

جسٹس جہاد کے اہم شرائط اور جہاد و عدم جہاد کو خود والا جاہ مرحوم کی زبان سے سنا چاہیے۔ وہ اپنی کتاب میں آیا لکھوا ہے مطبوعہ ۱۳۳۲ھ کے صفحہ ۳۴ میں لکھے ہیں۔

۱۔ اہل علم اختلاف دارند در آنکہ ہندوستان بعد از درآمدن در قبضہ قدر محکّم انگریزی دارالاسلام است یا دارالحرب فتویٰ حنفیہ آن است۔ دارالاسلام است۔ و چون براسلام باقی ماند جہاد در آن یعنی چہرہ بلکہ سلب از گناہ کبیرہ از کبار باشد۔ و نزد بعضی کہ دارالحرب است شیل علمائے ہند۔ و ہر کہ موافق ایشان درین مدارک و مفاہیم ہست۔ پس نزد دوسرے نیز جہاد درین ملک با اصرار و حکام کشیدہ باشند یا غیر ایشان ہرگز نہ دانست۔ بہت آنکہ تازہ دار حرب ہجرت گزیدہ ہل اقامت در ملک دیگر از دیار اسلام نیاندازند۔ در سرزمین دارالحرب شستہ جہاد کردن مذہب حکماء و مسلمانان قدیم و حدیث نیست۔ علاوہ آن از ہر اسے جہاد شرط نخستین بیعت کردن است با کسی کہ اوصاف امامت بر وجہ کمال داشته باشد و اہل حل و عقد اُن را پسند کنند و مردم دشمنند صاحب الراسے امامت اورا قبول دارند۔ و بعد از بیعت بردست او اگر دیگرے دعویٰ امامت کن یا غی بشد۔ و دوران معرکہ زن و طفل را نہ کشند۔ این ہمہ شروط در زمان غدر

۱۔ یہ کتاب راجعہ اند آخر حق خطا لا جاہ و از روایت علامہ سے دو تین مسائل قبل تالیف ہو چکی تھی

بزرگوار است که منفق و بدو تا زمان حاضر و وقت موجود نیز معدوم است
 بر بنا و شریعت اسلام بیچیکے را از مسلمانان چند دین ملکیت جہاد
 بلکہ اندیشہ آن در خاطر گذرانیدن نمی رسد۔ و ہر کہ میدان صفت
 یا بجمع مردم پر داختر آتش جدال و قتال افزا دزدے در حقیقت
 خلاف منشائے شریعت خود کرده باشد۔ و بہ امید دروغ جان و مال
 خود دیگر مردم را برباد داده و مرناسبتہ کہ اجر بیچ عمل کہ از ہر اسے ناکہ
 و دران رجا و ثواب دارند حاصل نمی شود اگر دقتیکہ آن عمل موافق حکم
 خدا و رسول اوداق شود۔ و چون وقوع آن بر مقتضائے آمال و انانی خود
 رہا بقیود شرع کار نہانرا اثر آن جز خسران و نیا و آخرت دیگر نیست۔
 پس آئسے چل کر امام کی نسبت جس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت ہو سکتی
 کہتے ہیں۔

”این چنین امام خود در زمان عزیز الوجود است تا آنکہ اگر راست پرسی
 لو کہ اسلام کہ امر و نہ حکمرانی در جہان می کنند صفات امامت در خود حاصل نہ
 علی اتفاق کرده اند ہر آنکہ احکام شریعت تعلق بہ ہر داسم نہ اند بلکہ حقیقت
 آن شے و اسرار در تحویل احکام اسلام تاثیرے نیست۔“
 آئسے کتاب بین ہنگامہ غدار و الیان ریاست کے معاہدہ دوستی اور گزشتہ
 کی و فاداری بین ثابت قدم رہنے کے نسبت کہتے ہیں۔

در حدیث ابو ہریرہؓ مرفوعاً آمدہ۔ کہ من کا یفی لینی عہد عہد کا
 عہد و کنت منہ دواہ مسلکہ گویا غدار را از اسلام بیرون فسترد
 و این احادیث کبیرہ بودن عہد و نقض عہد است خواہ مسلمان باش
 مسلمان و عہدین است نہ تار جمہور اہل علم و برین است عمل اہل اسلام
 و عہد شہا۔ و از بیخاست کہ لو کہ مسلمانین و رؤسا بہر کہ از اہل دولت
 است معاہدہ دوستی و معاہدہ عدم حرب و جز آن می کنند در حفظ عہد و
 و شین تا آخر زمان می کوشند و نقض آنرا خلاف شرع اسلام دانستہ فی
 خلاف و جنل گناہ بزرگ و یوفائی می شناسند و این معاہدہ کہ در میان
 و رؤسا صورت می بندد۔ رعایائے آن ریاست نیز در آن بدالاست
 و التزامی جنل می باشد۔ و ایفا در آن عہد واجب است بر ذمہ
 است ایشان۔ گو ذکر عہد رعایا در وقت آن معاہدہ در میان نیامد باشد
 نہیں معاہدہ گویا از طرف ہنگمان عہدی بندد نہ از طرف ذات خود تنہا
 معاہدہ و معاہدہ عین اقرار و اعتراف تابعان درست۔ و عہد ہاشمی
 در زمان غدر ہند اسکران دولت بطلانیہ منحرف شدند و انچہ کردہ براہ
 دانی کردند۔ اما رؤسا ہن بچان بر معاہدہ خود استوار ماندند و عہدین است
 ایان شان ایشان و در غر و حکم دین و ایمان ایشان۔ و ہر کہ خلاف آن کردہ
 کند۔ و نہ تنہا نزد حکام مجرم قرار یافتہ بلکہ در دین خود نیز غادر و ناقض

عہد و اکت عقد و مرکب کبیرہ باشد۔ و آنچه پاداش آن روز مشربین
این آفت است ظاہر آنست کہ عہد و موافقت رد سائے ہند بادولت
نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن معقود شدہ است۔ و بمسائل چند مرطوط
اور ۴۰ نامہائے ہر واحد از انہا بسوط است۔ پس این زمرہ امر او جاد
کہ معاہدہ این عہد و مضبوط و موثر ہرگز نمی رسد کہ سرسواذ موافقت
مورہ مقبولہ طرفین برگردد۔ و خود را بہ شکستن این اقرارات و اختیار
دائیمہ جہاد است و بخوان رسوائے دنیا و آخرت گردد۔ و بہ پاداش
در ہر دو جہان، نوار دینے مقدار گردد۔

قرآن و آیہ مطہرہ شریفہ کے صفہ مدین کہتے ہیں کہ جہاد کے معنی
ہیں جو عین اور سرسید احمد خان بہادر نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی نکتہ چینی کے جواب
میں لکھے ہیں، نہ یعنی جو ان لوگوں (یعنی مخالفین) نے اپنی طرف سے تراش
ہیں۔ اور ایجاد کیے ہیں۔

اسی قسم کے متعدد مضامین انھوں نے اپنی اردو۔ فارسی اور عربی تالیفات
میں لکھے ہیں جسکا یہاں نقل کرنا غیر ضروری ہے۔

دوسرا الزام تبلیغ و ابیت

اس الزام سے بھی مخالفین کا یہ ہی مقصود تھا کہ دالاجاہ مرحوم کو ترغیب

نہایت گورنمنٹ کے ساتھ انہم کیا جائے

نے گرچاک شد در عالم رندی چاک | جامہ در نیک نامی نیزی باید در یہ
در نہ تیو ظاہر ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ جو سب سے زیادہ آزادی مذہب
کا حامی ہے اس کو کسی کے مذہب و مشرب سے کیا سروکار ہے۔ لیکن گورنمنٹ
مسلمانان ہند کی طرف سے سوءظن پیدا ہونے کا اور ان کو دہائی سمجھنے کا
مذہب ہوا کہ اٹل شلہء بین ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے جو ہندوستان کے برہمن
ن سے تھے ایک کتاب (اور ایڈین سلما نفر) کے نام سے ہندوستان کے
مسلمانوں کے مذہبی خیالات پر لکھ کر شائع کی اس کتاب میں انھوں نے یہ ثابت
کرنا چاہا کہ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو گورنمنٹ سے لڑنا
اور جہاد کرنا اپنا مذہبی فرض جانتی ہے، اور وہ ابیت و بغاوت مترادف الفاظ
ہیں۔ پس گورنمنٹ کو ان کی طرف سے مطمئن اور اس پر واز ہونا ہی ایسی کتاب
میں ایک مقام پر لکھا تھا کہ تمام مسلمان اپنے بغاوت سکھائے واسے پیغمبر کی
نہر آمیز نصیحتوں کو نہایت ذوق و شوق سے سنتے ہیں اور ایسے بہت تھوڑے
ہیں جو اپنی تیزی طبیعت سے اپنی شریعت کا کچھ اور مطلب ٹھہرا کر بغاوت کے
فرض سے بچ جاتے ہیں۔ اگرچہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں
یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کتاب کے مضامین صرف ہنگالہ کے مسلمانوں سے متعلق ہیں

۱۵ حیات جاوید حصہ اول باب پنجم صفحہ ۱۱۲-۱۱۱

کیونکہ میں صرف اُنہیں سے زیادہ واقف ہوں۔

لیکن جو فقرے اُن کی کتاب کے عنوان میں لکھے گئے تھے وہ یہ تھے۔
”گیا چارے ہندوستان کے مسلمانوں پر از رو سے بیان لکھا۔“
انعامت کرنا فرض ہے؟

”ان نفرون سے صاف عیاں ہے کہ انہوں نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں
سے گورنمنٹ کو بدگمان اور غیر مطمئن بنانا چاہا تھا۔“

اس پر طرہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایسے وقت میں شائع ہوئی جبکہ مسلمانوں
غدار کی یاد انگریزوں کے دلوں میں تازہ تھی اور بنگالہ کے مسلمانوں پر وہاں
کے قیومین مقدمات چلائے جا رہے تھے اور بہت سے قید کر دیئے گئے تھے۔
اُن کے لئے جس دھرم پر عبور دریاے شور کی سزا تجویز کی جا رہی تھی۔ اسی اثنا
میں سخت واقعات سے مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ بنگالہ کو ایک مسلمان نے قتل کر
تھا۔ ان حالات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایسے وقت میں ڈاکٹر اشرف صاحب
جیسے عزیز اور بزرگ شخص کی کتاب نے انگریزوں کے دلوں پر کیا اثر ڈالا ہوگا
اور ان کو مسلمانوں کی جانب سے کس قدر بدگمان کر دیا ہوگا جس وقت
یہ کتاب شائع ہوئی اور سید مرجم کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے فوراً احساس
منگا کر دیکھا اور اس پر ایک تفصیل ریزی لکھ کر پاپو نیو گینیا کے متحدہ پرچم میں چھپوا کر
شتر کیا۔ سر سید اپنی اس ریزی میں لکھتے ہیں ”کہ میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ کتاب

شخص کی لکھی ہوئی ہے جو مسلمانوں کا بڑا دوست ہے نہایت شوق سے
پہلی شروع کی۔ مگر انہوں نے یہ کہ لکھو اس کے پڑھنے سے بڑی مایوسی ہوئی
یہ اختیار منہ سے نکالا کہ خدا بھگوان میرے دوستوں سے بچا ہے۔“

سر سید نے اس ریزی میں نہایت وضاحت کے ساتھ روشن شہادتوں
ڈاکٹر اشرف صاحب کی غلطیاں ظاہر کیں۔ اور فرقہ دہائیہ کی مختصر تاریخ شروع
تک لکھی۔ اور جہاد کے شرائط اور ولایت کے اصول نہایت تشریح کیے
یاں کیے۔ اور بلند آہنگی کے ساتھ اس کا اقرار کیا کہ میں خود کالی ہوں اور کالی
ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔“

”حافظ احمد حسن صاحب مرحوم نے اسی ریزی کو آیاتِ نقل کتاب کے طور پر نہایت
مفہم۔ اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ہنری ایس کنگ اینڈ کمپنی کے
پریس کارن ہل واقع لندن سے چھپوا کر شائع کیا۔ اور لندن میں جا بجا اس کو
تقسیم کیا۔“

چونکہ ہندوستان کے مسلمان اب بھی مذہب و ولایت کی حقیقت سے بہت کچھ
نا آشنا ہیں۔ اور مذہب و ولایت اور مذہب اہل حدیث کے فرق کو بہت کم فہم
کر سکتے ہیں۔

اراہتی انشاء کردند	پیران جاہل شیخان گمراہ
--------------------	------------------------

اس لئے اختصاراً اول ہم مذہب اہل حدیث بیان کرتے ہیں، اس کے بعد

فرقہ و آبی کے مختصر حالات اور دہائیت کے اصول و حقیقت کی تشریح کیے۔

مذہب اہل حدیث

واقعہ یہ ہے کہ ہمد رسالت میں سوائے کتاب اللہ کے نہ کوئی کتاب جاری کی گئی تھی، نہ فقہی احکام کسی کتاب میں جمع کیے گئے تھے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ تھا کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرتے اور اگر کچھ دریافت کرنا ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے یا خود آنحضرت کوئی حکم فرماتے یا کوئی ارشاد کرتے یا کوئی کام کرنا تو جو لوگ اُس وقت موجود ہوتے وہ اُس کو یاد کر لیتے۔ اور جو اُس وقت پیدا ہوتے ان کو وہ بات معلوم نہ ہوتی۔ علاوہ اس کے چونکہ آنحضرت عادات و عبادات و سنن و عبادات میں ہر وقت کسی ایک خاص امر کے پابند نہیں رہا کرتے تھے اس سبب سے بھی بعض باتیں بعض لوگوں کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ ایسی باتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تبلیغ احادیث اور ان کے مطابق فتویٰ دینے کے لیے ایک جماعت صحابہ قائم ہو گئی تھی جن میں یہ لوگ شامل تھے۔

خلفاء راشدین: عبدالرحمن بن عوف، ابن مسعود، ابی بن کعب، معاویہ بن عمار بن یاسر، حذیفہ بن یمان، زید بن ثابت، ابوذر داؤد، ابوموسیٰ اشعری، سلمان فارسی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پائی۔ اور خلافت راشدہ کا زمانہ آیا اور کثرت

کتاب مفتوح ہوئے، تو اُس وقت صحابہ متفرق ہو گئے کوئی شام چلا گیا کوئی عراق کی مقصود کوئی بصرہ۔ وہاں بھی اُن کا طریقہ یہ ہی رہا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتے یا کہتے دیکھا یا سنا تھا۔ اُس پر خود بھی عمل کرتے تھے، اور دوسرے بھی یہی باتیں تلقین کرتے تھے۔ اتفاق سے اگر ان کو کوئی جدید بات پیش آ جاتی تھی تو وہ کسی دوسرے صحابی سے جو وہاں موجود ہوتا پوچھ لیا کرتے تھے، اور اگر ان کو کسی معاملہ میں کوئی صریح حکم کتاب و سنت میں نہیں ملتا تھا تو منصوصاً قرآن و حدیث پر غور کر کے اُسی پر اس معاملہ کو قیاس کر لیا کرتے تھے۔

بعد صحابہ کے جب تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی صحابہ کے اسی طریقہ پر عمل کیا، جو صحابی یا تابعی جس ملک اور جس شہر میں ہوتا سب لوگ اس ملک اور اس شہر کے اسی صحابی یا تابعی سے مسائل دین اور فقہ حدیث حاصل کرتے اور اُس وقت تک اس کے فتوے سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ جب تک کسی دوسرے صحابی یا تابعی موجود وقت سے کوئی بات معلوم نہیں کر لیتے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ حضرت ابن عمرؓ کے فتوے پر عامل تھے۔ اہل کوفہ حضرت ابن مسعودؓ کے فتوے پر چلتے تھے۔ یہی حال دوسرے مکہ، مدینہ اور شہر و کھنڈا میں طبع پر اگرچہ علماء بعض مسائل میں لوگ مختلف تھے، مگر کوئی کسی پر گتہ چینی نہیں کرتا تھا، نہ کوئی کسی کو برا بھلا کہتا تھا۔ کیونکہ سب کا مقصد اتباع کتاب و سنت تھا۔

دوسری صدی کے وسط میں جب فتوحات کی کثرت ہو گئی نئے نئے لوگوں سے

سابقہ پڑا فوسد امام کے مفاسد دینی اور زناات فتنی لگی ائمہ کھڑے ہوئے
اس ضرورت سے احادیث اور فقہی مسائل کی تدوین اور ان کے جمع کرنے کی
لوگوں کو توجہ ہوئی ہے

آئادہ گشتہ ام و گرامش بنظارہ را | پیوند کردہ ام جبگر پارہ بارہ را
سب سے پہلے احادیث کو محمد بن شہاب زہری نے تدوین کیا پھر شعیب بن
اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں۔ معمر بن راشد نے یمن میں۔ ابن جریج نے کوفہ
اسی طرح سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔ وکیع بن مسلم نے
شام میں جریر بن عبد الحمید نے یمن میں محمد بن مبارک نے مرو و خراسان میں
اور ہشیم بن بشیر نے شہر واسط میں احادیث کے جمع کرنے میں کوشش کی اور
سھوڑے زمانہ میں ایک ذخیرہ کافی حد تک جمع ہو گیا۔ اسی زمانہ میں مسائل
کی تدوین بھی عمل میں آئی اور مذاہب اربعہ یعنی مذہب حنفی و شافعی و مالکی اور
حنبل کی بنیاد پڑی۔ سب سے پہلے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جو بہت
عابد راہ اور متورع کامل تھے اور جنکو خدا نے قوت اجتہاد اور استنباط مسائل
کی خاص طور پر قدرت عطا فرمائی تھی، اپنے شاگرد امام مخفی کی روایات حدیث
واقوال اور اصول پر مذہب حنفی کی بنیاد قائم کی، فقہائے کوفہ نے اس کو چھان
اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ خلافت عباسیہ کے زمانہ میں امام صاحب کے شاگرد رشید
فاضل ابو یوسف کی امارت قضا اور تملط عام نے اور امام محمد صاحب کی تالیفات

اس مذہب کو تمام عراق و خراسان و ماوراء النہرین پھیلا دیا اس کے بعد
یہ مشہورہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے جو حدیث و فقہ اور زہد و ورع کے
دل و عارف تھے، مذہب مالکی کی بنیاد ڈالی۔ ان کی ساری نظیر صحیح ذراع کتاب
و فائز اسلامی دنیا میں شہرت و قبولیت عام حاصل کی۔ ان کے شاگرد زیاد
بن عبد الرحمن بیطور۔ اور یحییٰ بن یحییٰ اندلسی وغیرہ نے اطراف مغرب و اندلس
میں خلیفہ مرتضیٰ بن حشام کے خلیفہ حایت میں جو متصرب اللہ کے لقب سے لقب تھا،
اس مذہب کو خوب فروغ دیا، اس سے پہلے لوگ اور زاعی کے طریقہ پر تھے اسکے بعد
امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جو معارف کتاب و سنت کے امرا و زہد و عبادت اور
توقی و علمائے دین میں بڑا درجہ رکھتے تھے، ایک کتاب اصول کی نئے طرز تالیف کے
مذہب شافعی قائم کیا، اور اگلے دو مذہبوں میں جو کی رنگی تھی اس کو پور کیا۔
اصل یہ ہے کہ امام شافعی سے پہلے صدیوں سے وہ عام شہرت نہیں پائی تھی جو ان
کے زمانہ میں اس کو حاصل ہوئی۔ اسی سبب سے جیسا کہ دراسات اللیب میں لکھا ہے
حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اُتْرُکُوْا قَوْلِيْ يَقُوْلُ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْبَغِيْ رَسُوْلُهُ اسلم کی حدیث کے مقابل میں میرا قول چھوڑ دو
امام شہرانی کہتے ہیں۔ لَوْ عَاشَ ابُو حَنِيفَةَ اَلْيَصِيْحَةُ لَكَ اَدْبَارُ لَيْلِكَ اَلْقِيَاسُ
اگر امام ابو حنیفہ زندہ رہتے تو وہ حدیث صحیح کے مقابل میں قیاس ترک کر دیتے
اس لیے کہ کثرت قیاس کا عذر سوجہ یہ ہی تھا کہ ان کے زمانہ میں احادیث صحیح

موجودہ تین امام شافعی کا قول ہے۔

اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهُبِيْ جَبْ حَدِيثُ پابہ صحت کہہ کر
جائے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔ ان تین میں سے کسی کی طرح تمام احمدیوں میں سے
مذہب حنبلی کی بنیاد ڈالی، ان کا طریقہ اجتہاد رائے و قیاس جداگانہ اور اصالت
کتاب اور معاخذات روایت سے قریب تر تھا۔

ہر حال دوسری صدی کے وسط میں یہ چاروں مذہب قائم ہوئے اور عقائد کے
اعتبار سے ان چاروں مذہبوں کے لوگ تین گروہ پر منقسم ہو گئے۔ اشعری۔ ماتریدی
حنبل۔ اشاعرہ۔ اور ماتریدیہ میں دس بارہ مسائل کا اختلاف ہے۔ حنابلہ اور
اشاعرہ و ماتریدیہ میں صرف تین چار ہی سئلوں کا اختلاف ہے بعض علمائے ان تینوں
گروہ کے معتقدات میں تطبیق دیکر اختلافات کو فروع فقہی بتایا ہے و شد الحمد۔

ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے کہ چوتھی صدی کے قبل کسی ایک تین مذہب پر
کامل تقلید کا اس زمانہ تک رواج نہیں ہوا تھا نہ کوئی حنفی و شافعی وغیرہ کہلاتا تھا
بعد میں بنی امیہ اور بنی عباس کے عہد خلافت میں ایک حکم قائم مسلمانوں کے نام
اس مشنوں کا جاری ہوا کہ وہ ان چار فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کے مذہب کو
قبول کر لیں چنانچہ اس حکم نوری کے بعد جو لوگ اس کے خلاف ورزی کرتے تھے
انکو سزا دی جاتی تھی۔ اس زمانہ سے آزادی رائے و تقریر کا دروازہ سد ہو گیا
تاہم محدثین خفیہ طور پر طریقہ سلف صالحین پر قائم رہے۔ ان کا طرز عمل یہی رہا

کتاب الکی، اور احادیث مصطفوی، اور آثار صحابہ پر عمل کرتے تھے اور
کسی مسئلہ میں ضرورت ہوتی تھی تو وہ فقہ کی جانب رجوع کرتے تھے، ان کو
میں سے بحث نہ ہوتی تھی کہ فقہ حنفی ہو یا فقہ شافعی فقہ مالکی ہو یا فقہ حنبلی۔
مفتی مسائل پر غور کر کے جس مسئلہ کو اشارات و مقتضیات و عمومیات کتاب و
کے مطابق پاتے تھے ان پر عمل کرتے تھے۔

اسکے پیروی حلقہ گمراہ آورد
انی رویم براہ ککار دان رفت است
ان کا عمل حضرت سالم کی مایں روایت بر تھا۔ اَلْکَلْبِیْنَ حَسْبُکُمْ شَکَّیْکُمْ
مخارے لیے تمہارے نبی کی سنت کافی نہیں ہے؟
ابو عیسیٰ نے اس حدیث کو حسن صحیح کیا ہے۔ محدثین نے عقائد میں اشعری۔
ماتریدی۔ اور حنبلی کسی کی طرف بھی مشوب ہونا پسند نہیں کیا، ان کا یہی قول
رہا۔

مازیدی و اشعری ہمہ خوب	ایک طور سلف بود مرغوب
چمیت وانی عقائد ایشان	انتخاب فرمائید ایشان
پائے بر پائے مصطفیٰ رستن	بسر خویش نے زیارتن

حضرت سید الطائیفہ جنید بغدادی فرماتے ہیں۔ طَرِيقَتَنَا هَلْ بِهَا مَسِيْرَةٌ
یا لکتاب و السنۃ بتقدیر ہمارا طریقہ اتباع کتاب و سنت پر مبنی ہے۔
اس مختصر سرگزشت سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جماعت محدثین اور علمائے سنت کی

تیس ہند رسالت میں ہوئی اور وہ زمانا بعد زمان وقت ہند
ہر ملک میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ کتاب و سنت پر ان کا عمل کرنا اصل دین تھا
وہ واقعات اور سوانح زندگی کے ذکر سے طبقات اور سیر کی کتابیں لبریں ہیں۔
تمام عرب و عجم۔ اور یورپ و ہند کے کتب خانوں میں موجود اور مشہور ہیں۔
ہیں۔ بیان ماضی سے یہ بھی عیان ہو گیا کہ مسئلہ خاص جہاد میں تمام فرقہ گار
فدائاً و حدیثاً و اعتقاداً و عملاً یکساں ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مقدس
جماعت کے نام کے ساتھ ہندوستان میں وہاں ہیت کے واپس لایا گیا کہ
سے ہوا اور کیونکر ہوا اور کس غرض سے ہوا اس کے لئے ہر کوئی شہر بخدا اور مصر کی
کی ورق گردانی کرنی چاہیے۔

مذہب رقبہ و ہابیہ

بازگوار خجند و از یاران نجد

عبدالوہاب جنگی طرف غلطی سے مذہب دہابی منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ بخدا کے
رہنے والے تھے انھوں نے نہ کسی نے مذہب کی بنیاد ڈالی نہ کسی مذہب متین
کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اصل داعی الی المذہب ان کے بیٹے محمد تھے ان کے
بیٹے مذہب دہابی کے اگر اس کو مذہب محمدی کہا جائے تو زیادہ موزون اور
واقع کے مطابق ہے۔ سلسلہ نسب ان کا یہ ہے۔

محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن زید
بن مشرک۔
یہ قبیلہ مضربا بنی تمیم میں سے تھے سلسلہ ہجری میں شہر عنایتہ میں جو بلاد
میں واقع ہے پیدا ہوئے اور وہیں ان کا نشو و نما ہوا۔ مبادی علوم
علیم انھوں نے اپنے والد سے پائی پھر تفصیل علم کی غرض سے وہ حرمین شریفین
میں پہنچے اور حج و زیارت نبویہ سے فانی ہو کر مدینہ منورہ میں شیخ علی بن
جوابہ الموالہب لعلی و مشقی کے تلامذہ میں سے تھے کمالات علمیہ کی تکمیل کی
اور اپنے والد کے ہمراہ مقام خریملا میں سکونت گزین ہوئے۔ جب ان کے والد
انتقال ہو گیا تو وہ اپنے مسقط الراس شہر عنایتہ میں چلے آئے۔ ان کا اور ان
کے تمام خاندان کا مذہب حنبلی تھا۔ یہ وہ ہی مذہب ہے جس کو۔ حقیرت شیخ
عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ جیسے خلیل اولیاء کبار کے مذہب ہونیکا شرف
مل ہے۔

محمد بن عبد الوہاب نے اگرچہ اپنے طریقہ کی بنیاد۔ علامہ شیخ الاسلام العباس احمد
بن عبد الحکیم بن عبد السلام بن تمیمہ اور علامہ شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن
علی بکر بن القیم جو رضی اللہ عنہم کے اتباع طریقہ پر رکھتی تھی جو افضل علماء
حنابلہ میں سے تھے۔ مگر اصل یہ ہے کہ ان سے طریقہ مذکور کی معرفت میں متعدد غلطیاں
بھی ہوئی ہیں جو اباب علم سے پوشیدہ نہیں ان کے مؤلف رسائل عرب میں مشہور

ہیں، ان میں مقبول اور غیر مقبول دونوں قسم کے اقوال شامل ہیں۔ سید سلیمان داؤد بغدادی نے ان کی تردید میں ایک رسالہ صلیح الاخوان کے نام سے لکھا، اور اس میں ان کے اتباع اور شاگردوں پر رد و قرح کی، چونکہ یہ بھی صواب و خطا اور راجح اور مرجوح سے خالی نہ تھا اس لیے مشہور نہیں ہو سکا۔ شیخ محمد بن ناصر حازمی نے جو قاضی محمد بن علی شوکانی کے شاگرد ہیں بطور حاکم بن المقرئین ایک رسالہ بنام فتح الممان فی الترجیح الراجح و التزیف الزوال من صلیح الاخوان تالیف کیا۔ اور اس میں حق و باطل و خطا و صواب کی تفصیل کی۔ بہر حال محمد بن عبد الوہاب کو عینیہ میں اگر دعوت مذہب کا خیال پیدا ہوا تو اس کا اعلان کرنا چاہا۔ جب فرقہ قرامطہ کو اس کا علم ہوا تو وہ ان کا مخالف ہو کر برسر نساد ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر محمد بن عبد الوہاب عینیہ کو چھوڑ کر شہر درعیہ میں چلے آئے اور ابن سعود امیر درعیہ کے ظل حمایت میں پناہ لی ابن سعود کا نام بھی ہوتا ہے۔ ملیم جبریل غوری نے جو ایک عیسائی عالم ہے اپنی کتاب آثار الادیان میں اور کرکس ایڈورڈ فائڈیک نے اپنی کتاب مرآۃ الارضیہ فی الکرة الارضیہ کی چوتھی فصل میں محمد بن عبد الوہاب اور ابن سعود کے حالات اور جماعت دہلیہ کے خراسانیوں کے تاریخی واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں جو غالباً ترکی تاریخوں سے اخذ ہیں چونکہ دہلیوں کی جنگ وادب و پیش سالہا سال عربوں سے اور خاص کر ترکوں سے رہی ہے اس لیے جو واقعات ترکی تاریخوں سے اخذ کیے گئے ہیں وہ کسی طرح کلیتہً اغراق

سائنس کی آمیزش سے متراہین خیال کیے جاسکتے ناہم ان واقعات سے یہی حکم کہ محمد بن عبد الوہاب کے حالات اور دعوت دہلیت پر بہت کچھ روشنی پڑاتی ہے۔ محمد بن عبد الوہاب اور اس کی دعوت دہلیت کے متعلق ایک جگہ گاندھارا مرتب کیا ہے جس کسی کو جماعت دہلیہ کے تفصیل حالات پڑھنا ہوں وہ اس کار کو مطالعہ کر سکتا ہے ہم ان تمام تاریخی واقعات سے جو تہہ اخذ کر کے ہیں یہ ہے کہ محمد بن عبد الوہاب حنبلی مذہب نئے اور اتباع مذہب میں وہ علامہ محمد بن عیسیٰ اور علامہ ابن جوزی کے طریقہ کی پیروی کیا کرتے تھے ان کے دو فقہ سائل ہیں احوال مقبول اور غیر مقبول دونوں شامل ہیں جس مذہب کی وہ لوگوں کو دعوت دہلیت کرتے تھے وہ مذہب حنبلی تھا جس کو عامہ ہمدان کے مخالفین نے مذہب اہلی کے نام سے تعبیر اور مشہور کیا عرب کے لوگوں پر جب ان کا تسلط ہو گیا اور کہہ نظر دہلیہ متورہ دونوں کو فوج کر لیا تو انھوں نے ان تمام مختصر رسوم اور عقائد کو مسلم سدود کر دیا جو خاص مذہب اسلام میں لوگوں نے شامل کر لی تھیں اور بعض مزارات مقدسہ کو جنگی لوگ پستش کرنے لگے تھے توڑ پھوڑ والا عام مسلمانوں کو زیادتیوں سے جنگ و وہ اپنے نزدیک عین جزا اسلام سمجھتے تھے نہایت بڑے ہوا اور انھیں اسباب سے ترکوں اور محمد بن عبد الوہاب کے متقدونین ایک سخت عداوت پیدا ہو گئی انھوں نے شرک و بدعات اور عبادت غیر اللہ کی جائزوں سے عرب و حوالی عرب کو پاک صاف کر کے احکام شرعیہ اور خصوصیات اسلامی کے

پابندی کی طرٹ رغبت دلائی۔ یہ وہ خاص باتیں ہیں جو طبقہ محدثین کے اور
 مخصوصہ میں سے ہیں اور ان کے اولین فرائض میں داخل ہیں محمد بن عبداللہ
 مذہب حنبلی کی دعوت دینا جس کو مذہب دہابی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے۔ اور
 بلاد عرب پر تسلط جانا مسئلہ سے شروع کیا مسئلہ عین جماعت دہابیہ کا مقصد
 منہائے عروج پر پہنچا یہاں تک کہ حرمین محترمین پر ان کا قبضہ ہو گیا اور نام
 حجاز پر وہ چھپا گئے پھر مسئلہ سے ان میں آثار زوال شروع ہوئے۔

سلسلہ میں محمد علی پاشا نے دہابیوں پر فوج کشی کی اور ان کو شکست دی
 مسئلہ میں ان کے غلبہ اختیار کا کلیتہً خاتمہ اور استیصال ہو گیا جعفر لڑائیوں کی
 وہ اہل عرب اور ترکوں سے دہابین اچان کی طرح مسلمان تھے۔ کسی غیر قوم سے کبھی
 ان کی کوئی لڑائی بنام جہاد یا بغض ملک گیری نہیں ہوئی۔

اس قسم کی لڑائیوں سے دہاب کی قدیم اور از سر نو وسط کی تاریخ خالی نہیں
 کلیسا لکھن کتب و کتب پر اسٹنٹ فرقہ کی لڑائیاں محض سیاسی تحریکات اصلاحی
 و تجدید مذہب پر مبنی تھیں۔

مسلمان اور عیسائی دونوں مورخوں کے بیان سے یہ کہیں نہیں پایا جاتا کہ
 کبھی کوئی دہابی نجد و حجاز سے ہندوستان میں آیا ہو اور دعوت و ہدایت کا کبھی
 یہاں اعلان کیا ہو یا کبھی کوئی سلسلہ شاگردی یا استاد کی کا نجد اور ہندوستان
 کے درمیان۔ اہم یہاں تک کہ حنبلی مذہب جو محمد بن عبدالوہاب کا مذہب تھا

کے اصول اور قواعد و حقیقت تک سے سوائے معدودے چند علماء کے آج تک
 ہندوستان میں واقف نہیں۔ ہندوستان کا عام مذہب سلاطین مغلیہ
 سے حکم انسانی علی دین کو کم۔ مذہب حنفی ہی۔ اور اسی مذہب کے
 ماسئل قاضی نفعی اور حاکم سلطنت کی جانب سے ہوتے تھے اور ان کی طرف
 سلطنت میں اس کے حکم سے علماء کی ایک جماعت کثیر نے ہمارے کتاب فائدہ

کی۔ جس کا نام فائدہ عالمگیری ہے اس جماعت میں شاہ ولی اللہ صاحب
 دہلوی کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم دہلوی بھی شریک تھے شاہ صاحب
 ان کا خاندان اگرچہ حنفی مذہب تھا مگر اتباع کتاب و سنت خاص اس کا
 شعار تھا۔ چنانچہ ان کی ذات بابرکات سے ہندوستان میں بہت سی فرائض
 یسعیں اور شرک و بدعت کی باتیں اور وہ چیزیں جو خالص اسلام سے
 ولادت تھیں دور ہو گئیں مگر کبھی کسی نے بھولے سے بھی ان پر وہ بدعت کی
 بات نہیں لگائی۔ پھر جب اکابر گذر گیا تو قوم میں رفتہ رفتہ شرک و بدعت

غیرہ کی سابقہ عاداتیں از سر نو عود کرتے لگیں۔ یہ حالت دیکھ کر مولانا سید احمد صاحب
 دہلوی اور مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی نے جو شاہ صاحب کے پوتے تھے اور ان کیساتھ اور
 علماء نے جنہیں مولوی عنایت علی صاحب عوم مولوی لایت علیہ صاحب قوم اور مولوی جو پاشا
 مہم میں شامل تھے ان رسومات باطلہ و عادات غیر مشروع مثل گور پرستی اور پرستی
 فیروہ کے بٹانے میں کوشش شروع کی جن کا خود آئندہ مذہب حنفی کی ولایت

اور فہمائے ساف کے اقوال سے ناجائز اور حرام یا غیر مباح اور محدث اور
ہونا ثابت تھا۔ غرض انہوں نے بہت سے شرک و بدعات کا استیصال کر دیا
یہ بات بعض متعصب علماء اور جاہل لوگوں کو ناگوار گذری اور انہوں نے ان کو
ان لوگوں کو دہائی کہنا۔ اور اسی نام سے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ اس کی
ہندوستان میں وہابیت مولوی فضل رسول صاحب ایوبی مرحوم اور ان کے پیچھے والوں
کے لقب کی اشاعت سے اسکی ابتدا ہوئی۔ اسی اثنا میں یہ خبر پہنچی کہ شہر
اپنے سرحدی مسلمان رعایا پر سخت ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں اس خبر نے ہندو
کے مسلمانوں کو بچپن کر دیا مولانا سید احمد صاحب اور ان کے رفقاء جنکو وہابیت
کے نام سے مشہور کیا گیا تھا یہ حالات سن کر آمادہ جہاد ہو گئے اور اس کی تیاریاں
کرنے لگے۔ انہیں لوگوں کو ڈاکٹر نصر صاحب نے دہائی قرار دیا ہے اور سرحد
نے بھی ان کی شہیت میں ستم ظریفی سے ان کو دہائی کے لفظ سے یاد کیا ہے اور
اپنے دہائی ہونے کا بھی اقرار کیا ہے ہم بھی اس موقع پر انہیں کے لفظوں میں
مولانا سید احمد صاحب اور ان کے رفقاء کا حال نقل کرتے ہیں۔

سرحد مرحوم نے اس واقعہ کو چند زانوں پر تقسیم کیا ہے پہلا زمانہ ملک
سے شروع ہوا اس زمانہ میں مولانا سید احمد صاحب اور ان کے رفقاء نے سرحد
پہاڑوں میں جا کر ڈیرے ڈالے، اور جہاد شروع کیا سرحدی فوجیں جو اپنے
حقیقی میں بہت ہی سخت تھیں اور مذہب کی فروغی باتوں کو بطور اصول سمجھتی تھیں

اور ان لوگوں کے خلاف عقیدہ رکھتی تھیں اس لیے وہ ان لوگوں کے مخالف
تھے وہ مساکل مانتے پر تو کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے، مگر چونکہ وہ سکون کے
عالم سے تنگ آ گئی تھیں اس لیے جہاد میں ان کے ساتھ شریک ہو گئیں۔ سرحد مرحوم
کھتے ہیں کہ یہ پہلا زمانہ بہت عمدہ تھا، اور جو کام دہائی کر رہے تھے گورنمنٹ
سے راقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا لالچ
نہ تھا اس زمانہ میں علی العموم مسلمان عوام کو سکون پر جہاد کرنے کی ہدایت
کرتے تھے تاکہ وہ سکون کے مظالم سے مسلمانوں کو نکالتے دلائیں۔ تجاہدین کے
خواہ مولانا سید احمد صاحب تھے۔ مگر وہ واعظ نہ تھے مولانا محمد عیسیٰ صاحب اعظما
نے ان کی نصیحتیں نہایت دلورہ انگیز اثر رکھتی تھیں، مگر انہوں نے کبھی کوئی لفظ
دہائی زبان سے ایسا نہیں نکالا۔ جس سے ان کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی گورنمنٹ
گریزی کی طرف سے منحرف ہو کر برا فروخت ہو بلکہ ایک مرتبہ جبکہ وہ سکون پر جہاد
کے عظیم فرار ہے تھے۔ اثنا وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ
گریز دن پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے ایہ بھی کا فر ہیں آپ نے ان کے جواب
میں فرمایا کہ انگریز دن کے عہد میں مسلمان کو کچھ اذیت نہیں ہے، اور چونکہ
ہم انگریز دن کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات
مرض ہے کہ انگریز دن پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔ اس زمانہ میں
ہزاروں مسلمان مسلح موجد اور بے شمار سان جنگ کا ذخیرہ فراہم ہو گیا تھا۔

مگر جب محتکام کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے گورنمنٹ کو اس کی اطلاع
 گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تمکو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی
 کرنی چاہیئے، کیونکہ ان کا ارادہ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں
 انھیں یہ لوگ جہاد میں مشغول رہے اور ہندوستان سے برائے ان کے پاس
 پہنچتی رہی۔ اور گورنمنٹ بھی اس امر سے واقف تھی۔

بہر حال دہلیوں اور سرحدی لوگوں نے فکر متفقہ حملہ کیا۔ اور دونوں
 ایک دوسرے کی مدد سے پشاور کو فتح کیا۔ اور بعد فتح کے اسیر دوست محمد خان
 والی کابل کے بھائی سلطان محمد خان کو قیدیض کر دیا گیا مگر سلطان محمد خان
 قیدیضہ عرصہ کے بعد فریب کر کے پشاور کو رنجیت سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا
 اور پشاور پر سکھوں کا پھر دوبار قبضہ ہو گیا۔ اسی زمانہ سے دہلیوں کا زوال
 شروع ہوا۔ یہ واقعہ مشکند آباد کا ہے۔ اس واقعہ سے مولانا سید احمد صاحب اور
 مولوی امین صاحب کے رفا کا جی ٹوٹ گیا۔ کیونکہ یہ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ
 کے پٹھان اختلاف کی وجہ سے ہم سب سے عداوت رکھتے ہیں اب ہم کو ان سے کسی
 کے امداد کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور ہماری یہ قلیل جماعت کسی طرح کامیاب
 کے ساتھ سکھوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اب ہمارے
 ہمارے مذہب کی رستے یہ جہاد جائز نہیں رہا۔ علاوہ اس کے خود مولانا سید احمد صاحب
 کے رفا میں ان کے پیشوا ہونے کی قابلیت کی نسبت اختلاف پیدا ہو گیا، اور ان کے

ان میں بہت کم روئے، مسئلہ امین مولانا سید احمد صاحب نے پشاور پر دوبارہ
 ان کا قبضہ ہو جانے کے بعد پھر اپنے کئی مورفیوں سے جہاد کی بیعت لی اور سرنگھ
 عارضہ مقابلہ ہوا۔ مگر سرحدی قوموں نے یہ سنا کہ بیشتر خیال تھا مذہبی مخالفت کی
 دہلیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا، اور قادی خان نے آخر کار
 مولانا سید احمد صاحب کو شہید کر دیا، ان کے بعد انکی جگہ پر مولوی
 علی صاحب اور مولوی دلایت علی صاحب سر در آمدے اور انھوں نے
 بعد حملہ شروع کیا۔ مگر ان سے جہاد کے سرانجام میں کچھ کوشش نہ ہو سکی اور
 پنجاب پر گورنمنٹ انگریزی کا تسلط ہو گیا، تو یہ لوگ اپنے گھر و گورہیں چھوڑ گئے
 یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مولوی محبوب علی صاحب جو مولانا سید احمد کے چھ رفا
 تھے ان کی نسبت سر سید احمد خان مردم لکھتے ہیں کہ یہ وہ ہی شخص ہیں جن کو
 مشعل امین باغیوں کے سرغنہ تخت خان نے عین ہنگامہ خدر میں بلایا۔ اور
 ان سے درخواست کی کہ آپ اس زمانہ میں انگریزوں پر جہاد کرنے کی نسبت
 اس فتوے پر اپنے دستخط کر دیں۔ مگر انھوں نے صاف انکار کیا۔ اور تخت خان سے
 کہ کہ ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا میں، ہم نہ ہوا اپنے خاکوں سے مقابلہ
 نہیں کر سکتے، اس سے بڑھکر انھوں نے یہ کیا۔ کہ جو انیراجت خان نے اور اس کے
 ساتھیوں نے انگریزوں کی سمیوں اور بچوں کو دی تھی اس پر تخت خان کو سخت
 منت ملاست کی ابن تمام واقعات سے عات روشن اور عیان ہے کہ مولانا

مرا

سید احمد صاحب بریلویؒ اور مولوی سید عظیم صاحب شہید اور ان کے رفقاء کے ہاں
میں سے تھے، ان کو حنبلیہ اور محمد بن عبد الوہاب کے مذہب حنبلی سے کسی قسم کا تعلق
نہ تھا، سکتوں کے مظالم نے جو وہ مسلمان رعایا پر کر رہے تھے، ہندوستان کے
مسلمانوں میں عام بچپنی پھیلا دی تھی۔ مولانا سید احمد صاحب اور ان کے
نے سکتوں کے جور و ستم سے مسلمانوں کو نجات دلانے کی غرض سے جہاد کیا
اور جہاد کی گورنمنٹ کو اچھی طرح اطلاع تھی، اور وہ اس کو گورنمنٹ کے
مقاصد کے خلاف نہیں جانتی تھی۔ بلکہ اس کی ہر طرح سہیہ تھی، اسی لئے اس
حکام کو اس معاملہ میں دست اندازی کرنے سے سختی کے ساتھ باز رہا۔

جماعت دہلیہ نجد اور گردہ اہل حدیث میں مذہباً اور اصولاً فداکار
حدیثاً فرق عظیم ہے۔

بڑا تکلف تو یہ ہے کہ غلط استعمال اور عامہ جہاد کے خیالات نے لفظ دہلی کے
مفہوم میں بھی مقامی حیثیت سے عجیب عجیب تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں پہلے
لفظ دہلی کا استعمال بدعتی کے مقابل میں ہوا، بدعتی کی تعریف یہ ہے کہ وہ فقہ
طریقہ مذہب اسلام میں کوئی طریقہ جدید یا نئی راہ و رسم یا کوئی نیا مذہب یا
ایسی نیاں جس کی کوئی سند کتاب اللہ اور حدیث نبوی میں نہ ہو، اور سلف صالحین
کے طرز عمل کے خلاف ہو۔ جیسا کہ تجاری بستر کی متعدد روایات سے اس
حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ظاہر ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من أحدث

ما دھنا ما لیس منہ فهو بدعتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری
امت میں کوئی ایسی نئی بات کھل کرے جو اس میں موجود نہ ہو وہ مردود ہے
اور زمانہ گزر جانے کے بعد ہر جگہ اور ہر مقام پر لفظ دہلی کا مفہوم ایک نیا
ہو گیا۔ مالک متحدہ یعنی میان دو آب میں دہلی اس کو کہتے ہیں جو عزارات
اور قبور صلیحہ کی پرستش سے لوگوں کو روکے اور یا رسول اللہ اور یا علی
سے منع کرے۔ مجالس میلاد شریف کو طریقہ سلف صالحین اور قدوس شہود لہما
یہ خلاف سمجھے۔

دکن میں دہلی اس کو کہتے ہیں جو سینہ ہی نہ ہے اسباب اذرا نہ کرے
اور بھی نہ منہ ڈوائے۔ یہی عین دہلی وہ ہے جو یا شیخ عبدالقادر جیلانی
میلاد کا لغو نہ لگائے۔ پورب کے ملکوں میں دہلی وہ ہے جو چار دن پہلے
میں سے کسی ایک ہفت خاص کا مقلد اور پیرو ہو،

سچ یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث کے حق میں لفظ دہلی ایک قسم کی دشنام ہے
اور فرقہ بجز اتباع کتاب و سنت اور طریقہ سلف صالحین کے کسی کی تقلید محض اور
پروردی خاص روا نہیں رکھتا۔ عام اس سے کہ وہ شخص حضرات ائمہ اربعہ مجتہدین
رضی اللہ عنہم میں سے ہو۔ جیسے حضرت امام ابو حنیفہؒ یا حضرت امام شافعیؒ وغیرہ
یا ائمہ محدثین رضی اللہ عنہم کے طبقہ میں سے ہو جیسے حضرت امام بخاریؒ یا حضرت
ابن مسعودؓ وغیرہ ایسی جماعت محمد بن عبد الوہاب یا خود عبد الوہاب کی تقلید نہ لگے اور

کیونکہ گوارا اور برداشت کر سکتی ہے۔ بعض محدثین نے لاک نجد کی بڑائی سے ایک روایت بھی حضرت طاہر بن عمرؓ سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب لاک میں اور شام کے لیے دعا برکت کی، تو لوگوں نے عرض کیا کہ لاک نجد کیلئے بھی دعا فرمائیے، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ جب ان دنوں بار یہ عرض کیا تو آپؐ فرمایا کہ دامن سے جھگڑے اٹھائیں گے اور فتنے پیدا ہوں گے اور یہی سب قریشِ طعان نکلیگا۔

بفرض محال اگر والدہ ماجدہ مرحومہ پانچویں ہندوستانی مسلمان کو دہلی کی گنڈا دہشت
لیا جاتے جیسا کہ سرسید مرحوم نے "علی رزمیہ" میں مذکور ہے۔ خود پانچویں ہندوستانی جو تاسیس کر لیا
بھی وہاں گورنمنٹ کی مخالفت سے کیا تعلق دوسرا دیکھ سکتا ہے یہی اسباب تھے
بنامہ ہندوستان کی جماعت متحدین نے اپنے نام کے ساتھ فقط دہلی کے استعمال پر نام
کا اظہار کیا اور گورنمنٹ آف انڈیا نے انراہ مہربان و معاملہ فہمیوں کی درخواست منظور
اور فقط دہلی کے استعمال کی جماعت اہل حدیث کے نام کی تادم قلم و تیش انڈیا میں مخالفت کر دلی
ابتداء اس طرح ہوئی کہ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بنامہ مرحوم نے ارکان جماعت اہل
کی ایک دستخطی درخواست گورنر صاحب پنجاب کے ذریعہ سے دیر سے ہند کی سر
میں روانہ کی ہزاروں نے درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ انڈیا کے پاس
دہان سے حسب ضابطہ اسکی منظوری کی اطلاع ہزاروں کو دی گئی اور ہزاروں نے اسکی ایک کاپی
مولانا مرحوم کے پاس بھیج دی اسی طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

خط نمبری ۱۲۷ اور گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۹۱۷ء کو بذریعہ خط
۵۶ اسکی اطلاع مولانا کو پہنچی اور گورنمنٹ یو پی (انگریز وادوہ) کی طرف سے
خط مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء نمبری ۳۸۹ اور مالک متوسط کی طرف سے ۱۳ اگست
۱۹۱۷ء بذریعہ خط نمبری ۲۰۰ اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو بذریعہ خط نمبری
۱۰۰ اطلاع موصول ہوئی اصل امر سرحدی ترجمہ کی نقل درج ذیل ہے: سرحد نمبر ۱۷ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کی طرف سے
اور داخلہ نام سرحدی صورتہ پنجاب پ کے خط کے جواب میں جس کا نمبر ۴۴۰ ہے جو آخری
سال کیا گیا تھا جگر ہدایت دی ہے کہ میں آپ کو اطلاع دوں کہ گورنمنٹ سرحد
پلاس کونسل نے اس بات کو باعث مسرت خیال کیا ہے کہ وہ سرحدی پچیس کے خیالات سے
رفتہ رکھتے اور اس بات میں متفق ہیں کہ لفظ دہلی کا استعمال آئندہ سرحدی خطوں میں
منوع قرار دیا جائے جو لوگ بلا تصور و اہمیت کے جرم میں قید کر دیئے گئے تھے،

*Copy of the letter No. 1758, dated 3rd December 1880
from the Officiating Secretary to the Government of
Home Department, India to the Secretary to the
Government of the Punjab.*

In reply to your letter No. 1044, dated the 8th June last, I am directed to say that the Governor-General in Council is pleased to express his concurrence with the view of Sir C. Aitchison that the use of the term "Wahabi" should be discontinued in official correspondence.

انکی نسبت گورنمنٹ ہند نے گورنمنٹ بنگال و پنجاب سے رواداد مقدمہ کا
در یافت کر کے نواب گورنر جنرل باجلاس کو اصل کے حکم سے سب لوگوں کو ہاں
ہند و اخبار پیریت نے گورنمنٹ ہند کو مبارک باد دی کہ اس نے انکار مال
غیر مقدم نہایت عمدہ کام سے کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی اس تجویز
نہ صرف مسلمانان ہند نے دلی مسرت کے ساتھ حسن قبول کی نظر سے دیکھا بلکہ
باشندگان ہندوستان نے اس کام پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ ابین احمد اس اتفاق
کو دیکھتے کہ ایک طرف تو بحران وادیت زناؤن سے رہائی کے جارہے تھے اور
دو آبی لفظ وافر سرکاری سے محو کیا جارہا تھا اور دوسری طرف بعض انتظامیہ
اعدائے دین و ملت فروش دالاجاہ مرحوم کو اخبار پائوئیر کے ذریعہ سے دہائی
سے شہرت دینے میں سعی تھے اور ترغیب جہاد کا الزام ان پر لگا رہے تھے۔ ان کا
ان مغتربات نامزد اور اخبارات مصنوعہ نے سرپیل گریفن صاحب بنی بخت نواب گورنر
بہادر جیسے عاقل اور مدبر شخص کو خود رفتہ کر کے دالاجاہ مرحوم کا امرا بنی
بنادیا۔ مگر دیا ہی دوست جیسا کہ ڈاکٹر ہنر صاحب کی نسبت سرسید مرحوم نے
کہا ہے کہ "خدا بھگو میرے دوستوں سے بچائے"
ایک دن وہ تھا کہ کرنل کنکلیڈ صاحب بہادر پولیسکل ایجنٹ بھوپال نے اس کے
پیشہ میں دالاجاہ کو اپنی ایک تحریر میں جنگ مصر کے موقع پر لکھا تھا کہ میں نہایت
خوش سے آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے بلاشبہ نہایت عمدگی سے نواب بیگم صاحبہ کو

کے صلح دیکر نہایت اچھی کارروائی کی۔ تمام بری اور بیوفائی کی باتوں کے نام سے
روکنے کی ایسے وقت میں جبکہ سرکار انگریزی کی فوج مصر کے مخالفین سے جنگ کر رہی
ہے فرمائی۔ ایسے بڑے شہر میں جہاں ہر قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ نواب بیگم صاحبہ عالیہ
کی فاداری کے بیشک آپ کا منٹ ہیں۔ سر ڈاکٹر اسٹورٹ صاحب بہادر کمانڈر انچیف
اور اچ ہند نے اپنی ایک تحریر مورخہ ۱۸۔ دسمبر ۱۸۵۷ء میں دالاجاہ کی نسبت لکھا
تھا "بھوپال کی ہر شے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ (رئیسہ عالیہ) اور ان کے شوہر دالاجاہ
اور اپنی رعایا کے خیر خواہ ہیں" پھر سے اور نواب صاحب سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی
اور اس امر کا اظہار کرنا بہت آسان ہے کہ وہ بہت عقلمند اور عالم ہیں اور بیگم صاحبہ
کو انتظام ملک کے معاملہ میں بہت عمدہ رائے دیتے ہیں۔ جنرل سرسزئی علی صاحب بخت
نواب گورنر جنرل بہادر نے رئیسہ عالیہ کو اپنی ایک تحریر مورخہ ۳۰۔ مارچ ۱۸۵۷ء میں لکھا
تھا "نواب صاحب بہادر سے یہ سلام کیے جو بھوپال کے اور انعالیہ کے امور کو دیکھنے میں
سامعی ہیں اور بھگو یقین ہے کہ کوئی امر انتظام کا امن سے فرنگداشت ہوگا۔ اسی طرح
ڈاکٹر صاحب بہادر۔ کرنل ہیزمین صاحب بہادر۔ ولیم دلی اسپورن صاحب بہادر
بارسٹو صاحب بہادر۔ کرنل پریڈ صاحب اور متعدد دیگر کامنے دالاجاہ کے کاموں کی
اپنی تحریرات میں بحد تعریف و توصیف کی۔ کرنل پریڈ صاحب دالاجاہ کی الیفٹ
کی نسبت اپنے خط مورخہ یازدہم مئی ۱۸۵۷ء میں لکھتے ہیں "آپ کی سونہر دکان میں جو
ازادہ عنایت آپ نے بھگو دین میرے پاس پونچھیں تین آپ کی اس عنایت کا نہایت

مکون ہوا۔ یہ بات نہایت بہتر و مناسب ہے کہ اعلیٰ مرتبہ کے لوگ اور عالم ان کی جو علم سے محروم ہیں اعانت کریں۔ اور محکمہ یقین ہے کہ جو بڑا کام آپ کے متعلق اس سے جس وقت آپ کو فرصت ملے گی آپ اور توفیق و تالیف فرمائیں گے۔ جو شائقین کی رہبر ہو گی۔ ان کے صاحب موصوف اپنے ایک دوسرے خط مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۳۰۵ میں جو زبان عربی میں تھا لکھتے ہیں۔

تعرف جناب کمربان اقبلنا الکتاب العزیز الذی ارسلتموه بسید السید عبد العلی بطور الهدیۃ و فرحنا کثیرا بالوصولہ لانہ دلائل المحیۃ و اشارۃ المودۃ و نشکر ذلک جلالہ

اور ایک یہ دن آیا جس میں جو ہال محشرستان آشوب بنا ہوا تھا والا جاہ سے بڑھ کر کوئی غیر و قادیار اور بدخواہ ملک و گرفتار نہ تھا، وار و گیر کی صدائیں پور ہیں تھیں کوئی اخراج بلکہ کوئی جس ام کوئی نقل و پیمانی کی تجویز سوچتا تھا۔

لاؤ تو نقل نامہ مرا میں بھی دیکھ لوں | کس کس کی ٹہر سے سر بھڑکی ہوئی

چ یہ ہے کہ اس ستم آباد ہستی اور سیاست کا کہ ظلم و ظلمیان و کفر و ضلالت حق و صداقت کی پرستش، دیانت و رضا جوئی آتا، اور حاکم برائیوں کی بیخ کنی، ظالمان و دنیا کے خود یک ایسا گناہ عظیم ہے جو کبھی قابل معافی نہیں ہو سکتا۔

فدا گوہ اگر جرم ماہیں عشق بہت | گناہ گبر و مسلمان بجرم انجمن

جس طرح کرہ ارض پر جب زلزلہ آتا ہے تو زمین کے اندر وہی گدافتہ گروہ فانی ہوا

والی اوہ کے غارات سے سطح زمین پر ایک اضطراب پیدا ہوتا ہے اور اکثر اوقات کچھ سانی دیتی ہے۔ اسی طرح ہمیں زمین جو ہال پر غرور و طغیان کا زلزلہ عظیم کھڑا ہوا۔ جسکی وجہ سے سطح قلوب میں رنج و اندوہ کے غار چڑ گئے، اور جاہ و نفوذ کے فخر و تعلیٰ کی بنیادیں بل گئیں، مگر جس طرح زلزلہ باوجود خطرناک نقصانات کے زمین کو مرتفع کرے اور عین سمندر کو زیادہ گہرا کرے دنیا کو غرقابی سے بچائیکہ اٹھ ہوتا ہے، اسی طرح اس فوجی حادثہ زلزلہ غصہ نے بہت سے بصیران اور محرمین کو منظر نام پر لا کر ارباب سل و عقد و صاحبان نقد و نظر کیلئے جاوہر عمل ثابت کر دیا۔ اور ہر قسم کا مادہ فہم و فراست فراہم کر دیا۔

غرض یہ وہ وقت تھا کہ دست ستم دراز ہو چکا تھا، تیغ بیداد نے نیام ہر کی تھی ایک آل رسول جگر گوشہ و دودمان بتول۔ وَلَمَّا لَوْ كَفَّ نَسْفَیْ مِّنَ الْخَوْفِ وَ النُّجُوعِ نَفِیْصٍ مِّنَ الْاَسْوَالِ وَالْاَنْفِیْصِ ذَلَّتْ اَمَاتِ۔ کن فرما گاہ آزمائش میں نیکو سرور و نیکو نظر کھڑا تھا۔ اور وہ وقت قریب آچکا تھا کہ یہ صدائے سردی بلند ہوئے

عمریست کہ آن جلوہ منصور گمن شد | من از سر فوجوہ دم دار در سن را

کہ ناگاہ شیت ایزدی سے آگے بڑھ کر ہاتھ پیر کیا، تیغ بیداد خمیدہ ہو کر سر بسجود ہو گئی۔

ظلمیان نامزدین کہ جگر گوشہ خلیل | آمد بزی تیغ دشمنیدش نمی کنند

جب گورنمنٹ آت اندیا کے سامنے باضابطہ مقدمہ ہو چا تو اس نے اپنی شوہر

بیدار مغز میں نکلتے رہی اور معاملہ فہمی سے سخت اور ناواجب مطالبات کو رد کر دیا۔
منسلک پاس خاطر سر لیل گروہن صاحب والا جاہ مرحوم کے انشراح خطا میں
پر قناعت کی۔ ۲۵۔ اگست ۱۳۳۷ء کو صاحب ممدوح نے شوکت محل میں رہائش
سے ملاقات کی اور والا جاہ کے متعلق شکایات پیش کر کے ان کو مختلف اوقات
تھمہ پایا بعد ازاں چار و ہم ذیقعدہ ۱۳۳۷ء ہجری کو صاحب عایشان سے
خطاب کا اعلان عام کیا اور سترہ ضرب سلامی کی منسوخی کا حکم سنایا۔ ہفتہ ہجری
۱۳۳۷ء ہجری مطابق ۲۶۔ اکتوبر ۱۳۳۷ء کو ممدوحی رئیسہ عالیہ اور نظم ریاست
بین ان کو دخل دینے سے ممانعت کی گئی۔ مگر وہ اس سے بہت پہلے رئیسہ عالیہ
استعداد کرنے کے بعد کنارہ کشی اور گوشہ گزینی اختیار کر چکے تھے باورنہ
رئیسہ عالیہ کے پاس رہتا بھی لوگوں نے گوارا نہ کیا آٹھ مہینے کا بل ان کو رئیسہ عالیہ
سے علیحدہ نور محل میں قیام کرنا پڑا صرف شب کو تاج محل پر رئیسہ عالیہ کے پاس چلے
کرتے تھے اس بیگانہ دش اندوہناک حالت سے متاثر ہو کر رئیسہ عالیہ نے غراہ محل
۱۳۳۷ء ہجری کو ہز کسلینسی لارڈ ڈورن صاحب بہادر سے ملنے کے لیے سفر لگاتے ہوئے
کیا جب رئیسہ عالیہ درود فرمائے لگتے ہوئے تو ہز کسلینسی کی جانب سے حسب معمول
سکرٹری صاحب بہادر اور ایڈی کا نگت صاحب بہادر نے استقبال کیا اور تمام وہ کام
مراہم اعزاز ادا کیے گئے رئیسہ عالیہ نے معاملات ریاست کے متعلق خریطہ خط پیش
کیا اور جو بھی ضمیمہ اعدا کی سعادت اور حاکم بالادست کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں ان

کیا اور زن و شوہر کے تعلقات میں جس بنا پر بجا دست اندازی کی گئی تھی اس کی
حاصل حقیقت سے دوسرے کو آگاہ کیا ہز کسلینسی بہت ملاحت کے ساتھ پیش آئے
والا جاہ کو تاج محل پر رہنے کی اجازت عطا کی اور معاملات ریاست پر غور کرنے کا
وقت دیا گیا رئیسہ عالیہ ایک ماہ قیام فرما کر یکم دسمبر سے عذرا جب مسئلہ ہجری کو مع غیبت
بال بین رونق افروز ہوئیں۔

اس ہنگامہ پر تنخواہ میں والا جاہ مرحوم کا نہ کوئی یا رنگسار عقانہ کوئی معادن
صلاح کار۔ صرف خدائے حافظ حقیقی کی حفاظت و نصرت اور رئیسہ عالیہ کی سعی و
تلاش سے نظیر و فاداری ان کی ٹیٹ پناہ تھی والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ ماہ شعبان
۱۳۳۷ء میں غلبہ پریشانی و حیرانی کا مجھ پر بہت سخت تھا اور کوئی شکل نجات اور
امن کی نظر ہر مرنی اور سموغ نہیں جوتی تھی اسی اثنا میں ایک رات جب میں
ماذ صبح کے واسطے اٹھا تو میری زبان پر خود بخود یہ کلمہ جاری تھا لا اٹھتے ایک بلال گروہن
ممدوحی شب کو ایسا ہی اتفاق ہوا کہ صبح کو جاگنے کے وقت یہ آیت کریمہ
میری زبان پر جاری تھی واداد ابہ کسیدا فجعلنا همہ الا خسرین
میں نے یقین کر لیا کہ اس قرات و تلاوت کا بغیر میرے خیال و ارمان میری زبان کا
جاری ہوتا۔ ایک بشارت امن و امان ہے حرم در جان کی طرف سے "اسی دوران عالم
باس و خوف میں مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم مولف کتاب تحفہ الامت کا
حسب ذیل خط والا جاہ مرحوم سے پاس پہنچا جو جناب ممدوح نے ذرا نا اہتمام اور

مہنگا نہ دل آشوب میں والا جاہ مرحوم کو لکھا تھا۔ و بعد القاب و آداب
میرے نزدیک آپ کا نفس مطمئن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اور تم اشدت
واللہ حبیبک۔ آپ کا حوصلہ عالی ایسا نہیں ہے کہ اندک زوال شمت جاہ دنیا
کا جو نزدیک اللہ کے ایک پریشہ سے بھی حقیر تر ہے آپ کی خاطر گذر کرے۔

حضرت من کچھ اپنی بھی قدر پہچانے۔ تم سخت جگر زہرہ ہو تم نور چشم مرتضیٰ
قد وارت سید الانبیاء ہو۔ تم جگر گوشت رسول مصطفیٰ ہو۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
تم مجدد دین ہو۔ تم محی سنت ہو۔ تم قانع بدعت ہو و ذلک فضل اللہ
وَمَا تَوْفِيقُكَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ اگر خطاب نوابی نہ رہا تو کیا پروا ہے۔ خطاب

وارث الانبیاء کافی ہے۔ اگر امیر الملک والا جاہ نہیں تو امیر المؤمنین تو ضرور ہے۔
اگر صدقے سلامی تو آپ نہ رہی تو بلا سے جی علی الصلوٰۃ۔ جی علی الفلاح تو خدا اور
اگر خدمت بنو نہ رہے جو پال نہ رہی تو ہم جہن خدمت بنو نہ خدا اور رسول نیست کہ
اس زوال بعض شمت و جاہ کو ایسا سمجھو جیسا کہ کوئی سرے خانہ اور ناخن ست پا کو قطع کر کے

بھیج دیتا ہے اور جاتا ہے کہ اس تلخ بدن کے دھڑکے۔ یہ نہت ہر رضا تسلیم ہے جو کسی غلام
نہ اللہ غلیہ گاہ گاہ اس حدیث قدسی کو پڑھا کرتے تھے۔ نزول و امید و مایکوت
الامام امید فمن راضی فله الرضا ومن سخط فله السخط و كما قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو ان شخصوں میں کرے جو اس آیت کے حصہ

ہیں۔ انا وجدناک صابرا نفعنا العبد انہ اواب اللہ کانہم یفضل

صدق ان دو آیتوں کے ہو۔ پہلی آیت اللہ یجذلک یتیمًا فاوی و وجد
الانہدی و وجد لک عاتلا فاعف عنہ دوسری آیت اللہ یشرح
صدک و وضعت لک ذرۃ الذین انقض ظہرہم و رفعناک ذکرا

تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے وہ کام کیے ہیں کہ کسی اور سے کم کیے گئے ہونگے۔ میں نہیں
ار اسکے حصول کی تدبیر نہ کیجیے۔ بلکہ اس تدبیر میں تو ہم سب تمہارے خیر خواہ ہوں
ہیں و یہ کہ آپ کی عزت جاہ تامہ ہمنست بلکہ تامہ اسلام کی عزت و جاہ ہے اور یہ تمنا
ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعدا و حساد کو ہدایت کرے یا خواہ وہ ذلیل فرمائے عرض
رض سے یہ ہے کہ خاطر مبارک کو مطمئن و فارغ رکھ کر بدستور خدمت خدا و رسول
میں مشغول رہو اور اگر کچھ خیال نفس کا متغیر ہوا تو یہ کہو

نام ہمت آنم کہ دیم چرخ کبود	زہر چہ رنگشانی پذیر و آزاد است
صیحتہ کفمت یا دیگرہ در غسل آر	کہ این حدیث زہر پر یقیم یا درست
ایماند نظر شاہ باز سدرہ نشین	نشین تو نہ این کنج محنت آباد است
از کنگرہ عرش می دشتد صغیر	نداشت کہ درین داگہ چہ افتاد است

غم جهان مخور دین من بہر از یاد
کہ این لطیفہ لغزم زہر دے یاد است

والا جاہ مرحوم خطاب نوابی کی نسبت لکھتے ہیں کہ میں خطاب نوابی کو ایک کتاب
ب الارباب سمجھتا ہوں اور امیر الملکی و والا جاہی کو ایک سبب ہلاکت یوم الحساب

دلیل اس دعویٰ پر یہ ہے کہ بجاو اس جگہ تین خطاب ملے۔ ائمہ ثلاثہ
 و دیگر مہتمو امامی تیسرا یہ خطاب۔ میں کسی خطاب پر کبھی خوش نہیں ہوا بلکہ
 بشتادہ دفعہ ابن حجر عسقلانی و ترقیات کا۔ ایسہ عالیہ کی خدمت میں رہا۔ مگر میری
 قبول نہیں ہوئی۔ اس امر کی شاہد خود ایک علیہ میں۔ ایک بار انھوں نے کہا
 کہ بجاو بہ منظور سی۔ تاہیات خود مختار ریاست کر دین۔ چنانچہ اس طرح کی
 و نیز ریاست میں موجود ہے۔ میں نے بڑی ہمدردی سے ان کو اس خیال سے باز
 رہنے دنیا کا جادو ہاروت و ماروت کے بحر سے جی زیادہ ہوتا ہے۔ میں نہیں مانا
 کہ کوئی شخص سوا میرے ایسا اسے اس زمانہ میں تھا کہ کرتا۔ یہ خطاب و انقباض
 نہ میری طلب و نہ میرے مجاہد حاصل ہوا تھا۔ اور نہ میری سود تبیری سے گیا بلکہ جس
 سبب سے ملا تھا اسی کی وفاداری میں گیا۔ ورنہ اس زمانہ میں خطاب کی وقعت
 یہ رہ گئی ہے کہ اکثر نااہلون کو بہ صریح ذکر کشیدہ آشنائی۔ یا شکر کفیل غیور پیرانہ
 و اسباب منوق سے یا کو رنگی آقا سے یا کسی چالاکی و فریب و دغا سے خطاب و
 مل جاتا ہے۔ یہ باتیں کسی مسلمان سے بھلا کب ہو سکتی ہیں۔

پھر کہتے ہیں جو نام میرا میرے باپ کے صدیق حسن رکھتا تھا، وہ باقی رہ گیا
 یہ بات میرے لئے دنیا و آخرت میں بڑی مسرت کی بات ہے سلف اسلام سے
 سے متفر رہتے اور ان کاموں میں اپنے دین کا نقصان سمجھتے تھے، بلکہ وہ قید و
 اور نکالے گئے اور مارے پیٹے گئے، مگر انھوں نے قبول مناصب سے انکار ہی کیا

میں نے فقط انہی کسراتی۔ رہ گئی ہے کہ بجاو میرا یہ نام کی برکت سے جو لقب
 صدیق رضی اللہ عنہ کا تقاضا صدیقیت کر کے نارنجہم سے آزاد کر دے
 میں اس نسبت سے صدیق سے بعد عین بھی ہو جائوں اور دنیا سے ایمان پر
 جلاؤں۔

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں بے وقت لوگ خیال کرتے ہوئے کہ دنیا میں
 ہر ارض کی وجہ سے ایک طرح کی نعت بجاو لاحق ہوئی، اگر خدا نخواستہ کام سے
 لگی اور انشراح خطاب جو بعض ایک امراضانی تھا نہ وقت ذاتی، اور
 ہر انھیں ان بندگان شکم اور خدام دنیا و دہم کے نزدیک ایک وصیت لکھتے
 میرے لئے اسکے جواب میں یہ فقرہ کسی عالم عاقل کا کفایت کرتا ہے۔ ذلیل الدین
 من ذلیل الآخرة۔

تیسرا الزام

(۳) یعنی یہ کہ والا جاہ نے رئیسہ عالیہ کو یہ وہ نشین بنا کر دے دی کے نام سے
 استراختیارات اپنے اٹھو میں لے لئے۔

اسکی حقیقت یہ ہے کہ رئیسہ عالیہ کا پر وہ بقاعدہ شرعی مصلح اول کے زمانہ ہی سے
 مہتمم تھا۔ بہت تھوڑے زمانہ تک وہ بہ قسرتا سرے پر وہ رہیں۔ لیکن وہ دل سے
 وہ کی حامی تھیں اور اس کو پسند کرتی تھیں۔ والا جاہ کے مصلح ثانی کے بعد بھی

اسی قاعدہ پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ انکار ان اعلیٰ برابر وقت ضرورت و طاقت
رہی نہ عالیہ کے حضور میں آتے جاتے رہتے تھے۔ دربار عام میں بلا تخصیص سب
لیا کرتی تھیں۔ انھوں نے ریاست بلا تکلف آمد و شد رکھنے تھے۔ رئیس عالیہ
اسی پردہ اور بُرقع کے ساتھ چار و لیس اہل ہند اور دو شاہزادگان انگلستان
تھکات اور دہلی میں شرف نیاز حاصل کیا۔ انتظام ریاست کے متعلق جو کام والا
رئیسہ عالیہ نے اپنے آرام و سہولت کی نظر سے تنویض فرمایا تھا وہ رئیسہ عالیہ
کے الفاظ میں یہ تھا "دارالانشاء کے محرومن سے جو روزانہ حاضر عمل رہتے ہیں وہ
لکھو اگر اور احکام قطعی جنکو بعد سماعت کا غذاست ہم نافذ کریں وہ سید و ہر ریاست
سے تحریر کر کر دستخطوں کے لئے ہمارے اجلاس میں پیش کیا کریں" رئیسہ عالیہ والا
کی نشست گاہ کے متصل بذات خود تشریف فرما کرتی تھیں۔ یہی قاعدہ ہمیشہ جاری
رہا۔ جس اس خدمت کے زمان کو نظم ریاست میں کوئی مداخلت بطور خود حاصل نہ
کے کسی خاص طرح کی حکومت یا اختیار تھا خصوصاً عہد دولت اور جاگیر داران ریاست
سے معاملہ میں تو انکو مطلقاً کوئی اختیار ہی نہ تھا۔ یہ معاملات براہ راست رئیسہ عالیہ
تعلق رکھتے تھے، والا جاہ کو احتیاط یہاں تک مرضی تھی کہ نہ کسی انکھانے کوئی
مقدمہ مرتب ہوئی نہ کسی کے اظہار ان کے سامنے لیے گئے۔ نہ کسی اور دیکھا۔
انھوں نے اپنی تجویز لکھی۔

یہچیدہ مقدمات کا فیصلہ مراجع تحقیقات کے طے کرنے کے بعد در باب اراشور

رست اسے پر صادر کیا جاتا تھا۔ والا جاہ نے کبھی اپنی اسے آئین شامل نہیں
اگر کوئی مرضی یا دعا علیہ فیصلہ مقدمہ سے اپنی ناراضی ظاہر کرتا۔ تو وہ مقدمہ
دار اور کبھی تین تین محکلات بالا کو بغرض تحقیقات سپرد کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد
اسی حکم صادر کیا جاتا تھا۔ رئیسہ عالیہ خود اپنی والدہ محترمہ خلد نشین کے زمانہ حیات
جو درگی میں ریاست کا کام بذات خاص کیا کرتی تھیں۔ وہ اپنے علم و فہم کے
طرح سے کارروائی ریاست میں ہرگز کسی کی محتاج نہ تھیں۔

چوتھا الزام

(۴) یعنی یہ کہ والا جاہ نے بعض جاگیرات نسبت کرا میں اس کا مقدمہ ہے کہ تو تین تین
ساحب کے حرم قدیم انھوں نے ریاست میں تھے۔ اور تو تخت محمد خان بہادر مرحوم والی ریاست بھوپال
کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اسی زمان سے ریاست بھوپال میں ہو کر تو تین تین بھوپال
و پوٹھی تھی جسے اس کے عادت و واقعات کا علم خود رئیسہ عالیہ کو تھا اس کا عشر عشر
الا جاہ کو نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ اگر تہہ ایسا اتفاق ہوا کہ میان میں ہر خاص
کا اقرار اسے دستخطی جو شامل شل خام تھا اسکی نسبت یہ اطلاع رئیسہ عالیہ کو پوٹھی کہ وہ
یہ بیہ ہجری میں کسی طرح آتش شل سے نکال لیا گیا۔ اسی اثنا میں وہ بلا اطلاع
رئیسہ عالیہ جہلی اور اندور تشریف لے گئے۔ اس بنا پر رئیسہ عالیہ نے انوش بد کر
۱۲۹۵ فصلی میں بحوالہ نظام اراخوان سابق بذریعہ خریطہ خط و ورقہ در بیج الاول

۱۳۲۔ بھلی بھری انکی ضبطی جاگیر کی اطلاع کام گوشت انگشیر کو دی ۱۱
 منگوری کی اطلاع بذریعہ خط ۲۲۔ جولائی ۱۳۲۹ء کو درمیلہ عالیہ
 وجہ معاش کے لیے ۹۹۔ بھلی بھری بین سادھے چھ سو روپیہ ماہوار
 بعد ازاں باغوسے بعض حساد ان کی ضبطی جاگیر کا الزام دالا۔ پر دیا گیا
 صاحب زمین نہایت ہمدرد کی جانب سے ایسے جاگیر پر رد دیا گیا۔ آخر کار دلا
 کی نمائش پر غلام محمد ۱۳۲۔ بین کلیشہ جاگیر سابق مع دیگر حقوق بارغ و زرع
 وراگذاشت کردی گئی۔ سو اسے ان کی جاگیرت والا جاہ کے عہد میں کوئی جاگیر
 خرق نہیں کی گئی۔ دوسرے حاملہ والا جاہ کے عہد میں مفتی رسول صاحب مرحوم کی
 کا پیش آیا تھا۔ ان پر ذاب قریبہ یک صاحبہ مرحومہ کا فرضہ مسک کے مطابق حساب
 جناب مفتی صاحب مرحوم قابل وصول تھا۔ اور درمیلہ عالیہ کو ان کی نسبت بعض
 بھی تھے اس لیے ان کو دات جاگیر عطا کرنا مقوی رکھا۔ لیکن جب ان کی طرف
 معذرت پیش ہوئی، تو ۱۳۲۔ بھلی بھری میں ان کی جاگیر بحال کردی گئی اور ملک
 میں تمام دات جاگیر وراگذاشت کر دیے گئے ان دو معاملوں کے علاوہ کبھی کوئی معاملہ
 کسی جاگیر کی ضبطی یا التوا کا پیش نہیں آیا۔

پانچواں الزام

(۵) یعنی یہ کہ والا جاہ نے ظلماً بندوبست ریاست کے پتہ جات میں سختی و رکھی

مسترت حال میں کی یہ ہے کہ ابتداً درمیلہ مظہر خلد نشین نے ریاست کا بندوبست
 درمیشی وصیت علی صاحب مرحوم کی گرامی میں چند خبر بہ کار لوگوں کے ذریعہ
 پائیش کیا پس کراچی اضطرار اور متمم کل بندوبست ایک محروسہ کے ذمہ خلد نشین
 یہ ہی نشی صاحب موصوف سے۔ پتہ جات مطابق پائیش کیا جس کے قرب کرنا
 ۱۳۲۔ دیوان شاکر پر شاد صاحب تمام دفتر حضور کے تعلق کیا گیا۔ وہ مدارالہام صاحب
 مرحوم کی ماتحتی میں یہ کام انجام دیا کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد مدارالہام صاحب
 مرحوم کی درخواست پر جناب بشی محمد حسن صاحب مرحوم بجائے دیوان موصوف
 کام پر مقرر ہوئے۔ مگر اصحاب واقعہ طلبتے ان کو بھی ہر قدر زمین دہنے دیا اور
 ان کی شکایات کا دفتر کھولا۔ آخر درمیلہ عالیہ نے بعد سفر گاتہ ۲۹۔ جمادی الاول
 ۱۳۲۹۔ بھلی بھری میں یہ کام پھر مفتی وصیت علی صاحب مرحوم کو سپرد کیا۔ انھوں نے
 دیریں تک یہ خدمت انجام دی اور دیوان موصوف نے ان سے قبل اتھوڑتی تک
 کام انجام دیا تھا۔ ریت اور چاک بندی کا تعین نشی وصیت علی صاحب مرحوم کی
 خواست پر اتفاق رائے ارباب شوری و دیوان شاکر پر شاد سل میں آیا۔ قاعدہ
 رکھا گیا تھا کہ کاغذات اقسام زمین پر اول تصدیقی و مخط تصدی پائیش کے
 ہوتے تھے۔ پھر گرد اور چھر منصرم۔ پھر صدر منصرم۔ پھر متمم ضلع اور ان کے ساتھ چو
 ہار پانچ مستاجر پر گنہ۔ و تحصیل اور قانون کو روپڑی رکھتے تھے ان سب کے
 مخط ثبت کیے جاتے تھے جب اس طرح ذیل پتہ مرتب ہو جاتا تھا اس وقت ہمسایہ کو

دیا جاتا تھا۔ ہر ایک مستاجر کو اصناف پائیش کپاسی کی جمع سناوی جاتی تھی
 میں چند مرتبہ ریٹسہ عالیہ نے مادر الامام صاحب مرحوم کو بذریعہ مخبر سرشتہ
 تھی کہ ہکوا فرمائش آمدنی اس طرح منظور نہیں ہے کہ رعایا پر سختی واقع ہو
 ان سب امور کے بند و بست ریاست بھوپال کا بہ نسبت بند و بست ریاست
 اور ملک اودھ کے بہت نرم اور رعایت کے ساتھ کیا گیا تھا اس کی تفسیر اس
 اُس وقت کے موازنہ کاغذات سے ہو سکتی ہے یہاں ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا
 کہ باوجود اس قدر احتیاط اور مراعات کے پھر شکایت سختی بند و بست کیوں
 ہوئی؟ جہاں تک مجھ کو تحقیق ہوا ہے اسکا صاف اور صریح جواب یہ ہے کہ
 ملازمان محکمہ عالیہ ایجنسی سیورے ظاہر انھنی طور پر فرضی نام رکھ کر دوا
 پر گتہ سیور کی مستاجری سے رکھتی تھی ان کو پامنا نہ جمع بند و بست جدید کا
 اور باغوائے اعدائے ریاست انھوں نے پہلے سے رد و نفرت صاحب ہمارے
 شکایتیں پوچھنا اور شور و غوغا بلند کرنا شروع کیا۔ جب محکمہ ایجنسی سے رفع
 کی نسبت مخبرین آنا شروع ہو گئے، تو ریٹسہ عالیہ نے بشورہ والا جاہ اپنی
 اور شیشی سے جو ان کا خاصہ طبعی تھا عام رفاہ خلق پر نظر کر کے صحت و عدم
 غلات کو تحقیقات آئندہ پر مچھوڑ کر اور محکمہ تحقیقات ثانی دیکر معافی درمائی
 دی چودہ لاکھ روپیہ باقی سابق کا اور پانچ لاکھ روپیہ دوا می آمدنی کا معاف
 فرما دیا اور پچاس لاکھ معافی ہیز ذہ سالہ سنین اضیہ اور دوسری رقم

معدہ درج کاغذات معانیات ہوا۔

چھٹا الزام

(۶) یہی یہ کہ ریٹسہ عالیہ اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ میں مخالفت پیدا کرنے
 کے باعث والا جاہ ہوئے۔ اسکی اصلی حقیقت یہ ہے کہ جس زمانہ سے ریاست بھوپال
 کی حکومت نواب غوث محمد خان صاحب مرحوم والد ماجد نواب قدسیہ بیگم صاحبہ
 کے خاندان سے نواب نظر محمد خان صاحب بہادر خلف نواب وزیر محمد خان بہادر مرحوم
 کے خاندان میں منتقل ہوئی، اُسی وقت سے حسب اقتضائے طبعی دونوں خاندانوں
 میں دلی رنجش کی بنیاد پڑ گئی، اسی بنا پر نواب شیر محمد خان (جنگلی سنگھی) نواب
 کندر بیگم صاحبہ خلد نشین سے ہوئی تھی، اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے
 درمیان چارم وسیع الثانی بیگم بیگم بھری میں خانہ جنگی اور غوریزی کی فوج ہو گئی
 آخر کار جناب ماس ہر برت مانڈک صاحب بہادر پولیسکل ایجنٹ بھوپال اور کپتان
 یافنس صاحب بہادر کے مشورے سے نواب شیر محمد خان صاحب کو چالیس ہزار مالانہ
 کی جاگیر دیکر نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی تحریک پر یہ رشتہ منقطع کر دیا گیا۔ اور نواب
 بھانگیر محمد خان صاحب بہادر کی سنگھی والدہ ریٹسہ عالیہ خلد مکان کیساتھ قرار پائی
 ہیز ذہ فی سبب جبری مطابق پانچ سو روپیہ اپریل ۱۸۵۷ء کو ریٹسہ منقطع کا عقد کلچ
 نواب صاحب مدوح کے ساتھ ہوا لیکن باہم شکر رنجی کی وجہ سے دو ایک سال

نواب صاحب بہادر کو نظر بندی کی مصیبت برداشت کرنا پڑی بہت کراپ
 ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۵ ہجری مطابق یکراپریل ۱۸۶۸ء کو شب کے وقت نواب جہانگیر
 صاحب تھنی طور پر نکلے سیور ہوئے اور ایک فیل بدست میں فرج حج کو سے پہنچے
 اور وڈراہہ دوتہی پر بود غیرہ پر قابض ہو گئے۔ فوج دہرہ رنج اٹھانی کشتہ
 کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ اور نواب صاحب بہادر کے درمیان کشتہ کے مقام پر
 اور سحر کے جنگ پیش آیا اور ایک ماہ کامل یہ جنگ منہ ضار قائم رہا۔ یہاں تک
 کہ نواب صاحب بہادر پولیسکل ایجٹ بھوپال فوج اگر بڑی ساتھ لیکر ہر دن شہ
 نیمہ دن ہوتے۔ اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ سے کہنا بھیجا کہ جناب لارڈ صاحب
 فرماتے ہیں کہ ریاست نواب صاحب بہادر کو تفویض کر دیجیے اور آپ سرکار کو اپنی بیگم
 کو اپنی عزت و جان اور جاگیر کا محافظ سمجھیے۔ ناچار سرکار قدسیہ مرحومہ چار لاکھ
 بیالیس ہزار چھ سو اٹھانوے روپیہ چھ آنہ کی جاگیر قبول کر کے ریاست سے دست برد
 ہو گئیں۔ بعد افعال نواب جہانگیر محمد خان صاحب حسب الکر صاحب پولیسکل ایجٹ بہادر
 بھوپال ۱۲۔ محرم ۱۲۸۵ ہجری کو۔ نواب فوجدار محمد خان سپرنٹنڈنٹ محمد خان
 نائب ریاست قرار پاسے اور ریٹیکہ عالیہ خلد مکان ریٹیکہ قرار دی گئیں، لیکن کچھ مدت
 گزرنے کے بعد ارکان ریاست نواب صاحب موصوف کے خائف ہو گئے اور انکی جانب
 سے کچھ بدگمانیاں پیدا ہوئیں۔ ۲۸۔ شوال ۱۲۸۵ ہجری کو تمام ارکان ریاست سے
 ان کی شکایت میں ایک درخواست جناب کلکٹن صاحب بہادر کے نام روانہ کی

صاحب اندراج نے ان لوگوں کو شکایتیں دیکر ریٹیکہ مظفر خلد نشین کو نواب صاحب
 کے ساتھ شریک انتظام ریاست کر دیا۔ ۱۵۔ محرم ۱۲۸۵ ہجری میں گورنر آف انڈیا
 کے حکم کے مطابق۔ نواب صاحب موصوف عہدہ نیابت ریاست سے معزول کر دیے
 اور ریٹیکہ مظفر خلد نشین مختار ریاست قرار پائیں اس اثنا میں جبکہ نواب
 یہ بیگم صاحبہ کا انتظام جاگیر اچھا ثابت نہیں ہوا۔ نو سلطان ڈیوڑھی کی خدمت
 ستم شاری سے غن۔ بڑی اور ڈاکہ زنی اور ظلم و تعدی کی اکثر واردائیں
 رعین آئیں۔ اور ان کا کوئی تدارک ڈیوڑھی سے نہیں ہوا۔ اس لیے
 نواب صاحب بہادر ریڈنٹ آف دسٹ اپنے خریطہ خط مورخہ ۱۵۔ دسمبر ۱۲۸۵
 خریطہ خط مقدم راج پور میں صاف طور پر یہ تحریر فرمایا کہ عدالت ریاست
 اب ہی رہنا چاہیے۔ اور ڈیوڑھی نواب قدسیہ بیگم صاحبہ پر ایک تہہ ریاست
 انتظام کے واسطے امور کیا جائے۔ ریٹیکہ مظفر خلد نشین سے بوجہ بزرگی نواب قدسیہ بیگم
 صاحبہ احکام صاحب کلان بہادر کی پوری تعمیل تو نہیں کی، البتہ صرف اتنا کیا کہ
 زجدار سی و مقدمات سنگین و چوکیات و ساریات کا انتظام ان کے دست نصرت
 سے نکال لیا یہ تمام واقعات والا جاہ مرحوم کے عہد سے بہت پہلے کے ہیں بعد وفات
 ریٹیکہ مظفر خلد نشین۔ جب ریٹیکہ عالیہ خلد مکان سند نشین ریاست ہوئیں اور
 انھوں نے اپنا عقد ثانی والا جاہ مرحوم کے ساتھ کیا تو بسبب غیر ملکی اور غیر کفو ہونے
 سے۔ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی بیخ و بکورت میں جو پولیسکل میٹیت سے چلی آتی تھی اب

اضافہ ہو گیا۔ ان کا خیال پہلے سے غالباً ذاب فیض محمد خان صاحب مرحوم
یا محمد خان صاحب مرحوم کی طرف تھا خود غرض اہلکاران و متوسلان دیوانی
ذواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی ضعیف العمری و شیرینی و فیاضی اور نسبت بہ
موجودیت جا کر انتفاع ذاتی کی ہوا نہ ہو س میں اقلب و تصرف کو کے اموال و
وامتہ و زر و جواہر و حقوق رعایا پر خوب دل کھو کر دست درازی شروع کی
اشخاص جہاں و باز پرس ریاست سے بچنے کے لئے والا جاہ کی مخالفت اختیار کر
اور ریاست کی شکایتیں حکام بالا تک پہنچانا شروع کیں۔ اور جو نظم و
زمانہ کفالت نامہ سے مقرر ہو گیا تھا اس میں خلل اندازی شروع کی یہ حالت کہ
ریاست سے ایک یادداشت مورخہ بہتم محرم ۱۱۹۶ ہجری مطابق چہار دہم جزری
۱۱۹۷ شہاد اور ایک خریطہ خط مورخہ بہتم محرم ۱۱۹۷ شہاد و مورخہ ۲۵
بہادر بھو پال اور ایک خریطہ خط مورخہ ۲۵ سبکدوش ۱۱۹۷ شہاد و مورخہ ۲۵
۱۱۹۷ شہاد ہجری مطابق با دہم سنی ۱۱۹۷ شہاد بھیجا گیا اور اس میں ذواب قدسیہ بیگم
کے انتظام جاگیر کے لئے ایک معتمد کے تقرر کی درخواست کی گئی یہ خبر سن کر قبل از منظر
صدر ارباب کار ڈیوڈی نے جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر کی وساطت سے بالا
ایک ملازم گورنمنٹ انگریزی کو بطور معتمد ڈیوڈی موصوف پر مقرر کر دیا۔ مگر کوئی
مستقل نظم قائم نہ ہو سکا ریاست کے ملازمان معزول شدہ نے ڈیوڈی موصوف میں
پناہ لیکر ایک ہنگامہ عظیم برپا کر دیا اسی دوران مخالفت میں یہ خبر بھی مشہور ہوئی

ذواب قدسیہ بیگم صاحبہ اپنا تمام مال و متاع اولاد ذواب دلیہ صاحبہ دام قبالہ
دینے کا قصد رکھتی ہیں۔ بہر حال ایک مدت تک اسی قسم کا معرکہ شور و مشر
۱۱۹۷ ہجری تک کہ حکام گورنمنٹ پر اصلی حالات واضح ہوتے گئے۔ آخر کار جناب
ڈیلی بیگم کننگہ صاحب بہادر پو لیکل ایجنٹ بھو پال نے دخل دیکر اور حسن تدبیر
نام لیکر جو نزاع یا بھی ذواب قدسیہ بیگم صاحبہ اور ریاست کے درمیان چلی آتی
میں با حسن وجہ رفع کرادی سوم ذبحہ شہاد ہجری کو ایک شہادہ مقرر شدہ ذواب
قدسیہ بیگم صاحبہ کا جسر کا در ڈیوڈی موصوف منشی محمد الدین صاحب کے دستخط
۱۱۹۷ شہاد میں مضمون کار میں عالمیہ کے نام آیا کہ بعد میرے آنے پر یہ کو اپنی کل جائداد کا
استثنا کسی شے کے مالک و مختار کر کے یہ چند وصایا واسطے اجرائے دوام کے
منعقد کرتی ہوں۔

(۱) مصارف خیرات و سدا بہت، باغ مقبرہ، و جامع مسجد مقررہ سابقہ
کام رہیں۔

(۲) ملازمان سدر جہ نقشہ کو ماہوار پنشن ہمیشہ ملتی رہے۔

(۳) ہر کے صرفہ دوامی کار و پیر گورنمنٹ میں جمع کر دیا ہے، ان کی آمدنی
سے ہر ماہ تمام شخص انگریزی جاری رکھتی جائے تا جب ذبحہ شہاد ہجری کو ریشہ عالمیہ
نے بذریعہ یادداشت صاحب پو لیکل ایجنٹ بہادر کو تحریر فرمایا کہ دو تین امر کی
منظوری سے اور مطمئن فرمایا جائے امور نہ کور یہ ہیں۔

(۱) نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد اہلکاران و فرائض کے کاغذات ریاست کو سمجھا دیں۔

(۲) جس قدر جائداد و نقد و زر و زیور، دوا، ہر، و ظروف و غیرہ موجود ہیں ان کی تعداد کا ایک کاغذ جس پر کاردار ڈپوٹھی کے دستخط صاحب ممدوح کی تصدیق ثبت ہو وہ اس سال فرمایا جائے۔

(۳) ایک کاغذ آمدنی و خرچ دیس انداز جاگیر کا ابواب ریاست میں تمام صاحب ممدوحہ داخل ہوتا ہے۔

اس یادداشت کے جواب میں صاحب پرنسپل ایجنٹ بہادر نے ہدایت فرمائی کہ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۲۹۹ء تحریر فرمایا کہ آپ کی درخواست مناسب ہے۔

اس کے بعد عہدہ محرم ۱۲۹۹ ہجری کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ نے تحریر ریاست بحال میں ایک شفعہ اس صفحوں کا ریکوئٹ عالیہ کے نام ارسال کیا کہ انجانہ میں اس تحریر آنعزیزہ سے انہیں خاطر حاصل ہوا جن لوگوں کا مفاد ہمارا نزدیک آنعزیزہ کے ثابت ہوا ہے یا آئندہ ثابت ہو، ان کے ساتھ آنعزیزہ کو اختیار ہے حسب مرضہ بیسی مناسب بصورت کارروائی کریں۔ ایک نقل اس شفعہ کی محکمہ عالیہ ایجنٹ میں بھیج دی گئی ہے۔

(ان تمام مراتب کے سٹ ہوئے کے بعد نواب قدسیہ بیگم صاحبہ نے بتلائے کہ اہلکاران

کو بہت چارم محرم ۱۲۹۹ ہجری مطابق ہفت دہم دسمبر ۱۲۹۸ کو ساڑھے سات بجے شب کے وفات پائی۔ اور اپنے تعمیر کیے ہوئے مرن میں جو باغ مقبرہ میں دفن ہے مدفون ہوئیں۔ غفر اللہ لہما۔ بعد وفات سرکار مرحومہ ان کا تمام وکمال نفقہ ان کے سزا کے وغیرہ پرنسپل ایجنٹ بہادر کے فرد مفادہ کے مطابق صاحب ممدوحہ پر نگرانی ریکوئٹ عالیہ کے حضور میں پیش ہو کر داخل خزائن عامہ ہوا۔ اور اسے منع جاگیر شامل ریاست کر دئے گئے۔

ان تمام حالات سابق ولاحق سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ والا جاہ کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے نہ کوئی قدیم رشتہ داری تھی نہ دلفنی تعلق تھا۔ نہ کوئی تعارف و علاقہ سابقہ تھا، نہ تہناب ممدوحہ سے کوئی بذاتہ ان کو ضرر پہنچا تھا، پھر وجہ مخالفت کیا ہو سکتی ہے؟ قطع نظر اس کے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ریکوئٹ عالیہ اپنی جد فاسدہ محترمہ کی محبت و یکانگت و احترام کو محض والا جاہ کی حمایت پر کیونکر خیر باد کہہ سکتی تھیں، ظاہر ہے کہ ریکوئٹ عالیہ والا جاہ کی محبت و عقیدت میں پس وہ باریں ہمہ علم و دانش و زہد و ورع ایسے انحال قیہ کو کیونکر جان سکتے تھے جو سزا بخشن کی بدخواہی پر مبنی تھے، اور باین انحال ریکوئٹ عالیہ نے اب میں والا جاہ کی صدق و محبت و رفاقت و خیر خواہی و دیانت کا نقش کیونکر اٹھارہ سکتا تھا۔ والا جاہ کو میں نے ایک موقع پر خود یہ کہنے مناسب کہ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ میری خوشدرا من صاحبہ مرحومہ کی والدہ ماجدہ ہیں، میں ان کے بیٹے

دل سے یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ خدا میرا اور ان کا خاتمہ بخیر کرے۔

ساتوان الزام

یعنی یہ کہ والا جاہ سے رئیسہ عالیہ اور نواب ولیعہد صاحبہ کے درمیان
ناموافقیت پیدا کر نیکی کو کشش کی۔

سچ یہ ہے کہ والا جاہ مرحوم کی سوانح زندگی میں اس سے زیادہ افسوس ناک
اتیس سے زیادہ رنج وہ افسانہ اور اس سے زیادہ بد بختی آمیز کوئی واقعہ نہیں ہے
اس لیے کہ آغاز ملازمت اور نکاح ثانی کے وقت سے ان کی عزیز زندگی کا ایک
ایک لمحہ جس رئیسہ عالیہ کی رفاقت و خیر خواہی، اور دلسوزی، اور ترقی جاہ و
اور ازاد دولت اور تبال کے فکر و تدبیر میں بسر ہوا اور جس خاندان عالیشان
وودان ریاست و جہان بینی کی فلاح و بہبود کو دیکھا کہ خود انکی تحریروں
ظاہر ہے، انھوں نے اپنی علمی زندگی کا ایک جزو لاینفک سمجھا، اور جس ریاست
کی سرسبزی و آبادی، و نیکنامی، اور مالی اقتصادی ترقی کی جدوجہد میں
سرکامیابیت ایڑی تک لگیا، افسوس ہے کہ اسی ریاست میں اور اسی رئیسہ عالیہ
کے عہد دولت و مہم میں اور اسی رئیسہ عالیہ کی تخت جگر پر دیدہ ریاست
و جہان بینی میں نواب ولیعہد صاحبہ دام اقبالہا کے نسبت بعض افترا پر ازاد
کی دراندازیوں نے والا جاہ کے دامن عزت پر بیوفائی کا بدنامہ تہہ لگانے کی

کوشش کی۔ اور وہ ذات جس کی تمام عمر ابتداء سے شہر سے آخری لمحہ حیات تک
ہمارے قرآن و حدیث و اشاعت و احیاء سنت علوم شرعیہ کی خدمت اور
مملکت کی اصلاح دینی و اخلاقی و ملی میں گزری اور جس کا تمام وقت
ہدایت الہی و قال اللہ و قال الرسول و رضا جوئی آقا اور رقاہ خلق کے لیے
وقت عام رہا، جن کو علاء کلمتہ اللہ کے ذوق و شوق میں کبھی - خوش
بیگناہ اور حاکم و محکوم کسی کی خوشی و ناخوشی کی پروا نہیں رہتی تھی نہ اپنی
جان و آبرو کا خطرہ اس کے پاک مقصد میں اسکا سنگ راہ ہو سکتا تھا۔
افسوس ہے کہ اسی کی جبین نیاز اور ناصیہ عبودیت ایسے عظیم الشان گناہ کبیرہ
کے سیاہ داغ سے داغدار قرار دی گئی۔ وہ شخص جس کی عقل و فراست کا تمام وقت
ورہ نیران ملک نے اپنی متعدد تقریروں اور تحریروں میں صادقانہ
عزائم کیا ہے کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ ہی شخص انیم علم و شرع
و انسانی حقوق عباد کو جو خود اس کے نزدیک حقوق الہی پر بھی مقدم تھے
اور حق نگہواری قدیم دلی نعمت کو قطعاً فراموش کر کے کمال نادانی و سفاهت
کے ساتھ، جو ایک بھدار جاہل و نیا دار سے بھی وقوع میں نہیں آسکتی، علانیہ
ایسے فعل قبیح کا مرتکب ہوا جو نہ صرف باعث رسوائی دنیا و آخرت ہے
بلکہ ہمیشہ کے لیے خود اس کے حق میں اس کی اولاد کے حق میں، اس کے خاندان
کے حق میں باعث سخت ضرر و نہا ہی ہے۔ یہ ایک ایسا عقل کو حیرت میں ڈالنے والا

پراسرار واقعہ ہے جسکی معرفت وادراک سے عقل انسانی عاجز اور جسکی تشریح سے زبان و قلم قاصر و سرگردن ہیں دیا للجب۔ اس واقعہ تعجب خیز کا جب خیال آئے تو یہ اختیار یہ آیت کریمہ۔ **ذَٰلِكَ تَقْوِیُّرُ الْعَزِیْزِ عَلَیْهِمُ یَا اَحِبَّائِیْ** ہے اس لیے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

نشد نصیب دشمن کہ شود ملک تیغ	سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آدا
------------------------------	--------------------------------

کسی نے خوب کہا ہے۔

آگینہ زکد شش فلک آگینہ رنگ	بر آگینہ خانہ طاعت ز نیم رنگ
بر آگینہ سنگ زدن نسل آدا	سنگت ندادہ بر فلک آگینہ رنگ
یک بارہ شوخ دیدہ وئے شرم گشتلم	نے شرم از صغیرہ وئے از کیف رنگ
جائے کہ جنگ باید آوردہ ایم صلح	جائے کہ صلح باید آوردہ ایم جنگ
جنگ جہل گرفتہ گرہ بان عسرا	ما خوش گرفتہ دامن آزدہ و اجنگ

جتنی مانہ کا یہ ذکر ہے اس مانہ میں اگرچہ میری عمر کم اور ایک طالب علم کی حیثیت سے زیادہ دوسرے اور معاملات ریاست سے بھی خدائے نامہ میں بلکہ کبھی کوئی سرکار مانہ بعد اسکے اس لیے ذرا اس مسئلہ بات بھی میرے محذوہ میں تاہم میں اپنے علم و یقین کے مطابق صرف بقدر کہہ سکتا ہوں کہ انسانی کے رشتہ جہد کی نزاکت اور تندہی ریاست کو اس واقعہ مانہ سے بہت گہرا تعلق ہے یہی ان کے ثبوت میں اس وقت میں مختلف تحریروں نقل کرتا ہوں جو میرے پاس موجود ہیں یہ بجائے خود ایک مستند و نامور شخص ہیں اول سچ ٹریڈ عالمیہ چار اہم بیع انسانی ٹریڈ میری مطابق۔ پرنٹنگ ہاؤس میں ایک دیباچہ

واقعہ پر چڑھی گئی۔ دوئم صافی نامہ جو ٹریڈ عالمیہ نے دو ہی ریاست سے لائی تھی کے وقت والا جاہ مرحوم کو ظاہر آیا۔ تیسری وہ تحریروں جو والا جاہ مرحوم نے اپنی بعض کتابوں میں اور اپنے آخری وصیت نامہ میں لکھی ہیں اس کو زمانہ مرض الموت شہید ہجری میں اپنی اولاد کی ہدایت درہمائی کے لیے تالیف کیا اور چھپوایا۔ میں اس جگہ انہیں کو نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) **ایچ ٹریڈ عالمیہ**۔ سب ماضی میں وہ بار کو یہ بات معلوم ہے کہ سیکندر بیکم صاحبہ مرحومہ خلد نشین نے قریب ہیں پچیس برس کے بطور خود بخاری استقلال حکومت اس ریاست کی کی اور اس کے انتظام اور درستی میں کوئی نقص و گزاشت نہیں کیا، لیکن جو بات جناب مدوہ کو اس مدت دراز میں حاصل نہیں تھی وہ اللہ تعالیٰ نے بعض اپنے فضل و کرم سے اس مقبولی مدت صدر نشینی میں اس عاجزہ کو محنت فراہم کی اگرچہ یہ سب امور نیکنامی اور بلند آواز کے نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں، لیکن عقلمند لوگ ایسے موقع پر ظاہر اسباب کو بھی دیکھتے ہیں

سال بعد ہماری صدر نشینی کے جب علاج ہمارا منظور ہی ملکہ معظمہ آگینہ و فیضیہ مراد نواب صاحب بہادر ہوا تو اس وقت ذریعہ تحریروں بات ٹھہر گئی کہ ریاست کے کام میں نواب صاحب بہادر مددگار نہیں گئے چنانچہ اس میں سے آج تک جو کچھ مدد و صورت الیہ نے تمام امور ریاست میں بکامیابی اور دیتے ہیں وہ سب آخو ان دو مکان و ملازمان ریاست پر اور بلکہ صاحبان عالی شان بہادر پر منحصر ہیں۔ دشمن ہے

انکی مدد ہی سے وہ وہ عمدہ انتظام ریاست میں زمانہ صدر نشینی میں ہاں
 سے ہوئے جو ہمیشہ کے واسطے اس ریاست میں بادگار رہینگے۔ چنانچہ شہرہ آفاق
 اشتہار موزہ بین مٹایا گیا۔ علاوہ اس کے آج تک ابتدائے کار و بار
 نواب صاحب بہادر نے باوجود اس خصوصیت درشت داری کے اپنی ذرا
 ایک عام ملازم ریاست کی طرح جھک کر خیر خواہی ملازمان در عبادت و
 حکام انگریزی کے کوئی شان حکومت اور غصہ اور بد مزاجی اور ظلم اور خلی
 کسی نوکر اور رعیت کی ظاہر نہیں کی۔ ریاست کو قرضہ سے پاک کرنے میں
 بد رو نقی شہر کو عمارات عمدہ سے رونق دینے میں اور درستی کارخانہ جات
 محکمات اندرونی و بیرونی ملک محروسہ اور رعایت ہر شخص میں زیادہ اس
 سے منصب اور تہ سے کوشش مل بجالائے۔ اور رئیس اور ریاست کی خیر خواہی
 کو اپنی جان مال اور اولاد سے زیادہ ترجیحا۔ پس ایسے خیر خواہ دلی کا شکر کر
 ہونا عین شکر یہ اپنے الٰہک حقیقی خدا سے پاک کا ادا کرنا ہے۔ اکثر لوگوں کی خوشی
 جو کہ اس کام کرنے کے نواب صاحب بہادر کے ساتھ صورت حال داخرا جا بجا
 بخوبی ظاہر ہے۔ حالانکہ نواب صاحب بہادر نے جو کچھ انتظام آج تک کیا وہ غرض
 ہماری مرضی سے کہا اپنی خود رائی سے کوئی حکم نہیں لکھا۔ چنانچہ اسی انتظام کا
 یہ نتیجہ ہے کہ یکنامی اس ریاست کی پختی ہوئے پاکستان اور بھوپال سے تادم شام ہو
 ہو رہی ہے جیسا کہ اشتہار موزہ سے ظاہر ہے اور اسی خیر خواہی اور جانفشانی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر

انکی مدد ہی سے انکی سلائی رئیس ٹونک اور رئیس راہپور وغیرہ سے زیادہ مقرب
 ہوئے۔ طلبہ ملی درجہ اول ملا اور ملاقات ان کی لارڈ صاحب بہادر سے بطور خاص
 مل ہے اور دربار ملی میں نواب گورنر جنرل صاحب بہادر نے اپنی زبان سے
 یہ تحفہ تصنیف نواب صاحب بہادر کا ادا کیا۔ پس اگر سب اہل کار و برادران
 و خاصا ادا اور رئیس ایسی ہی بیدار مغزی اور خیر طلبی سے مددگار ہوں
 ہوں، اور نفاق کو دل سے دور کریں، تو امید ہے کہ نام آوری اس ریاست
 روز بروز زیادہ تر ہو جائے۔ جس طرح مارا المہام صاحب بہادر نے ریاست
 ہمیشہ خیر اندیش ریاست کے لئے ہیں، اور جو کچھ کوشش دربارہ ارسال زچند
 ان سے ظہور میں آئی، وہ سب پر روشن ہے جس کے نتیجہ میں آج یہ دربار منقذ
 لیکن نہایت افسوس کی جگہ ہے کہ نا انصاف لوگ بجائے اسکے درپے بدنامی میں
 خصوصاً نواب صاحب بہادر کے رہتے ہیں۔ اور ان بداندیشوں نے آج تک
 ہندائے کارروائی سے کوئی بات واسطے برائی ریاست داخراج و قتل و زہری
 تعمیر سازی نواب صاحب بہادر کی مرضی طور پر ذریعہ تحریر اور ذریعہ صرف کثیر
 مٹانین رکھی۔ ہم اس قسم کے لوگوں سے خواہ ملازمان ریاست سے ہوں
 یا بھائی بند یا خاص ہمارے محل کے لوگ خوب واقف ہیں، غافل نہیں لیکن ان
 کو کوشش بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ باطل ہوئی، اور بجائے اس کے یکنامی و ناموسی
 درمسن انتظام نواب صاحب بہادر کا جو مطابق ہماری رائے کے ہوتا ہے۔

حکام بالا دست اور نزدیک حکام و صاحبان غایتان بہادر کے روزانہ ہوتا جاتا ہے۔ ایک کمال نیک بنادی نواب صاحب بہادر کی یہ ہے کہ اس کے معلوم ہونے میں اس حال کے کبھی اپنے دشمنوں سے ارادہ انتقام کا نہیں کرتا۔ یہاں تک سرکار تک نہیں پہنچاتے۔ ہمیشہ سب کے حال پر توجہ رکھ کر سب کو بہتر کرنے میں۔ چنانچہ مجملہ اس کے یہ امر ہے کہ قبل ہماری مرضی کے واسطے عقد فرمایا۔ سلطان جہان بیگ صاحب کے ہمراہ سلطان دولہ احمد علی خان صاحب بہادر کے نواب صاحب بہادر نے نہایت کوشش کر کے یہ شادی کرانی، اگر ہمیں نیک احسان نواب صاحب بہادر کا ان کے حق میں ہے۔ یہ احسان اس لائق نہیں فراموش کیا جائے، بلکہ مقتضائے شکر گزاری یہ ہے کہ ہمیشہ اطاعت اُن کے اپنے اور پسر پسر فرزندوں اور خردوں کے واجب بحسن۔ اسی طرح تعلیم و نظام اور رعایت جملہ برادران ریاست کو ہمیشہ نواب صاحب بہادر ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے اس کے جس قدر اوصاف و خواہ عملہ جات اور فرج کا ہوا۔ اور طرح طرح کے انتظام و حکمت جات و کارخانہ جات و تعمیرات ہر چار نظامت میں ہوئے، اور جس قدر اور عمدہ لوگ اس ریاست میں جمع ہیں، یہ سب نیچر حسن انتظام و فیوض و بہار بہادر کا ہے۔ اہل اخوان دارکان ریاست کو چاہیے کہ دل سے خیر طلب اور نواب صاحب بہادر کے رہیں۔ اور ان کی موجودگی اور زندگی کو اپنے عزیز و غنیمت سمجھیں، اور یہاں تک سب پر ظاہر ہے کہ کام کرنا نواب صاحب بہادر

۱۹۲
گورنمنٹ آف انڈیا اور محض ہماری دارہ گیر سے ہے۔ وہ نہ بدانتہا اُن کو لایح حکومت اور دولت کا نہیں ہے جس طرح اور لوگوں کو حرص ہے کہ اس کے چرکہ شکر کرنا اپنے خیر خواہ کا جہل عبادت ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے اس واسطے ہم اس تقریر کو ختم کرتے ہیں شکر پر اس خدا کے پاک کے جس نے ہمارے ساتھ دگار لائیں ذی علم کار گزار دشتا۔ جس کا نظیر آج دوسری ریاستوں میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کو ہماری زندگی تاب زندہ اور تندرست رکھے۔

(۲) صافی نامہ جو مدد ہی ریاست سے دست کشی کے بعد دیکھنے والیہ نے عت فرمایا۔

ہفت ہم ذیقعد ۱۲۸۵ ہجری سے بوجہ دراندازی دشمنان ریاست ہندوستان کی نیکو صاحب بہادر پو لیکل ایجنٹ و صاحبان دلائل شان سرپل گریف صاحب بہادر پو لیکل ایجنٹ ہندوستان کے مدد ہی کاروبار و بکاری سے کنارہ کشی اختیار کی اور ہم نے بھی مصیحت اسی امر میں دیکھی، کہ آئندہ کسی انتظام اور معاملات بہت میں آپ دلی نہ دو تاکہ ہمیشہ آفات دنیاوی سے محفوظ رہو، لیکن چونکہ پندرہ سال قبل سے آپ نے سوا تر سرفر و حضرت میں ہماری رفاقت و خیر سگالی داہمی ادا کی ہے اور ہمارے علم و تحقیقات میں سوائے جانفشانی اور جانکاہی۔ اور تکلیف کشی روز و شب کے مدد ہی امور بہت میں کوئی امر غلات ہمارے یا ہماری مرضی کے ظاہر و باطن

آپ سے وقوع میں نہیں آیا ہے۔ اور ہم آپ سے بہتہ دل راضی اور خوش ہیں۔
 اور جس قدر احکام سرشتہ قطعی کل اقسام والوں کا غذا تالی و دیوانی و
 و دیوانہ و دیوانہ خاص و غیر کے ایک ہماری رو بکاری اور آپ کے دستخط و غیرہ
 ہوئے وہ سب خاص ہمارے احکام سرشتہ قطعی ادا ہو و نواہی ظاہر و مخفی سے
 نے اپنے اختیار سے کوئی کارروائی جزوی و کلی امور ریاست اور دیوانہ و دیوانہ
 نہیں کی، اور نہ آپ سے کوئی عہدہ کسی درجہ کا متعلق تھا، جس سے آپ خداوند
 منزول سمجھے جادین بلکہ آپ خود نہایت خوشی کے ساتھ مدد ہی مذکور سے
 ہو گئے۔ اس لئے کسی طرح مواخذہ شرعی و عرفی و قانونی آپ کے ذمہ نفس
 میں آج تک عائد نہیں ہوا، اور نہ آئندہ کسی طرح کا آپ کو تعلق کا رد ہمارے
 سے حسب خواہش آپ کے باقی ہے، کہ خیال باز پرس مذکور کا کیا جائے۔ اس واسطے
 ضروری ہوا کہ بغرض انسداد باز پرس وجہ اب ہی ہرگز نہ صریح و غیر صریح و
 ہر قسم بات کسی صیغہ مصارن ال مثل صریح مطاع و طبع کتب و آراء و غیرہ است
 و زکوٰۃ وغیرہ یا احکام سرشتہ دیوانی و قریبی و دیوانہ و غیرہ کے ذمہ آئندہ ہر
 یہ خط آپ کے نام لکھا جائے تاکہ ہمارے حضور و غیبت میں کسی شخص کو مدعیان و انوار
 ریاست و خاص ہماری اولاد اور در و ستار زمانہ حال و استقبال سے گنجائش کسی طرح
 کے مواخذہ اور جواب طلبی کے بابت جملہ امور کلی و جزوی متعلقہ ریاست و غیرہ
 آپ سے اور آپ کی اولاد سے منور اور یہ خط مع نقول سہ گانہ بطور صاف و آسانہ نزدیک آپ

آپ کی اولاد کے باقی رہے تاکہ احتیاطاً وہ بھی ہر قسم کی باز پرس اور مصادرو
 انواع امور ریاست و دیوانہ و دیوانہ خاص سے بشرح بالا بری و صحت پاک
 کے جادین، بناؤ علیٰ ہذا یہ خط بہ دستخط و ہر خاص خود لکھ کر دیا گیا ہے تاکہ
 ایک حکام عالی مقام اور صاحبان عالیشان بہادر و جملہ افواج و کلاں
 و کلاں و رعایا کے ریاست اور ہماری اولاد کے واسطے آپ کی صفائی اور
 پاک بناوی اور خیر سگالی وغیرہ مراتب و اعزاز و آبرو کے گواہ صدق اور
 تائید عاقل رہیں فقط

بہر خاص رئیس عالیہ

دستخط خاص رئیس عالیہ

بہ زبان اردو و انگریزی مورخہ غفر ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ

(۳) تحریر والا جاہ مرحوم۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک انفرافلق کا میری نسبت یہ بھی ہے کہ میں باعث ثنوت
 اور میان اولاد اور والدہ کے ہوا ہوں۔ حالانکہ یہ نفرتی دین اسلام میں
 گناہ کبیرہ ہے، اور دنیا میں میرے حق میں نہ ہر قائل ہے۔ کوئی فرد بشر دیر ہر قسم
 و چارہ اشدین چاہتا ہے۔ پھر کیا میں ایسا نادان تھا جو اپنی جان کو اس تملک میں
 ڈالتا۔ ۹۔

پھر کہتے ہیں "ایک انفرافلق صریح یہ ہے کہ جو حرکت و سکون اندر محل اور شہر کے
 ہوتا ہے وہ میری طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ میرے فرشتوں کو بھی اسکی خبر نہیں ہوتی

اُس بارہ مین دو گروہ بین ایک گروہ تو ایسا ہے کہ اگر ان کے رد و رد میں حاف کردن یا شہود عدل لاؤن تب بھی وہ میری عدم مداخلت کو نہ کریگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ **إِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ انْجِدِ** خدا فرماتا ہے۔ **إِنَّ تَعْصِ الظَّنِّ اِشْمَکْ** پھر فرمایا **إِنَّ الظَّنَّ لَا یُفِیْهِ مِنَ الْحَقِّ شَیْئاً** دوسرا گروہ بخوبی یہ جانتا ہے کہ فی الواقع وہ یعنی ریکہ میری مطلع و محکوم اور پابند اسے نہیں ہیں بلکہ میں اُن کے ساتھ ہر امر میں موافقت و عطاۃ کرتے پر مجبور ہوں۔ اور مجھ کو کوئی قدرت اُن کی مخالفت خاص پر نہیں ہے۔ اُس جگہ بالک ہٹ انزیا ہٹ، اور راج ہٹ اس میں سے

آب با سبزہ لب تشنہ با کم لطف است | باغبان را چه گناہ آب زبالا است
وصیت نامہ کے صفحہ ۳۲ میں اپنی اولاد کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں "تین براہ نک حلالی و وقاداری و حق شناسی ہمیشہ اولاد ریکہ اور اولاد اولاد سے ایسی محبت رکھتی جو تمہاری محبت سے زیادہ تھی، اور کبھی کوئی اندیشہ فاسد حاضر آدغا نہ آجائے۔ ظاہر و باطن اُن کے حق میں میرے دل میں نہیں آیا۔ بلکہ ہمیشہ یہ ہی چاہا کہ دنیا بھر کی خیر و خوبی اُنہیں کے واسطے ہو، اور یہ بعد اپنی والدہ کی اس ریاست کو حالت نیکنمی، دسر سبزی، و ترقی میں بائیں۔ میں نے کبھی ایک ظاہر و مخفی اپنے طور پر کسی اپنے کام میں ریاست کا صرف نہیں کیا نہ ریکہ عالمید

کبھی سوال ترقی و منصب اور عطا کا کیا۔ ان جو آنھوں نے اپنی خوشی کے دیا وہ میں نے لے لیا۔ جو کوئی بعد تمہارے نام مرحوم کے آیا اُس نے ملازمت میں معاش کے صد بار و پیا ہوا رکھ کر ریاست پر ڈالا۔ اور ایسا انتظام نکالا کہ ساری رونق و دولت و ثروت ریاست کی بر باد ہو گئی، میں تو فقط دو دستار رئیس اور خاص اولاد رئیس کا تھا، اور تمام کوشش میری درستی کے نامی ریاست میں تھی جس کا نتیجہ اُنہیں کو ملتا۔ نہ مجھ کو اور نہ میری اولاد کو۔ پھر لکھتے ہیں "میں نے اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر دن قیامت کے چھوڑ دیا۔ جہاں سارے عناصر اور خواطر ظاہر ہو جائیں گے"

بعد اسکے لکھتے ہیں "تم اطاعت ریاست حسب سرشتہ کرتے رہنا۔ اور اللہ پر عمل رکھنا اور خود کسی اندیشہ فاسد کو از خود یا بد اغوائے دیگر نسبت اس ظالم کے اپنے دل میں جگہ نہ دینا، یہ امر خلافت نک حلالی اور مرضی خدا ہے۔ اور ظالم جسے سے مظلوم بننا ہمارا شیوہ آسانی ہے۔ ہکو نہ چاہیے کہ ہم اس طریقہ کو پسور دین"

اپنی ایک دوسری کتاب میں ایک موقع پر لکھتے ہیں "میں نے تمام وقت اپنا سرف رضا جوئی آثار کھا، بڑا جادو میرا یہ ہی تھا۔ مثال امر میں کبھی رعایت و پیش دیکھنا نہ کی نہیں کی۔ جس کسی امر کو آنھوں نے (یعنی مخالفین نے) میری طرف سے سمجھا ہے۔ میں نفس الامری میں اس سے بری ہوں۔ اور واسطے مبالغہ کرنے کے

۱۷

تیار ہوں" ۵

دشمنی فکر کسان دوستی اندیشہ ما
عیش بخل دگران است و ہنرمندان
آپنی ذات خاص اور اخوان و ارکان ریاست کی نسبت کہتے ہیں کہ ان کے
وارکان ریاست پر و فرع اس معاملہ (یعنی نکاح ثانی) کا گران اور نام گران
وجہ اس ناخوشی کی یہ تھی کہ یکم صاحب نے مجھ سے کاروبار ریاست میں
اور مجھ پر اعتماد کلی کیا، میں نے چار ناچار اپنی فکر و ہمت کو انکی خیر خواہی
صرف کر دیا اور کسی دوسرے کی خوشی و ناخوشی سے کام نہ رکھا۔ کیونکہ اگر میں
صرف نوکر ہوتا جس طرح کہ پہلے اس قرابت سے تھا، تب بھی مجھے پاسداری اور
دیانت و خیر سگالی کی حکم خدا و رسول واجب تھی۔ چنانچہ جب تک نوکر رہا ہوں
اسی طرح عسکر رہی اور اب تو بوجہ اس قرابت کے ان کا کام کرنا اور لوگوں سے
محبت و دیانت برتاؤ رکھنا اور بھی موکد تر ہو گیا، اگر میں یہ طریقہ اختیار نہ کرتا
تو انکا غاصب اور خدا کا ناشکر اور گنہگار ٹھہرتا، داریں میں بجز دیسیا ہی کے
اور کیا حاصل ہوتا، ان یہ آفت نہ آتی کہ لوگ مجھ سے ناراض رہتے۔ بلکہ اگر ایسا نہیں
کا ساطریقہ اختیار کرتا، تو بہت کچھ عیش و آسائش حاصل ہو سکتا تھا" ۵

زبان شکوہ اگر ہجو خوار داشتے	ہمیشہ خرمن گل در کنار داشتے
ہزار خانہ چو زنبور کر دے پر شد	اگر گزیدن مردم شعار داشتے
ز دست راست نہ دستے اگر چپ را	چہ گنجما بہمین دیسار داشتے

دعیت نامہ کے صفحہ ۸۱ میں لکھتے ہیں "میں اپنے قضا و قدر پر راضی ہوں
اللہ کا شکر گزار ہوں۔ در انداز لوگ جانیں اور ان کا کام۔ دنیا و دوس
ہے است و آخر کار با خداوند آنکہ بند ہوتے ہی سارے اعمال کا انجم
کف ہو جائیگا۔ قیامت کے آنے سے ڈرنا اور امتناع سے ڈرنا۔"

وفات

اب ہم ان واقعات کے ذکر میں آئیں مانہ تک پہنچ گئے ہیں جن میں ہنگامہ نور و نور
خاتم پر پہنچ چکا ہے جذبات مخالفت کا جوش ٹھنڈا ہوا چلا ہے۔ مابقی اور کئی لوازمات
اور بالا جاہ مرحوم پر عائد کیے گئے تھے ان کا مرافعہ (ڈیفنس) گورنمنٹ فائینڈ
اور اسپرٹل گورنمنٹ میں داخل ہو چکا ہے سرسپیل گریفن صاحب رکنٹ ٹواب
گورنر جنرل بہادر اپنے عہدہ سے ٹیکہ دوش ہو کر انگلستان پہنچ گئے ہیں اور
لارڈ ڈفرن صاحب بہادر کی جگہ لارڈ لینسٹون صاحب بہادر گورنر جنرل اور ویسکونٹ
مقرر ہو کر گورنمنٹ ہوس کلکتہ میں فرما رہے ہیں جن کی کرسی پر رونق افروز ہیں
اور مرافعہ آپ کے زیر غور ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ ایران گورنری سے آخری فیصلہ
سنا دے ہو کر گورنمنٹ برطانیہ عظمیٰ کی نصف شکاری اور معدلت پروری کا جوہر
اپنی اصلی شان میں منظر عام پر نمایاں ہو کر رفتہ نشہ شاہ حقیقی کی بارگاہ لم یزنی
سے صدائے انجمنی الی ربنا تعالیٰ رخصت ہو جائے اور بالا جاہ مرحوم کو

مرض الموت لاحق ہوا اور چند ماہ مرض استقامت میں انھوں نے بتلوار ہرگز نہ ہٹائی
شبِ جمعہ شبِ سبت و منہم ہادی الہی شمس البحر مطابق ۲۰ فروری سن ۱۲۸۰
وقت تیمم و فاتحانی مقبرہ میں جو متصل نظر بلخ قلاب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے
ہوئے کل عشر اشہد برس تین میں سے اور چھ یوم ہوئی۔

ایں حالت مرض الموت میں بھی اگرچہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ یک قلم نہ ہو
تھا مگر انگشتائے دست جو تبلیغ احکام الہی اور شاعت سنتِ مانت پناہی کے شرف میں
میں سرگرم تحریر و کتابت رہا کرتی تھیں وہ اس علیہ مرض فوت اور حالت مدہوشی میں
بھی اکثر متحرک رہا کرتی تھیں عین وفات کی شب کو قریباً آٹھ اور نو ساعت کے درمیان
بجب ذوالخاتہ الموت کی وجہ سے محسوس ہونے لگا کہ پیدا ہوا تو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
سیدہ سندی صدر العلماء مولانا سواتی ذوالفقار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے
دریافت کیا کہ کتاب مقالات الاحسان ترجمہ فتوح الغیب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
رضی اللہ عنہ مطبع مفید عام اکبر آباد سے طبع ہو کر آئی یا نہیں انھوں نے جواب دیا کہ
پُر وف آئے تھے وہ تصحیح کے بعد بھیج دیئے گئے ہیں ان کی رسید بھی مطبع سے آگئی ہے
اور کتاب مذکور بھی غالباً کل پرسوں تک تمام دکمال چھپ کر آجائے گی پھر سر اٹھا کر
دریافت کیا کہ آج کیا تاریخ ہے مولانا نے مدح سے فرمایا کہ آج جمادی الثانی کی انتیس تاریخ
ہے یہ شکر والا جاہ مرحوم نے کہا کہ آج مہینا بھی تمام ہوا اور بھائی تالیف بھی تمام ہوئی
بعد ازاں تھوڑی دیر تک غفلت و غنودگی کی حالت طاری رہی یہاں تک کہ نصف شب

کر تہجد کا وقت آگیا اور انھوں نے بالین سے سر ٹھاکر دریافت کیا کہ اب وقت
ہے لوگوں نے جو موجود تھے کہا کہ ایک بج چکا ہے یہ سنکر خاموش ہو گئے نصف ساعت
تیمم پڑھا یا اور دو ایک بار استغاثۃ اللہ لکھ کر پانی مانگا اور ساتھ ہی اس کے من کا
حالت احتضار غاری ہوئی ہنوز پانی کا ایک جرعه بھی حلق سے نہیں اترنے پایا
تھا کہ طائر قدس روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کرنا شروع کیا اور آن واحد
میں وہ جامع علوم سنن سید المرسلین و معارف کتاب رب العالمین کا روشن چراغ
ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا ہے

بد تو عشر چراغی است کہ در نیم شب
بہ نسیم مرہ برسم زدے خاموش است
صبح دہلی بجے تھیں دیکھیں کل میں آئی تین مرتبہ گیارہ گیارہ اور پھر تیرہ
صغیر کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی علماء ملت اعیان دوت آخوان ریاست
اکسراں فوج رعایا، شہر کے کثیر افراد طلبہ علم اور یتیمان خرد سال کا ایک جم غفیر
شریک جنازہ تھا جس وقت جنازہ تلج محل سے روانہ ہو کر شاہراہ عام پر گذرا
تو ایک درویش صوف پوش نے بے ساختہ کل من علیہا آغان و بیقی وجہ رباعی
ذوالجلال والاکرام کا نعرہ لگا کر ایک رفت آمیز لہجہ میں نعل کی طرف اشارہ
کر کے والا جاہ مرحوم کے ذاتی مناقب کے متعلق بہت سے الفاظ کہے ان میں سے
یہ چند لفظ یاد رہ گئے۔

سید والا خطاب بود تابع سنت و کتاب بود مقین علم و دہاد بود خویہ علم و انکسار بود

قادر اسے عقل و فراست بود و سالار عزم و ارادت بود الغرض مرثیہ بود۔
 جب جنازہ مقبرہ میں پہونچا ایک درخت کے سایہ میں رکھا گیا تو اس پر
 ایک عربی وضع باوقار بزرگ روشن چہرہ قبائے عربی اور سبز عمامہ زیب سر پہا
 عصا ہاتھ میں لیے ہوئے جس کے حصّہ زیرین میں ایک آہنی پیل لگا ہوا تھا
 اپنے چار پانچ قواہق کے ساتھ تشریف لائے اور ایک نوب طریقہ کے ساتھ
 قبیلہ ردہ کو کر نش کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور اپنے عصا و نکر جھنڈ
 کی طرح زمین میں گھاڑ کر بناہت شروع و ختم کے ساتھ قرآن کرم کی تلاوت
 کرتے رہے یہاں تک کر نش کو قبر میں اُتارنے کا وقت آگیا اور وہ وفیہ علم و فضل
 اور خزیئہ شریعت و عرفان زیر خاک و بادیا گیا۔

اگر بان جگر زمین کشا دند	و کان کان شرف درو نہاوند
--------------------------	--------------------------

اللهم اغفرہ وارحمہ رحمۃً وسعہ و تلافیہ و باطنہ

حقیقت حال یہ ہے کہ ایک عالم اور عارف باطنی کا ایک ایک قدم اپنے ملک
 نہیں بلکہ تبلیغ احکام الہی و تبلیغ سنن رسالت پناہی علوم شریعہ معارف قرآنیہ کے
 نشر و اشاعت کی جدوجہد میں اُٹھا ہوا جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جیادین
 اقتدار عقائد عباد و تنظیم اعمال اُمت اُمت بدعات و منیات اور کلمۃ اللہ ہی علیہا
 کی حمایت میں صرف ہوتا رہا ہوا اگرچہ اس کی موت واقعا موت نہیں کہی جاسکتی ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بمیش	آفت است بر جسیریدہ عالم دوام
----------------------------------	------------------------------

لیکن اسکا فراق دائمی جس کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ایک شخص کی موت
 نہ بلکہ ایک عالم کی موت ہے۔

الناس مَوْتٌ وَأَهْلُ الْعِلْمِ أَحْيَاءُ

یہاں تو والا جاہ مرحوم کی ذات میں دو جنمیں موجود تھیں عالم دین متین اور
 عامل سنت سید المرسلین ہونے کے علاوہ وہ شہسوارِ سنت ہونے کے ساتھ سے ایوانِ حکمت
 کے مرکز ثقل و ستون اعظم اور تعلقات نظریہ ریاست کے اعتبار سے مروجہ جزو کل تھے
 اس بنا پر جس وقت اس حادثہ اول آشوب کی خبر گورنمنٹ آف انڈیا کو پہونچی اور ریاست
 کی اقدان متعلق صبر و تکلیف و سرمایہ مسرت و شادمانی کا علم ہوا۔

گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے اعزاز

تو اسی وقت ایک ٹیلیگرام ذاب کونٹ گورنر جنرل سٹراٹف ہنری صاحب بہادر
 نے گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے ریستہ عالیہ کے نام اس مضمون کا دیا کہ بجانب گورنمنٹ
 آف انڈیا انکی فعل کے ساتھ شاہی اعزاز عمل میں لایا جائے چونکہ والا جاہ مرحوم کی حیثیت
 کے مطابق سنت نبویہ کے طریقہ پر انکی تجویز تکفین ہناہت سادگی کے ساتھ جائز ہو جائے گی
 کی طرح عمل میں آچکی تھی اسلئے رسم اعزاز شاہی طور پر ادا نہ ہو سکے۔

گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے ایسی خطاب بانی

بعد ازاں سٹراٹف ہنری صاحب بہادر ایجنٹ ذاب گورنر جنرل سٹراٹف ہنری نے

دوازدہم گشت شہداء مطابق بہت دشمنی اور کشتہ بگری کو مقام رزیدنی
ایک باضابطہ خط بھی انگریزی زبان میں اس معنون کی بھیجی کہ میں بڑی خوشی کے
آغالیہ کو اطلاع دیتا ہوں کہ گورنمنٹ ہند نے آغالیہ کی درخواست کو منظور
کر آغالیہ کے شوہر عالی مقدار سرکاری مراسلت میں اور تحریرات میں نواب مراد
مرحوم شوہر رئیس کے خطاب سے یاد کیے جائیں اس لیے آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ میں
تمہارا حکمت اور جمیع جاگیرداران و آجوان و ملازمان و متوسلان ریاست
اطلاع دین کہ سید صدیقی حسن خان مرحوم کے نام کے ساتھ مطابق حکم گورنمنٹ آف انڈیا
بطلہ تحریرات میں نواب صاحب بہادر مرحوم درج کیا کریں اور انگریزی اور اردو اخبارات
میں بھی اس کے چھپوانے کا آپ ہند و بہت کریں جس وقت یہ خطیہ رئیسہ عالیہ کے پاس
پہنچی اسی وقت رئیسہ عالیہ کے حکم کے مطابق جناب تشریف آریا علی صاحب مرحوم
وزیر ریاست سے اخبارات اردو و انگریزی میں لکھو چھپ کر شائع کر دیا اس جاگہ از اس
بہ شربا میں تائید ایزدی اور گورنمنٹ ہند کی حق و اذی کی صدا لکھا نازل والا جا
۲۱ کی اولاد و اخلاف کے شکستہ اور نگار و لون کے ساتھ موسیقی کا کام دیا اور
نظر امتنان کے جملات سے لکھے قلوب کو مہر کر دیا۔

جناب رزیدنی صاحب در کی جانب سے ادائے تعزیت

سکے پہلے ہکو اور بہاری اولاد و اخلاف کو خدائے قادر مطلق اور احکام الحاکمین کی

کا اقدس زمین اُس کے اخلاص و اکرام کا سچا شکر بجالانا چاہیے اور حکم حدیث شریف
میں لکھا کہ الناس لم یثکروا اللہ علیا حضرت رئیسہ عالیہ خلد مکان غفر اللہ لہا کے مرحوم
شاہ قاق مادرانہ اور عواطف شاد کا دل سے معرت و شکر و گزار ہر کر اُن کے حق میں
بیشہ دعا کے فیروز برکت و غفران و در زبان رکھنا چاہیے اور ساتھ ہی اس کے جناب
شہر ہنوی صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنر جنرل کی مہربانی اور احسان کا بھی ہم سب کو
دل سے معرت اور منت پذیر ہونا چاہیے کہ انھوں نے یہ نفیس تلخ محفل پر تشریف لاکر
سلطنت مہربانی اور کرم کے ساتھ اپنی ہمدردی اور دلسوزی کا اظہار کر کے
ہم دونوں بھائیوں سے رورہ رسم تعزیت دلائی علاوہ اسکے ہم سب کا اللہ تعالیٰ
گورنمنٹ آف انڈیا کے اور اُن تمام معزز پو رہین صاحبان و صاحبات کے بھی شکر گزار
ہیں جنھوں نے ادائے تعزیت کی چٹیاں لکھ کر ہم بھائیوں سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا

اکابر ملک ملت کی شکر گزاری بارہ تعزیت

تمام اکابر ملک ملت کی ادائے تعزیت کا با اعموم اور عایینہ جناب نواز الدولہ سید الملک
محمد سعید اللہ خان بہادر مرحوم صولت جنگ اور عایینہ جناب افتخار الامامہ نواز الملک صاحبزادہ
نواب عبید اللہ خان بہادر مرحوم فیروز جنگ سی ایس۔ آئی نایب ریاست کوٹلک
ہم خصوصاً ہمارا سارا خاندان از قہ دل ممنون ہے اور رہیگا جنھوں نے بذات خاص
ہو پال تشریف لاکر رئیسہ عالیہ سے اور ہم دونوں بھائیوں سے رسم تعزیت ادا کی

اور دلی خلوص بہت و شفقت کا ہمارے ساتھ رہنا دیکھا تو اب صاحب مرحوم
امیر کبیر ہی نہ تھے بلکہ نہایت سادہ وضع متواضع منکسر المزاج مقدس دیندار
کتاب و سنت اور علم و دست بزرگ تھے اسی طرح جناب صاحبزادہ صاحب
نہایت فیاض و بے منتظم و انشتمند اور عذر شناس علم و ہنر اور دوست پرور
فروروزگار تھے غفر اللہ لہم ولہا۔

بعد وفات والا جاہ مرحوم رئیس عالیہ نے بعض ایصالِ ثواب دے ڈھائی سو روپے
پوشہ فی اور بہ تعداد کثیر طعام و زر نقد طلبہ علمین اور فقراء مساکین کو تقسیم کیا
یہ مصارف غیر کا سلسلہ اپنے حیات تک جاری رکھا جو ملازمین و خراجدار الا جاہ
میں ہم لوگوں کی ضرورت و حیثیت سے زائد تھے۔ جسکو ہم لوگوں نے والا جاہ مرحوم
کی وصیت کے موافق بہ نظر تخفیف برطرف کر دیا تھا رئیس عالیہ نے کمال فیاضی اور
دستور دی سے ان کو ریاست کے مختلف محکومین امور فرمایا اور جن خدام نے والا جاہ
کی آخر وفات تک خدمت کی تھی ان کو قطعات زمین عطا فرما کر انکی خدمات کا صلہ ان کو
عطا فرمایا اور بدرستہ صدیقی جس کو والا جاہ مرحوم نے تیز بچوں اور غیر مستطیع طلبہ علمین
کی تعلیم کی غرض سے اپنے مصارف جیب خاص سے قطعات یا کچھ مقررہ محل میں قلم کار
شمار رئیس عالیہ نے اس کو اپنی سرپرستی میں لے کر اور ایک جدید خوش وضع عمارت
متصل مزار والا جاہ مرحوم تعمیر کرا کر ان میں مدرسہ مذکور کو منتقل کر دیا اور ان کے
تمام مصارف ذمہ ریاست مقرر کوئے اور دفعتل مکان مدرسہ متصل مزار والا جاہ مقرر

ای زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنی زندگی میں خدمت
کے کرم اور احادیث و سنن حضرت سید المرسلین صلعم سے زیادہ کوئی شغل
نہیں محبوب و مرغوب نہ تھا اس لیے میں نے ان کا مدرسہ تفسیر قرآن و حدیث ان
کے مدار کے متصل قائم کر دیا تاکہ تفسیر قرآن خوانی و حدیث خوانی کی مبارک و مفید
کے عیسرہ مزار کی جابون میں ہر وقت گونجتی رہے اور اس کا ثواب انکی روح کو
پہنچا رہے۔

ہم دونوں بھائیوں نے بھی والا جاہ مرحوم کی وصیت کے مطابق خاص ان کے
مال و زر و کسے سے سات روپے فقراء مساکین کو طعام تقسیم کیا اور اپنی ذاتی آمدنی سے
مصدقہ حیثیت نقد و جنس اور پار چھائے پوشیدنی خیرات و تقسیم کئے مسجد نور محل کے
تمام مصارف ایصالِ ثواب کی غرض سے ہم سب نے اپنے ذمہ رکھنے میں کس موافق پر
حسن تمیزی سے ریا اسلامی مسجد رومی کو فراموش نہیں کر سکتا نہ ان کا مشکرانہ ذکر
کئے بغیر آتے بڑھ سکتا ہوں جو بعض غریب ہمسید سے مقدرین و ارادتمندان خاص
الا جاہ مرحوم سے مختلف مالک میں ہر وقت دولت نمود میں آتی ہے کہ
ان میں سے ہر ایک نے اپنی طاقت و قدرت کے موافق ایصالِ ثواب میں پوری
کوشش کی اور حق ارادتمندی اور اسلامی ادا کیا شاہ جعفر حسین صاحب متوکل
نے دس مرتبہ اور حافظ شرف الدین خان صاحب نے چار مرتبہ اور خواجہ آغا میر صاحب
متولی مسجد سواران نے دو مرتبہ اور تمام طلبہ مدرسہ اسلامیہ ہر دو نے بارہ مرتبہ

قرآن کریم پڑھ کر ان کی روح پر فوج کو بخشا محمد عبد الرحیم صاحب رزاقی نے ایک اور مجلس مرتبہ کلمہ طیبہ اور دو مرتبہ تہجد پڑھ کر بخشا اسی طرح ایک مجلس یہ وہ نور اللہ صاحبہ ناز نے دس سیریز نیرات کیا اور ایک مرتبہ تہجد پڑھ کر بخشا جزا ہم اللہ خیر الجزاء

ایک جماعت کثیر شرار ہندوستان اور خوران ریاست نے دالاجہ کے وقت رفات مختلف مراٹھ و قطعات آب و گھجے جسکی نقل کے لیے ایک متل کی مرتب کرنے کی ضرورت ہے اس جگہ چند منتخب مراٹھ و قطعات بطور یادگار نقل کیے جاتے ہیں

(قطعات و مراٹھ)

قطعہ تاریخ افتخار اشعرا حافظ خان محمد خان صاحب شیرمروم

پہو صدیق ابن حسن بست محل	سوئے بلغ فردوس اذ دار و
د میدند در گوش سال و فائش	بوشتم قد حیار فوزاً غلیبا

مرثیہ نوشتہ مولوی حافظ حکیم اعظم حسین صاحب سندیلوی سلمہ اللہ تعالیٰ

آن نہان نیم کہ پیدا روئے جانان دیدم	اچھ مینی در حجاب دل بہ میلان دیدم
اکاروان سالکان با تاقہ سیر و سلوک	بے ہمار آوارہ کوہ و بیابان دیدم

بے یمن زینجا نیست بخاور نہ من
 نام در بلخ و در رنگ نوئے لالہ زار
 فتیلے را شہید بد رشتناسی کہ من
 در دمان چمن را در لباس انبساط
 من کہین گاہ ازل افتاد خالی از شکار
 برائے کشتی من اندرین خوفان پیرس
 اے خود بوسم بہر گاہ کہ خود را در سلوک

یوسف افتادہ در ہر جاہ پنهان دیدم
 از زمین جو شیدن خون شہیدان دیدم
 غرق خون ہفتاد تن از رطل و ذکوان دیدم
 رفتن چاک از گریبان تا بدمان دیدم
 غول پندارم اگر خیل غزلان دیدم
 گاہ روئے آب و گاہی قعر عمان دیدم
 در پئے مردان راہ افتان و خیزان دیدم

رہ نور داسے کز اینجا چون جنسیت اندہ اند
 بر سر با خاکیان مشت غبار افشانہ اند

مشتین ہند را کہ شہباز اندوہن است
 سینہ ریشکا فرم دے پردہ بنایم دے
 فستہ شیفم گر خواہم کہ در کارم کنند
 اسے دریا پورستان را ستر در کار
 زار کشت آزار خاک کو مہر و روش نیاز
 رفتہ دانائے کہ دانستے جواہر را بہا
 خواب گاہ کہ اندران تو کہ دشمن خواب نیست
 یک فلک لم و حیا و یک سحر حسن و جمال

سوم می گرد و دولت گر خود ہما ز آہن است
 تا بحالم زار گرید آئکہ با من دشمن است
 قسمت صید کہ یکش کرد ان تیر گن است
 عرصہ گاہ ہیستان تا راج کہین بہن است
 این پیر را خون فرزندان خود برگردن است
 این زمان ششت گمر بنی کہ وقف ادن است
 گنج گنج راز ہائے علم و فن را مدفن است
 آہ زیر خاک خوابیدست و جائے شہون است

<p>اما کجا گنج چنین اندوه که اندر چشم من</p>	<p>و سعت آید و گیتی تنگ تر از دهن</p>
<p>هر سپید است که در میدان بود پرچم کشا سرگون گردید ریاست بلندش زین عزا</p>	
<p>هر کجا باشد مقام عشق قربانش منم آتش در بلخ افروزد اگر از دهن گل آشنا یان را سلامت بر در ساحل فلک کاروان در کعبه رفت ز طواف بازگشت از کمان چرخ می بار و خندنگ چون پرت تا تو نگردد دوران بوده ام اندر حرم پیش ازین هر نگار روشن در دنان گرم بود و این چنین سبک سار این نگار آری شکر فاطمی گوهر علی منظر که پیش روئے او</p>	<p>چون سنا اندر حرم نیز از فیض لباسش باشد کباب خام و برایش غرق طوفان مانده از کشتی نشینانش بنجر سایه نشین زیر مغیلا نش بے حصار و بے سپر سر جایه میدانش چون رسیدش نوبت در یوزمه بهانش نیم گشته یک چرخ از چراغانش بود خندان روئے نواب که گزافش لالت نیز دشمن و انجم که سلانیش</p>
<p>چون گذشت او از جهان پندش عالم نماند عالمی گو باش مرده در بنی آدم نماند</p>	
<p>ساده ام دید آسمان طبع مدار از دهن با قضا تن داده ام و گیر چون نادان نیم کو سبک بال و پر تابر پریم زین شاخا</p>	<p>تا بر در خیم بخت راه زن ساز دهن کشد مرغی نمانا امید کج باز دهن هر که در این بلخ آید سنگ انداز دهن</p>

<p>کدامی فتیله سر از خاک بر دارد که خضر عین را پیوندا آب و کلمه تاداده اند مهر آرا یار فیکان نیم شب نشست ام خود را زنده و خون ریزند چون گیرند سخت مخندان همچو تو بے که بر نظم زوجه پنهان خمیازه کش باشم بیاد عهد او</p>	<p>در ره ناسن کوس و لیل بنواز دهن در صحن قدسی سرو شان گزین انداز دهن کوشب خوله که ناگه لشکر تاز دهن ز انبیا شمشیر در کف هر یک باز دهن دل در دوازده دست در دوران خود انداز دهن گر بجایش خسرو پردیزد باز دهن</p>
<p>کاخ میز بوده باشد منهدل آرام او می پریم زین اشیا تا پر زخم بر آید</p>	
<p>ر بهار این است می بینی شود هر خار گل خون را ز نهان خاک و گشتان را گیر چون نهال در سبزه دست گلچین داد شعله زد در سینه گلچین هزاران خار خار چشم چون بندد شود زان غزال شکسته پیرهن کردم قبا و بزرگ پوشم در بهار بر طبق مالک کاه و رده یوسف را بصر روئے نواب او نباشد کز و نوابی دهن من در دوسه بر رویش میفرستم نسیم</p>	<p>نخل خشک آرد در اندک فرشته بسیار گل نامیه گویا بود تمام دهن است اسرار گل خسب اندر خرمن است افتاده صابن گل نخست در دامن من چون دیده غولبار گل با و چون چنید کشاید طبایع عطار گل میروم تا بر زخم بر فرق بے دستار گل گل فروش آمد که بغر و شد سیراز گل بیدار غم سوز می بود می ز بار گل تو بر زینت او زیباتر از کار گل</p>

تا گرد و هیچکس تازگی زمین روضه کم
مرغ خاکش میرسان لے ابر رحمت نم بزم

دوش غارت بر خوم از دم سیم و ز نهم
فصل سر بود و وزیر پنهان آفتاب
جامه می در کف گرفته جلوه معنی نمود
بر سخن زد طعنه در دیم زدم آتش بدیر
می تنفسم دین خود در دیر اما روست بخت
هست سرگردان هنوز اندر قصه کائنات
آتش لب برگشته بودم از کنار آب خضر
در طوالت کعبه یاد خواهم دیوانه کرد
تا اندر دلاک فریادش در میان

دیر در خلوت چراغ گشته را در کرد باز

قشقه دوزخ و شندل را بکار آور دناز

دست ما بر انجمن و افلاک گرای رسد
خافان خانه راه در میخانه نیست
سود باشد یا ندیاسه یخ ز سودا بر متاب
در دیار قوم یغمانی شدم کالافروش

خوشه بدین ز ما هر یه به خار رسد
بے خبر در بزم نازان مدحش رسد
یوسفی شاید بر ست قز با ناز رسد
میرود و کان بغارت تا خریل رسد

جان صاحب کرم است بل چندم کو طریقت
دارد مشعل از جان روشن پیشرو
جان بزمیکه نمی آید است در باغ بهشت
جان بودیم ما باشند که عذر از ما نهند
بحر از خاک ثواب آورد باد نسیم

بدین فرست از ان سوار شبت دیوار رسد
غم نه دارد در میان اگر شب تار رسد
بیشتر از ده روان هر برقی رفتار رسد
راه بس در دست میزد راه بیار رسد
انچه در نافت غزال از چین تا آمل رسد

آنکه دایم باریاب محفل دلجوئی او

می شنیدی بوی اخلاق نبی از غنچه او

قش بر آب فنا خشاک و حرور است
هر که زیر آسمان است از ان خاک است
شنودی صد نغمه و در آشیان جوی اگر
ما تمام در کاروان آمد قطار اندر قطار

تا مژه به هم زنی میدان عهد ریاست
بر سر و پاره خالی خمیه بر پاست
بلبل و قمری تو گوئی یک قلم عنقا است
قلیس حیران در تلاش محل بیلا است

آنکه صلح را بخشود می پذیرد بے دلیل
بیست کو خلعت و دبه راه و در فتنه بلبل
کار عالم ساختن بر کار سازان سهل نیست
دیدم باشد آنکه خار را به سختی شکست
پاسبانی را نیز زده هر سگ بر کوسه ما
نیستم دلدادۀ اباکت دولتی زیر دم

در نگاهش ناله را هر سنگ هر خار است
آنکه روشن در پیش شمع بر بیضا است
زمین سر دیوار بر افتاده هر بناست
کانه رون سنگ هم نازک دل از میاست
شیر مرده خفته از صحاب گفت نه بلیاست
گوش دارم آشنای نغمه شیر و زم

<p>رفتہ ام از غولش فرقت بر تمام پیشانین و در وطن گاہ سر و شان خواجہ با بارت یوسف مارا بود و مصر بادیرا نہ کرد آرد و سندان خاکش را رساند بچہ مشک زار گریان ابرو من از صبر تو افم گر میت روز عیدش می کنم یاد و غیر ملت دریغ می فرستم خویش را بے او بدیدار فقر مهر و مہ دار و طلوع و ماہ ماہ از غروب نے سلیمانے بجایش نے ہمدی فی خلقت</p>	<p>تا تو افم بار محنت بر تمام پیشان من در نیلای غریب بر تمام پیشان از فلک بیداد و غارت بر تمام پیشان این فریب از بادقت بر تمام پیشان آب گلشن زمین ندامت بر تمام پیشان تلخی ایام عشرت بر تمام پیشان کوری چشم بصیرت بر تمام پیشان در سرائے خویش ظلمت بر تمام پیشان رختہ دکار خلافت بر تمام پیشان</p>
<p>من دلسے میکنم آئین ز مہر ماہ باد بار سول ہاشمی مبعوث والا جاد باد</p>	
<p>مرثیہ نوشتہ مولوی سید جمیل احمد صاحب سہو انی سلمہ اللہ تعالیٰ</p> <p>رو تا بلک بلک کے ہے کیوں بار بار دل بارش بدئی ہے تیر ذکی دنیا میں کیا جو آج یارب ہنسی خوشی میں نظر کسکی لگ گئی سب حسرتوں کا دلیں میرے خون ہو گیا</p>	<p>کسکے غم فراق میں ہے سو گوار دل سینہ ہے چاک شق ہے کلیجہ نگار دل روتا ہے بات بات پر جو زار زار دل اسے دلے بن کیا شہدا کا دزار دل</p>

<p>ہا کہوں بیقرار خیال کی مین رو باد کسمہ گرم سازی سوز درون نہ پوچھ یاکر کے تحمل بار ہجوم غم</p>	<p>لینے تو نے مجھے کسی پہلو سے زار دل دوزخ ہے ہو ہو مرا پروردگار دل لاغر بدن ضعیف کلیجہ زار دل</p>
<p>کیا شمع غم گردن کہ جگر منہ کو آئے ہے دم رک رہا ہے جی مرا بیٹھا سلائے ہے</p>	
<p>تو جبکے دم کے ساتھ خوشی اسکا غم ہے آج بیاٹھکے در و دل میں یہ کتا ہے بار بار بکھیرا تو ہم نشیں علقا ہے انبساط میٹھے ہیں شے وے کلیجوں کو تھام کر اکھوں کا کیا تصور بہائیں جو شکستن رونا پڑا ہے طالحی بخت مند کا بیون ہمتیں دلوں کی نہ یک نشت ٹٹ جائیں</p>	<p>دلیں سکتے کسے کہاں زمین مہ ہے آج ہنگامہ نشور حسد کی قسم ہے آج شادی غریب جاوہ ملک عدم ہے آج دل کی زبان پر شکوہ بخت ٹمہ ہے آج لوگو تعین بناؤ کوئی غم سا غم ہے آج سمور در دو غم سے عربا در غم ہے آج روز وفات سرور عالی ہم ہے آج</p>
<p>برداشتہ زمبکہ طبیعت یہاں سے تھی نواب نامدار نے رحلت جہان سے کی</p>	
<p>پونچے جنان میں ہو کے ہمارے خلسے کچھ آب دہوائے خلد کی چاہت میں ہونو اس باخدا کو دم میں خدا سے ملا دیا</p>	<p>کیا کام آنکھ اور رو نہ گذرے بلا سے کچھ بیزار تھے زمانہ کی آب و ہوا سے کچھ کتا ہے کون کام نہ بکلا نقصا سے کچھ</p>

جلنے کو تو گئے وہ مگر غرزدن کو آج
کھو بیٹھتے سب تکھون کو روکے ہجرین
لازم ہے کچھ تسلی اہل عسزاکرین
عالم ہیں وہ تو اس کے ہدایت کریں کہ

طاقت نہیں ہے نام کو صبر و قرار کی
مر جاتے موت ہوتی اگر اختیار کی

غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا و ا مصیبت
ہر چار سوئے دہر مصیبت کدہ ہنر
جز حرف غم زبان سے نکلتا نہیں کچھ اور
جسے سنا یہ واقعہ ہوش اُسکے اڑ گئے
بھر دل میں یاد اُنکے شہاٹ کی اگلی
حسن عمل نے اُنکی رفاقت قبول کی
دنیا میں کوئی دین کا حامی نہیں رہا

ہے ہر کا زمانہ قیامت کا وقت ہے
اسلام پر یہ سخت مصیبت کا وقت ہے

اب کون یوں کر گایا اشاعت حدیث کی
نکلت اُسکا کس زبان سے سُکر اٹھا ٹینگے

ہے کیسے دل میں اتنی محبت حدیث کی
قرآن کا یہ مزا ہے یہ لذت حدیث کی

دور نش سے اُنکی زبان آشنا نہ تھی
سنا یہ حدیث ہوئے کیسے ایہ دار
رات صبح و شام یہی شغل رہا
اب قدر دان کہان کوئی اہل حدیث کا
کیا محدث آہ زمانے سے اٹھ گیا

کہتے جو کوئی بات تو اہیت حدیث کی
کیسی ٹپٹی و مٹتی سے دوست حدیث کی
حق تو یہ ہے کہ خوب کی ہمدست حدیث کی
تجھے ہوئے تھے کچھ دہی ثقت حدیث کی
حالت ہے آج قابل رقت حدیث کی

افسوس کا رخاؤ ملت بگڑ گیا
ہے شگفتہ باغ شریعت اُجڑ گیا

اب کس کو جا کے ہم سخن اپنا سنا ٹینگے
ڈونڈھینگے گوزمانہ میں شاعر سخن شناس
رہتے تھے ہم نصیبوں سے اُمید بہتری
مکن ہے خیر خواہوں کو اپنے وہ بھول جائیں
بے قدر یوں کا اپنے قلق اُنکے غم کا رنج
اوصاف اُنکے یاد کریں گے تمام عمر
غباری کر نیوالا تو دنیا سے اٹھ گیا

کیسی زبان سے داد سخن پاکے اٹینگے
ایسا نہ پاٹینگے کوئی ایسا نہ پاٹینگے
اُنکی خبر نہ تھی ہمیں یہ دن دکھاٹینگے
اُمید ہے کہ خواب نہیں تشریف لائینگے
کیا کیا ہم اُنکے ہجر میں ضعیف اٹھاٹینگے
روٹینگے اور جلیو کو اپنے رولاٹینگے
اب کس کو اپنے غم کی کہانی سناٹینگے

دست رہی نہ اپنی کوئی آمد رہی
لے بجزہ حیات فقط ایک تو رہی

سرکار نامدار کے حال بہت کر دیکھ

سے رہ نور عالم بالا رو ہر کو دیکھ

ابن دون بقرار علی چون کہ نورش چون
ہے در دست و خرد داد و ہر عزیز
غنائک ہے کوئی کوئی نالان کوئی حزن
دل پر مرے نظر ہو کہ کلخن کا ہے نظیر
عبرت سرا ہے شہر میں ہر گھر ہے بغیر
کیا سخت ہیں کہ جیتے ہیں بے قبرے کج خاک

اب کچھ مزہ حیات کا باقی نہیں رہا
بے لطف انجمن ہے کہ ساقی نہیں رہا

اللہ انکو روضہ رضوان عطا کرے
جو چاہیں وہ حصول ہو جو انگینہ و صول
دے تیز و نجیب دان سیر کے لیے
پینے کو آب کوثر و تسنیم و سلبیل
نگاہ کبیر و فوز عظیم و سرور و عیش
اپنے جمال پاک کی رویت کرے نصیب
جو کان سے سنا ہونہ دیکھا ہو انکو سے

انکو جگہ دے اپنے محبوب کے خلیل میں
بخشے خدا جمیل کو ان کے طفیل میں

۱۰ صفی الدین صاحب الملک نواب سید علی حسن خان بہادر مہاراجہ صاحب فاضلہ و اکابرہ مرحوم
۱۱ رضی اللہ عنہ لغلام الملک نواب سید نور الحسن خان بہادر مرحوم شادان اکبر والا جاہ مرحوم

قطعات تلخی

غم نواب نامدار میں کج
میں نے کیسی وفات کی تلخی
کوئی غنائک ہے کوئی محزون
گر گیا دین مجھے کاستون

دیگر

یوں شر غم سے پارہ پارہ ہو جگر
بس غم جان سوز کا سال لے جگر
روز موت ثانی صدیق ہے
یوم فوت ثانی صدیق ہے

دیگر

انتقال حضرت نواب سے
سال رحلت چاہتا ہے گرجیل
ایک جہان نالان ہوا غمگین ہوا
کہہ خوں آفتاب دین ہوا

منشی محمد صابر حسین صاحب صبا مرحوم و مغفور سہوانی

زمین بلغ الم بر دضہ خلد
لبیک اجل بکشمش کردند
ظلمت کدہ گشت بکشمش
از منزل خاکدان غربت
پس ماند مرا بدل غم مرگ
صدیق ابن حسن برقتند
از دار غم و حزن برقتند
روشن گراںجمن برقتند
سے پیشین وطن برقتند
از پیش نگاہ من برقتند

قائم بردین چو چار اصحاب
 ثابت قدمی غوده بردین
 غم دفع شود چه از دل من
 خوشتر آنکه فنا کنم من
 بیجان گردی جسم عالم
 باروشنی چرخ عالم
 سوئے باغ جنان رباک و مح
 بر حکم قضا بسوئے رضوان
 تن پوشش جهان خلعت فیض
 وحدت کثرت شد تعظیم
 برخواند صبا به شوق جنت

دیگر

چو شد جانب خلد نواب من
 به لبیک غم جان سپردم برگ
 صبا داد نارنج غم را نشان
 ناشی محمد شاگرد حسین صاحب نکست به سوئی سلمه الله تعالی

حامی اسلام و دین نواب صدیق حسن
 یافت مسکن در جوار فضل پناه ابرار

را ندانم تاریخی در نکست کز آن کبریا
 میل به شرع به دل گشت شکست علی

دیگر

سخت ستم و کوه الم بر سرم افتاد
 لعل اعش میبایی و بے طاقتی فل
 نکست سر بهر لفظ به تاریخی کنم جسمع

از رنج و غم رحلت قلب فلک جاه
 این حادثه هوش را با صد مژده جانگاه
 از رنج و بکا و غم در درد و تسلق و آه

ختم شد جلد سوم

تالیفات مولف آثار صدیقی

مشہور رسالہ دورۃ العباسیہ کا اردو
سلیس عام فہم ترجمہ جسکو مصر کے فاضل
شیخ محمد آفندی نے بحکم وزیر پرورشہ تعلیمات
مصر تالیف کیا اور اس کو خدا پرست
عباس علی پاشا کے نام نامی پر معنون
کیا اس کتاب میں عقائد اسلام کی تعلیم
سوال و جواب کے پیرایہ میں کی گئی ہے
مصر اور ہندوستان کے مدارس میں
داخل نصاب ہے کاغذ گھائی چھپائی
نہایت عمدہ قیمت ۱۰
خانہ داری کے ابتدائی اصول خانگی
مجلس اسرار و غزل کفایت شعاری
حسن سلوک میان بیوی کے تعلقات
حقوق زوجیت بیجا رسوم وغیرہ وغیرہ
ضروری مضامین بیان کئے گئے ہیں
قیمت ۳
یہ کتاب عنوانات ذیل پر مشتمل ہے ہندوستان
میں تقریباً ذرہ کشائی کے متعلق لوگوں
کا خیال عبادات ہلاسی کے فوائد قانون
قدرت سمجھنے میں لوگوں کا غلطی کرنا انسان
اور خدا سے روح کا تعلق نماز کے فوائد
حکام عمومی ترقیوں کا راز وغیرہ وغیرہ سمجھا

شعبۃ اسلامیہ
نظام خانہ داری
اسلام اور اس کے طریقہ عبادت

اس کتاب میں تمام مہمات مسائل کو
آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور مستند
دلائل سے بڑی جامعیت کے ساتھ
سوال و جواب کے پیرایہ میں اس انداز
سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا
آدمی بخوبی سمجھ لے اور اسکا دل مطمئن
ہو جائے یہی وہ کتاب ہے جو اس قرن
کی انوکھی تصنیف کہی جاسکتی ہے جیسا کہ
وکیل اخبار مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء وغیرہ نے
لکھا ہے یہی وہ کتاب ہے جس میں یہ ثابت
کر دیا گیا ہے کہ مذہب جو وہ میں صرف
مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو
بالکل عقل و فطرت کے موافق ہے اور
ہر طرح کی مادی اور روحانی ترقیوں کا
سرچشمہ ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کے لئے
خصوصاً اگر بچہ پڑھ اور طلباء مدارس
کے لئے نہایت ضروری ہے نفی رحمت شہر
صاحب ہمدان کے نامی پریس میں نہایت
اہتمام سے اور بی فیشن کاغذ پر چھپی ہے
قیمت غیر محدوداً مقرر ہے
ضروری مسائل کی تعلیم طلباء مدارس
کے لئے سید مفید ہے قیمت ۱۰

نظام خانہ داری
اسلام اور اس کے طریقہ عبادت

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل و ترجمہ اور تصنیف کے حق میں محفوظ ہیں کہ صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے

اس کتاب میں آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ساز و سامان کیا اور دنیاوی ترقی کو تفصیل اور زبردست لیبوں سے ثابت کیا گیا چنانچہ تمام مسلمانوں کو اسلامی حکام سے سیدھا راستہ شخصی اور قومی ترقی کا بتلایا گیا ہے عبارت سادہ سلیس اور عام فہم ہے قیمت صرف ہیکلو سلام کے سچے اور پاک جذبات کی اپنی آنکھوں سے زندہ تصویر دیکھنی اور اس سچے مسلمان کی سیرت و خلعت سے آگاہ ہونا ہو وہ اس کتاب کو دیکھے اس کتاب کے تمام مضامین ایسے چرچہ و رد اور چرچہ و جواب ہیں بطریق عظمیٰ نصیحت بیان کئے گئے ہیں کہ چرچہ ہلکا دل پر مٹا بیسی اثر پیدا ہوتا ہے۔

قیمت ۶

مولانا محمد حسین صاحب جوہر لکھنؤی نویسنہ کی مشہور تالیف ہے جو نظم و نثر فارسی کے بادشاہ تھے یہ وہ نیکو انسان ہے کہ جس کے پڑھنے سے آدمی بلا محنت ناظم و ناخر اور وفایہ نگار فارسی بن سکتا ہے قیمت ۸

فہرست
اول
نواب صفی الدولہ صاحب الملک اودھ
محمد علی حسن خان صاحب کا پروردگار
عمدہ آئینری ڈاکٹر کمری سرشار
ریاست بھوپال کے زمانہ میں ایک
تعلیمی جلسہ کے موقع پر دیا قیمت ۳
نواب صاحب موصوف کا تصنیف و تالیف
بدوہ اہل اسکے چوتھے سالانہ اجلاس
قیمت ۲
حضرت میر ذکریا صاحبی تآخیر
تفصیل ہے۔ قسم اول قسم دوم
ذکر کتاب علوم و فنون کشمیر
درج ہے۔ قسم اول قسم دوم
ملازمت است جموں و انڈیا بھول غلاب
غلام شکرت دیگر حالات است پر مشتمل قسم اول
خدمات علوم دینیہ و تالیفات و تصنیفات
پر مشتمل ہے۔ قسم اول قسم دوم
ذکر اولاد و احفاد و الاحبابی کمر قوم
قسم اول قسم دوم
نقول اسناد و خباب گورنمنٹ و الیان
قسم اول قسم دوم

سید کلیم احمد دوی منیر شاهی حکیم پو کھوپال ہاؤس نمبر ۷ لال باغ کھنڈو

سیرت و آلا جاہی
حصہ چہام

سوانح و حالات خاندانی امام المحدثین و ترجمه المفسرین الی
و مولائی دارالملک دلاجه نواب سید صدیق حسن خان
حسین البخاری مفتوحی شوهر رئیس خدمت کان علیا حضرت نواب
شاه جهان بیگم صاحبہ - جی جی آئیں آئی جی جی آئی آئی
فرانز و اس ریاست بھوبالی تھنہ اللہ بالرحمت ثم الرضوان
تالیف

ابن نصر سید محمد علی خان النجف اہلباب صفی اللہ و حیات الملک صاحبہ فیہ
عن شہود الزمان
باتمام نام کمبیری داس سیدہ سیرتہ مطبع
مطبع نئی نول کشتہ کشتہ کشتہ
نول کشتہ کشتہ کشتہ

حصہ چہارم

عقائد و عبادات و اخلاق و عادات و معمولات و وصایا

عقائد [سنی خالص محمدی] موصوفہ کتب متبع کتاب سنت خفی مذہب نقشبندی
مشرّب تھے اور ہمیشہ طریقہ اسلام پر مذہب حق کی طرف اپنے کو منسوب کرتے
تھے مگر عملاً و اعتقاداً و اتباع سنت کو مقدم رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں
باعتقاد نیا کان بزرگ و دشمنان ترک در ظاہر انتساب بروش
امام ابو حنیفہ معروف است لیکن ہموارہ گفتار و کردار را بشیوع
سنت آرایش دارد

حسن عقاد [لیکن] باقیمہ تمام ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم
کے ساتھ نہایت عقیدت اور حسن ارادت رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں

میں تمام اہل بیت اطہار و صحابہ کرام و تابعین و ائمہ مجتہدین و جامعین و
وزمرہ متبعین و فقہائے متقین و صوفیائے صاحبین کے حق میں خوش
ہوں اور اپنے دل میں ان کی محبت کا شہود پاتا ہوں اور دل تنہا کرتا ہوں
کہ کاش ان کی صحبت نصیب ہوتی ہم ایسے زمانہ میں آئے ہین کہ جہک و
ثابت قدم رہنا مشکل پڑ گیا ہے۔ مقامات احسان و عرفان کا حاصل کرنا
اللہ عز و جل مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک
مذہب اربعہ اصول ہر چار مذاہب کے نسبت وہ لکھتے ہین کہ مذاہب
اربعہ کے اصول ایک ہین اور اختلافات فروع کا منجر بہ ضلالت و کفر نہیں
بلکہ تشدید یا تخفیف پر محمول ہے شاہ ولی اللہ صاحب حجت اللہ علیہ
قول جمیل میں لکھتے ہین وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَتَكَلَّمُ فِي تَرْجِيهِمْ مَذَاهِبُ
الْفُقَهَاءِ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ بَلْ يَضَعُهَا كُلُّهَا عَلَى الْقَبُولِ بِجَمْلَةٍ وَيَتَّبِعُ
مِنْهَا مَا وَافَقَ صَرِيحَ السُّنَّةِ وَمَعْرِضَهَا فَإِنْ كَانَ الْقَوْلُ لَا
كُلَّهَا مَحْجُوزِينَ اتَّبِعْ مَا عَلَيْهِ لَا أَكْثَرُونَ فَإِنْ كَانَ سَوَاءً فَهُوَ
بِالْخِيَارِ يُجْعَلُ لِلْمَذَاهِبِ كُلِّهَا مَذْهَبٌ أَحَدٌ مِنْ غَيْرِ تَعْصِبُ
تَرْجِيهِمْ مَذَاهِبُ رَبِّهِمْ فَقَاهِمِينَ سَيَكُونُ كَيْسُ كُفْرٍ بِتَرْجِيهِمْ نَبِيْن دِيْنَا چاہیے بلکہ
سب کو بنظر قبول دیکھنا چاہیے اور جو بات صراحت سنت معروف سے زیادہ

وافق ہو اُس کا اتباع کرنا چاہیے اور اگر وہ مختلف قول سنت صحیحہ سے تنہا
لیے گئے ہوں تو جس پر اجماع ہو اُس کا اتباع کرنا چاہیے اور اگر وہ دونوں اس
صفت میں بھی مساوی ہوں تو پھر اختیار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے
غرض تمام مذاہب کو مثل مذہب واحد کے سمجھے اور تعصب کو دخل نہ دے
مجھ کو معلوم ہے کہ ان مذاہب اربعہ میں حق دائر ہے مگر مختصر نہیں اس لیے کہ
محدثین و ظاہریہ و صوفیائے کرام سب میں حق متحقق ہے بلکہ یہ لوگ
فضل اہل حق ہین۔ میں ان ائمہ اربعہ میں ہر ایک امام مجتہد کا محبت و خادم
ہوں۔ پس اگر اپنے کو کسی امام کی طرف مضائقہ کر دین تو یہ اضافت درست
ہے۔ چنانچہ اکثر اضافات ائمہ علم کی سلف امت کی طرف اسی قبیل سے تھے
کوئی مقلد کسی امام کا ایسا نہیں ہے کہ وہ کسی ایک مسئلہ میں بھی اپنے امام کے
دائرہ مذہب و اقوال سے خروج نہ کرتا ہو۔ خواہ وہ مسئلہ متعلق قبول ہو یا فروع
پس جب یہ بات ہر مقلد مذہب خاص میں موجود و مشاہد ہے تو پھر مجھ پر کسی
اور متبع پر کوئی الزام کب عائد ہو سکتا ہے غایت یہ ہے کہ کسی نے اعتقاد
یا عمل ایک دو مسئلہ میں برخلاف اپنے امام کے کیا اور کسی نے دس پانچ
مسئلہ میں۔ یہ تفاوت تو صحت قلت و کثرت کا ہونا نہ تقلید و اتباع کا چنانچہ
شیخ عبدالحق دہلوی نے سماع موتی میں مذہب امام شافعی اختیار کیا

اور مذہب جمہور حنفیہ کو جو عدم سماع تھا چھوڑ دیا اسی طرح وہ شرب میں ملا
الطریقہ تھے حالانکہ شیخ جلالی حنبلی الطریقہ تھے۔ امام غزالی نے ایما اور
میں اضافہ ثانیہ زکوٰۃ کے بار میں مذہب حنفیہ کا اختیار کیا اس وجہ سے
مذہب شافعی اس معاملہ میں سخت ہے۔ ملا علی قاری حنفی نے بعض مسائل
فروع میں جمہور حنفیہ کے مذہب کے خلاف مساک اختیار کیا ہے۔ اس میں
کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ طبقات ابن رجب حنبلی میں تراجم ملا
کے ذیل میں ان کے مختارات ستفردہ لکھے ہیں جو ان کے مذہب مشہور کے
برخلاف ہیں حجۃ اللہ الباقیہ میں اکثر جگہ مذہب شافعی کو راجح بتایا ہے
معمولات مظہر یہ میں جا بجا ظاہر حدیث کو اختیار کیا ہے۔ عدم نفع سماع
میں مذہب مجدد الف ثانی وہ کو چھوڑ دیا ہے۔ ہندوستان کے اخلاف مطابق
مذہب شوافع مجالس میلاد منعقد کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق مجاہد
قدما و مذہب حنفیہ سے ثابت نہیں۔ اسی لیے حضرت مجدد الف ثانی
نے اسکو اپنے مکتوبات میں بدعت قرار دیا ہے اور اس کا سخت ہو کیا ہے
وہذا الباب واسع جدا لا یأتی فی المحصر۔

علماء متقدمین اور اہل مذاہب میں اس طرح کا تعصب نہ تھا جس طرح کا تعصب
اس تیرھویں صدی میں حادث ہوا ہے سب لوگ آپس میں موافق اور ایک
دوسرے کے دوست اور طالب حق و شیخ صدق تھے۔

مسائل فقہ اربعہ کے نسبت وہ لکھتے ہیں "جتنے مسائل فقہ اربعہ ضعیف
ہیں سے منقول ہیں۔ نوادہ و ان کے اقوال ہوں، یا ان کے تلامذہ اور صحاب کے
مسائل حکام قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مذہب حنبلی
کے دائرہ سے خارج ہو جاتا۔ اگر ہستدر مسائل حدیث صحیحہ کے ہیں، وہ ان

بارون مذہب کے اندر منتشر اور موجود ہیں۔
پیش گفتہ انا کہ دانش بے است۔ لیکن پراگندہ باہر کسے است
اگر اربعہ کے اصول مذہب میں بھی کچھ خلاف نہیں ہے صرف بارہ مسائل
میں باہرین با تردید و اشعریہ قدرے اختلاف ہے۔ لیکن وہ بھی مشابہ نزاع
عقلی کے ہے باقی یہی فروع قوانین میں بھی با وجود کثرت و عدت کے چاروں
مسائل سے زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ اور جب انکو میزان تشدید و تخفیف پر
وزن کیا جاتا ہے، جس طرح کہ شعرائی نے کیا ہے اور ان میں توفیق و تطبیق
دیجاتی ہے جس طرح کہ شاہ ولی اللہ صاحب، محدث دہلوی نے دی ہے
تو بہت ہی قلیل مسائل ایسے باقی رہ جاتے ہیں جنہیں ترجیح و تضعیف کا
سماع ہوتا ہے۔"

مذہب حنفی خاص مذہب حنفی میں ہر مسئلہ مطابق مذہب الحدیث موجود ہے
اگر قید مذہب حضرت امام اعظم یا امام ابو یوسف اور امام احمد کی اٹھا دیا جائے

بلکہ انہیں سے جسکا مذہب موافق ظاہر سنت ہو اسی کو مفتی بہ قرار دیا جائے گا۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ تمام مذاہب میں سے جو مذہب زیادہ موافق مذہب حنفی ہے۔ لیکن اکثر لوگ عصبیت کی وجہ سے اسے نہیں کرتے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نسبت وہ لکھتے ہیں کہ امام عظیم کوئی نہیں ہے۔ **عنه** کو ائمہ اربعہ اجتہاد میں شرف تقدم حاصل ہے، وہ اور امام دارالافتاء مالک بن انس و امام شافعی و امام احمدیہ چاروں اکابر قرون اخیر کے مشہور ہوا باخیر کے قرن ثالث میں موجود تھے عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خیر امتی قرنی ثلثہ الدین یونہو الحدیث متفق علیہ اس حدیث میں اگر لفظ قرنی کو زمانہ حیات نبوت سے مخصوص قرار دیا جائے جیسا کہ بعض علماء اعلام کا مسلک ہے۔ تو دو قرن صحابہ اور تابعین کے باقی رہتے ہیں اور ان لوگوں کے نزدیک جو زمانہ امام عظیم میں بعض صحابہ کا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں گو امام صاحب نے انکو نہ دیکھا ہو علی اختلاف خبرین فی تعریف التاب اس صورت میں امام ہمام جماعت تابعین میں داخل ہیں۔ اور اگر لفظ قرنی سے صحابہ کا قرن مراد لیا جائے تو تبع تابعین بھی اس حدیث میں

حامل ہیں۔ لیکن قول اول اظہر ہے۔ اس صورت میں حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ تبع تابعین میں داخل ہیں۔ یہ بجائے خود ایک عظیم الشان نصبت ہے اس لیے کہ خیریت کا لفظ تینوں زمانوں پر حاوی ہے ان ائمہ عظام اور اصحاب خیر القرون کے حق میں جنکے فضائل و مناقب کتب صحیحہ میں مرقوم ہیں۔ حاشا وکلا۔ کبھی کوئی سو وطن ہمارے دلیں خطور نہیں کرتا و نعوذ باللہ من جمیع مآکسہ اللہ اگر یہ اکابر ملت نہ ہوتے تو قرآن کریم کو کون ہم سے بچاتا، اور اجتہاد کا باب کون ہمارے منہ پر مفتوح کرتا۔ اگر یہ حاملان علوم نبوت و اقلان روایات ملت مطعون اور مجرد قرار دیجائیں اور انکی شان میں سو وطن روا رکھا جائے تو پھر وہ کون ہے جسپر سلف صاحبین کا اطلاق کیا جائے۔ یہ حسن عقیدت اور ارادت صرف امام عظیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ جو تمام مجتہدین میں علم فضل و عمل کے لحاظ سے اول درجہ رکھتے ہیں۔ بلکہ تمام ائمہ عظام۔ امام شافعی اور امام احمد اور انکے نظراء جو مجاہدہ حدیث و سنت تھے سب کے ساتھ ہے۔ اور حفظ مراتب و نگہداشت مناصب میں سب کا حکم کیان اور حکم واحد ہے **قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا** حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ثابت جب صغیر رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انکے حق میں اور انکی ذریت کے حق میں دناے برکت دی۔

اور فلان جگہ گیا اور میرے ساتھ ابو بکر اور عمر تھے اور فلان مقام سے آیا اور میرے ساتھ ابو بکر اور عمر تھے۔ باوجود اس معیت کے اکثر احادیث کا علم انکو نہ ایک مرتبہ لوگوں نے میراث جذہ کا مسئلہ دریافت کیا تو حضرت ابو بکر نے قرآن کتاب الہی میں اس کے متعلق ذکر نہیں۔ اور نہ سنت میں اسکو میں پاتا ہوں خیر۔ لوگوں سے پوچھوں گا جب آپ نے لوگوں سے اس کا استفسار کیا تو مغيرة بن شعبہ اور محمد بن سلمہ نے گواہی دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذہ کو چھٹا حصہ دلوا یا عمران بن حصین کو بھی اس سنت کا یقین تھا رفع الاعلام اور اعلام الموقعین اور حجة اللہ الباقیہ میں یہ مرقوم ہے اسی طرح شرح مسلم میں نووی نے اور ارشاد الساری میں قسطلانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو حدیث امرت ان اقاتل الناس الی آخرہ یاد نہیں رہی تھی۔

صمیمین اور ترمذی اور اعلام اور ایقاف میں لکھا ہے کہ حدیث رجوع بعد استیذان نہ بار کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ تھا یہاں تک کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ابو سعید خدری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے انکو اسکی خبر دی۔ اسی طرح سنن ابی داؤد و مسند دارمی اور ارشاد الساری اور حجة اللہ الباقیہ اور دراسات اللیب میں مذکور ہے۔ کہ حدیث دیت جنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھی مغيرة بن شعبہ نے انکو مطلع کیا

بعض ابواب ریا پر بھی ان کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں گفتگو ہوئی ہوتی تو میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا کہ زن ہونی غنا کو جس مکان میں موت ہوئی ہے اس میں عدت پوری کرنی چاہیے۔ تاکہ کہ فریقہ بنت مالک اور ابی سعید خدری کی بہن نے اپنا عہدہ جیکہ انکے شوہر وفات پا چکے تھے حضرت عثمان سے بیان کیا اور یہ روایت اس کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اَمْكُفِي بَيْتِكَ سِتْرًا يَكُونُ لَكَ كِتَابٌ أَجَلَكَ تَمْلِكُ بِهِ مَكَانَ بَيْنِ ثَمَرِي رَهْو۔ یہاں تک کہ زمانہ عدت گزر جائے تو حضرت عثمان نے ان سے یہ روایت اخذ کی۔

اسی طرح وہ اقل مدت جل سے بھی واقف نہ تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ وَحَصَلَتْهُ وَفَصَّالُهُ فَلْيَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ دُورِ آیت وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ یاد دلائی کہ حضرت عثمان نے اسی طرف رجوع کیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو باوجود کثرت النش و علم و فضل جسکی نظیر موجود نہیں۔ یہ حدیث شیخ مشعل الانبیاء کا نوٹ لا نورث ماکونہ صَدَقَہ۔ یاد نہ تھی اور ارشاد الساری میں لکھا ہے کہ انکو حدیث لا تعذبوا بعد اب اللہ۔ محفوظ نہ تھی

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حرمت حمار اہلی کی حدیث سے منع فرماتے تھے، اور شرح صحیح مسلم میں ہے کہ عدم جواز نکاح متعہ کی حدیث بھی انہیں سے نہیں تھی۔ اسی طرح موطا اور سنن ابن ماجہ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے حدیث صحیح خفین مٹھی رہی۔

اسی طرح حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ سے حدیث شعار ہدی و فیہ فیہ موضع اربعہ نازنین و جہرہ آئین و قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ مٹھی رہی اور امام مالک ابن انسؓ کو حدیث صیام شش گانہ شوال پر وفور نہ تھا۔ وہ اسکو عمل اہل جفا اور رسم جاہلیت جانتے تھے اور کہا کرتے تھے لہذا یبغی ذلک عن احد من السلف اصل یہ ہے کہ جمع و تدوین سنن کی انقراض بتوہین کے بعد ہوئی ہے۔

تقلید و تحقیق

اگرچہ والا جاہ مرحوم درجہ تحقیق کو پہونچا کر تقلید کی تمام بندشوں سے آزاد ہو گئے تھے تاہم انکو اس میں بھی تقلید کی جھلک نظر آتی تھی اور خود تحقیق میں بھی انکو اس کا پرتو دکھائی دیتا تھا چنانچہ خود خطبہ ہند کے صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

تحقیق نیست کہ از شائبہ تقلید خالی باشد کوئی تحقیق شائبہ تقلید سے خالی نہیں ہے و تقلید سے نیست کہ رنگے از تحقیق ہموار ہو اور کوئی تقلید ایسی نہیں کہ میں کچھ نہ کہم نداشتہ باشد چہ تحقیق امرست تقلیدی رنگ تحقیق کا نہو کیونکہ محققین

کہ متقنان خلف بہ تقلید محققان سلف ان طریق را می پیمایند، و بتقلید آئنا خود ہم ارادہ تحقیق میدارند و تقلید امرست تحقیقی کہ مقلدان پس درو تحقیق محققان پیش دو جان جاہدی سپرد و ایشان توشیح ہم موقن بتقلید می گردند، پس محقق کسے را دانند کہ تحقیقش علت تقلیدش بود و مقلدانرا خوانند کہ تقلیدش باعث تحقیق او باشد و رتہ اگر نفس الامر بنگرند محقق ہم پیش از مقلانیت و معتقد از برائے خود غیر از محقق نہ معذرت تحقیق و حقیقت آب حیات و لباس تقلید از ہر مات آب و گلہا۔

وَاللّٰهُ يُخَوِّلُ الْحَقَّ وَهُوَ كِبَارُ السَّيِّئِينَ

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔ محققان در انکشاف حقیقت ناچارند حقیقت کے اظہار میں محققین مجبور ہیں کہ بے قصد برایشان حقایق ہو و احوال کہ انہیں ملا ارادہ حقایق امور و احوال

دو قایق دھور و افعال روشن می گردد اور اسرار کائنات و افعال کائنات چنانچہ بنیایان در دیدن ہر آن چیز کہ ہو اگر تا جوی طرح اہل بصارت کو کہ پیش نظر ایشان آید، مجبورند، انکے سامنے آئے انکے دیکھنے پر وہ ہوا و خواہی نخواہی سے بنسند اور ان کو دیکھنا ہی پڑتا ہے و مقلدان در ان احتیاج صور اسطرح مقلدین احتیاج صور ہے اختیارند کہ بے تکلف پردہ کوری کی وجہ سے معذور اور بے اختیار ہوں بر روی آنہا می افتد۔ چنانچہ کیونکہ خود بخود انکے منہ پر بے بصارتی بنیایان در دیدن آن چیز کہ روبرو کا پردہ پڑا رہتا ہے جسطرح فاقہ دیدن ایشان آید معذورند، دجا و بجایا اور کو چشم لوگ کسی ایسی شے کے نہ دیکھتے ہیں یہ قیاس و انداز می نشیند جو انکے سامنے آئے معذور و لاچار ہیں

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ۔

اور اسی لیے وہ جا و بجایا میں نہ دیکھتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کیا ذی علم اور ان پر برابر ہیں؟ نہ اندھا اور نہ کھنٹا، لا البراہیم و آذر نہ تاریکی و روشنی اور سایہ و دھوپ برابر ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ تقلید علم اصول فقہ کا ایک جزو می سبت یہ مسئلہ اس قابل نہیں کہ نوبت تھلیل و تکفیر تک پہنچائی جائے۔ اور اس قدر

دل و زلازل برپا کیجائیں۔ ائمہ اربعہ میں سے یہ کسی امام سے ماثور و مروی ہیں کہ ہمارے اجتہاد کے مقابل میں تم قرآن و حدیث کو چھوڑ دو بلکہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔ حضرت امام عظیم فرماتے ہیں اقلکت قولاً و کتاباً اللہ بخالفہ جب میں کوئی بات کہوں و رد وہ مخالف ہو تو اقول بکتاب اللہ فقیل اذا کتاب شد ہو تو اسکو چھوڑ دو کسی نے کان خبر الرسول صلی اللہ علیہ کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والہ و سلم بخالفہ قال انکو ا کے حدیث کے خلاف ہو تو آپ نے غولی بخبر الرسول فقیل اذا فرمایا کہ میرے قول کو ترک کر دو پھر کسی نے کان قول الصحابہ بخالفہ قال کہا کہ اگر خلاف صحابہ ہو تو آپ نے فرمایا انکو اقول بقول الصحابہ تب بھی میرا قول چھوڑ دو۔

اللہ اکبر حضرت امام صاحب کے انصاف کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے قول صحابی کے قول پر بھی مقدم نہیں رکھتے آنحضرت کی حدیث اور کتاب اللہ کا تو کیا ذکر پھر فرمانے ہیں۔ لا یحل لأحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من ابن قلنا

یعنی کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ وہ ہمارے قول پر فتوے دے جب تک وہ ہمارے ماخذ دلیل کا علم نہ رکھتا ہو۔

ظاہر ہے کہ ماخذ دلیل سے مراد موافقت فروع وصول ہے یعنی کتاب و سنت
مطابقت۔ یہی طرح امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ لَا يَحِلُّ لِكُلِّ
أَن يَلْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ إِنْ أَخَذَ
یعنی کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ ہمارے قول کو اختیار کرے جب تک یہ نہیں
کہ ہمارا ماخذ کیا ہے۔
حضرت امام عظیم اربع حدیث کو خاص اپنا مذہب قرار دیتے ہیں اور فرماتے
ہیں کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي جب کوئی حدیث صحیح طور پر ثابت
ہو جائے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔
پھر بالتصریح فرماتے ہیں۔

لَا يَحِلُّ لِكُلِّ أَحَدٍ أَنْ يَلْخُذَ بِقَوْلِنَا كَمَا يَحِلُّ لِكُلِّ شَخْصٍ أَنْ يَلْخُذَ بِقَوْلِنَا
مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ كِتَابِنَا كَمَا يَحِلُّ لِكُلِّ شَخْصٍ أَنْ يَلْخُذَ بِقَوْلِنَا
وَالسُّنَّةِ أَوْ إِجْمَاعِ الْأُمَّةِ مَا خَذُوهُ بِحُجَّتِهِ أَوْ يَرَوْهُ نَهْجَانِ لَمْ
أَوْ لِقِيَاسِ الْجَمْعِ - کما سئلہ کما تاک کتاب و سنت و
اجماع امت اور قیاس جلی سے تعلق ہے۔

امام صاحب نے اس قول میں چار چیزوں کا ذکر کیا ہے دو چیزیں یعنی
کتاب و سنت ان پر تو خود امت کا اجماع ہے۔ تیسری چیز اجماع امت ہے وہ
خود انہیں کتاب و سنت پر مبنی ہے باقی رہا قیاس جلی وہ اس حالت میں

ماخذ ہے جبکہ کوئی دلیل کتاب و سنت کی موجود نہ ہو اس سے کسی کو انکار نہیں چلتا
و فرقیہ ظاہر یہ تک اس صورت میں قیاس جلی کا قائل ہے اور مطلقاً اس سے
کار نہیں کرتا۔

ارشادات امام عالی مقام ان کے کرامات برکت آیات میں سے ہیں بھی باللہ
عناذ جزاہ خیرا منّا و من جمیع المسلمین ساتھ ہی اسکے دیگر ائمہ کرام کے ارشادات
میں ان لینا چاہیں کہ تقلید مضطرب اور مردودہ کے نسبت ان کا کیا خیال ہے۔
امام مالک فرماتے ہیں۔

أَنَا أَنَا بَشَرٌ خَطِيءٌ أَصِيبُ فِي شَيْءٍ يَلِيكَ بَشَرٌ يَنْهَى عَنْهُ خَطَاؤُهُ وَصَوَابُ مَحْجُوسٍ
فَانْظُرْ فِي مِزَانٍ فَكَلِمَاتُ وَافِقٍ بَعْدَ صَادِرٍ مَوْتَاهُ يَسْ بَسْرِي رَأَيْتُ بِرِغْظٍ
الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَخُذْ وَهَوَّكَلِ كَمَا كَرِهَ وَافِقُ كِتَابِ سُنَّتِهِ هُوَ تَوْفِيقِي
مَا لَمْ يُوَافِقْ فَأَتْرُكُوه - اگر وہ اگر مخالف کتاب و سنت ہو تو ترک کرو۔
پھر فرماتے ہیں۔

لَيْسَ كُلُّ مَا قَالَتْ حُرْلٌ قَوْلًا وَلَا نَدَى كَاهِرٌ قَوْلًا قَبُولُ دَعَايَ نَحْنُ
كَانَ لِي فَضْلٌ يَتَّبِعُ عَلَيَّ يَقُولُ كَرْتَا أَوْ رَجُوهَ كَيْسًا هِيَ فَاضِلٌ هُوَ جَسَدٌ
اللَّهُ تَعَالَى فَلْيَسِّرْ عِبَادِي الدِّينَ فرماتا ہے اے پیغمبر میرے ان بندوں کو
يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ يَشَارَتُ دِيدَ وَجْهِ لَوْ كُنَ كَمَا قَوْلُ سَنَكْرَ
بہترین قول کو اختیار کر لیا کرتے ہیں۔
أَحْسَنُهُ -

بعد ازاں فرماتے ہیں

الزم ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الله عليه وآله وسلم کے اس قول
عليه وآله وسلم في حجة الوداع اگر وہیں باندھ رکھو کہ میں نے دو چیزیں چھوئی
امران کر کہ تم مافیکم لن تضلوا میں جب تک تم اٹکو تھامے رہو گے کہیں
ما تمسکتم بهما کتاب الله و اگر اہ نہو گے ایک کتاب اللہ و ہر سنت
سنت نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا
آپ نے فرمایا رضی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انہ قال
لذا ولنا۔

حضرت سے مروی ہے کہ آپ نے یہ فرمایا اور یہ فرمایا۔

سائل نے کہا کہ کیا آپ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت امام شافعی ینکر لزوم
اور آپ کا رنگ دہشت سے درد پر گیا اور فرمایا۔

وَبِحَيْثُ أَتَيْتُ رَضِيَ تَقَلُّبِي وَكَيْفَ مَسُورِي تَجِبَرُ كُنْزِي نَدِينِ هُوَ جَوْجُو جَوْدِي كَلِيَادِ
سَمَاءٍ تَطْلُفُ اِذَا سَمِعَتْ عَن كُنَا اِثْمَانِ هُوَ جَوْجُو جَوْدِي كَلِيَادِ جَبَكِي كُنْزِي
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہوں
وہم اقل بہ نفع علی السراس اور یہ نہ کہوں کہ آپ کا ارشاد میرے سر
والعین نفع علی السراس والعین انہوں پر آپ کا ارشاد میرے سر انہوں پر۔

پھر فرماتے ہیں

او جدتم فی کتابی خلافتہ جب تم میری کتاب میں کوئی بات خلافت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاتو سنت پر عمل کرو۔ اور
علم فقولوا بسنتہ و دعوا ما قلت میرے قول کو پھوڑ دو۔
اقوال صحابہ کے نسبت آپ فرماتے ہیں۔

اقاویل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب میں جب اختلاف ہو تو ہم
علیہ وآلہ وسلم اذاتفرقوا فیہا اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو موافق
صیر منہا الی ما وافق الکتاب و السنۃ کتاب و سنت ہو۔
اسی طرح حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لا یصحرا الشیخ غیر الکتاب کتاب سنت دونوں موجود ہیں جو شے
والسنۃ وہما موجودان وانما اسکے خالف ہو وہ لاشع محض ہر علم ہمیشہ
یوخذ العلم من الاعلیٰ جہت اعلیٰ سے اخذ کیا جاتا ہو۔
پھر فرماتے ہیں۔

انہ اعلم بالحدیث والرجال منہم علم حدیث اور فی جال سے زیادہ اہل حق
فاذا کان الحدیث الصحیح عند اکثر الناس کونی صحیح حدیث ہو تو مجھے
کو فاعلمونی بہ ای شیعہ یثبوت بیان کرو خواہ کس کوئی ہے سچی ہو یا بھری
ثوبیا و بصیر یا اوشلیا حتی الذہب شامی سے تاکہ میں پھر عمل کروں۔

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے زیادہ اقوال نقل کرنا فضول ہے۔
اس لیے کہ اٹھون نے بجز دلائل کتاب و سنت نہ کوئی کتاب فقہ مصطلح میں لکھی، نہ مدون کی۔ یہ تمام اقوال جن کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں اُن کے
اسما اور مقامات کی تصریح والا جاہ نے اپنی کتاب دین الخالص میں کی ہے۔
شیخ محمد سندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں لو تتبع الانسان النقول
لوجد كثيرا من ذلك قال ودلائل العمى بالخیر اکثر من ان ذلک کسر
ان تمام ارشادات ائمہ عظام سے یہ ثابت ہے کہ مقلد صحیح و صادق وہی
شخص ہے جو اُن کے ان مقدس ارشادات سرسری پر عمل کرتا ہے۔
نہ وہ مسلمان جو برخلاف اُن کے احکام و نواہی کے چلتا ہے، ایسا شخص
اُن کا مخالف ہو نہ مقلد شیع۔

جمع بین المذاهب والا جاہ لکھتے ہیں کہ میں اسوۃ دین میں جو مذہب
اصح و اقویٰ اور اعوط ہو اسکو اختیار کرنا پسند کرتا ہوں
اور اقوال اہل علم کے مقابل میں دلیل کتاب و سنت کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا
بلکہ جمع بین المذاهب کو بہتر جانتا ہوں۔

وکل ذلک مطلب التکون عبادۃ صحیحہ تاکہ میری عبادت جمیع مذاہب کے طریق پر
عملی جمیع لہذا اہل اکثرها و جملہ صحیح ہو یا اکثر کے اعتبار سے اور مقتضا

اعتیاد اجتہاد المکرر و مکرر کا حرام و الا احتیاط یہ ہو کہ مکروہ شرعی کو مثل حم مجکر
سنا و بالسنن کا کھانا واجبہ اس سے اجتناب کیا جائے اور مستنون
کی طرف اعتنا مثل واجب تصد کیا جائے

دینی کو چاہیے کہ شبہات سے بچے یہ شبہات تفریعات فقہیہ میں کثرت سے
پیش آتے ہیں یہ ہی سبب ہے کہ فقہاء اور اُن کے نقاد کے میں کثرت سے
مسلک پایا جاتا ہے و کو کون، من عند غیر اللہ لوجہ افیہ اختلاف اکثر
میں ہر مذہب کی دلیل کو علماء و جاسعین کے قاعدے پر میزان تحقیق میں وزن
دیتا ہوں جس مسئلہ کو دلیل راجح پاتا ہوں اسکو قبول کرتا ہوں جو شخص سبب
طریق واحد پر جمود کرتا ہے وہ فیوض و برکات دین سے محروم رہ جاتا ہے
میں کسی مذہب کا ترک یا تردید ازراہ تعصب نہیں کرتا نہ کسی مذہب کو
ہوائے نفس کے لیے اخذ کرتا ہوں۔ مثلاً پانچ کے مسئلہ میں امام مالک کا
مذہب قوی تر ہے اور مسئلہ صبیغ قشہار میں حضرت امام ابو حنیفہ کا
مذہب صحیح تر ہے اور مسئلہ عفات میں حضرت امام احمد کا مذہب زیادہ
قوی ہے میں ان ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک، امام مجتہد کا
سبب و خادم ہوں۔

مجرد رائے سے احتراز وہ لکھتے ہیں کہ دین میں رائے مجرد سے

استاذ کرتا ہوں اگر کسی مسئلہ میں جھگو تفریح شائع نہیں ملتی تو میں اس پر عمل کرنے سے متوقف ہو جاتا ہوں۔ اقدام نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ کوئی شخص اجتماع اور قیاس جلی جھگو اس پر طے الہی الراس فی الدین تحریریں اور فی القضاء مکتوبات بلکہ جو شخص عالم اور عابر کتاب و سنت کا ہوتا ہو وہ اجتماع و قیاس جلی کا بھی محتاج نہیں ہوتا وہ خود کلیات و عمومیات اولہ سے مسئلہ کا حکم استنباط کر لیتا ہے اس پر اجتماع غیر لازم نہیں آتا۔

رد و قدح و طعن و تشنیع و مناسبت و مکابیرہ

والاجابہ لکھتے ہیں کہ از آفات اخراہین مان بہت گزینے مثلاً در رد و تقلید بے رد و طعن قائم ہے۔ یعنی اس زمانہ کے آفات میں سے ایک یہ آفت بھی ہے کہ تقلید کے رد و قدح میں حضرات ائمہ نظام ملک طعن و تشنیع کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک بد بختی اور صریح گمراہی ہے۔

چند بدنام لوگ سلف صالحین کے رسوا کرنے میں اپنے منہ کو اپنے نارہ اعمال کی طرح سیاہ کرتے ہیں۔ و نحو ذلک من الخذلان۔ اگر کوئی شخص کسی امام یا عالم پر بالیقین طعن و قدح کرتا ہے تو وہ منتاب ہے اور غیبت

سلف جلد ۶۵ صفحہ ۶۵، ۶۶ بقار المن صفحہ ۶۵

کا سے بھی بدتر ہے جب احاد امت کی غیبت کرنا حرام ہے تو پھر جو ائمہ و علماء آخرت ہیں جو شخص انکی غیبت کرتا ہے تو اسکا لعن و طعن اسی منقاب پر ہوتا ہے۔ یہ مذہب رفض کا شیوہ ہے مذہب اہل سنت کا۔ مسلمان طالب آخرت کو اس قدر کافی ہے کہ وہ علم حق حاصل کر کے کلمتہ طاعت خود عمل کرے اور مناظرہ اور مکابیرہ سے بچے اور کثرت و مجاہدہ سے دور رہے۔

دانی کہ چنگ عود چہ تقریر می کنند پنهان خورید یادہ کہ تکفیری کہنہ استوائے طالب علمی سے اب تک میری عمر بچپن برس کو پہنچی مگر میں نے کبھی کسی طالب علم یا عالم یا درویش سے مناظرہ مباحثہ مجاہدہ اور مکابیرہ نہیں کیا نہ کوئی کتاب یا رسالہ کسی شخص متعین کے رد و قدح میں لکھا حدیث میں ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ما ضل قوم بعد ہدیٰ کا نوا علیک کوئی قوم ہدایت پانے کے بعد ادا اووا لجدال ثم قرع رسول گمراہ نہیں ہوتی جب تک ان میں مجاہدہ اللہ علی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع نہیں ہوا پھر آنحضرت نے یہ آیت شریف پڑھی۔

هٰذِهِ آيَةُ مَضَى بَوَّاهُ لَكَ اَلَا

جکا بیل ہم قوم خعمون۔ بہر حال جو شخص علم محض خدا اور آخرت کے لیے حاصل کرتا ہے وہ ہرگز

اس قسم کے خرفشار میں نہیں پڑتا یہ گاؤں زوری اور اختلاف عروق گردن اور
بالا خوانی انھیں لوگوں کا کام ہے جو لذت غم اور طلب خیرت سے محروم ہیں
حدیث میں اس فعل کو نفاق کا ایک شعبہ فرمایا ہے۔

تکفیر اہل القبیلہ وہ لکھتے ہیں کہ تکفیر اس زمانہ میں اس قدر ازان ہے
کہ ایک خبیث اور بے حقیقت جزئی اور فرعی فقہی
مسئلہ پر ایک شخص دوسرے کو کافر کہتا ہے حالانکہ وہ مسئلہ نہ عقائد سے
تعلق رکھتا ہے نہ وہ ضروریات دین میں داخل ہے یہ لوگ اس سے بالکل
خالی ہیں کہ تکفیر کفر کی خود کفر پر عود کرتی ہے۔ اور کوئی غیر لاعب شخص تاویل
کرنے سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ اس سے کفر بواح صادر نہ ہو۔ ایسی ہجرات
دہی لوگ کیا کرتے ہیں جو عوام ہو کر عالم بن بیٹھے ہیں یا خرف شناس ہو کر
فاضل ہو گئے ہیں۔ نہ ان میں ادب ہے نہ تمیز البتہ اصول دین کا اختلاف
مفرضی الی الکفر ہو جاتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ ہر شے کی جودت در زالت بذاتہ ہوا کرتی ہے نہ قدیم و جدید
ہونے کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ائمتی کلا دسری
اولہا حیرام آخر رہا کچھ بعید نہیں کہ خدا نے بعض متاخرین
کے لیے وہ چیز اٹھارکھی ہو جو متقدمین کو نہیں ملی۔ کفر و کلام اللہ الاخر۔

ہو زان بر رحمت نشان ست
نم و خمت نہ با مہر و نشان ست
مقلدین مذاہب کے
والا جاہ لکھتے ہیں کہ میں نے آج تک
کسی مقلد مذہب کو برا نہیں کہا اگرچہ
نسبت الا جاہ کا عقیدہ
حرک تقلید پر بہت کچھ لکھا میں کسی مقلد

صادق صحیح الامارہ عامل صالح متقی کو برا نہیں جانتا اور عوام متبعین سنت
جو علم و عمل سے محض بے بہرہ ہیں انکو بھی اچھا نہیں سمجھتا اب نہ نقیباتی ہے
اور نہ عامل یا حدیث یہ ہی تلاعب باقی رہ گیا ہے

لطف حق باتو مواساہا کن جو نک از حد بلذر در سوا کسند
بیر الکریم چلتا تو میں یہ نیت رکھتا ہوں کہ نہ کسی کتاب کو جو مخالف کتاب اللہ
ہوئی روئے زمین پر باقی رکھتا نہ کسی بدعت کو جو مصادم سنت ہوئی باقی
چھوڑتا اور نہ کسی فسق کو چہارادلیل و شمار اعلیٰ میں آئے دیتا اور اگر ایسا
وقوع میں آتا تو حد و دشرع سے اسکا تدارک کرتا اگرچہ مجھ کو اپنا فسق و عیب ان
عادت و فسق ہے لیکن بنیاد اس خیال کی نیت پر ہے اور نیت پر اجر ملتا ہے
اگرچہ وقوع عمل کا کسی مانع خاص کی وجہ سے نہ ہو سکے مجھ کو اپنے سیئات
کا اعتراف ہے میں کسی اپنے فعل بد کی تاویل نہیں کرتا اور نہ کسی عمل صالح پر
اعتماد رکھتا ہوں۔

توحید باری تعالیٰ

توحید جو روح العقائد اور اس الطاعات
اس کی تفصیل و اشاعت و تبلیغ میں والا
اہتمام پہنچ رکھتے تھے اور انکی زندگی کا کثیر حصہ اسی توحید کی اشاعت میں
گزر رہا ہے ہم انکے مولفات و اقوال سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔
توحید کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

توحید گمانہ گردانیدن دل بہت یعنی توحید نام ہے تمام ماسوائے حق سے
تخلیص و تجرید و از تعلق ماسوائے حق دل کو خالی کر کے خدا کے ساتھ
ہم از روئے طلب ارادت و ہم خلوس پیدا کرنے کا جب ایسا
از جہت علم و معرفت یعنی طلب ارادات ہوتا ہے تو تمام مطلوبات اور
اوارزہ مطلوبات مرادات منقطع گرد و مرادات سے دل پھر جاتا ہے اور
ہم معقولات و منقولات از فطن تمام معقولات و منقولات کا پردہ
بصیرتش مرتفع شود از ہمہ دے توجہ چشم بصیرت سے اٹھ جاتا
بگرداند و خیر حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی ہے اور بجز حق سبحانہ تعالیٰ کے
و شعور و رش نہ ماند کوئی شعور باقی نہیں رہتا۔
دین الخالص میں لکھتے ہیں۔

التوحید الذی ہو حقیقۃ اثبات ذات باری میں صفات کمال کی حقیقت
صفات الکمال اللہ تعالیٰ ثابت کرتا اور ان صفات کے انفراد سے
و تنزیہ عن اضدادہا۔ انکی ذات کو منفرد سمجھنا یہ ہی توحید ہے۔
اس تعریف کے بعد توحید فلاسفہ۔ توحید ہمیشہ۔ توحید جبریت۔ توحید
اتحادیہ و توحید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تفصیل نہایت شرح و بسط
کے ساتھ بیان کی ہے اور ایک نہایت لطیف تقریر سے توحید فلاسفہ
و خلاف عقل و فطرت و شرع ظاہر کیا ہے جو شخص ان دلائل کو بالاستیعاب
دیکھنا چاہے وہ کتاب دین الخالص کا مطالعہ کرے اسکے بعد عام فہم
الریقہ پر توحید کو چند درجات پر تقسیم کیا ہے اور یہ بتایا جو کہ توحید الوہیت
یعنی خدا کو علت العلل اور فاعل حقیقی ماننے میں موجدین خالص کے ساتھ تمام
مشرکین بھی ہمیشہ شریک رہے ہیں لیکن وہ توحید جسکے لیے بعثت انبیاء کی
ضرورت واقع ہوئی وہ توحید عبادت ہے۔

چنانچہ وہ دین الخالص کے صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں۔

وہذا لا ینکروہ المشرکون و لا یجعلون للہ فیہ شریکاً بل ہم حق وہ بھی الوہیت میں خدا کے ساتھ
بہ قال تعالیٰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللہ۔ کرتے ہیں خدا فرماتا ہے اے پیغمبر
میں لکھتے ہیں۔

وتوحيده لاجلاد ومعتناه افراد الله
 وحده بجميع انواع العبادات وه يترى جواب نيكه كه خداست
 فهدن اهو الذي جعلو لله فيه
 الشركاء وللفظ شركاء يشعركه ان
 بالله تعالى فالرسول عليهم السلام
 يدعو للتقوى الاول ودعاء المؤمنين
 الى ثاني بمثل قولهم في خطبة المنبر
 اتى الله شدت هل من خالو
 غير الله ونهيم عن شرك العباد
 ولدا اقال تعالى ولقد بعثنا في كل دين
 امة رسولا ان اعبدوا الله ان
 التوحيد قسرا الاول ان
 تقول بلسانك لا اله الا الله
 ويسى هذا القول توحيد وهذا كذا
 التوحيد يصدر ايضا من المناق
 الذي يخالف سق جهرة والثاني
 ان لا يكون في القلب مخالفة ولا
 توحيد توأما ليس منافق من ياتي بها

كاد المفهوم وهذا القول بل
 تشمل القلب على اعتقاد
 لك والمصدق به وهذا هو
 توحيد عامته الناس في باب التوحيد
 ان يرى الامور كلها لله تعالى
 منه سبحانه ثم يقطع الالتفات
 من الوسائط وان يعبد بيقده
 به ولا يعبد غيره ويخرج عن
 هذا التوحيد اتباع الهوى
 كل من اتبع هواه فقد اخذ
 هواه معبوده قال تعالى
 افرايت من اتخذ الله هواه وهذا
 التوحيد مقام الصديقين - عبادات مقام الصديقين -

عبادات سے مراد توحید ہے

الاداء المقصود من ود كنهت
 معنى هي توحيد کے ہیں حضرت ابن عباس
 رضى الله عنه سے مروی ہے کہ قرآن حکیم میں جس جگہ عبادت کا ذکر آیا ہے اس کے
 معنى توحيد کے ہیں مثلاً اس آیت کریمہ میں -

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ - اے یسوع مسیح تو
ہے تمام بن انسان کو عبادت کے لیے یعنی توحید اختیار کرنے کے لیے پیدا کیا
دعا بجائے خود عبادت ہے بلکہ بت اور مغر عبادت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا ہے الدعاء هو العبادۃ دعا ہی عبادت ہے یہ ترکیب دلیل ہے
یعنی خبر میں این مختصر ہے بسبب فصل کے ایمین ایک طرح کی نشانیست کا
اور مبالغہ اور اہتمام ہے دعا کی شان میں جب عبادت کے معنی میں
دعا کے مختصرے تو غیر اللہ کی دعا بھی شمر کر ٹھہری۔

توحید حقیقی اور توحید عددی

توحید عددی انکی تفصیل یہ ہے۔

قال الله تعالى ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا اتنازل عليهم الملائكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا
خدا فرمایا ہر جو لوگ خدا کی ربوبیت کا
ان پر نزول ملا کہ ہو تا ہر تاکہ وہ بخوف
نہیں اور غمگین نہ ہوں۔

ربنا اللہ عبارت از توحید اقرار ہے
استدراک یا کوئی غم مستقاموا
اشارت ہے توحید معرفت سے کہ
اور استقاموا کے لفظ سے توحید معرفت کے

اور ایک شناسی یعنی از ہمہ جہت
وحدت اور مبالغہ گر دی بالانکہ در عالم
وحدت خود جہت نیست حق سبحانہ
واحد حقیقی است نہ واحد عددی
پہ ٹٹانی در خورد تجزی و بعضی است
و اول ازینا منزہ و مبرا است و واحد
عددی را نسبت است با جملہ اعداد
چنانکہ نصف الاشین و ثلث الثلث
و ربع الربع الی مالا نہایت کہ وحدہ
عددی در ہمہ اعداد ساریست بجلالت
واحد حقیقی کہ ازین نسبتا منزہ و
مقدس است و او در از منہ و اکست
خود دنیا بد و درجات و سمات نگنجد۔
مصطلحات صوفیہ کے یہ دو مسئلے ہیں۔
توحید عددی و توحید شہودی
والا جاہ معلوم ان ہر دو مسائل کا اپنی کتاب
دین الخالص اور کتاب خطیر القدس میں ذکر کر کے اس کا فیصلہ
اس طرح کرتے ہیں۔

توحید عددی و توحید شہودی

توحید عددی و توحید شہودی
والا جاہ معلوم ان ہر دو مسائل کا اپنی کتاب
دین الخالص اور کتاب خطیر القدس میں ذکر کر کے اس کا فیصلہ
اس طرح کرتے ہیں۔

وجودیان گویند کہ در حق تعالیٰ و عالم
غیرت حقیقی است و غیرت مجازی
چون دریا و جباب کہ در ظاہر جباب
دریا جداست و در حقیقت سیکے
و شہودیان می گویند کہ در حق تعالیٰ
و عالم غیرت حقیقی است و غیرت
مجازی چون آتش و آہن
کہ ہر گاہ آہن برنگ آتش
نہیں گرد آتش می نماید حالانکہ
آتش جداست و آہن جدا۔
مخدوم میللا پوری بر آن فہ کہ در حق
تعالیٰ و عالم ہم عینیت حقیقی است و ہم
غیرت حقیقی و این احداث قول ثالث است
قائلین حدت جو کہتے ہیں کہ ذات الہی
تعالیٰ و عالمین عینیت حقیقی ہوا و غیرت
مجازی جس طرح دریا و جباب ہیں کہ ظاہر
جباب ریلے جدا ہوا و حقیقت میں ایک
اور قائلین حدت شہوت کہتے ہیں کہ ذات الہی
اور عالمین غیرت حقیقی ہے اور عینیت مجازی
جس طرح آگ اور لوہے میں۔ لوہا جب
گرم ہو جاتا ہے تو وہ ہر رنگ آتش ہو جاتا
اور مثل آتش نظر آتا ہے۔ حالانکہ آگ
اور چیز ہے اور لوہا اور چیز ہے۔
مخدوم میللا پوری فرماتے ہیں کہ خدا
اور عالم میں عینیت حقیقی بھی ہوا و غیرت
حقیقی بھی اور یہ تیسرا قول ہے۔
خدا فرماتا ہو کیا ان لوگوں نے قرآن
حکیم میں تدبر نہیں کیا اگر واقعی جو
کہتے ہیں وہ خدا کے طرف سے ہوتا تو
اس میں اس قدر کثیر اختلاف کیوں ہوتا۔

پھر لکھتے ہیں۔

قال الشيخ المحقق الدهلوی حضرت شیخ احمد محدث دہلوی فرماتے
ان لكل زمان قارئین کہ ہر ایک زمانہ کے لیے ایک قارئین
و لكل قارئین علم ما ہوتا ہے اور ہر قارئین کے مخصوص علم
اصحابہم فی تقاسیم رحمة اللہ ہوئے ہیں جسکو رحمت الہی میں سے کچھ
عن وجل وان تاملتم حال اوائل حصے پہنچ جاتے ہیں اگر تم اس امت
هذه الامم المرحومة حین مرحومہ کے زمانہ اوائل پر غور کرو جبکہ علوم
کم تدرون علوم الشریعہ و کافوز الاذ شریعت اور فنون ادب مدون نہیں ہوئے
و لا وقع کثیر بحث و انہ لم یزل تھے اور نہ اس قدر کثرت سے بحثیں ہوا کرتی
العام الحق بسیر فی صدہم تھیں صرف السامعین سے ان کے سینوں
علماء بعد علم علی حسب حکمتہ میں مطابق تقضائے حکمت علوم کا اتقا
فی کل دور لم یخف ہو کر اٹھا اور ہر ایک دور کا یہی حال
علیہ کہ هذا المعنی تھا تو تھے یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا۔ کہ
وان نصیبنا فی هذا الدہر ہمارے اس زمانہ میں رحمت الہی کے
من تقاسیم رحمة اللہ حصوں میں سے ہوا ایک ایسا حصہ ملا ہو
ان یجتمع فی صدہم جس نے تمام علماء سلف کے علوم کو
علوم علماء هذه الامم ہمارے سینوں میں جمع کر دیا ہے۔

معقولہا ومنقولہا خواہ وہ علوم مقول ہوں یا منقول یا
 و مکشوفہا و ينطبق بعضها اكتشافات بعض علوم تو ایک دوسرے
 علی بعض و یحصل کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور جو
 الخلاف بینہما ویستقر ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کا
 کل قول نے مقترکہ صنعت خود بخود ظاہر ہوتا ہے غرض
 فہذا الاصل منسحب ہر ایک قول کے لیے ایک حد اور مقدر
 علی فنون العلم من ہے یہی اصول تمام فنون علم پر خواہ
 الفقه والکلام والتفسیر وغیرہا فقہ ہو یا کلام یا تفسیر وغیرہ پر حاوی
 بحمد اللہ و توفیقہ اعلا از معرفت ہے معرفت حق کے متعلق حضرت
 الحق علیہ ما قالہ الخضر علیہ السلام خضر علیہ السلام کا قول ہے کہ معرفت
 کبھی لچی لا مستدا لہ الہی ایک دریائے ناپید اکنا رہے
 ولا منتهی وان المتکلمین اسکی ابتدا ہے نہ انتہا اور متکلمین
 بھا کا لا برة مغسوسہ معرفت الہی کے غرض میں ایسے ہیں جس طرح
 فیہ لم ینقص من البحر دریائے کوڑے ڈوبے ہوئے ان کوڑوں
 شیئا و کا عصا فیرسے دریائے پانی میں کچھ کمی نہیں واقع ہوتی
 شرب منها حاجتہا یا مثل پرندوں کے ہیں جو اپنی چیخ سے
 بقدر حاجت پانی پی لیا کرتے ہیں پس

صدر فکل واحد ہر ایک شے کلم اور محقق جو کچھ بیان کرتا ہے
 یتخبر الا عن کمال وہ کمالات ربانی میں سے کسی ایک کمال
 لا یصف الا جمال کو اور شیون جمال الہی میں سے کسی ایک
 دون جمال خاص شان جمال کو ظاہر کرتا ہو۔
 و علی تفنن و اصفیہ بوصفہ ہر ایک تعریف کرے والا ایک وصف اپنے ذائق
 یعنی الزمان و فیہ ما لہ یوصف کے موافق بیان کرتا ہے نہ زمانہ یوں ہی
 ختم ہو جائیگا اگر تعریف نہیں ختم ہوگی۔
 پھر لکھتے ہیں۔

و فی مثل ہذا ہ المواضع اس قسم کے موقعوں پر سامعین میں بہت
 یتفرق المستمعون کچھ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو
 شرتا فمن عرف مسقط شخص ان اختلافات کے اصل حقیقت
 اشارة کل واحد و مقام سے واقف ہوتا ہے وہ ہر ایک
 الموضوع الذی اخبر عنہ شخص کے قول کے محل و موقع کو پہچان کر
 جعل کل قول وقیل فی محله و اسکو اسی حد پر قائم رکھتا ہے اور تمام
 صدق الجميع ومن ہالہ اقوال کو صحیح جانتا ہے لیکن جو شخص مختلف
 اختلاف العبارات و تنوع تقریروں اور اشاروں کو سنتا ہے لیکن
 الاشارات لم یقدر علی الخوض فی محل و موقع سے واقف نہیں ہوتا

منہا الی حلیز لا اختلاف
 ہذا بقی فی حیدرہ کمال اناس ہو کر رہا ہے جس طرح نابینا لوگ کسی
 عمیان اکتفوا الشجرۃ بفسوس اور خست کے پاس آکر اسکو چھوئے ہیں اور
 وین وقونہا فوجد بعضہم اسکا ذائقہ چکھتے ہیں تو ان میں سے کسی کا
 اور اقہا و بعضہم ہاتھ تو درخت کے تنہ پر پڑتا ہے اور کسی کا
 اغصا نہا و بعضہم ہاتھ اسکے پتوں تک پہنچتا ہے اور کسی کے
 ازہارہا و بعضہم ہاتھ میں اکی شاخیں آجاتی ہیں اور کسی کو
 الثمارہا و بعضہم اسکے شگوفہ تک رسائی ہوتی ہے اور کوئی
 دوحتمہا شرقعدا پھول یا اسکے پھولوں تک پہنچ جاتا ہے
 یتحدشون فقال پھر وہ آپس میں جھیکر باتیں کرنے لگتے ہیں
 بعضہم الشجرۃ انما ہی کوئی ان میں سے کتاب ہے کہ یہ درخت جہاں
 اجسام ملے فقال اخر اغماہی میں سے ہے دوسرا کتاب ہے کہ نہیں قیرا
 اعواد وقال بعضہم انما ہی کتاب ہے کہ یہ غایت درجہ تر قنارہ و نرم ہے
 غایۃ اللین والنعمۃ وقال الآخر چوتھا کتاب ہے کہ یہ تو نہایت خشک اور
 فی غایۃ الخشونۃ والصلابۃ و سخت ہے اور پانچواں کتاب ہے کہ میں تو
 قال الآخر فی غایۃ الحلۃ وقال الآخر غایت درجہ کی حلالت ہے چھٹا کتاب ہے
 فی غایۃ المرادۃ والعفونۃ کہ یہ تو نہایت کمزورہ اور بربودار ہے۔

وقال الآخر انہا لا طعم لہا اصلا ما توان کتاب ہے کہ میں تو کسی قسم کا ذائقہ
 وقال بعضہم لہا رائحتہ ہی نہیں ہے۔ آٹھواں کتاب ہے کہ کسی تو
 لہیۃ وقال الآخر بہت پاکیزہ خوشبو ہے۔ نواں کتاب ہے کہ
 لا رائحتہ لہا فلما اختلفت محکومہ اس میں کسی قسم کی بو کا شائبہ بھی نہیں
 افتاد و یا حہم وجعل بعضہم معلوم ہوتا۔ غرض جسے نسخہ اتنی باتیں
 یکذب بعضا سب ایک دوسرے کو جھٹلانا شروع
 فجاء رجل اخر کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص آتا ہے
 متمیز منہم بالابصار اور وہ لوگ اسکے سامنے ایک دوسرے
 وان کان د و نہم فی کثید کو برا بھلا کہنا شروع کرتے ہیں اتنے میں
 من الاوصاف التي یمدح ایک شخص آتا ہے جو صاحب بصارت اور
 الناس بها بعضہم بعضا بصیرت ہوتا ہے اور میں بہت سی ایسی اوصاف
 حسن الصوت و میں جنکی لوگ جمع کیا کرتے ہیں مثلاً خوش آواز
 قوۃ البطش کمال اللحمۃ الذی طاقت و زور قوی سامع ذائقہ اور لامس
 والامر فقال کلامہم جمیعاً کامل ہوتا۔ وہ ان سب گفتگو کر کے کہتا ہے کہ تم سب کا
 صحیح فی الاصل خطاء بیان یہ حقیقت بالکل صحیح ہے البتہ تمہارا اپنی جہاں
 باعتبار الحصر ثم تحقیق چکر کر لیا اور اسکو کامل سمجھ لینا اس غلط
 انہ ارجع کل قول لی مرجعہ و اونٹا ہے پھر ہر ایک ل کا مرجع اور ایک ل کا
 بیکل اشارۃ مستطایستطاع علی جو اشارہ لیا اور مرکز جو وہ اسکو سمجھا دیتا ہے۔

یہ پیشانی واقع بیان کر کے والا جاہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک مسئلہ وحدت وجود کا شرع شریف میں کہیں صراحتاً ذکر نہیں ہے حضرات صوفیہ رضی اللہ عنہم نے اپنے کشف و شہود کی تائید کے لیے جن کا مدار اس مسئلہ پر ہے قرآن و حدیث کچھ اشارات اخذ کیے ہیں مثلاً یہ آیت **اَلَا اِنَّ شَيْءًا خَفِيٌّ بِهَا** یا یہ آیت **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ** یا یہ حدیث **كُلُّ شَيْءٍ يَخْلُقُ يَخْلُقُ لِي اَلَا اَدْرِي** ^{مصحفہ} **السَّابِقَةُ السُّفْرَةُ** نصبت علی اللہ از اللہ قبل ^{مصحفہ} اگر تم ایک سی لکھاؤ اور اسکو تحت الشریعہ تک پہنچاؤ تو وہ رسی خدا تک پہنچے گی۔ اور خدا اس کے سامنے ہو گا ظاہر ہے کہ یہ اشارات اس مسئلہ پر صراحتاً دلالت نہیں کرتے اسی لیے علماء و ظاہری نے ان اشارات کو الٹ کر صوفیائے کرام کو الزام دیا ہے اور کہا ہے کہ آیت **اَلَا اِنَّ دَكْلًا شَيْءًا خَفِيٌّ** ایک صریح دلیل غیریت پر ہے کیونکہ محاط سے محیط ایک جدا گانہ چیز ہے اسی طرح آیت کریمہ **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ** میں لفظ ہالک فی المستقبل مراد ہے نہ ہالک فی الحال علی ہذا باب بطریق رسی خدا سے ایک جدا چیز ہے۔ غرض جب وحدت وجود کی بنا ہی پر پٹھری کہ آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سب جگہ خدا ہی کی ذات ہے تو پھر قبل وجہ کہنے کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے یہ اشارات کسی طرح ثبوت مدعا میں پیش نہیں ہو سکتے بہر حال اس مسئلہ وحدت وجود کا دار و مدار حضرات صوفیہ کے کشف و شہود پر ہے اور علماء اور صوفیہ نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں

طابقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی۔ شیخ صدر الدین رومی۔ شیخ عبدالکریم جیلی۔ شیخ عبدالرزاق جہانوی۔ شیخ ان الندائی پتی۔ اور طبقہ کبرویہ میں شیخ جلال الدین رومی۔ شیخ حسن الدین تبریزی۔ طبقہ نوریہ میں شیخ فرید الدین عطار طبقہ شیعہ میں سید محمد گیسو دراز۔ سید جعفر بنکی۔ طبقہ نقشبندیہ میں خواجہ عبداللہ احرار۔ ملا نور الدین جامی۔ ملا عبدالغفور لاری۔ خواجہ باقی باللہ کابلی رح۔ شیخ عبدالرزاق کاشانی۔ شمس الدین فاریابی۔ قیصری۔ سعد الدین خرقانی وغیرہ اکابر گذرے ہیں۔

ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لیے ہر کو طرفین میں سے کسی ایک کی طرف جزاً میلان نہیں ہو سکتا۔ مذہب وحدت وجود اور مذہب وحدت شہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو بظہر ایک جانب بہت سے دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلین ہیں ہم پر اعتقاد لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دیکھیں لایں کیونکہ اسمین بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تفصیل و کفر لازم آتی ہے وحدت وجود کے اثبات یا البطلان میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے اگر خود وی غم ہے تو اپنی غم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے۔

ذات و صفات باری تعالیٰ

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ مَا فَاتَبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
نہیں جانتے ہم وجود و شہود یہ باین بین دو اور خدا ایک
پھر لکھتے ہیں کہ مسئلہ وحدت وجود و شہود جس سے مراد ہستی حق اور حقیقت
خلق ہے اور یہی اعتقاد اس مسئلہ کا روح الروح ہے اگر مخلوقات کی ہستی
کو زمانہ حال کے استقبال میں پیش نظر رکھا جائے تو یہ امر شرع کے اصل مقصد
کے منافی نہیں ہے البتہ جو اختلافات اقوال و احوال اور اسکے شرح و بیان
میں پیدا ہو گئے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ شریعت سے کسی قدر بجا دیکھتے ہیں
اور ایک عالم کی گمراہی کا سبب بن گئے ہیں اگر یہ غرض مانع نہ ہوتا تو میں
اس مسئلہ وحدت وجود کو متکلمین کے ہفتوں چھوڑ کر محدثین کے اقوال و افکار
اور دلائل عقلی و نقلی سے اس طرح ثابت کرتا کہ علماء ظاہری میں سے بھی کسی
اس سے انکار نہ ہوتا اور وہ اسکے خلاف میں لب کشائی نہ کر سکتا مگر کیا کیا جملے
مصیبت فیر ہے کہ جو اباب رسوم ہیں وہ الفاظ و معانی سے بیگانہ رہتے ہیں اور
جو اباب علم ہیں انکو نفس عبارات کی طرف توجہ رہتی ہے نہ معانی کی طرف نہ اگر حقیقت
دیکھا جائے تو ہمیں کوئی مایہ نزار عبارت نہیں ہے سر الاکل شی باطل اشد باطل
اس سے بڑھ کر نادانی کیا ہو سکتی ہے کہ آدمی ہر مرتبہ اور ہر حال میں احکام وجود کا منکر
ہو اور ہمہ اوست کے معانی لغو و باطل شریعت سے آزاد ہونا سمجھے۔

ذات باری تعالیٰ چونکہ توحید کا تعلق ذات و صفات باری تعالیٰ
دونوں سے ہے۔ اور جب تک ذات و صفات کا علم نہ ہو اس وقت تک توحید
کامل و مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے والا جاہ نے ان دونوں کی کیفیت تفصیل
اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ ذات باری کی نسبت وہ خطیرۃ القدس
میں لکھتے ہیں۔

ذات من حیث ہی ازہم ذات باری اپنے ذات کے اعتبار سے
اسماء و صفات مراست و از جمیع تمام اسماء و صفات سے معراج اور تمام
نسب و اعتبارات مبرا الصفات اعتبار و ان نسبتوں سے مبرا ہو تمام صفتیں
اور باین امور باعتبار توجہ اوست نسبتیں جو اس کی طرف منسوب کیا جاتی ہیں وہ محض
بعالم ظہور از تجلی اول کہ خود بخود اس توحید کے سبب جو اسے اس عالم ظہور کی طرف مانی
بر خود تجلی نمود نسبت علم نور و وجود و شہود اور اس تجلی اول کے سبب جو خود اس پر خود بخود اسکے
متحقق گشت و این نسبت مقتضی عالمیت ذات و واقع ہوئی اور اسکے سبب علم نور اور وجود
و معلومیت شد و نور مستلزم ظاہریت و شہود کی نسبتیں پیدا ہو گئیں اور یہ نسبتیں عالمیت
مظاہریت وجود و شہود و متحقق ذات و وجود و حقیقت اور معلومیت کی مقتضی ہوئیں اور نور و ظاہریت

و شہادت و شہودیت و مہین
 ظہور کہ لازم نور است مہین
 است بہ بطون و بطون را
 تقدیم ذاتی و اولیت است
 نسبت با ظہور پس اسم
 اول و آخر و ظاہر و باطن
 متعین شد و مہین در سلی
 ثانی و ثالث الی ما شاء اللہ
 نسب و اضافات متعین
 می شود کل یوم ہدفی شان
 و ہر چند تضاعف نسب و
 اسماء او بیشتر ظہور و بلکہ خفائے
 او بیشتر فسبحان من احتجب
 بمظاہرہ و ظہر با سبب استورہ
 خفائش باعتبار صرافیت
 و اطلاق ذات او است ظہور
 باعتبار مظاہر و تعینات او۔

او ظہریت اور وجود و شہود کے لیے لازمی اور
 واحدیت اور موجودیت اور شہادت و شہودیت
 کا باعث ہوا اسی طرح ظہور جو نور کے لیے لازم
 اگرچہ وہ بطون پر بقیت رکھتا ہے لیکن نسبت
 کے لحاظ سے اس پر بطون ہی کو تقدیم ذاتی ہوا
 کا اثر حاصل ہوا انھیں اعتبارات ہوا اول
 ہوا آخر ہوا ظاہر ہوا باطن کے ہوا وجود
 اسے یہی حال تجلی ثانی و ثالث وغیرہ ہوا
 چنانچہ خدا فرماتا ہے کُلُّ شَیْءٍ حَیٌّ وَ یُھْوٰی شَکْرَہ
 غرض بقدر نسبتیں اور اسماء ذات باری کی طرف نسبت
 کیے جاتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ کاظم
 نہیں ہیں بلکہ خفا زیادہ ہے بلکہ وہ ذات جو اپنے
 مظاہر کے پردہ میں پوشیدہ ہے اور باوجود ہر
 حجابوں کے ظاہر ہے پوشیدگی اسکی صرافیت اطلاق
 ذات کے لحاظ سے ہے اور مظاہر و تعینات
 کے اعتبار سے وہ ظاہر ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھتے ہیں کہ
 صاحب لمعات گفتہ حقیقۃ المکررہ
 یعنی ہر جا کہ انگشت نمی حاق وسط
 او باشت پس زیر ہر کہ یک
 صفت کما ہی منکشف
 گشت در نمیشش اور اعرافان
 جمیع صفات حاصل گردید۔

صاحب لمعات نے کہا ہے کہ اہل
 حقیقت مثل کمرہ کے ست کہ ہم جس
 جگہ انگلی رکھو وہ ہی اسکا وسط حاق
 ہے پس جس شخص پر کہ ایک صفت
 کما حقہ منکشف ہو گئی اسی کے ضمن
 میں اسکو جمیع صفات کی معرفت
 حاصل ہو گئی۔

صفات باری تعالیٰ

صفات غیر ذات اندر من حیث
 بالاعتبار العقول و عین ذات
 اندر من حیث تحقیق و حصول
 مستلزم عالم ذاتی است
 باعتبار تعین علم و ذات اور
 باعتبار صفت قدرت۔ و
 مرید باعتبار صفت ارادت
 و شک نیست کہ اینہا چنانکہ

صفات باری تعالیٰ عام صفات
 اور عقول کے لحاظ سے تو غیر ذات ہیں
 لیکن اصل حقیقت کے اعتبار سے عین ذات
 ہیں مثلاً صفت علم کے لحاظ سے خدا
 عالم ہے صفت قدرت کے لحاظ سے
 قادر ہے صفت ارادت کے لحاظ سے
 مرید ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح
 عام فہم کے مطابق بظاہر یہ صفتیں

بحسب قسم بایکدیگر مختلف ہیں اسی طرح وہ اپنے مرادات متغائر اند مرادات را نیز متغائر اند۔ اما بحسب تحقیق و ہستی عین ذات اند۔
 بآن معنی کہ آنجا وجودات متعدّدہ نیست بلکہ وجودیت واحد و اسماء و صفات نسب و اعتبارات دوست و دشمنین گفتہ اند صاحب معرفت و جمیع لایعین و لا غیر گفتہ و سلف از مجموعہ در عافیت ماندہ و هو الحق البحت و البصواب الصرات و فیہ النجات الاولی و الآخر۔
 انتقاد الرجب کے صفحہ ۶۰ میں لکھے ہیں۔

سمیع بالا صوات لسمعہ القدیم خدا سمیع ہے اپنے سمع قدیم کے لحاظ کے الذی ہونعت له بالازل بصیر جو اسکی صفت ازلی ہے وہ بصیر ہے

بالاشکال بالصدادۃ القدیم اپنے بصیر قدیم کے اعتبار سے جو اسکی لذی ہو صفة الازلیۃ ازلی صفت ہو مسموع کے وجود کے ملا یحدث له سمع ساتھ اسکی صفت سمع حادث نہیں ہو کرتی حادث مسموع ولا بصیر نہ اسکی صفت بصیر حادث مبصر کے ساتھ حادث و ت مبصر لا شبہ له پیدا ہوتی ہے نہ کوئی شے اسکے مشابہ نہ لا یشبہ شیئاً من الاشیاء اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہے اپنی من مخلوقات لانہ ذاتہ و لانہ مخلوقات میں ملا علی قاری نے صفاتہ لیکس کوشیدہ شئی نقل علی القادی در فی شرح الفقہ الاکبر عن شرح القوۃ قال نعیم بن حماد الخراعی شیخ البخاری من شبہ اللہ بشی من خلقہ فقد کفر و من انکر ما وصف اللہ بہ نفسہ فقد کفر۔
 جہاں تک اسکی صفت ازلی ہے وہ بصیر ہے اسکی صفت ازلی ہے وہ بصیر ہے

سمیع بالا صوات لسمعہ القدیم خدا سمیع ہے اپنے سمع قدیم کے لحاظ کے الذی ہونعت له بالازل بصیر جو اسکی صفت ازلی ہے وہ بصیر ہے

شُرک بالشد

اسلام میں شرک سے بڑھ کر کوئی شے مخالفت تو ہے نہ
 دین میں ایمان نہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَهُ**
 اس لیے والا جاہ نے اپنے مولفات میں توحید کی طرح جا بجا اس کی تفصیل لکھی
 اور اسکے درجات و منازل و اقسام کے بیان میں کوئی دقیقہ فرگذاشت نہیں کیا
 اجمالاً انھوں نے شرک کی دو قسمیں بیان کی ہیں شرک صغیر اور شرک کبیر پہ
 و اعتبار کے لحاظ سے اس کو حسب ذیل اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

اشراک فی اللہیت۔ اشراک فی الریوریت۔ اشراک فی العبادت۔ اشراک
 فی العادۃ۔ اشراک فی اشییت۔ اشراک فی العلم۔ اشراک فی التصرف
 اشراک فی التسمیہ۔ اشراک فی الافعال۔ شرک لتعطیل۔ شرک لمثل۔ شرک
 فی الارادات۔ و النیات۔ شرک فی المحبت یعنی عشق اشراک فی اللگوک و التہن
 شرک فی الشفاعت۔ انھیں اقسام کے ذیل میں استغاثہ۔ استعانتہ۔ تشفع
 و توسل بغیر اللہ یعنی غیر اللہ کو پکارنا مومن سے طلب عاریج کرنا۔ مخالفت بغیر
 اللہ کرنا۔ قبور کا مساجد بنانا۔ تعلیق تمام قولہ۔ عیانت۔ طرق و طیرہ
 عامل ہونا۔ ذبیحہ بنام غیر اللہ۔ حرث و انعام میں نذر و نیاز۔ کھانا
 تعالیٰ ماکمل اللہ من حیثیۃ و کاسرۃ و کاصیۃ و لا احتیاج
 غیر اللہ کی نذر ماننا۔ غیر اللہ کا سجدہ کرنا۔ شجر و حجر یا کسی مقام و مکان
 کی مثل بیت اللہ الحرام کے تعظیم و طواف کرنا ان سب امور کو نہایت

نہایت کے ساتھ بیان کیا ہے انکی تفصیل دلائل واضحہ کے ساتھ جسکو
 دیکھنا ہو وہ والا جاہ کے مولفات کو بطور ملاحظہ کرے۔ اس مختصر سوانح
 زندگی میں انکی تفصیل و توضیحات کی گنجائش نہیں۔ تمام اقسام شرک
 کا ماہر حاصل یہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات و اعتقادات
 و ارادات و نیات جبکہ تعلق خاص ذات و صفات باری تعالیٰ
 کے ساتھ ہے انکو کسی غیر اللہ بنی مرسل یا ولی کامل یا عارف باللہ
 یا مرشد یا استاد یا والدین یا جن و ملائکہ وغیرہ کے ساتھ منسوب
 کرنا یا عملاً یا سجلاً یا شرک بالشد کے اقسام میں داخل ہے۔



تصوف و سلوک

والاجاد لکھتے ہیں کہ علم تفسیر و حدیث و فقہ سنت اور علوم تصوف کا مشغلہ میرے دل پر غالب و مسلط ہے۔ علم نافع ہی چار علم ہیں یا وہ جو ان کے آلات و معدنات ہیں باقی تمام فنون اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ تصوف و سلوک میں والاجاد نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تصوف اور اسکے مصطلحات اور اولیاء کبار اور عرفاء کامل کے حالات جمع کیے ہیں ریاض المتراض اور تقصیر۔ حیو الاصرار اور خیرۃ الخیرۃ وغیرہ اسی قسم کی کتابیں ہیں۔ ریاض المتراض میں اولاً صوفیائے کرام کے اقسام بیان کیے ہیں۔ مثلاً طلبہ و فقراء و عباد و زہاد و خدام و ملائیت و متشبہ محقق و متشبہ مبطل۔ و مریدان۔ و سالکان۔ و سائران۔ و طائران۔ و واصلان۔ و انخیار۔ و ابرار و غوث۔ و نقیاء و نجباء و بدلاء و اولیاء بعد از ان مضمون ابن خلدون سے اقتباس کر کے صوفیائے کرام کے حالات میں چار امر قابل بحث قرار دیے ہیں۔

(امراؤں) مجاہدات انکا تعلق اذواق و مواجید اور مجاہد نفس و اعمال کے ساتھ ہوا انھیں اذواق کی منتہا اور غایات کو مقامات نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

مردوم کشف و ادراک حقائق عالم غیب جسکا تعلق صفات انیہ عرش و کرسی۔ و ملائکہ۔ و وحی۔ و نبوت۔ و روح۔ و حقائق وجودات غائب و شاہد و ترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(مرسوم) تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان و عوالم میں۔

مرچہ چارم: الفاظ موہمہ یعنی شیطیات۔

بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں بعض حسن ہیں اور بعض دیلات کے قائل ہیں۔

مرحال امر اول میں کوئی کلام و انکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیہ کرام کے اذواق مکمل صحیح ہیں۔ اور ان کا تحقق عین سعادت ہے اسی طرح مردوم صحیح ناقابل انکار ہے۔ اگرچہ بعض علما نے اس سے انکار کیا ہے مگر یہ انکار حق کے مقابل میں کوئی چیز نہیں ہے استاد ابو اسحاق اسفہانی کے احتجاج پر اشعریہ نے جو انکار کیا ہے وہ صرف تمدنی و کرامت کے فرق و امتیاز پر ہے

وَقَدْ وَقَعَ لِلصَّابِتَةِ وَالْكَافِرِ السَّلَفِ كَيْفُ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ مَعْلُومٌ وَشَهْوٍ

(مرسوم) یہ انواع متشابہات میں سے ہے اس لیے کہ اسکا تعلق وجدان قلبی سے ہے محض الفاظ و لغت سے انکی مرادات پر اطلاع نہیں ہو سکتی الفاظ تو محض محسوسات متعارفہ کی تعبیر کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

اگرچہ چارم شیطیات اسکا تعلق غلبہ حال اور واردات سے ہے انصاف

یہ ہے کہ صوفیہ کرام غلبہ حال و واردات کی وجہ سے محسوسات سے بجا
رہتے ہیں۔ اسی سبب سے بعض اوقات انکی زبان سے ایسے کلمات
ہو جاتے ہیں جو خود انکے قصد و ارادہ سے نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ جو شخص مقام
احمال ہو وہ ہر طرح معذور و مجبور ہے اس قسم کے لوگوں میں جو شخص صاحب
فضل و لائق اقتدار ہو اسکے کلمات موجبہ کو مقصد جمیل پر محمول کرنا چاہیے
لیکن جو شخص صفت اقتدار اور شان فضل سے معرا ہو اور اس سے اس قسم
کے کلمات صادر ہوں تو وہ قابل باز پرس ہے۔ ایسے کہ جس شے نے اسکو
ان کلمات کے کہنے پر بر انگیزہ کیا ہو ان کا علم نہیں ہے۔ اور جو شخص صاحب
شعور و حس ہو پھر ایسے کلمات منہ سے نکالے تو ایسا شخص ضرور قابل مبالغہ
ہے اسی بنا پر فقہاء اور اکابر صوفیہ نے قتل ابن حلاج پر فتوے دیا
اولیائے سلف جو اعلام امت تھے وہ کبھی کشف حجاب اور اس قسم
کے ادراک کے جانب متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ انکی تمام تر توجہ نسبت
استطاعت صرف اتباع و اقتدار پر مصروف رہتی تھی اور اس قسم کے
ادراکات کو وہ عوائق و محن میں شمار کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ مخلوق
کے ادراکات حادثہ میں سے ایک ادراک حادثہ یہ بھی ہے۔

عملی طور پر وہ صوفیہ کرام کی رسوم کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے تھے چنانچہ کچھ عین
نسبت صوفیہ غنیمت کبریٰ است و رسوم ایشان بہ هیچ نمی ارزند

صوفیہ کی نسبت ایک غنیمت کبریٰ ہے۔ لیکن انکے رسوم کوئی قدر و
میں رکھتے۔

معرفت شیخ

اسکے متعلق وہ لکھتے کہ کمال اور تکمیل شیخ کی پہر
منحصر نہیں کہ اس سے خوارق عادات کا ظہور ہوا

وہ خواطر پر اشرف رکھتا ہوا و جدو حال و شوق میں رہتا ہوا ایسے کہ اس
قسم کے بعض امور میں تو فلسفی۔ جوگی اور برہمن بھی شریک ہیں یا مومن
انسان کے لئے دلیل سعادت نہیں ہیں شناخت شیخ کامل مکمل کی
یہ ہے کہ وہ ظاہر شرع پر مستقیم ہو اور عامل کتاب و سنت ہو تاکہ صفت
تقویٰ کا اس پر اطلاق ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوْلٰى اَیۡدٍ لِّاٰمَکَ الْمَتَّقُوْنَ
مشائخ کے تمام طریقوں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ انکا
مرجع نسبت حاصل کرنا ہے اور یہ نسبت خدا کے

طرق مشائخ

ساتھ ایک انتساب و ارتباط ہے جس سے دل کو سکینہ اور نور حاصل ہوتا
ہے نسبت ایک کیفیت کا نام ہے جو نفس ناطقہ کے اندر حلول کر جاتی
ہے اسوقت نفس ملائکہ کے مشابہ ہو جاتا ہے یہ کیفیت نفس میں طاعات
و طہارات اور اذکار الہی پر مداومت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس
پسب امور نسبت باطنی کے لئے ایک ملکہ راغہ بن جاتے ہیں نسبت کی

بہت قسین ہیں۔

نسبت محبت۔ نسبت شوق۔ نسبت کفر نفس

حفظ نفسانی سے برائت اس نسبت کا نام نسبت اہل بیت سے ہے۔
 شاہد بھی اسکو کہتے ہیں لیکن یہ گمان صحیح نہیں کہ مشائخ نے جو اشغال
 معین کیے ہیں انکے بغیر نسبت حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ اشغال بھی اہل بیت
 کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام اکابر علیہ السلام
 سے محروم رہتے حالانکہ علم کے فضائل عبادت کی فضیلت سے بالاتر اور
 فائق ہیں حضرت خواجہ نقشبندؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے شیوخ
 کا کیا طریقہ ہے آپ نے جواب دیا کہ کوئی شخص کسی سلسلہ سے خدا تک نہیں
 پہنچا کرتا۔ بلکہ ایک جذبہ پیدا ہوا اس نے مجھ کو اس حد تک پہنچا دیا حالانکہ
 انکے شیوخ کا سلسلہ مشہور و معروف ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے

جَلَّ بَنَدُ مِصْرَ مَجْنُونَاتِ اللَّهِ تَوَازِي عَمَلِ الشَّقَلِينِ
 طے می شود این بدخشن بدخشن برتے مایخبران منتظر شمع و چیرای غم

پھر کہتے ہیں کہ میں مشائخ کے تمام طریقوں کو موصول الی اللہ جانتا ہوں اور
 تمام مشائخ سے خواہ انکا کوئی طریقہ بھی ہو حسن ارادت رکھتا ہوں البتہ
 میرا اور میرے آبا اور اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے
 اگرچہ اور طریقوں کی بھی اجازت ہے حضرت میرزا مظہر جانجانیؒ

س نے پوچھا تھا کہ آپ نے اس طریقہ مجددیہ نقشبندیہ کو اور طریقوں
 کو عبور کر کیوں اختیار کیا آپ نے فرمایا۔

میں نے اس طریقہ کو بالکل کتابت سے
 کہ ثبوت آن قطعی ہے اچھوٹا کہ موافق پایا اور اسکا قطعی ثبوت موجود
 این زمان این طریقہ از جمیع طرق ہے اچھوٹا کہ اس زمانہ تک یہ طریقہ
 بدعت محفوظ است۔ بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے

مولانا جامی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

قد رمل و مل باوہ پرستان داند نے خود نشان و تنگستان داند
 انش تو ان لبوے بے نقش شدن این شش غریب نقشبندان داند

بیعت والا جاہ لکھتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کو مستحب جانتا ہوں
 اگرچہ وجوب کا قائل نہیں ہوں میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں
 کی اسلئے کہ شرط قرآن و حدیث اور شرط سلف صالح کے مطابق بلکہ کوئی شیخ
 میر نہیں ہوا میں یہ جانتا ہوں کہ اگر زمانہ شیخ صالح سے خالی ہو تو اس
 حالت میں خلوص نیت کے ساتھ قرآن و حدیث کا اتباع اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام پڑھنا قائم مقام
 شیخ کے ہو سکتا ہے۔ حدیث مالک بن انس میں مرسل آیا ہے

۵ ابقاوا لمن صغیر ۳۷ و ۳۸

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا توکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسک
بہما کتاب اللہ وسنتہ رسولہ صلاۃ فی اللہ والہما ین نے تمہارے لیے دو چیزیں
چھوڑی ہیں جن جب تک تم اپنی قائم رہو گے کبھی گمراہ نہو گے ایک کتاب
الہی اور دوسرے اسکے رسول کی سنت۔ عہد نبوت میں جو چیزیں
ماثور تھیں وہ کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر کبھی اولیٰ واجبات پر کبھی
ترک کبائر پر مبنی ہوتی تھیں۔ حصول مقامات عرفان اور وصول
منازل احسان سے اسکو تعلق نہ تھا کیونکہ جب انسان شرعاً متقی ہو جاتا
ہے تو بقدر مقدور سب مقامات خود اُسپر منکشف ہو جاتے ہیں اس لیے کہ
یہ سب اعمال صالحات کے نتائج اور ثمرات ہیں ورنہ نفس اعمال
اور محض افعال کوئی چیز نہیں نہ وہ مطلوب شارع ہیں۔

سماع کا جواز و عدم جواز بعض طرق مشائخ خصوصاً طریقہ چشتیہ میں
سماع کا رواج ہے اسکے متعلق والا جاہ
لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد
تخریم سماع کے قائل ہیں اور ایک جماعت صوفیہ سماع کو مباح اور لا باس
جانتی ہے۔ دلائل سنت صحیحہ سے بھی یہ ہی ثابت ہے مگر اس شرط کے ساتھ
کہ اس سے منکرات شرعی کی طرف رغبت پیدا نہو امام محمد بن علی شوکانی

نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں اسکی بخوبی تصریح کی ہے سماع کے چند
درجات ہیں اول خوش آوازی دوسرا درجہ موزون یا غیر موزون تیسرا
درجہ مفہوم یا غیر مفہوم ہونا۔ پہلی چیز یعنی خوش آوازی بہن کوئی وجہ
حرمت نہیں۔ وہ یقینی حلال ہے جس طرح بلبلیں اور عقادول ترنم کرتی ہیں
اسی طرح دیگر حیوانات اور انسان کے خلق و زبان سے بھی خوش آئند صدائیں
لگتی ہیں ان میں باہم کوئی تفاوت نہیں ہے دوسری چیز موزونیت ہے
اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں خود جناب رسالتاب صلعم کے سامنے
کثر اشعار پڑھے گئے ہیں کلام موزون کسی طرح حرام نہیں ہو سکتا۔ جب تک
اس کا مفہوم و مفہوم منافی شرع نہو اگر کوئی بات خلاف مقصد شرع
ہے تو وہ موزون ہو یا ناموزون دونوں حالتوں میں حرام ہے کلام موزون
اور حسن آواز سے قلب میں سرور و انقباض اور نشاط و حزن کی ایک خاص
کیفیت انسان کے قلب میں پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اطفال اور صبیان
بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں اگرچہ وہ گوارہ میں ہوں حیوانات پر بھی اسکا
اثر پڑتا ہے چنانچہ حدیٰ خوان کے حسن صوت سے اونٹ پر بخود می کی کیفیت
طاری ہو جاتی ہے بہر حال یہ کسی طرح جائز نہیں کہ سماع پر قطعاً حرام یا حلال
ہونے کا فتوے دیا جائے قلبی حالات کے اختلاف سے حکم جواز و عدم جواز
میں اختلاف ہونا لازمی ہے ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ سماع سے قلب میں

کوئی نئی کیفیت نہیں پیدا ہوا کرتی بلکہ قلب میں پہلے سے جو کیفیت مضمر ہو کر
ہے وہ اب بھجراتی ہے پھر لکھتے ہیں کہ مغلوبین اور ماولین سماع وغیرہ
میں اعتراض و انکار نہیں کرتا لیکن اپنے نفس کو اس امر کا تابع رکھتے
چاہتا ہوں جو سنت صحیحہ میں ثابت ہے اور چہر حقیقین را سخین فی الامر
گزرے ہیں۔

فلسفہ و معقولات۔

والا جاہ مرحوم ابجد العلوم میں لکھتے ہیں کہ

قال لغز الى فلاح احياء ان العلم
لا يدرم لعينه وانما يدرم في الحق العيان
لا حصل سبب بطلان اول ان
يكون هو الذي مضى ما مال صاحب
اول غيره كما يدرم علم السحر والطلسما
وهو حق اخ شهيد القرآن له الثاني
ان يكون مضى صاحب في غالب
الامر كعلم النجوم الثالث ان الخوض
في علم لا يستقل الخافض فيه

امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے
کہ کوئی علم بذاتہ مذموم نہیں ہے
لیکن اسکے مذموم ہو جانے کا تین سببوں
میں سے ایک سبب جاتا ہو یا تو اس
سبب سے کہ وہ علم طالب علم یا اسکے غیر کے
حق میں مضر ہو مثلاً علم سحر و طلسمات
جس پر قرآن حکیم شاہد عادل ہے یا یہ کہ
اس علم کا ضرر غالب ہو اسکے نفع پر مثلاً
علم نجوم یا یہ کہ ایسے علم میں غرض کیا جائے

١٥ ابقاء الميثاق صفحہ ۹۳:

انہ مذموم فحقدہ کتعلو دقیق
علوم قبل جلیہا وخفیہا قبل
حلیہا وکا البحت عن اسرار الہیۃ
فی آخر ما قال -

بحث کرنا وغیرہ یہ طالب علم کے حق میں محمود ہے
کہ کس نشو و نما کا یہ حکمت این معمارا
مشاہدہ طرب می گوید از دہر کمر جو
لکھتے ہیں۔

شیئی من العلوم من حیث هو علم
ضار ولا نفعی من الجہل من حیث
ہو منافع لان فی کل علم منفعة
ما فی اصل العباد والمعاشر والکمال
الانسانی وانما یتوهم فی بعض
علوم ان ضار وانہ نافع لعدم
اعتبار الشرط القیجی واعتبار
الحکم والاعمال فان کل علم لا یتجاوز
وعلوم مع اشتراكها فی الشرف
تفاوت فیہ فمنہ ما هو

علم من کوئی شے بحیثیت علم ہونے کے
بعض علم کی نسبت مضر یا مفید ہونے کا جو
وہم کیا جاتا ہو اسکی صرت یہ وجہ ہے کہ جن
شرط و طرعات کا لحاظ رکھنا علم میں اور علما
پر واجب اسکی طرف اعتنا نہیں کیا جاتا
حالانکہ ہر علم کی ایک حد ہے جس سے

علم میں کوئی شے بحیثیت علم ہونے کے
 نہ مضرب نہ مذموم جس طرح کہ جبل میں کوئی
 شے جبل ہونے کی حیثیت نافع نہیں ہے
 ایسا کوئی علم نہیں جو معاد یا معاش
 یا کمال انسانی حاصل کرنے کے لئے مفید نہ ہو
 بعض علوم کی نسبت مضریا مفید ہونیکا جو
 وہم کیا جاتا ہو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ جن
 شہ و طوابعات کا لحاظ رکھنا علم میں اور علما
 پر واجب اسکی طرف اعتدائیں کیا جاتا
 حالانکہ ہر علم کی ایک حد ہے جس سے

مجبس الموضوع كالمطب فان
موضوعه بدن الانسان
والتفسير فان موضوعه كلام الله
سبحان تعالى ولا خلاف في شرافتها
ومنه ما هو بحسب الحاجة اليها كالفقه
الحاجة اليه ما يستدعيه من غير
وثاقته في العلوم الرياضية
فانها برهانية ومن العلوم
ما يتقوى شرفه باجتماع
هذه الاستبالات فيها واكثرها
كالعلم الاخر فان موضوعه
شريف غاية فضيلة و
وثاق - دليل او غايته شرف
ان شرف الثمرة اولى من شرف
قوت دليل فاشرف العلوم
ثمرته العلم بالله تعالى ولا شك
ورسل وما يعين عليه فان ثمرته
وه علم متجاوزين هو
تام علوم مشترك طور پر یا موضوع
کے لحاظ سے شرف میں متفاد
مثلاً طب کا موضوع بدن انسانی
اور تفسیر کا موضوع کلام الہی ہے
ان دونوں کے شرف کا تفاوت
ہے یا حاجت و ضرورت کے لحاظ
علوم کے شرف میں تفاوت ہو کر کہ
مثلاً فقہ جسکی طرف احتیاج لازمی
یا حجت واثق کے اعتبار سے مثلاً
علوم ریاضی جن پر مدار برہان ہے
یا وہ علوم جو ان تمام اعتبارات اور
لحاظ سے شرف رکھتے ہیں مثلاً علم الہی
جسکا موضوع شریف اور اسکی غایت ایک
فضیلت ہے اور اسکی دلیل موثق
غرض نتائج کو قوت و دلیل پر زیادہ
شرف ہے۔ اور تفسیر کے اعتبار سے

السعادة الابدیة

علم باشد اور اس کے ملائکہ
اور انبیاء کا علم سب پر شرف
رکھتا ہے اور انجام اسکا سعادت
ابدی ہے۔

کے بعد لکھتے ہیں۔

للعلم عدو لما جرد او ذم جاهل
متعالی و تعصب علی اهل یسب
من الاشياء فانك لتسمعهم
يقولون بتمجيد المنطق مع
كونه ميزان العلوم وتحرير
الفلسفة مع انها عبارة عن
معرفة حقائق الاشياء وليس
فيها ما ينافي في الشرع المبین والدين
المتین غیر المسائل السيرة التي
اور حقا اصحاب التفاهت -
آدمی اس علم کا دشمن ہوتا ہے جس سے
جاہل رہتا ہے یا ایک جاہل متعالیٰ ازراہ
تعصب کسی علم کی بڑائی کسی خاص جہت
کیا کرتا ہے تم نے لوگوں کو کہتے سنا ہوگا کہ
تحصیل علم منطق حرام ہے حالانکہ منطق
میزان العلوم ہے سیرح فلسفہ کو لوگوں
نے حرام کہا ہے حالانکہ حقائق اشیا کے علم کا
نام فلسفہ ہے امین کجزان چند مسائل کے
کوئی بات منافی شرع میں اور دین متعالیٰ
کے خلاف نہیں جسکی تردید اصحاب
تحافت کر چکے ہیں۔

بلغنا هذه العجدة ان هذه العلوم ہمارے اس زمانہ میں تمام مالک
الفلسفۃ ببلاذ الا فریجہ من اٹلی اور اسکے مالک شمالی میں علوم فلسفہ
ارض و فہمۃ و مالیہا من کی گرم بازاری حد کمال پر پہنچی ہو رہی ہے
الحدوۃ الشمالیۃ فافقہ الاسوق جدیدہ کتشافات ہوتے رہتے ہیں اور
وان رسومہا متجددۃ و مجالس تعلیمی سوسائٹیاں اور کالج قائم ہو گئے ہیں
تعلیمہا متعددۃ و دواوینہا اور نہایت کثرت سے کتابیں جمع کی جاتی ہیں
جامعۃ متوفرۃ و طلبتہا ہیں اور جوق جوق طلباء تعلیم پاتے ہیں
کثیرۃ واللہ اعلم بما ہذا و خدا ہی کو علم ہے کہ انکی منتہا کہاں پر ہوگی
یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَ یَخْتَارُ غرض جو خدا چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے
اور وہ ہی مختار ہے

نصب الذریعہ میں لکھتے ہیں۔

والحق ان اعظم الاسباب فی اسج یہ ہے کہ علم کے رواج اور اسکے
مرساج العلم و کسادہ غنبت اسد بازاری میں بادشاہوں
الملوئۃ فی کل عصر وعد غنبتہم کے میلان کو بڑا دخل ہے۔ خواہ
فان الله وانا الیہ مرجعون۔ کوئی زمانہ ہو۔

یہ عصر بھی دولت اور حکمت علمی کا زمانہ ہے اس زمانہ میں تمام علوم سلام مضمحل
ہو کر نقش و نگار طاق نسیان ہو گئے ہیں

دین حکومتی رنگارنگت م آریاں لیکن نقش و نگار طاق نسیان ہو گئے ہیں
وكان آفة الله قتلهم قتلاً ویرل دولت عباسیہ کے منقرض ہونے کے بعد
علم عربی میں فتور شروع ہوا علمائے کتب علوم کو زبان فارسی میں لکھنا شروع
کیا۔ یہاں تک کہ نظم و نثر دونوں کے لحاظ سے یہ زبان ترقی کے درجہ غایت کو پہنچی
اور بڑے بڑے منشی اور ناظم پیدا ہوئے۔ جب دولت اسلام میں حال
یا اور رسوم اکاسرہ اور قیصرہ کا سلاطین میں رواج ہوا تو اہل فوج
کے اختلاط سے زبان اردو وجود میں آئی اور اُسے خوب تراش و خراش
پیدا کی۔ علوم و فنون کا ترجمہ لغت فارسی سے لغت اردو میں ہونے لگا
اور نظم و نثر میں خوب جولانی طبیعت دکھائی گئی۔ جب شاہان مصلیہ کا
جنکی بدولت زبان اردو نے رواج پایا تھا، زمانہ ختم ہوا اور سلطنت
عکاد یورپ کے ہاتھ میں آئی تو اردو میں زبان انگریزی کا اختلاط ہو کر زبان
اور ہی چیز بن گئی۔ اب تمام علوم کا مدار اسی زبان مختلط پر رہ گیا ہے
معلوم نہیں کہ اب اسکے بعد زبان اور اہل زبان کا کیا رنگ ہوگا۔
اور انجام کیا ہوگا۔ قلت علم کثرت جہل اور فساد روزگار بنا زمانہ کی نوبت
کہاں تک پہنچی واللہ اعلم و انتہی کا حکم ہے۔ اسی انقلاب روزگار و
مسعدت زمانہ پر نظر کر کے والا جاہ مرحوم نے برادر معظم مرحوم مفتی
اور راقم الحروف کو انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دلانی اور ہم دونوں مجاہدین

کی تعلیم انگریزی کا خاص طور پر اہتمام کیا لیکن بخت و اتفاق سے بھوپال میں سبب اسلامی ریاست ہونے کے ضرورت شدید و حاجت انہیں زمانہ میں اسکی داعی نہ تھی نہ مقتضاء وقت کے لحاظ سے وہاں ایسی عوام تھیں جو محرک ہوئیں اس لیے یہ ضروری اور اہم مشغلہ علمی انجام کو نہیں پہنچا۔

ایک مرتبہ عزیز خواجہ سید رشید الدین حسین سلمہ اللہ تعالیٰ سے جو بھائی کے خویش اور میرے برادر نسبتی ہیں والا جاہ نے تعلیم انگریزی کے ذکر میں کہا کہ میں نے انگریزی نہ جانتے کی وجہ سے بہت سے نقصانات اٹھائے۔



اعمال و عبادات

نماز والا جاہ مرحوم نماز پنجگانہ جنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ انکو فاتحہ خلف اللام اور اول وقت کا خاص اہتمام نہ نظر رہتا تھا۔ رئیسہ عالیہ کے نکاح ثانی سے قبل بلا تقرر نماز پنجگانہ مسجد میں ادا کیا کرتے تھے بعد نکاح متعدد عذرات کی وجہ سے یہ التزام قائم نہ رہ سکا لیکن نماز جمعہ یا التزام مسجد ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ اکثر خود پڑھایا کرتے تھے نماز عیدین بھی شروط سنت صمیمہ کے مطابق عید گاہ میں بذات خود پڑھایا کرتے تھے اگر کوئی عذر ہوتا یا بارش کا موسم ہوتا تو نماز عید نور مسجد یا تاج محل کی مسجد میں بذات خاص ادا کرتے اور پڑھاتے تھے تعدیل ارکان کا زور آداب و سنن کا قعود اور قیام و جلوس کے وقت سختی سے لحاظ رکھتے تھے۔ جب اذان ہوتی تو دعا کے وسیلہ پڑھایا کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا خواہ اذان میں یا نماز میں تو وہ عادتاً رو و شریف پڑھ لیا کرتے تھے

حوم رمضان جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا تھا تو روزہ ہمیشہ غرمہ سے افطار کرتے تھے اور وقت سحر کے بعد ضرور کھا لیتے تھے۔ رمضان میں زیادہ وقت تلاوت قرآن حکیم اور ادا دھیان پڑھ

میں گذرتا تھا تا زمانہ تراویح ہمیشہ آٹھ رکعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے اور نماز
تہجد بالالترام بارہ رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی قضا نہیں کرتے تھے۔ اول
نوافل کے نسبت وہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے سوائے فراغ نماز و روزہ کے کوئی
عبادت نقل ادا نہیں ہوتی ابلیس کا ایک یہ بھی مکر ہوتا ہے کہ انسان غسل
نہیں کرتا مگر وہ اسکو سمجھتا ہے کہ اللہ غفور و رحیم ہے میری مغفرت ضرور ہوگی
وہ آدمی اسی دھوکے میں مبتلا رہ کر مر جاتا ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ
وہ مجھ کو مکر شیطان سے بچا کر عمل صالح کی توفیق بخشے۔

جمع جمع کے مفصل حالات حصہ اول میں ہم لکھ چکے ہیں۔

زکوٰۃ ہر سال مطابق نصاب زکوٰۃ ادا کرتے تھے اور اقسام ہشت گانہ
کے مراعات کو مقدم رکھتے تھے مقدار زکوٰۃ الوت کثیرہ تک
پہنچ جاتی تھی۔

ادعیہ و اوراد والا جاہ کا بیشتر وقت شبانہ روز خلوت ہو یا جلوت
مشغلہ کتاب و سنت اور ذکر و فکر و یاد الہی میں گذرا
کرتا تھا دنیا کے کاروبار اور معاملات قلم و نسخ ریاست کے اوقات میں
بھی اکثر تسبیح و تحمیل اور درود و سلام اُنکے ورد زبان رہتا تھا وہ ہمیشہ قبل قر
فرغ حاجت کے بعد نماز سے فراغ ہو کر تلاوت قرآن حکیم کی کیا کرتے تھے
اسکے بعد مناجات اور حصن حصین کا کچھ حصہ روزانہ بالالترام پڑھا کرتے تھے

جو حتی الوسع کبھی ترک نہیں ہوتا تھا رات کو جب بستر استراحت پہنچتے تھے
تو تسبیح فاطمہ۔ آیت الکرسی۔ سورہ فاتحہ۔ ہر چارہ قل۔ سید
الاستغفار اور کلمہ توحید و تہجد پڑھ کر سویا کرتے تھے اوقات وضو و نماز
میں آداب و سنن کو ملحوظ رکھا کرتے تھے آغاز وضو پر بسم اللہ اور ختم وضو پر
کلمہ شہادت اور دعائے ماثور پڑھا کرتے تھے اسی طرح وقت اکل و شرب
و لباس و قصد قضاء حاجت وغیرہ دعائے ماثور پڑھ لیا کرتے تھے۔

توسع و تقویٰ توسع و تقویٰ اس قدر انکی طبیعت پر مستولی تھا کہ جو قوم
سوائے ناجائز نیکے مواضع جاگیر یا ہم لوگوں کے

دہات جاگیر سے وصول ہوا کرتی تھیں انکا لینا ایک سخت ترک کر دیا تھا
اور جب قدر قوم ابتداء وصول ہو چکی تھیں انکا حساب کر کے مبلغ تائیس ہزار
روپیہ رقوم سوائے ناجائز کا خزانہ عامرہ ریاست میں واپس کر دیا تھا رئیس
عالیہ خلد مکان نے اُنکی ایثار نفسی اور پابندی شرع کو ازراہ قدر شناسی
و حق پرستی ملحوظ رکھا اسکے معاوضہ میں ایک ہزار موضع جمع علی پٹان عطا فرما کر اس نقصان
کی تلافی کر دی اسکے متعلق والا جاہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رقوم سولے
کے معاوضہ میں ایک گاون جمع صلی پر دلوایا جو کام خالص اللہ تعالیٰ
ہوتا ہے اسکا اجر نہ دنیا میں برباد جاتا ہے نہ آخرت میں۔

میں رئیس عالیہ کو ایک واسطہ سمجھ کر انکا شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ کے

شکر سے تو بالکل ہی قاصر ہوں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
لَا تَحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ
جس مالک حقیقی نے یہ رزق بوجہ حلال دیا ہے وہ حی و قیوم ہے اگر
میں میت ہوں وہ چاہے گا تو یہ حالت باقی رہے گی اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ
ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِّیْنِ اور اگر وہ نہ چاہے گا تو پھر ساری دنیا چاہے کچھ نہ ہو گا
وَمَا تَشَاوُنْ اِلَّا اَنْ تَشِیْءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ
خشیت الہی وہ کہتے ہیں کہ باللہ اعظم جو احسان و انعام
و امتنان و اکرام اللہ تعالیٰ کا مجھ ظلم و جہول
روز و لادت سے اس وقت تک ہوا ہے انکا شمار دائرہ حساب سے
باہر ہے اور جب قدر معاصی ظاہر و باطن ابتداء سے پیدائش سے اب تک
مجھ سے وقوع میں آئے ہیں اور برق خاطر کی طرح ہر وقت اس دل
غفلت شعار پر گزارا کرتے ہیں انکا حساب استحصا اندازہ شمار سے خارج
ہے ہر ایک خطرہ جو میرے دل میں گذرتا ہے وہ مجھ کو فی الفور طرد و عن کا مستحق
بنادیتا ہے مگر اسکی رحمت مجھ کو بایں نہیں ہونے دیتی اسلیئے کہ میں مسلمان
ہوں اور میرے مان باپ بھی مسلمان تھے ورنہ مجھ کو صفت مسخ او غلو فی الزنا
کا پورا استحقاق ہے ہاں اگر علم الہی میرے نجات کے لیئے سابق ہو چکا ہے

دین یقیناً جانتا ہوں کہ یہ سارا کفر و ضلال میری موت سے پہلے حسن خاتمہ کی
وجہ سے اشاء اللہ تعالیٰ ہیبا منتورا ہو جاوے گا۔ اور اگر خدا خواستہ قلم تقدیر اور طرح
پر جاری ہو چکا ہے تو میں اگرچہ علم اور عمل میں فریہ عصر اور وجیدہ ہر ہو گا۔ تب
بھی یہ فضائل میرے کچھ کام نہ آئیں گے معذرا چونکہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور عمل
کو میزان سعادت و شقاوت قرار دیا ہے۔ اسلیئے میرا دل یہ ہی چاہا کرتا ہے کہ
مجھ سے وہ فعل ظاہر میں آئے جو میرے محبوب و حقیقی وعدہ لا شریک کو پسندیدہ ہو
واللہ میں اپنے نفس کو ایک ذرہ برابر کسی فضل خدا کا مستحق نہیں پاتا نہ دنیا
میں نہ آخرت میں۔ بلکہ روئے زمین پر جب قدر معاصی میں ہیں انکے صفت و اعمال
میں کھرا ہونیکا مستحق ہوں اسلیئے کہ دنیا میں صد ہا ہزار لوگوں سے مال و
جاہ دنیا میں زیادہ ہوں حالانکہ جو لوگ عقل و شعور میں مجھ سے بھرا تب کہیں زیادہ
فہم و دانش رکھتے ہیں اور دنیا میں مشارا الیہ ہیں وہ تو حاجت مند ہیں اور
میں بایں عدم عقل و شعور اور ناتوانائی ان سے اسباب ظاہری میں فخریت
رکھتا ہوں یہ خدا کا مجھ پر احسان عظیم اور انعام عظیم نہیں ہے تو کیا ہے کہ
جو بظاہر اہل استحقاق ہیں وہ تو محروم ہیں اور ایک مجھ سا غیر مستحق طرح نعمت
الہی میں مستغرق اور متغلب مجھ کو بڑا خوف اسکا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و دوزخ
و دشمن دونوں کو دیتا ہے مگر دین بھرا ہے دوست کے کیونہیں دیتا۔

حلیہ و اخلاق و شمائل

حلیہ میاں سڈول موزون قد نہ طویل نہ قصیر کھلا ہوا بلع رنگ نال
صباحت بھرے ہوئے رخسار سیدھی شاداناک کشادہ پیشانی
کتابی خوبصورت چہرہ میاں سر و گردن و ساقین چوڑا سینہ مختصر دیش
متناسب اندام۔

عام سیرت و اخلاق نہایت خوش خلق شیرین کلام کم سخن
ظریف الطبع آزاد و بے پروا مزاج
لطیفہ مسخ کثیر احکام قلیل الغضب منکر متواضع سب و شتم سے
کبھی آنکی زبان آلودہ اور آشنا نہیں ہوتی جب آنکو کسی خادم پر بہت غیظ
و غضب آتا تو آنکی زبان سے جو سخت سے سخت دشنام نکلتی وہ یہ بھی کہ
اسکو کاٹ کا احمق کہہ کر خطاب کرتے تھے اور وہ ان غضب میں پیشانی پر ہاتھ
رکھ کر لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے۔

عیدین اور جمعہ کو جب وہ عید گاہ یا مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو اپنا جوتہ
خود اٹھاتے اور جھاڑتے تھے اگر کوئی خادم سر پر آفتاب گیر لگانا چاہتا تو قورلا
روک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس دھوپ سے آفتاب محشر کی گرمی

ت زیادہ ہوگی اس سے کون بچائے گا۔

نئی ایک معمولی عادت تھی کہ کبھی کسی اعلیٰ یا ادنی آدمی سے آنکھ ملا کر بات
میں کرتے تھے اور ہمیشہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کرتے تھے حسب و نسب اگرچہ
و دن حیثیتوں سے ممتاز تھے تاہم آنکو اسپر کسی قسم کا فخر نہ تھا چنانچہ دیکھتے ہیں
فخر و نسب سے احتراز مجھ کو نہ اپنے نسب پر فخر و ناز ہے
نہ اپنے حسب و جاہ پر مجھ کو اعتماد نہ اپنے علم پر

پہرہ لباسات میں خوب جانتا ہوں کہ اگر تین بلا واسطہ فرزند رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تب بھی ثواب و عذاب میں عام امت کی طرح
ہوتا اور اگر حسب میں کسی عالم مجتہد یا کسی بادشاہ کا تخت جگر ہوتا تب بھی
اس نسبت کو میری نجات اخروی میں کوئی دخل نہوتا۔ خدا کے نزدیک تقویٰ
اور طہارت کا اعتبار ہے نہ شرافت و امارت کا ایک جہاں ہی غلط میں
کر قرار ہو کر ہلاک ہو گیا ہے

حسن بصرہ بلال زحیش صہیلانے روم زخاک مکہ بوجل ابن چہ بلو بھی است
ہاں البتہ سید اگر عالم عامل اور عارف ہوتا ہے تو وہ عالم و عارف غیر سید ہے
شرف میں نراید ہوتا ہے۔ اور اگر جاہل بد دین بد عقیدہ بدعتی ہوتا ہے تو وہ
حسب و نسب اسکے کچھ کام نہیں آسکتا ہے

پس نوح بابدان نبشت خاندان نبوتش گم شد

سگ اصحاب گفت روز چند پٹنیکان گرفت مردم شد

ایضا ہر تو صاحب حسب نسب علم ہونا فخر و امتیاز کا باعث ہے لیکن ان فضائل و مزایا کے نتائج و تبعات روح کو تحلیل کیے دستیہ میں شریف ہے اور صاحب حسب بے طہارت اور عالم بے عمل کی عقوبت ان لوگوں سے بہت زیادہ ہوگی جو یہ فضائل نہیں رکھتے اگر ایک جہت سے وہ بچے تو دوسری جہت اس کے لئے موجب ہلاکت ہے۔

خلوک ان صحاح واحد الا تقیت۔ ولکنہ رحمہ و قان و قالہ

طعام لذیذ اور اغذیہ لطیف کے اگر چہ دل سے شائق تھے مگر کبھی اپنی زبان سے کسی

ماکولات و مشروبات

شے کی خواہش نہیں کرتے تھے جو وقت پر سامنے آجاتا کھاپنی لیتے تھے۔ انہماک علم اس قدر رہا کرتا تھا کہ بعض اوقات مختلف انواع طعام میں اتنا اٹکو نہیں ہوتا تھا۔ ماش کی دال سے اٹکو بچہ رغبت تھی بعض وقت والدہ مرحومہ قبل نکاح ثانی رئیسہ عالیہ تفننا ان کے سامنے ارہر کی دال رکھ دیتی تھیں اور وہ اسکو ماش کی دال سمجھ کر رغبت تمام کھا لیتے تھے اور اٹکو خبر بھی نہیں ہوتی تھی اور والدہ مرحومہ ہنس کر تکی تھیں اگر کسی وقت اٹکو خدا پرست نہیں آتی تھی تو تھوڑا سا کھا کر بات کھینچ لیا کرتے تھے کبھی زبان سے اسکو برا نہیں کہتے تھے کبھی کبھی موسم سرما میں چار بھی پی لیا کرتے تھے مگر اس کے

کوئی نہیں تھے۔ سفر میں بھی کبھی کبھی ریلوے اسٹیشن کے رفٹیشنٹ روم سے چائے منگا کر استعمال کیا کرتے تھے۔ ساری عمر میں دو چار بار حقہ اور گریٹ پیسے کا بھی اٹکو اتفاق ہوا۔ ترشی خصوصاً جفرات سے اٹکو خاص بہت تھی اور سرد پانی کے بہت شائق تھے۔ پانی کو منہ سے پھونکنا مکروہ مانتے تھے۔ اور جرمہ جرمہ کر کے تین بار میں پیا کرتے تھے۔ اور کھا کرتے تھے۔ ہمارے آنحضرت صلعم کو بھی سرد پانی بہت مرغوب تھا شیرینی سے اٹکو طبع رغبت نہ تھی مگر مفید و سنت سمجھ کر کچھ نہ کچھ ضرور کھایا کرتے تھے کھانے میں کثرت تنوعات سے اٹکو نفور رہا کرتا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کھانے میں بھی اسراف و تبذیر ہو کر تلے۔ خدا فرماتا ہے کُلُوا و اشربوا و لا اسرفوا اِنَّهٗ لا یحب المرفرفین سب سے زیادہ بہترین غذا چٹنی روٹی اور سرکہ ہے جسکو عرب کا شوربا کہنا چاہیے۔ کھانا کھانے وقت زیادہ تر تین اٹکیان استعمال کرتے تھے۔

لباس پوشاک و زینت

لباس سادہ اور سفید اٹکو بہت پسند تھا کریم گھنڈی دار اور دہلی کی وضع کا اٹکر کھانچی چوٹی کا اور دہلی کی وضع کی گول ٹوپی اور پاجامہ استعمال کیا کرتے تھے۔ پاپوش اکثر پنجابی وضع کی ساخت امرتسر استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات عام رواج کے موافق رئیسہ عالیہ کی مرضی دیکھ کر

مختلف لالوان اور نیم رنگ لباس بھی لینا کرتے تھے البتہ اسکا نام
بہت رہتا تھا کہ لباس خوش وضع اور خوش قطع ہو اور غطر اور خوشبو
بسا ہوا اور محضر ہو مواقع دربار پر یا تقاریب سرکاری اور عیدین
مجبوراً انکو ملائے مروارید زیب گلو اور سرخ مرصع اور کلاہ پٹمی
وجوہ زیب سرور کرنا پڑتی تھی مگر ان تکلفات امیرانہ و شاہانہ سے اس
قلب کو سخت اذیت محسوس ہوا کرتی تھی اور جلد سے جلد اسکی تبدیلی
کوشش کیا کرتے تھے وہ عباد عربی اور زیدی عرب کو دل سے عنایت
تھے اور عیدین کو بالخصوص عباد عربی سے ملبوس ہوا کرتے تھے مقالہ
بین لکھتے ہیں کہ عربیت نسب اور عربیت زبان دونوں چیزیں ہمارے
باعث فخر ہیں وہ ہمارے حضرت سید اولین و آخرین اور افضل انبیاء و مرسلین
موجودات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب کر دیتی ہیں۔ اسکے بعد
ایٹھمان ہندی کی روایت بغوی سے نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ
عَلَيْكُمْ بِلِبَاسِ ابْنِكُمْ اَسْمَعِيلَ وَاِيَاكُمْ وَالتَّعَمُّرَ
اپنے باپ اسمعیل کے لباس کو اختیار کرو اور تنعم اور وضع عجم سے بچتے رہو
اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کی اپنی نعمت اور غنا عطا کرے تو اسکا انظار
بھی بندہ پر لازم ہے اچھے قیمتی لباس کا پہنا اگر عجب و غرور کے طور
نہو تو متحدش بہ نعمت الشدین داخل ہے لیکن ہر مسلمان خدا پرست

م ہے کہ وہ اپنا لباس سادہ رکھے اور موناخشن بھی کبھی کبھی پہن لیا کرے
لی عادت تھی کہ بعض اوقات اگر کچھ اچھٹ جاتا تھا تو اپنے ہاتھ سے سین
بند لگایا کرتے تھے۔ اگر رئیسہ عالیہ کی نگاہ اتفاقاً سپرٹ جاتی تھی اولہ
و ناخوش ہوتی یحییٰ تودہ مسکرا کر اور سر جھکا کر خاموش ہو جاتے تھے اس طرح
چوتھا کسی جگہ سے نکل جاتا تھا تو خادم کو حکم دیکر اس میں پیوند لگو لیتے تھے
اور فرمایا کرتے تھے کہ پیوند لگانا رسوئی و خصلت عجم کی سنت ہے کبھی کبھی
ایسا ضرور کرنا چاہیے انما شتر می ہمیشہ دست چپ میں پہننا پسند کرتے
تھے اور کہا کرتے تھے کہ جمشید کا قول ہے کہ دست راست کو تو بجا خود
شتر حاصل ہے فروتر کی عزت بڑھانا چاہیے انگریزوں کی نسبت
اکھا قول تھا کہ بجلو اس قوم کی یہ بات بہت پسند ہے کہ اپنے لباس قومی
و معاشرت میں سب یکساں ہیں۔

سواری

زمانہ امارت و غنائین معمولاً وہ پاکی پر سوار ہوا کرتے تھے
اور مواقع دربار و جلوس یا سیر و تفریح کے وقت کبھی پر
سوار ہوا کرتے تھے باقی پر بھی چند بار سوار ہونے کا اتفاق ہوا۔ مگر طبقاً
اس سے کراہیت رکھتے تھے حالت سفر میں جب ریل بھوپال تک
یعنی قبل امارت دغنا اور بعد ترقی منصب و جاہ اکثر اوقات انکو گھوڑے
کی بھی سواری کا اتفاق ہوا۔ اور دوران حج میں اونٹ پر بھی

وہ سوار ہوئے مگر گھوڑے کی سواری کو وہ تمام سوار یوں پر غور سے
دیکھتے تھے اور یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ الخیر فی نواصی الخیل

مکان و مصارف ذاتی

قبل امارت وغنا اور بعد امارت و محنت
نہ کبھی کوئی مکان ذاتی انھوں نے اپنے
لئے بنایا اور نہ مصارف ذاتی میں کبھی انھوں نے اپنی استطاعت
سے قدم باہر رکھا۔ بعد نکاح رئیسہ عالیہ تو انکا ذاتی صرف نہایت
قلیل و اقل تھا۔ رئیسہ عالیہ کے محل میں انکا قیام تھا اور تمام اُن کے
مصارف کا بار رئیسہ عالیہ کی ذات پر تھا صرف بوقت ضرورت وہ
کاغذ و قلم و دوات اور خطوط وغیرہ کا معمولی خرچ اپنی جیب خاص سے
کیا کرتے تھے۔ البتہ ہزاروں روپیہ سالانہ وہ اپنی جاگیر سے صلہ الایمان
مراعات اہل حقوق امداد مساکین و بیوگان اور یتیموں اور اہل
حاجت اور غرباء و وطن پر صرف کیا کرتے تھے جسکی صحیح تعداد کا
علم خود ہم لوگوں کو بھی باوجود انکی اولاد ہونے کے نہ تھا بعد وفات انکی
جب باشندگان قنوج اور اہل حاجت کی درخواستیں آنا شروع ہوئیں
اور انکی فہرست اسماء مرتب ہوئی اسوقت علم ہوا انھیں سے بعض لوگوں
کی امداد تو ہم لوگوں نے بدستور جاری رکھی اور جو باقی بچے انکا وظیفہ رئیسہ
عالیہ نے مراحم شایانہ سے اپنی ڈیوڈی خاص سے مقرر فرما دیا

مرا با اشد خیر۔ ابقاؤ لہن من وہ خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس کوئی
امداد ذاتی نہیں رئیسہ عالیہ کے گھر میں مستعار رہتا ہوں جس میں مر گیا
اس دن میرا گھر خانہ گورہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے احدا کھر میں موت
دی جسکی تمنا دامنگیر ہے تو محض اللہ کا فضل ہوگا۔ میرا منظر جاننا
شہید کرایہ کی خانقاہ میں رہا کرتے تھے حالت مقدرت میں بھی انھوں
نے کوئی گھر نہیں بنایا کسی نے اُسے اسکا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ
چھوڑ جانے کو اپنا گھر اور غیر کا گھر برابر ہے ۵

چون گلو گامہ نے دینہ چنگ
دشت لقمان کیے کرچہ تنگ
بو الفصولے سوال کردازوے
لکین چہ خانہ بہت یکٹ سرشہ نے
گفت ہذا لمن میوت کثیر
بدم سر و چشم گریان ہیر

معاملات خلق و عباد

معاملات خلق میں وہ غایت درجہ
مسامحت سے پیش آیا کرتے تھے ایک
جگہ لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے مجھ سے ہزار ہا روپیہ قرض لیا
لیکن کسی نے نصف قرض ادا کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا شاید و نادرا سیسے
بھی تھے جنھوں نے پورا قرض ادا کر دیا۔ بعض نے محض دھوکا دیکر
مال مار کھایا۔ من خد عنا باللہ ان خد عنا ۵

دیلم ہر کسے بھان ہو شیار بود کریم طرح عالم مستی برائے نور
 میں نے اُن میں سے اکثر کو معاف کر دیا اور آخرت کا مواخذہ اُنکے
 نہیں رکھا بات یہ ہے کہ یہ لوگ اب بھی مجھ سے کہیں بہتر ہیں اگر ان میں
 ایک نقصان ہے تو صد ہا ہزار ہا کمال بھی ہیں میں اگرچہ غریب بنیاداری
 میں انکا شریک نہیں ہوں تو اس سے کیا ہوتا ہے مجھ میں صد ہا عیوب و آفات
 زیادہ ہیں عصمت نہ اُنکے لیے ہے نہ میرے لیے ۷

مَنْ دَانَ دُنْيَا مَاسَاوِ قَطٍ وَمَنْ لَمْ يَحْسَنِ فَقَطٍ

اولاد و اقربا کی محبت اگرچہ انکو احقاق حق ابطال طہل الہی
 امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں

یگانہ اور بیگانہ کیسی بھی پروا نہ تھی اور خدا کی محبت کے آگے وہ دنیا میں
 خواہ کیسی محبت ہو لاشے محض سمجھتے تھے مگر انکو اپنی والدہ و اخوات اور
 برادر مرحوم و مغفور اور بالخصوص اپنی اولاد سے غایت درجہ کی محبت
 تھی اور اسکو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ یہ محبت دجھ
 عشق تک پہنچی ہوئی تھی اسی طرح اقارب کی پاسداری اور صلہ رحمی انکی
 زندگی کی ایک جزو لاینفک تھی۔ اور اپنی اولاد اور خاندان کی عزت
 و جاہ و مال و حرمت کی نگہداشت میں وہ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں
 کرتے تھے۔

خدا مرحوم نے جب فات پائی اسوقت وہ بہت کم سن تھے گھر میں جو کچھ
 سامان متروک تھا خواہ کتب خانہ ہو یا سلیمہ اور پارچہ جات وغیرہ وہ سب
 عمومی مرحوم نے لے لیا اور جس طرح چاہا اس سامان میں تصرف کیا۔ انکو اپنے
 والد مرحوم کے ورثہ میں سے بجز چند کتب کے کوئی شے نہیں ملی مگر وہ کبھی اپنے
 برادر معظم کے ساتھ کسی امر میں مزاحم اور اُن سے کسی شے کے طالب نہیں
 ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُسکے معاوضہ میں انکو اُس مال و اسباب سے جو وہ
 سہ چند بلکہ صد چند دیدیا۔ ابقا و لہن میں وہ لکھتے ہیں کہ میں افسوس
 کرتا ہوں کاش اگر وہ زندہ ہوتے اور والدہ اور اخوات بھی موجود ہوتیں
 تو آج میں انکی خدمت کما حقہ بجالاتا۔ یہ آسودگی اور فراخ بالی مجکو اُنکے
 انتقال کے بعد حاصل ہوئی میں نے اپنے والدین اور برادر و اخوات کے
 جانب سے فریضہ حج ادا کرایا اور مسجد دہل اور سرائے تعمیر کرائی
 اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحم کرے۔

پھر لکھتے ہیں کہ مجکو میری اولاد حسب شرعی کے مطابق اسقدر محبوب ہو
 کہ میں کسی شے میں اُنسے دریغ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہتا
 ہوں کہ وہ بعد میرے کیسے محتاج نہ ہوں اللہ ہی انکا مشکفل دارین ہے
 و ہو یتولی الصالحین۔

وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ بھائی بہن اور انکی اولاد سے اتفاق رکھنا

چاہیے اسلئے کہ صلہ رحم واجب ہے تا اتفاق سے خانہ بربادی ہوتی ہے اور دولت و علم کی برکت زائل ہو کر تباہی اور بدنامی لاحق ہوتی ہے اگر بشریت کی راہ سے کوئی بات شکر رنجی کی پیش آجائے تو فوراً کو جلد ایک دوسرے سے صفائی کر لینا چاہیے اور متعذر کا عذر قبول کر لینا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ اسکا عذر بھی دیم الحساب میں قبول نہ کرے ہم نشینوں سے خواہ وعدہ دوست ہوں یا عزیز و قریب جو جھوٹا بیچ ملا کر ایک بات دوسرے کو پہونچاتے ہیں اور باہم نفاق پیدا کرانا چلتے ہیں بہت بچنا چاہیے۔ ہمیشہ بدوہ ہے جو دین میں ضعیف اور دنیا کے عیش و تنعم میں مستعد و سرگرم ہو سلف سے خلف تک تمام کام یہی نصیحت کرتے چلے آئے ہیں۔

شکر محسن مجازی محسن مجازی کا شکر بھی منعم حقیقی کے شکر کی طرح ادا کرنا بقا و نعمت کے لئے ایک وسیلہ جمیل ہے اور کفران نعمت کرنا یا اسکی بیعت و ثنا سے خاموش رہنا زوال و بربادی کا باعث ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے اور افضال الہی سے محروم رہتا ہے غیر معصیت خدا میں اس کی رضا مندی کو تمام امور پر مقدم رکھنا چاہئے۔ اور اسکا حفظ مراتب مد نظر رکھ کر اپنے کو ایک ادنیٰ تابع فرمان اور خادم و فادار بنانا یہی

مال عدل ہے۔ رسیہ عالیہ ادا م اللہ علیہا اعم پرچار کوئی استحقاق پہلے تھا نہ اب ہے انھوں نے محض اپنے جو دو کرم سے مجھ پر اور میری اولاد پر اسقدر نوازش فرمائی اور احسانات کئے جو دائرہ حصہ سے خارج ہیں اور مجھ سے انکی خدمت واجب اور مکافات کا کوئی حق فراگئے کہ میں ہزار زبان اور لاکھ دل سے ہر دم انکا شکر ادا کروں اور ان کے لئے دعا بے عافیت دارین میں مشغول رہوں ادا نہیں ہوا البتہ لی اطاعت ظاہری جس کی کچھ حقیقت نہیں ہے جانتا کہ مجھ سے ہو سکتا ہے بجا لاتا ہوں اور کسی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے امر میں اپنی نیت و ارادہ سے انکی مخالفت روا نہیں رکھتا اسلئے کہ شاید یہ بھی کہیں کفران نعمت انکی میں داخل نہ ہو ہی طرح تم سب پر بھی فرض عین ہے کہ اپنے کو ایک دنی فذوی سمجھ کر ہمیشہ مستعد رفاقت و خدمت و اطاعت رہو اور کسی حال میں انکی رضا مندی کے خلاف کام نہ کرو اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہو سکتا ہے کہ انھوں نے تمکو الاستحقاق و لیاقت کے معاش کی جانب سے مستغنی کر دیا تم میرا دم ہے کہ انکے مخالفین و اعدا کے ساتھ کسی قسم کا واسطہ ظاہری و باطنی نہ ہو میرا یہ حال ہے کہ اگر وہ مجھ کو حکم دین کہ میں تم سب سے علیحدہ ہو جاؤں تو ہرگز مجھ کو انکی تعمیل حکم میں ایک دم کا تامل نہ ہو گا یہ ہی ششیوہ تمکو

اختیار کرنا چاہیے اُنکے مقابلہ میں کسی دوست و آشنا اور اہل و عیال کی محبت تکو عائق و مانع نہ ہو۔

رہنمائی اور جرات آزادی

حق و صداقت کے مواقع پر اور
انہی کے مقابل میں کبھی انگوٹھی نہ
دیگانہ اور حاکم محکوم کی مطلق پروا نہیں ہوتی تھی وہ ایک شمشیر بہتہ
سیف من سیوف اللہ میں سے تھے جب کسی کو حد و داشت
تجاوہ کرتے ہوئے دیکھتے تھے یا میلان معصیت اور دہن و مدہنیت
دین اور ضعف اسلام کسی میں پاتے تھے تو تھمری اور تفریہ فوراً اسل
دفعت و اصلاح پر آمادہ ہو جاتے تھے زمانہ انتراع خطاب میں مخالفین
و اعدائے طرح طرح کے لایعنی الزامات اور مفتریات لگا کر انکے اخراج
و جیس دوام و قتل و ہلاکت کی کوشش کی اور انکی مولفات کو جہاد و
مخالفت گوئی پر مبنی ٹھہرایا اور مشغلہ تالیف و تصنیف میں مزاحمت
کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر انکا قلم فیض رقم ایک خطہ اور ایک لمحہ کے
لیے احقاق حق اور ابطال باطل سے نہیں رکا و دوران انتراع خطاب
و حادثہ فاجعہ میں جو کتا بین انھوں نے جس دلیری اور آزادانہ طریقہ سے
لکھیں و رشایع کین وہ اس دعوے پر شاہد عادل اور دستاویز موثق
و ختم ہیں۔ وہ آخر وفات تک یہی کہتے رہے۔

ظاہر ہے الخلق فی معصیت الخالق معصیت الہی میں کسی شخص کی
اعت لازم نہیں ہے ومن یشبع غیر الاسلام دینا فلن نقبل منه و هو
فی الاخرۃ من الخاسرین جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو تلاش
کے اور کوفہ کبھی قبول کرے یا اس شخص کو قبول کرے گا افضل الجہاد کلام حق
عند سلطان جائز و افضل جہاد یہ ہے کہ سخت گیر حکم کیسے ملے جو کہنوی باز رہی
من رای منکر اذ یغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسان
فان لم یستطع فبقلم ذلک اضعف الایمان۔
جب کوئی شخص کسی فعل منکر کو دیکھے تو اسکو ہاتھ سے مٹا دے اگر اتنی قدرت
کو زبان سے اسکی تردید کرے اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو اسے اسکو مکر وہ اور بنحو ضلالت
ایمان کا ایک ادنیٰ درجہ ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

شہباز سے باید کہ درین رتخیز مصائب	اس مضر مصائب اور طوفان ضلالت
و طوفان ضلالت خود را بہمت عالی	میں ایک ایسے شہباز کی ضرورت ہو
و غزم متلائی ازین ورطہ ہلاکت	جو اپنے علو بہمت اور غزم راسخ کے
باسا حل نجات افگند و شعائر اسلام	ساتھ اس ورطہ ہلاکت سے نکلنے اور
راہ جمع مراسم عالم تقدیم و دہر و برادر	ساحل نجات پر پہنچنے کی کوشش
رضائے الہی و اتباع رسالت پناہی	کرے اور شعائر اسلام کو تمام دنیا کے
از جملہ غیش و بیگانہ بسلہ و از ہنگنان	مراسم پر قدم رکھے اور رضائے الہی

کنارہ گیر شدہ ہنشین مجالس علوم اور روحانیات کے امتیاع کے مقابل
کتاب و سنت گردو۔ اپنے بیگانے سے کنارہ کش ہو کر ملک

و سنت میں مشغول رہے۔

بیاض عشق رسوا جام کن یک چند نصیب تھا بیدار دامن شیدائی زرد
والندور القائل سے

ملت عشق از ہم ملت جداست عاشقان را از ہم ملت جداست
اسی طرح رئیسہ عالیہ کے جانب سے اگر کوئی ایسا امر ظہور میں آتا تھا جو اس کے
نزدیک خلاف کتاب و سنت ہوتا تھا تو فوراً بلا تاویل اس کے سامنے مخصوص
کتاب و سنت پیش کر کے اس کی تلافی مکافات کی کوشش کرتے تھے مثلاً
ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تمام اراکین و عمامہ کی تصویریں کھجواڑی گئیں
انکو بھی چند مرتبہ تصویر کھچواڑی چو کہ یہ امر اس کے نزدیک شرعاً جائز نہ تھا اس لیے
خود انھوں نے بذات خاص صدقات اور حسنات اور ہفتار سے اس کی تلافی
کی کوشش کی۔ اور رئیسہ عالیہ کو بھی آمادہ کر کے اس کے مکافات پر
توجہ دلائی متعدد مرتبہ اس قسم کے واقعات پیش آئے مگر وہ دلالت
خیر سے باز نہیں رہے۔

یہ ہی طرز عمل اور برتاؤ انکا خود اپنے اولاد و قریب کے ساتھ تھا۔ مجھ کو خوب
یاد ہے کہ عنفوان شباب میں مجھ کو پیر تکلف لباس و مکان و آرائش

زیب و زینت جسمانی کا بہت شوق تھا اور شب و روز مشغلہ شعر و سخن میں
مصرف کرتا کرتا تھا میرے بہنوئی ابو تراب میرے عبدالحی خان صاحب
و مغفور کو ہمان نوازی اور خاطر و مدارا احباب میں از حد غلو رہا کرتا تھا۔ اور میرے
برا و درمختل مرحوم و مغفور کو صوفیائے عصر کی طرف زیادہ میلان تھا۔ اور
تعدیل ارکان نماز کا اہتمام کم رہتا تھا۔ قطع نظر اس کے مسجد میں ادائے صلوٰۃ کا
اتفاق ہم سب کو بہت کم ہوا کرتا تھا۔ اور یہ امر اس کے خاطر عاطر پر سخت گراں و زین
ہوتا تھا۔ مگر وہ کسی وقت تنبیہ و تادیب و تہدید سے باز نہیں رہتے تھے یہ تک
کہ انھوں نے اپنی بعض مولفات اور وصیت نامہ میں علی الاعلان ان امور پر
اظہار ناراضی و تنویر کیلئے وہ لکھتے ہیں کہ۔

بعض کو شوق تفریق مال اور گور پرست اور پیر پرست جاہل پیر نادگار۔
طلب کے ہم نشینی کا شوق ہے۔ اور اہل و عیال کے حقوق سے غفلت کلی ہے
اور بعض یاران زمانہ کی ہمان نوازی اور مدارات میں شب و روز مشغول
و مصروف رہتے ہیں۔ آپ نقصان اٹھاتے ہیں اور وہ لوگ کامیاب رہتے
ہیں۔ حالانکہ شریعت میں حقوق اقارب و اجانب کے حدود مقرر ہیں اس لیے
تجاوہز کرنا داخل اسراف و تبذیر یا سفاهت و تعدی ہے اور بعض کو
شوق آرائش و پیرائش لباس و مسکن کا ہے۔ اس میں اسراف ہوتا ہے
ہمہ اندر ز من تجو این است کہ تو طفلی و خانہ گیرین است

پھر لکھتے ہیں۔

جس جگہ نور محل کی اب عمارت ہے پہلے یہ ایک ویرانہ جگہ شہرِ پناہ سے باہر
دامن کوہ میں واقع تھی جب اسکے جوار میں مین نے تین گھر دہرستہ اولاد کے
آباد کیے تو خدا سے کہا کہ عزتِ الٰہی اُسکے لئے نہ ہو بلکہ میری خواہش ہے کہ یہ
میں دیکھتا ہوں کہ انہیں سے کیسا اوقات چمکا نہ میں اقامتِ نماز کی طرف توجہ
نہیں ہے پھر میں نماز پڑھ لیں مگر مسجد تک اُنکو آنا دشوار ہے پھر اگر گاہ گاہ
نماز کا اتفاق مسجد میں ہوتا ہے تو نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ وہ مذہبِ حق
کے مطابق بھی صحیح نہیں اہل سنت و صحاب معرفت کا کیا ذکر نہ قرأت درست
نہ رکوع و سجدہ صحیح پھر اس پر دعویٰ ولایت و طہ مقامات معرفت۔

مجھ پر واجب ہے کہ میں انکے لئے دعائے خیر کروں حدیث میں والدین کو
اولاد کے حق میں بددعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے انکے لئے
حسن و دین کا خواستگار ہوں نہ بلاکت کا طالب ہے

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو ایمنی از تو مخالفت ہم ز تو
ہو سکتا تھا کہ میں اس شکایت و حکایت کے باب میں ایک حرف بھی نہ لکھتا مگر
سوزش دل نے اس نالہ پر مجبور کیا ہے

گر فتم اینکہ بہ بندم زبان ز نالیدن پتیدن دل حبیب راہ را چہ چارہ کنم

معمولات

وہ روزانہ قبل طلوع فجر بیدار ہوا کرتے تھے اور طلوع
کس اور وقت چاشت تک نماز و ذکر و فکر الٰہی اور تلاوت و اوراد و وظائف
میں مشغول اور استغرق رہا کرتے تھے بعد اسکے ایک گھنٹہ انکا وقت سنا
ہیون کے معروضات متعلق ریاست سننے میں صرف ہوا کرتا تھا۔ اُن سے
فانغ ہو کر بغیر ایک لمحہ مضائقہ کیے ہوئے تالیف اور مطالعہ کتب وغیرہ میں
مصرف ہوجاتے تھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوجاتا تھا پھر ٹھیک دوپہر
کے وقت تناولِ طعام سے فراغت پا کر آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بالائزمام قیلولہ
کراہتے تھے اسکے بعد بسترِ استراحت سے اٹھ کر اور نماز ظہر ادا کر کے عصر و مغرب
تک نظم و نسق ریاست میں سرگرم کار رہا کرتے تھے کبھی کسی قبل مغرب سیر و
تفریح کے لئے سولہ ہوجاتے تھے پھر نماز مغرب پڑھ کر اور تھوڑی دیر ضروری
کار فی خبرین اور اقتباسات مضامین اخبارِ سنگم پر اور معظم اور دیگر شائقینِ علوم
کتاب و سنت کو درس دیا کرتے تھے۔ قریباً ایک گھنٹہ سو گھنٹہ تک یہ مشغلہ
رہا کرتا تھا بعض طلباء بھی جو اس وقت موجود ہوتے تھے وہ سماعت و درس میں
خوشک ہوجاتے تھے اسی اثناء میں شعرائے پائے تخت کا بھی مجمع ہوجایا
کرتا تھا اور درس و تدریس کے بعد شعرو سخن کا چرچا اور لطافتِ شعریہ کا تذکرہ
رہا کرتا نصف شب گزرنے کے بعد کھانے سے فانغ ہو کر بسترِ رحمت
پر جا کر سو رہا کرتے تھے۔

ایک بار ملتان کے صفحہ ۱۳۶ میں لکھتے ہیں میں بن العشاء میں اپنے فرزند کا ان کتاب و سنت و فقہ سنت اور تفسیر کا درس دیا کرتا تھا۔ اس درس میں وہ اہل علم بھی شریک مذاکرہ رہا کرتے تھے در انداز و ن نے اسکو بھی امر غلام پر محمول کر کے یہاں تک ذہبت پہنچائی کہ مجھ کو ناچار درس و مذاکرہ سے دست ہونا پڑا اور میں مصداق اس حدیث کا ہو گیا علیک تجلخصتہ ففسکتہ (امام ابو ابی بن مہدی) اب بت پانچ سال سے درس بند ہے اِنَّ اللہَ وَاٰتِیَہِ سِرَاجِیوُنَ یٰۤاَن اَکْرِ اللہَ تَعَالٰی اُسے فضل و کرم سے پھر امن و یگانہ تو کیا عجب ہے کہ ہم اس کا خیر کی پھر توفیق حاصل ہو۔ لعل اللہ بحمدہ بعد ذلک امر

حالت عشر اولیہ اور ضیق معیشت
ازمانہ آسودگی میں کھنکھانہ

کسی امیر فقیر سے نہ سوال طعام و

سفر و حضر میں کسی شخص سے کچھ قرض و وام لیا نہ کسی کی نذر قبول کی
زمانہ غدر ہندوستان میں جب افواج کے ہاتھ سے انکا گھر تاراج مسم ہو گیا
اور خط جان و آبرو کی وجہ سے انکو چند ماہ تک قصبہ بلگرام میں اقامت
اختیار کرنا پڑی تو انھوں نے نان خشک پر قناعت کی اور ایک جائے

خشن میں ایام گزاری کی چٹنی روٹی کو غنیمت جانا لیکن سوال اور قرض کی ذلت سے احتراز کیا بعد ازاں خدا نے اپنے فضل و کرم سے یہ تکلیف و مصیبت دور کر دی وہ لکھتے ہیں آنحضرت صلی علیہ وسلم نے دعا کی ہے اللہم اجعل لى رزقاً عجلاً قوتاً اس دعا کے مطابق عمر کا ایک ثلث حصہ اسی کفایت قوت کی حالت میں بسر ہوا۔ واللہ اعلم۔

پھر لکھتے ہیں کہ میں اپنے وطن قنوج میں صغریٰ سے جامع مسجد کا امام و خطیب و واعظ رہا لیکن جاہ و عزت آبائی کے طریق پر ذرا جرت و حدت پھر جب طلب معاش میں بھجوا پال پہونچا تو یہاں بھی گاہ بگاہ ابتداء درود میں بعض مساجد میں وعظ کرتا رہا لیکن جب میں نے زمانہ کا حال دیکر گونا گونا گویا تو یہ شغل ترک کر دیا اس لیے کہ میرے نزدیک اسباب فسق سے روٹی کمانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی دین کو شکیہ حصول دنیا بنائے اور علم دین کو تحصیل معاش اور سوال و قرض کا ذریعہ ٹھہرائے ایسے لوگ غالباً علم و دین کے برکات سے دنیا و آخرت میں محروم رہتے ہیں۔

انگیز سے التجا وہ لکھتے ہیں کہ دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ عریض حاجت و مصیبت کے وقت لوگ ہر شیش اور ہر ایک خمیس نفیس سے عریض حاجت کرتے ہیں خواہ آبرو

دین و دنیا کی سلامت رہے یا دستبرد زنت ہو جائے لیکن مجھ پر جب کہیں غم و الم و فکر کا هجوم ہوتا ہے اور میں اپنے کو تدا بیر سے عاجز پاتا ہوں تو اپنے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں اور جہاننگ مکن ہے اپنی تقدیر ہی پر رضامند و شاکر رہتا ہوں اگرچہ رضا بالقضا ہم سے کم ہمتوں کا کام نہیں ہے مگر صدیقین کا ہے لیکن بحکم ع بر من منکر بر کریم غیث نگر۔

اللہ کا فضل ہے کہ وہ مجھ سے نالائق عاصی عاجز کو ذیل نہیں کرتا اور میر

اور ابتلا سے محفوظ فرمادیتا ہے۔ واللہ اعلم والمنتہ۔

مروقہ سے خوف

وہ کہتے ہیں کہ میں فقر و افلاس سے بہت ڈرتا ہوں اس نظر سے کہ اکثر فقر و افلاس زوال دین کا سبب اور سوال لٹ اٹھانے کا یقیناً باعث ہوتا ہے لیکن چونکہ دنیا کا باطن سموم قاتل و طیل مفتعلہ خدایع کثیر و مصائد و مکائد بسیار پھیلے ہوئے ہیں اور لوگ بائے کیے باہم تباغض و تحاسد و تدابیر و تقاطع اور انقیاض پیش آتے ہیں اسلئے مقدر پر شاکر اور مقدر میر پر قانع رہنا خیر و برکت و سلامت ہے

یہ حدیث بہت کچھ تسلی بخش ہے

فان الانسان لا يكون عافيا عافيا بقا بما في يد الله الحكيم وانه التمسك وابتعد
 زہد و پرہیزگاری اس کا نام نہیں ہے کہ جو چیز حلال و جائز ہے اس کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا جائے۔ یا مال و متاع کو ضائع کیا جائے۔ زہد و درغ یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ تیرے پاس اور تیرے ہاتھ میں ہے تو سب بھروسہ اور وثوق نہ کرے بلکہ جو اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیر بیدین ہے سب کو کمال بھروسہ اور وثوق ہو۔

صحبتِ اغیار اور اول دول

سے حتی الوسع حترار

وہ لکھتے ہیں کہ ابتداء شعور میں اغنیاء و دولت مندوں کی صحبت سے جدا رہا اگرچہ سفر و بیابان میں مجبوری سے امرا اور دولت مندوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور جب بھولال میں ہوں بیان بھی امرا و وساورا جگان و ہمارا جگان ہند سے سفر و حضر میں ملاقات درجہ مساوات کے ساتھ ہوئی اور بعض سے رسم خط و کتابت رہی لیکن میں کبھی کسی کا مصاحب و ہم نشین و نہ مجھ نہیں بنا میرے شیوخ کے وصایا میں سے ایک وصیت یہ بھی ہے جیسا کہ قول جمیل میں لکھا ہے

ان لا يصحب الا غنيا الا لدفع مظلمة عن الناس
 وبعثنا متهم على الخير وهذا هو وجه التوفيق

الحادیث الدلائل علیہم صلیہ علیہم وسلم کثیر من العلم والادب
ایسا اور دو تمدنوں کی صحبت دو غرضوں سے جائز ہے ایک تو یہ کہ
مظالم کیا جائے دوسرے اس غرض سے کہ انکو اعمال خیر پر آمادہ کیا جائے
ایسی صحبت ان احادیث کے تحت میں داخل نہیں جنہیں صحبت ملوک و سلاطین
کی مذمت کی گئی ہے بہت سے علماء باخیر نے اسی بنا پر صحبت ملوک اختیار کی
پھر لکھتے ہیں کہ رئیسہ غالیہ بھی اہلین روسا میں ہیں جو غنائے ظاہری کی
ایک قسط عظیم کھتی ہیں لیکن بوجہ صحبت عقد شرعی وہ اس صحبت ملوک میں
سے خارج ہیں علاوہ اسکے انکے عہد حکومت میں بہت سے منکرات بدعات
و سیئات کا اسناد ہوا۔ اور مظلمہ کے نسبت معدلت زیادہ عمل میں آئی۔
مگر میں ایسے عذر لنگ کو بھی پسند نہیں کرتا اور بجائے خود نام رہتا ہوں اور
اس ابتلا کو اپنے حق میں عقوبت خیال کرتا ہوں۔

جان ختم حذر از دوزخ جاوید زخمت خانہ در کوچہ آسودہ دلائم دادند
بہر حال چونکہ اس سلسلہ میں مقید ہو چکا ہوں اس لیے اب ہزار ہاتھ پاؤں
مارتا ہوں مگر ربانی کی کوئی صلوٰۃ نظر نہیں آتی نہ کوئی عافیت کا رستہ ملتا ہو
پائے بستہ دورہ معنی تشاغم دادند دست و بازو شکستہ و کمانم دادند
اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا و اجرنا من
خری الدنیا و عذاب الاخرۃ۔

صحبت جمال سے احتراز وہ لکھتے ہیں کہ میں صحبت جمال سے
دل سے بیزار رہتا ہوں اور اہل علم کی صحبت کو دوست رکھتا ہوں میرا دل
ہی چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت ہو جو مذکورہ علم یا ذکر آہی کریں ایسے
لوگ تو اس زمانہ میں کمیاد و غنائین خیر اگر ایسے ہی لوگ جمع ہوں کہ وہ معالفا
نیامین گفتگو کریں تو ایسی گفتگو تو مجھ سے قوت انتظامی اور تدبیر منزل وغیرہ
میں مردے اور عقل و شعور میں ترقی و اضافہ ہونہ یہ کہ اراجیف و خرافات
نا ذکر و تذکرہ ہو کبھی کسی کی غیبت کریں اور کبھی کسی کا نیمہ جب بات کریں تو
بجوت بولیں جب وعدہ کریں تو اسکے خلاف کریں جب انکے پاس امانت
رکھی جائے تو اس میں خیانت کریں جب مفاصحت کریں تو لعن و طعن و دشنام
سے پیش آئیں لوگ چار قسم پر ہیں ایک محض عامی شخص جو نہ زبان رکھتا ہو
اور نہ دل ایسے لوگ مثالہ مردم ہیں دوسرا وہ شخص جو زبان تو رکھتا ہے
لیکن دل نہیں رکھتا۔ باتیں تو عقل و حکمت کی کرتا ہے مگر عمل سے بالکل خالی ہو
لوگوں کو خدا کی جانب رجوع ہونے کی ترغیب دیتا ہے مگر خدا سے خود بھاگتا
ہے آنحضرت صلیہ علیہ وسلم نے ایسے شخص سے بہت خوف ظاہر کیا ہو اور فرمایا ہو
ان خوف ما اخصاف اعلی امتی کل منافق علیہم السلام اھل لقلب
مجاہد اپنی امت پر بڑا خوف ان منافقین کا ہے جو علم ربانی میں تو طرار ہیں

لیکن دل اُن کا جاہل ہے تمیسرا وہ شخص ہے جو دل رکھتا ہے لیکن زبان نہیں رکھتا ایسا مرد مومن کامل اور عاقل ہے چوتھا وہ شخص ہے جو زبان اور دل دونوں رکھتا ہے یہ شان عالم باعمل کی ہے جو خود بھی عالم و مالک ہے اور اپنے اسوہ حسنہ اور طرز عمل سے دوسروں کی بھی رہنمائی کرتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس اگرچہ دنیا بہت ہے مگر میں آخرت کو اس المال اور دنیا کو مثل رنج کے سمجھتا ہوں دنیا میرا کبراہم نہیں ہے مجھ کو علم ہے کہ یہ شخص نیت خالص کے ساتھ دنیا سے بھاگتا ہے اور طالب آخرت ہوتا ہے دنیا اسکے پاس دوڑ کر آتی ہے اور شخص دنیا طلبی میں اپنی تمام ہمت صرف کر دیتا ہے اور رات دن اسی دھن میں غرق رہتا ہے اُسکو دنیا اسکے منہ کے موافق نہیں ملتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کہ

ان الله يعطى الدنيا على نيت لاخرة ولا يعطى الاخرة على نيت الدنيا
اللہ تعالیٰ طلب آخرت کی نیت پر دنیا عطا کیا کرتا ہے لیکن دنیا طلبی کی نیت پر آخرت ہاتھ نہیں آتی پھر لکھتے ہیں کہ مجھ کو اور میری اولاد کو غیرت اس بات کی چاہیے کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں دنیا ایک خوابِ سراب اور ظلِ زائل ہے نہ کسی کے پاس رہی ہے نہ نیکی وہ چیز جو انسان کے ساتھ

قبر میں جاتی ہے۔ وہ اعمالِ صالحہ اور علومِ نافعہ ہیں۔

محاسبین

وہ لکھتے ہیں کہ اگر ہر ساعت میں انسان محاسب نفس نہ کرے تو محاسبہ صبح و شام سے کون خیر مانع ہو سکتی ہے۔ جسکا حساب اس جگہ پاک ہے اُسکو وہاں کے محاسبہ کا کیا باک آخرت میں انسان چار طرح پر ہون گے۔ فائزین۔ ناصین۔ معذبین۔ اور بالکین۔ ہم سے لوگ اگر نجات پانے والے گردہ میں محسوس ہوں غنیمت بارہ ہے اگر معذبین میں مبعوث ہوں تو عدل ہے ورنہ ہالک ہونا تو حالتِ راہنہ کی نظر سے نقد و قوت ہے۔

والا جاہ ہر معاملہ میں صفائی کو پس کرتے تھے اور انتہائی صفائی معاملہ کو شش ہر معاملہ کی صفائی میں کرتے تھے چنانچہ

انکے وفات کے بعد جب ہم لوگوں کو دنیاوی معاملات سے سابقہ پڑا اور انکے عہد حیات کے دفاتر نظر سے گزرے تو کوئی ادنیٰ جزوی معاملہ بھی ایسا نہیں ملا جو غیر فیصل شدہ اور شبہ اور نامکمل حالت میں ہو وہ خود بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ میں نے ہر شخص سے معاملہ اپنا صاف کیا خواہ کوئی اس میں خوش رہا ہو یا ناخوش بعض لوگ مجھ کو مشکبہ خیال کرتے تھے اور بعض متواضع لیکن مجھ کو دونوں امر سے کوئی بحث نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ

ہر ایک دل کی بات کو خوب جانتا ہے غرور و تکبر کرنا ایک ایسا رذیلہ ہے جو سوائے سفلیوں کے کسی شریف عاقل سے وقوع میں نہیں آسکتا جس شخص کی حقیقت مشت خاک اور ایک قطرہ ناپاک ہو اور وہ رات دن حال قاذورات ہو تو اسکو تکبر کب زیادہ ہے اور تواضع بھی انہیں کو شایان ہے گردن فراز ہیں لیکن جو طبعاً فقیر حقیر ہو اور اس سے بالفرض اگر خاکساری غلا ہو تو یہ تو اسکی طینت ہے اسکا فخر ہی کیا۔

حصول معاش کے ذرائع وہ لکھتے ہیں کہ میں نے حصول معاش کے لیے کسی منصب شرعی کو مثلاً قضا یا افتاء یا معلمی یا موعظی یا خدمت و عطاء اختیار نہیں کی۔ بلکہ ملازمت کو ذریعہ معاش قرار دیا اور اسی وسیلہ سے جاگیر پائی سلف صاحبین اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم جو تقویٰ میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے وہ ہمیشہ ان مناصب کے قبول کرنے سے محترز رہے۔ اور باوجود سلاطین کے تشدد اور سخت گیری کے انہوں نے کبھی یہ خدمات منظور نہیں کیں مین اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ مجھکو ہمیشہ ایسے آفات سے محفوظ رکھے اور میری اولاد کو بھی اس طرح کی شہرت و نعمت سے بچائے۔ تحصیل معاش کے لیے اور بہت سی صورتیں ہیں جو نفس الامر میں جائز ہیں بلکہ سچ یہ ہے

کہ اس زمانہ میں تو ملازمت بھی ایک بڑی ذلت کی چیز ہے اگر کسی مسلمان سے ہو سکے تو زراعت۔ کتابت۔ تجارت۔ وغیرہ سے معاش حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور ملازمت کو دوسرے سلام کرے۔

ملازمت

اگر اجارہ حرفہ گیر دین قدر فرض اگر ملازمت اختیار کرنے پر آدمی وقت است کہ در بجا آوری مجبور ہو جائے تو اس پر یہ فرض وقت حکم حکام ظاہری تا تو اندر مخدب ہے کہ حکام ظاہری کے تعمیل حکم میں از جور و ستمی عدل نساید اپنے خدا مکان تک ظلم سے بچے و خود را از اختیار ہم پیشگان اور انصاف پر قائم رہے اور اپنے و رضا بہتیار ایشان دور دارد ہم پیشہ لوگوں کے روش ہرگز اختیار خواہ این اجارہ برپا ماند یا نہ کرے خواہ ملازمت باقی رہے یا جاتی رہے۔

از دست رود۔

پھر لکھتے ہیں کہ۔

اگر یہ ناچار می در مبادی این اگر مجبور اس قسم کے معاملات اور ماجریات میں آدمی گرفتار ہو جائے تو ہر کام میں انجام نیک اور نتائج غایات را از دست نہ بدو حسن ماجریات گرفتار گرد حسن تا تو اندر نان اینجا خود دو کار انجام

حسنہ کا خیال رکھے اور حتی الامکان

گند و پھوڑا مٹھ و مٹھ و ملایان روٹی یہاں کی گھائے اور کام وہاں کا
 مساجد و پیران خانقاہ (آخرت) کرے اور مثل بے بعیت
 و قانعان اہل بیت برتان اور غافل لوگوں کے یا مثل ملایان
 دیگران قناعت نہ فرماید مساجد و پیران خانقاہ کے یا ان
 و چشم بر مال ابن و آن لوگوں کی طرح جو اپنے اہل خانہ ان پر اپنا
 بحیلہ حشر پرستی بار بٹالا کرتے ہیں دوسروں کی روٹی پر
 و رسول نمائی ند و زد ہرگز قناعت کرے اور خدا پرستی اور
 بلکہ ہما اکن کسب پر دازد رسول نمائی کے حیلہ سے دوسروں کے
 کہ فضل مکاسب کرب مال کی تاک میں نہ رہے بلکہ اپنے مقدور پھر
 دست خود است و نبیا کوئی پوشیدہ یا ہنر اختیار کرے سب بہتر
 علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے دست و بازو کی کمائی سے تمام
 ہچنین زیست کردہ اندہ انبیاء علیہم السلام اسی طرح اپنی عمر
 بسر کیا کرتے تھے۔

غیرت و حمیت۔ ابقاء المنین میں لکھتے ہیں جب تک کہ
 میں نے اپنے دست و بازو سے نوکری کر کے لائق گذر معاش پیدا نہیں
 لی اسوقت تک نکاح نہیں کیا بعد نکاح تمام مصارف ذاتی اور اہل
 و عیال کے اپنی آمدنی سے پورے کرتا رہا بیوی اگر چہ آسودہ حال

اور دولت مند گھرانے کی تھیں لیکن انکے مال سے میں نے کبھی ایک پیسہ بھی
 نہیں لیا نہ اپنے خسر سے کبھی کوئی شے طلب کی بارہ برس تک میں نے
 انکے باغ تک میں قدم نہیں رکھا صرف اس وجہ سے کہ جبکانان و نفقہ
 خود مجھ پر واجب ہے میں اس کا حق شرعی تو ادا نہ کروں اور خود اس کے
 مال و متاع کو بلا استحقاق اپنے نفس پر صرف کروں۔

قدر کفایت پر قانع رہنا والا جاہ ہم لوگوں کو غیر ضروری اشیاء
 اور کثرت ساز و سامان سے منع کیا کرتے
 تھے اور پاشعار اکثر پڑھا کرتے تھے ۵

حرص قانع غیرت پیل رنہ ساجیان انجہ یاد رکاردائیم اکثرے در کثرت
 ۵ کار دنیا کے تمام نکرہ ہرچہ گیر یہ مختص گیر

کثرت شکار و صید ممانی وہ بلا ضرورت و بلا لحاظ اوقات فرصت
 سیر و شکار میں زیادہ مصروف رہنے کو
 نہایت ناپسند کرتے تھے۔ اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کا
 یہ قول اکثر ہم لوگوں کے سامنے نقل کیا کرتے تھے۔ شکار کار سکاران بہت
 انسان اگر یہ امور عاقبت نتوان پر و آخرت ساختہ یہاں سے
 کار دنیا چہ بدست۔ الدنیا مزرعة الآخرة۔

کسی کام اور چیز کو
بے حقیقت سمجھنا

وہ ہم لوگوں کو نصیحت اور ہدایت کیا کرتے تھے کہ کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو حقیر مت سمجھو اور کسی ادا سے ادا نے جزدی کام کو بے حقیقت جانکر نہ چھوڑو بیسویں ہی سے روپے بنا کرنے میں اور چھوٹے کاموں ہی کے انجام دینے سے آدمی بڑے اہم کام انجام دے سکتا ہے اور ادا نے مرتبہ ہی سے ترقی کر کے آدمی دنیا و آخرت کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا کرتا ہے۔

مغفل رہنا وہ کہا کرتے تھے کہ بیکار رہنے سے بدتر کوئی عیب نہیں۔ انسان کا کوئی وقت ذکر و فکر اتنی یا کاروبار دنیاوی سے خالی نہ ہونا چاہیے۔

ع گرنہ نویسی درتے می تراش۔

یہ شعر اکثر انکی زبان پر رہتا تھا۔

یہ محنت زد دنیا زدین نصیب مظهر توفیق بیکالی چہ قدر کمال داری

اجاب کے ساتھ وہ اپنے اجاب کرام کے ساتھ نہایت خلوص

محبت سے پیش آتے تھے۔ اور جہاں تک

ان سے ممکن ہوتا تھا وہ انکے ساتھ مدارات اور تواضع اور انکسار کا برتاؤ کرتے تھے

حسن معاشرت

اور حسن سلوک کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے اور جو شخص انکے ساتھ احسان کرتا تھا وہ اس احسان کا معاوضہ دو چند و چار چند بلکہ چار چند کر دیا کرتے تھے اگرچہ اغنیاء کی صحبت سے انکو سخت احتراز رہتا تھا مگر نواب مصطفیٰ خان بہادر دہلوی مرحوم و مغفور چنانکہ ایک عالم متبحر صوفی مشرب اور خدام سیدہ بزرگ تھے اور والا جاہ کو انکے دوستکدہ پر دو سال تک زمانہ طالب علمی میں سکونت کا اتفاق ہوا تھا۔ اور انکی مہربانیوں کے وہ بے حد ممنون تھے اس لیے التفصیل انکو ان نقلی محبت تھی اور انکی صحبت سے انکو روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی چنانچہ زمانہ غدر ہندوستان ۱۳۳۵ ہجری میں بعض فتنہ پردازوں کی سعایت کی وجہ سے وہ جرم بغاوت میں ماخوذ ہو کر اسیر زندان فرنگ ہو گئے تھے والا جاہ نے بعض حکام کی وساطت سے انکی رہائی میں ہی موفور اور کوشش بلینگی کی اور خدا کے فضل سے انھوں نے اس عقبہ کو د سے نجات پائی نواب صاحب مرحوم نے اس سعی جمیل کے شکر میں والا جاہ کو فارسی میں ایک خط لکھا جسکی عبارت بلفظ یہ ہے "خط سامی کہ در زمان مبتلا بودن مخلص بہ بند بلا تمام صدر الصدور صاحب بہادر سیدہ بود بطریق آن صاحب ممدوح آپنجان ماسعی جمیلہ و کوشش ہائے نبیلہ

فرمودند کہ صورت نجات مخلص بظہور رسید۔ آری
مقتضائے محبت ہائے سامی ہمین بود این احسان
فرا موش شدنی نیست اکنون نجات صوری روداد
لیکن نجات معنوی باقی است یعنی جائداد وغیرہ وجوہ
معاش ہنوز مطلق واکداشت نشدہ این مقدمہ ہم
باجلاس صدر الصدور موصوف رسید پس ضرورت افتاد
کہ بائجناب اطلاع کتم تا بنام شان خط سفارش چنانکہ سابق
نوشتہ اند ترقیم فرمایند و تحریر این معنی کہ بظہور این امر شکر گزار
سامی خواہم شد فضول ست کہ میان ما و شما گنجایش
ہمچو امور نیست کہ یاد از بیگانگیہ سامی دہد و ظاہر است
کہ بار این منت عظیم خواہد بود۔ مورخہ حکیم شعبان ۱۰۸۰ ہجری
والاجاہ لکھے ہیں کہ جب یہ خط میرے پاس پہونچا تو میں نے ایک
دوسرا خط مومن علیہما نصاحب صدر الصدور ساکن سندیلہ کو لکھا
غرض بہت کوشش و کشش کے بعد نصف معاش واکداشت ہوئی
واحمد للہ علی ذلک۔

علم و علمائے عصر کی
تدر دانی و انصاف

وہ خدا کی طرف سے ایسی علم دوستی پیش
طبیعت لائے تھے جو سراپا علم و عمل سے معمور
تھی وہ علوم دین کے والد و شہاد اور علمائے
حایت قدر شناس اور محب خالص تھے یہاں تک کہ بن مقدس علمائے
عصر سے بعض مسائل شرعیہ میں انکو وجہ اتحاق حق اور ابطال باطل بعض مسائل
میں اختلاف رہا ہے انکے علم و فضل کی بھی تہ دل سے قدر کرتے تھے اور انکے
فرائین بھی کسی قسم کی سوء ادبی رویہ نہیں رکھتے تھے اور جو متعصب لوگ
بہم رد و قدح میں بیجا تعصب کو دخل دیتے تھے یا حد سے زیادہ مبالغہ کیا
کرتے تھے تو والا جاہ انے کبھی خوش نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ ہمیشہ انکے
مرضی سے اظہار تنفر کیا کرتے تھے خواہ رد و قدح کرینو الا انکا مخلص راوت ہند
ہی کیوں نہ ہو۔

عالیم با عمل فقیہ امت جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی
مروجہ و مغفور سے اور والا جاہ سے بعض مسائل شرعیہ میں سخت اختلاف ہوا
اور فریقین کے تلامذہ و معتقدین نے ایک دوسرے کے دلائل کی تردید میں متعدد
ماتے لکھے اور شایع کیے بائیںہلہ اختلاف یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک
صاحب نے قبل مغرب والا جاہ کو اطلاع دی کہ تفتیم ربیع الثانی سن ۱۲۸۰ھ
شب دوشنبہ کو بعد نصف شب مرض صریح میں مولانا مولوی عبدالحی صاحب

وصایا

صیت نامہ اول
وقت روانگی حج
والا جاہ قبل نکاح رُئیہ عالیہ خلد مکان سے
رخصت لیکر ادا کے فریقہ حج کے لیے
جانب حجاز روانہ ہوئے اور مقتضائے
عفت پر رمی کے موافق چند وصایا ہم دونوں بھائیوں کے لیے
حکم والدہ محترمہ غفرلہا کو سپرد کر گئے اس وقت راقم الحروف کی عمر
سرف دو سال کی تھی۔

وصایا مذکورہ بلفظہ بین

کاتب الحروف صدیق حسن عفی عنہ
بست و نیم ماہ شعبان ۱۲۸۵ھ
رکرا کے عرصہ سفر خیر حرمین شریفین
راوہا تشریفاً و تعظیماً تماشاً فرزند ان
وجگر گوشگان بامیز سید نور الحسن
طیب و سید علی حسن طاہر اطال اللہ
تعالیٰ عمر ہوا و بارک فیہما و لہما و علیہما در
عمر طفولیت بحفظ و امان آئی کہ تہذیب و ان
کاتب الحروف صدیق حسن عفی عنہ
شعبان ۱۲۸۵ھ ہجری کو سفر مبارک
حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوا
اور اپنے فرزند ان وجگر گوشگان
بامیز سید نور الحسن طیب اور
سید علی حسن طاہر کو طفولیت
کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے امن و
حفاظت میں سپرد کیا جس سے بہتر

لکھنؤی نے انتقال فرمایا یہ سن کر کچھ دیر تک توپشانی پر ہاتھ رکھ کر خاموش سر جھکا
رہے اور پھر آبدیدہ ہو کر اور سر اٹھا کر دیر تک دعائے مغفرت کرتے رہے
اپنی زبان سے فرمایا کہ آج آفتاب علم غروب ہو گیا۔ ہمارا اور انکا اختلاف نفس
تحقیقات مسائل تک محدود تھا پھر چوہدر کو بلا کر حکم دیا کہ شہر میں اعلان کر دیا جائے
کہ مولانا کے مقنور کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی جائیگی۔ وقت مقررہ پر لوگ
آجائیں سچ یہ ہے کہ مولانا کے مرحوم میں بھی یہی اعلیٰ صفت بدرجہ اتم موجود تھی
میں نے سلب ہے کہ جب انکو والا جاہ کے انتراع خطاب مصائب کی خبر ہو چکی
تو انھوں نے ایک ہفتہ یا شاید تین دن تک درس دینا بند کر دیا اور والا جاہ
کے سلب خطاب کو علم اور اسلام کی تہن پر محمول کیا غفر اللہ لہ و بروا اللہ منجھ
لطائف و ظرافت ایک مرتبہ مولوی محمد مراد صاحب محدث جولیک
صاحب نسبت صوفی شرب بزرگ تھے انھوں نے نکاح کرنا چاہا اور ایک جگہ
انکی نسبت ٹھہر گئی لوگوں نے اسکا تذکرہ مولوی صاحب کی موجودگی میں والا جاہ
سے کیا انھوں نے مسکرا کر کہا کہ ہم تو مولوی صاحب کو پہلے ہی سے صاحب نسبت
جانتے ہیں اسی طرح ایک مرتبہ زبائے طفولیت میں برادر معظم مرحوم دورے سے آئے
والا جاہ کے پاس آئے اور کباب خریدنے کے لیے دلم مانگے والا جاہ
نے دام دیکر اور مسکرا کر فرمایا یہ
خون جگر پیا تو جس نے وہ سے پیئے
کھلے وہی کباب کہ جو دل جلا نہو

حفاظت نیست گذار شسته کوئی حفاظت نہیں ہے اللہ تعالیٰ
 واللہ خیر حافظا و ہوا رحم الرحمن سب سے بہتر نگہبان اور تمام
 میخواندومی آگاہ کہ رسم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا
 او تقالے یہ بندگان خود ہے میں ان کو آگاہ کرتا ہوں کہ
 اضعاف مضاعف از مراحم خداوند تعالیٰ کا رحم اپنے بندوں
 مادر و پدر است و سے ہرگز پرمان باپ و دون سے بدرجہا
 شما را تباہ نہ گرداند انشاء اللہ ہے وہ ہرگز تم کو تباہ نہیں کرے
 تعالیٰ در ہمین سال قرین اگر خدا نے چاہا تو میں اسی سال
 عافیت حاصل و آل میں خیر و عافیت کے ساتھ
 مراجعت میکنم و شمارا صحیح و واپس آؤں گا اور تم سب کو صحیح
 سلامت یافتہ کجہ شکر سلامت دیکھ کر خدا کا سجدہ شکر
 بجالاؤں گا۔ اور اگر اس سفر مبارک میں کوئی امر ناگزیر ہے
 واقعہ وفات پیش آیا تو اس حالت میں چند وصیتوں پر عمل کرنا مختار
 و بروفق آن رفتن موجب ہے باعرث فلاح و برکت ہوگا۔
 سو و بہبود شماست اور توفیق عمل دنیا خدا ہی کے دست
 و بالہ التوفیق۔

دل آنکہ در تحصیل علم کوشند قدرت میں ہے پہلی وصیت یہ ہے
 بیچ عزتے عند اللہ و عند الناس کہ تحصیل علم میں تم کو شش کرو
 الا ترازان نیست اگرچہ زمانہ اس لیے کہ کوئی عزت علم کی عزت
 در آن نہ شناسد و وقت مساعد سے زیادہ نہ خدا کے نزدیک ہے
 کند۔ و مراد از علم علم دین است نہ مخلوق کے نزدیک اگرچہ ایک مانہ
 غنیہ و فقہ سنت و ما یتعلق بہا اسکی قدر نہ کرے۔ اور اقتصائے
 تحصیل موقوف برداشتیں وقت اس کے خلاف ہی کیون نہ ہو
 صرف و نحو لغت است میری مراد علم سے علم دین ہے یعنی
 یرین علوم اول دستر سے تفسیر و فقہ سنت و غیرہ اور علم دین
 ہم رسانند بعدہ کتب صحاح کا حاصل کرنا صرف و نحو و لغت پر
 سے خوانند و تفسیر کے تفاسیر موقوف ہے پہلے ان علوم سے
 معتبر مثل تفسیر شوکانی وغیرہ واقفیت حاصل کرو بعدہ کتب صحاح
 درس گزیر و کتب فقہ سے اور معتبر تفسیر دین میں سے کسی
 سنت را پیش نظر دارند تفسیر کو پڑھو مثلاً تفسیر امام شوکانی
 و محدثین را خلاصہ وغیرہ اور کتب فقہ سنت کو ہمیشہ
 امت و مقتدا کے زیر مطالعہ رکھو اور جماعت محدثین
 ملت عتقا دکنند کو خلاصہ امت اور پیشوائے ملت جانو

بقا، دین تا امروز بدولت ایشان
است و ابطال مبطّلین و تحریف
غالبین و تاویل احباب الدین
در کلام ایشان و این قسم
کتب در کتابخانه موجود است
ہرگز آنرا ضایع نازند
و دست شراز جان دارند
کہ بصرف زرخیز پیش
از حیثیت ظاہری شان
بہ محنت بسیار از عرب
حاصل ساختہ ایم و آن
تالیفات امام شوکانی و سید
محمد بن اسماعیل امیر سیانی
و تصانیف حافظین ایم و شیخ
الاسلام ابن تیمیہ حجازی است
در سائل مختصرہ دیگر اہل علم کہ
وسائل و معقات علم حدیث اند

اسی کہ دین کا بقا آج تک انہیں کی
بدولت ہو اور باطل پرستوں کی
اور متعصبوں کی تحریفوں و تاویلوں
کی تاویلوں کا بطلان انہیں کے
سے ہوتا ہے اس قسم کی کتب
ہمارے کتب خانہ میں موجود ہیں
کتابوں کو ہرگز ضایع نہ کرو اور جان
سے زیادہ انکو عزیز رکھو یہ کتابیں
محنت اور حیثیت ظاہری سے کیوں
اور بہت کچھ قدر رقم صرف کر کے
عرب سے حاصل کیں ہیں یہ امام
کافی سید محمد بن اسماعیل امیر سیانی
حافظ بن قیم علامہ ابن تیمیہ کی تالیفات
و تصانیف ہیں انکے علاوہ وہ غفر
لہ سائل بھی ہیں جو دوسرے
علمائے لکھے ہیں اور وہ علم
حدیث کے معقات و وسائل

است خود در غایت قلت
صحت از نہایت شغف و ولہ
و شستہ ایم۔

۲) دوم آنکہ مذہب اربعہ در حقیقت
برابر و مانند و ترجیح هیچ یکے نرود
و ثبوت خود اقباع ظاہر سنت
و پیش محققین اہل حدیث و دلیل
و نصاب صحت رسیدہ است کنند
ہرگز بہ تقدیم رائے بر نصوص صحیحہ
راضی نشوند کہ سعادت دین
است و شقاوت و غیرہ آن
و با تعصب مذہبی کہ عالم
امروزہ در ان گرفتار است موجب
منازعت و خصومت یک
دگر است کارند و از مناظرہ
زبانی و نزاع بیانی دور
باشند کہ انصاف از عالم رفتہ

بھی شامل ہیں میں نے ان رسالوں کو
اپنے ہاتھ سے باوجود غایت کم فرستی
کے نہایت شوق کے ساتھ نقل کیا ہے
دوسری وصیت یہ ہے کہ مذہب
اربعہ کو حق و صداقت میں کیا نہ سمجھو
اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دو۔ اور اتباع
ظاہر سنت کو اپنا شعار بناو جسکی صحت
علمائے محققین اہل حدیث سے دلیل
اور نصاب ثابت ہو چکی ہو اختیار کرو اور ہرگز
رائے کو نصوص صحیحہ پر مقدم نہ رکھو اسلئے
کہ سعادت اسی پر موقوف ہو اور مخالفت
اسکے شقاوت ہی شقاوت ہو اور تعصب
مذہبی سے جو حسین آج کل ایک عالم
گرفتار ہو اور ان ہی بنا پر انہیں دشمنی
اور نزاعیں ہو کر تین تین سطور زبان و
بیان کو مناظرہ و ن سے پاک رکھو
اسلئے کہ انصاف نیلے سے مدد ہو چکی ہو

وہو او ہوس تمام عالم را فرو گرفتہ اور شاؤ و نادر کے سوا ہوا و ہوس
 الا ماشاء اللہ پس در صلاح ایک عالم بتلا ہے پس اس
 نفس خود مانند ن و با مسلمانان حالت میں اپنے نفس کے حملن کی
 در صوم و صلوٰۃ و دیگر شعائر طر متوجہ رہو اور تمام مسلمانان
 اسلام شریک بودن طریقہ کے ساتھ نماز روزہ اور تمام شعائر
 سلامت است و اذ انکار اسلامی میں شریک رہو اسی میں
 دیگران علماء باشند یا جہلا سلامتی ہے امتیاع سنت کو (خواہ
 در اتباع سنت تقاعد نہ کنند کوئی عالم منکر ہو یا کوئی جاہل اس سے انکار
 و عمل و عقیدہ را موافق ظاہر کرے) ہرگز نچھوڑو اور اپنے عمل عقیدہ
 کتاب و سنت سازند و رسائل کو ظاہر قرآن حکیم اور حدیث کے موافق
 این قسم نیز در کتاب بخانہ موجود رکھو اس قسم کے رسالے بھی کتب خانہ میں
 است۔ موجود ہیں۔

(۳) سوم آنکہ برائے معاش تیسری وصیت یہ ہے کہ معاش
 تعلیم زبان فارسی و خواندن حاصل کرنے کے لئے زبان فارسی
 بعض کتب و دریافتن بعض سکھنا اور بعض کتابیں پڑھنا اور
 سرشتہ ہائے مروجہ کافی است کا روائی سرشتہ سے وقفیت حاصل
 علم دین را ذریعہ دنیا کرنا کافی ہے علم دین کو دنیا حاصل کرنے کا

و موجب مفاخرت نباید ساخت وسیلہ اور ذریعہ فخر و غرور نہ بناؤ اور
 دہرگز بر زرے کہ بذلت است ہرگز اس مال و روپیہ پر نظر نہ ڈالو
 ہم دہر رضی نباید شد اگر جو ذلت اٹھا کر حاصل ہوا اگر تھوڑی
 مدخل قلیل بروجہ عزت و سی آمدنی عزت و آبرو کے ساتھ
 آبرو حاصل شود بہت سے حاصل ہو وہ اس دولت کثیر سے
 ازان است کہ مال بسیار کمین بہتر ہے جو ذلت و غوری اٹھا کر
 بخوار می بدست آید یا تمہیں چین حاصل کیجائے تمہیں بھی یہ ہی اپنا
 کر دیم و فی الجملہ برنگی و قوت طریقہ رکھا اور بعض اوقات تنگی و
 بعض حوائج و مقاصد تکلیف برداشت کر کے اور بعض
 صبر نمودیم۔ اما طمع بجا ضرورتوں اور خواہشوں کو چھوڑ کر
 و حرص نازیبا بوجہ دنیا ہو کر صبر کرنا پڑا لیکن ہم سے کبھی طمع بجا
 درین زمانہ از محالات است اور حرص نازیبا ظہور میں نہیں آئی۔

کہ مال حلال بکثرت جمع شود اس زمانہ میں یہ محالات میں سے ہے
 بلکہ قلیل ہم میسر نمی آید کہ مال حلال کثرت سے جمع ہو سکے
 و گوشت و پوستے کہ از بلکہ قدر قلیل بھی میسر نہیں ہوتا حالانکہ
 حرام می روید در خود جو گوشت و پوست مال حرام و ناجائز
 آتش دوزخ است سے پرورش پاتا ہو وہ آتش دوزخ کے لائق ہے

نہ سفر اور ازبشت پس در تحصیل
اموال و اکتساب از نفاق طریقہ
متوسط و رعایت حلال دارند
و از حرام و مکروہ تا امکان دور
باشند اجملاً فی الطلب
و توجہ الی علیہ
و بر فقر و فاقہ شکستہ خاطر نشوند
کہ هیچ آدمی زاد را اذان
چارہ نیست الا ماشاء اللہ
تعالیٰ رحمت اور رسول
راضی باشند و آخرت
از دست نرود دنیا اگر
حسب مراد نیست نباشد
المال غل و در الخ۔

(۴) چہارم آنکہ حفظ نسب خود نمایند
ماوریت رسول خدا صلیم نفع این
نسبت باطنی اگر با ایمان رفتیم

نہ جنت کے سزاوار پس مال و
حاصل کرنے میں اور تلاش معاش
میں متوسط طریقہ اور بیچ کی راہ اختیار
کرد۔ اور حلال کا محاذ رکھو اور حرام
و مکروہ سے مقدور بھردور رہو۔ اور
تھوڑی پر قناعت کرو اور خدا
بھروسہ رکھو اور اگر فقر و فاقہ
برداشت کرنا پڑے تو کبھی رنجیدہ
خاطر نہ ہو۔ اسلئے کہ انسان کو اس سے
کوئی مفر نہیں ہے بڑی بات یہ ہے
کہ خدا و رسول رضی زمین اور آخرت
ہاتھ سے بجائے اگر دنیا خواہش کے
مطابق نہ ملے تو نہ ملے۔ مال ایک دن
تلف ہونے والا اور جانے والا ہے۔

(۴) چوتھی وصیت یہ کہ اپنی نسب کی
حفاظت رکھو ہم لوگ ولاد رسول میں بی باطنی
نسبت کا فائدہ بشرطیکہ ہم ایمان کا ساتھ دیتے ہیں

در آخرت مشاہدہ افتد
و حرقتش در دنیا تحریم زکوٰۃ
و صدقات است بر بنی ہاشم
پس قرابت و برادری با سادات
یا قریش باید کرد نہ با غیر اگرچہ دنیا
بخدا فیہ حاصل شود و شہ تا مکان
بالکسے باید کرد کہ خوش عقیدہ و
صلح باشد و متمول نبود پس
نظر بہ دین داری دارند نہ بر مجال
و مال و حسب۔

(۵) پنجم آنکہ مادر شما بسیار صلح و
خوشخو و صابره و سخیہ بہ اطاعت
و خدمت اور اتمام عمر فرض عین
دانید مادرانچہ در دین
و دنیا حاصل شد بدلت
فرمان بری و خدمت گری
واللہ ماجدہ ما قدس سرہا است

آخرت میں معلوم ہوگا اور دنیا میں حرمت
یہ کہ بنی ہاشم پر مال زکوٰۃ اور صدقہ قطعاً
حرام ہو پس قرابت و برادری ہمیشہ ہاد
یا قریش کے خاندان میں کرنی چاہیے
اگرچہ دنیا کے غلات میں داخل ہو اور
شہ داری جہا تک ہو خوش عقیدہ اور
نیک مسلح آدمی سے کرنا چاہیے۔ اگرچہ
دولت مند نہ ہو آدمی کو دین داری پر ہر وقت
نظر رکھنی چاہیے نہ غم بصورتی و مال
و حسب پر۔

(۵) ہا پنچویں وصیت یہ کہ تمہاری
والدہ ایک صلح نیک مزاج صبر کرنے والی
اور متحیر نہ ہوں۔ انکی اطاعت و خدمت کو
معرض عین جان و چمکو جو کچھ دین دنیا
میں حاصل ہوا وہ محض والدہ
ماجدہ کی نسرمانہ داری اور
خدمت گزاری سے حاصل ہوا۔

واین بی بی در حق شما بہتر اور یہ بیوی تمہارے حق میں مجھ سے
ازماست با او و با خواہر خود بہترین تم کو چاہیے کہ انکی خدمت و
کہ مارا بسیار عزیزست اطاعت اور اپنی بہن کے ساتھ
سلوک یہ طریقہ محبت و صلہ رحم
کنید و مال و جان خود را از
ایشان دریغ نہ دارید۔
(۶) ششم آنکہ مقصود از

اولاد است اتصال دعوات
خیرست پس در ہر نماز برائے
والدین خود دعا کنید یا تیرہ چین
یسلمو و دعائے اللہم اغفر لی
و لوالدین لی آخر مشہورست
(۷) ہفتم آنکہ در ہر امرے کہ
سر اسکیگی و بجا رگی رود ہر
بعد نماز ذکر آن کار بجناب کہر
جلت عظمتہ کردہ دعائے
سراجم مرام دل آن ہم نمایند

(۸) ساتویں وصیت یہ ہے کہ ہر ایک
پریشانی اور بے بسی کے وقت بعد نماز
اپنا درد دل اور حال پر ملاں اپنے
پروردگار جل جلالہ کے حضور میں ظاہر
کر کے حصول طلب شکل کو اس کی تائید

انشاء اللہ تعالیٰ الجمع مرادات اگر خدا چاہے گی تو تمام مرادیں حاصل ہونگی
حاصل خواہد شد۔ مارا طریقہ بہینست ہمارا بھی یہی طریقہ ہے کہ ہم ہر ذاتی
و اعلیٰ کام میں اپنے خدا ہی سے التجا کہ در ہر امر جزوی و کلی انتخاب
بخندای کنیم و می گوئیم کہ حق تعالیٰ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسے خدا
تو میدانی کہ مارا مثل دیگر مخلوق تو خوب جانتا ہے کہ مجھ کو تیری دوسری
نہ تو انائی ہست و تقدیر و بسے مخلوقات کی طرح نہ طاقت و توانائی ہے
عاجز نیم و حلق بر ما اور نہ کوئی تدبیر مجھ سے بن پڑتی ہے میں

چہرہ پس کار مارا محض نہایت عاجز ہوں اور مخلوق مجھ پر غالب
بفضل خود سراخجام دہ ہے تو ہی میرے کام کو محض اپنے فضل
و فلان بلا را کہ اندیشہ آن سے انجام کو پہونچا اور فلان بلا کو جسکا
داریم مارا ازان برمان حفاظت مجھ کو ترود ہے اس سے نجات دے
کن آخر دیدیم کہ این دعا اور میری حفاظت کرتین نے اس دعا کا
کار کرد و کیداعدا پیش آخر یہی ثمرہ دیکھا کہ وہ پایا جاہت کو
نرفت غرض کہ از بسندہ پہونچی اور اعدا کا مکر و فریب کچھ کارگر
جندلاص و عبودیت نہیں ہوا حقیقت یہ ہے کہ بندہ میں
باید ہمہ کار بے تدبیر سچا خلوص اور شان عبودیت ہونی چاہیے
ظاہری ہم می تواند شد پھر کام بغیر تدبیر ظاہری بھی پورے ہو سکتے ہیں

باید ہمہ کار بے تدبیر سچا خلوص اور شان عبودیت ہونی چاہیے
ظاہری ہم می تواند شد پھر کام بغیر تدبیر ظاہری بھی پورے ہو سکتے ہیں

(۸) ہشت آنکہ نتیجہ علم نفع بخشی است نفل خود و دیگران را و آزاد و صورت است بکے تعلیم و خدمت طلبہ علم کردن دوم خود در مطالعہ کتب مشغول ماندن و سنت را از بدعت و توحید را از شرک جدا شناختن و دفع ضرر را برفع مقدم داشتن اگر طاعات بسیار بوجود تیا دیدار کے از کیا کر خصوصاً و از صغائر عمود و بایں و نماز پنجگانہ با جماعت گزاردن همچنین باقی فرائض و واجبات ادا کردن بسیار غنیمت است و باللہ التوفیق۔

استخوان و صیت یہ ہے کہ علم سے غرض نفع پہنچنا ہو خواہ اپنی ذات کو پہنچے یا کسی غیر کو اسکی دو صورتیں ہیں ایک تعلیم و تعلم اور طلبہ علم کی خدمت گزارا دوسری یہ کہ کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہنا اور سنت کو بدعت سے اور توحید کو شرک سے پاک اور جدا رکھنا اور دفع مضرت کو نفع پر ترجیح دینا۔ اگر زیادہ عبادت نہ ہو تو نہ ہو سکے۔ لیکن کبیرہ گناہوں سے بالخصوص اور صغیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور پانچون نازون کو عبادت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ یہی طرح تمام فرائض و واجبات اگر ادا ہو سکیں تو یہ بھی بہت غنیمت ہے اور توفیق دینا خدا کے اختیار میں ہے۔

(۹) نہم آنکہ اوقات خود را تا مقدور اگر چہ یہ جبر و قهر (۹) نوین و صیت یہ ہے کہ جہانک ممکن ہو اپنا تمام وقت خواہ جبر و سختی کے ساتھ ہی

باشد و شغل علم و عبادت کیون نہ علم و عبادت کے شغل میں دارند و از لہو و لعب و بازی و تزیین اوقات و رانی کہ اہل عالم می کنند اجتناب و رزق و حتی الامکان با اہل علم راہ و رسم دارند و از صحبت جہلا و فرومایگان و مذاکرہ و مصاحبت ایشان بہ پرہیز کنند کہ ہنشین ذمی عزت عزیز است و مصاحبت سرد و مایگان و لیل۔

گزارا و اور کھیل و کود اور ہر قسم کی بازی سے اور لغو و مہمل باتوں میں وقت ضائع کرنے سے (جس طرح عام لوگ کیا کرتے ہیں) اجتناب کرو اور ذمی علم لوگوں سے رسم و راہ پیدا کرو اور جاہلون اور سفلیہ طبیعتوں کی صحبت سے اور انکی باتوں اور مصاحبت سے جدا رہو جو شخص عزت دار لوگوں کا ہنشین ہو اگر تباہی وہ ہر دل عزیز ہوگا اور جو رزقوں سے صحبت رکھتا ہے وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل رہتا ہے۔

(۱۰) دہم آنکہ ہنوز ما بر سر شما موجودیم و از حق تعالی امید داریم کہ شمارا رو برویے ما بعرش عور رساند و محلی بہ فضائل و مغل

(۱۰) دسویں و صیت یہ ہے کہ میرا ظل عاقلیت ابھی تک تمہارے سر پر قائم ہے۔ اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ تمکو میری زندگی میں بن مشورہ پر پہنچائے اور فضائل سے تمکو آراستہ کرے

اور زائل گردانند و مابعدین
شما درین حال خوش وقت
شویم و بر رشد و سعادت و علم
و عمل شماسیدات شکر بجانب
بار تعالیٰ ادا کنیم انشاء اللہ تعالیٰ
پسین خواہ شد کہ در حدیث شریف
انکندخلن عبدی و ظن ما
ہمین ست کہ گفتیم و نوشتیم
و حقیقت ما این است کہ
پنج سالہ بودیم کہ پدر اوسر
گزشت ما و مہربان خدی اللہ نہا
ندایم کہ با تحمل چہ قدر مشاق
شکالیت مارا پرورش کرد
چون مرا ہنر شدیم چندے
طلب علم کردیم و
چار و ناچار نظم سر قوم
و ستاندان خود نمودہ

اور زائل سے تھو محفوظ رکھے اور میں
تھو اس حال میں دیکھ کر مسرور ہوں اور
تھواری سعادت اور علم و عمل پر نظر
کر کے خدا کے سامنے سجدہ کر کے شکر ادا کروں
انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا۔ حدیث
شریف میں آیا ہے میں اپنے
بندے کے گمان سے بہت
قریب ہوں۔ ظاہر ہے کہ میرا گمان
وہ ہی تھا جسکو میں نے سطور اول میں
ظاہر کیا اور میرا حال یہ ہے کہ میں پانچ
برس کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا
اور میری والدہ نے خدا سے راضی ہو
میں نہیں جان سکتا کہ کفہ تحمل مشقت
برداشت کر کے اور تکلیفیں جھیل کر
میکو پرورش کیا جب میں سن شعور
کو پہنچا تو کچھ مدت تک تو تحصیل علم کر لیا
اور آخر کار اپنی قوم اور خاندان کی

بجائے بازی اطفال میں شغل
علم و کتابت و ورق گردانی
و مطالعہ ہر قسم کتب پیش
کر قلم نا آنکہ در عمر بکثرت سالکی
نیک و بد ہر گونہ بر ما ظاہر شد
گرفت و مجتہد بعلم و علما بہم
رسید و ہم فکر معاش
و عیال داری اہل وطن گریبان
گیر شد حق تعالیٰ محض بہ لطف
خویش بے تدابیر صوری کفایت
میا ساخت و با صد خون جگر
وقت دیکھ رنج بر راحت
از حقوق انکھ اخوات فراغت
دست بہم داد و نشد احمق۔
و درین عمر سرد و گرم زمانہ
سیار دیدم و خنیدم بلکہ
چشیدم۔ لیکن الطاف الہی

حالت زار پر نظر کر کے بجائے بازی
اطفال کے علم اور کتابت و ورق گردانی
کے شغل میں اور ہر قسم کی کتابوں کے
مطالعہ میں میں نے اپنا وقت صرف کیا
یہاں تک کہ میری عمر میں برس کی ہو گئی
اور مجھ پر طرح طرح کے نیک و بد وقت
کھلنے لگے اور میرے دل میں علم و علما کی
محبت نے رسوخ پایا اور ساتھ ہی اسکے
اللہ تعالیٰ نے محض اپنی مہربانی سے بغیر
ظاہری تدبیروں کے ایک معاش کی
صورت پیدا کر دی اور میں نے بہت کچھ
خون جگر کھا کر اور رنج و غم کو مقابلہ رحمت
برداشت کر کے اپنی بہنوں کے حقوق محاج
سے فراغت پائی۔
میں نے اس عمر میں زمانہ کے بہت سے
سرد و گرم واقعات کو دیکھا اور سنا بلکہ
ان کا ذائقہ چکھا لیکن اللہ تعالیٰ کی

بیش از ان است که در برابرش
این مصائب را بیان
نموایم کرد۔
والحمد لله الذی بنعمته تتم
الصالحات۔

وصیت نامہ ثانی یہ وصیت نامہ مقالہ الفصیحہ کے نام سے ۱۲۹۹ء
میں چھپا۔ یہ اس وقت لکھا تھا جب انکو شدید
بخار اور صعوبت مرض نے بہت مشکل کر دیا تھا۔ چونکہ یہ وصایا ایک
مستقل کتاب کی صورت میں چھپ چکے ہیں اس لیے ہم ان میں سے خلاصہ مضمون
اقتباس کر کے بلا لحاظ تقدیم و تاخیر بیان درج کرتے ہیں۔

(۱) زیستن و مردن بر اسلام (۱) پہلی وصیت اسلام ہی پر جینا
است چہ اوسجاہ تعالیٰ دین اور اسی پر مرنا ہے اللہ تعالیٰ نے
اسلام را از میان جملہ مل و اس دین کو تمام دینوں اور ملتوں سے
مخل با زبرائے ابراہیم علیہ السلام چن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام
رچیدہ و کے علیہ السلام انار کے لیے پسند کیا اور انھوں نے ہر وقت
و دراجرگ بران وصیت کردہ وفات اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ
یا بنی آت اللہ اے میرے بیٹو اللہ نے

اصطفیٰ کلّمہ الذی نبت
فلا تموتن الا واثقہ
مستلکون ط۔
تھارے لیے دین اسلام کو
انتخاب فرمایا ہے پس تم سولے
اسلام کے کسی اور دین پر نہ مرنے

اگر کے را از ماہمگی
کیستی بخشد و تمام
عالم در کنارش نہند
کہ از دین اسلام برگردانند
و بیش گبر و ترسا
و مجوس در آرنند و نوبالند
منہ بر ما عرض ہشد کہ ہم یہ اچھی طرح نقش دل کر کے کہ

لہم الدنیا و لنا الآخرة را در نظر داشتہ
پشت پا بران ہمہ آسودگی برنیم
(۲) چنگ زدن بکتاب (۲) دوسری وصیت۔ کتاب
وسنت در اعتقاد و عمل در سنت کے موافق اعتقاد و عمل اپنا
عقائد مذہب قدما اہل سنت رکھنا چاہیے اور متقدمین اہل سنت
اختیار کردن و بہ تشکیکات کے عقائد مذہبی پر قائم رہنا چاہیے
معقولیان حنہ اور فلسفون کے شکوک باطلہ کی

التفات نہ کردن و در فروع پیروی علماء محدثین کے جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن۔
 (۳) لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السمع والطاعة على امرئ المسلم في ما احب وكره ما لم يؤمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة متفق عليه۔

طرف طلاق التفات نہ کرنا چاہیے اور جزئیات مسائل میں ان علماء محدثین کی پیروی کرنی چاہئے جو فقہ اور حدیث کے جامع ہوں۔
 (۴) تفسیری وصیت خدا کی نافرمانی کی حالت میں کسی مخلوق کی طاعت جائز نہیں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان مرد پر حکم حاکم کی سماعت و اطاعت لازم ہے خواہ اس کے نزدیک حکم پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ جب تک معصیت الہی پیش نہ آئے لیکن جب یا حکم دیا جائے جس میں معصیت الہی ہو تو ایسے حکم کی سمع و اطاعت ہرگز جائز نہیں۔

(۴) بدعت دیگر سہاء والقاب و خطاب ولی الامر مستحشہ است ہجو سلیمان جاہ و ثریا جاہ و شہنشاہ سراسر کذب و زور است

(۴) چوتھی وصیت امیروں و بادشاہوں وغیرہ نام والقاب و خطاب یکجا کیے ہوئے سب بدعت و کذب زور و زور میں دغل میں مثلاً سلیمان جاہ و ثریا جاہ و شہنشاہ

از ابو ہریرہ مرفوعاً آمدہ اخفی الاسماع یوم القیامۃ عند الله رجل یسمی ملث الا ملث لکذا۔
 البخاری۔

و غیرہ حدیث ابو ہریرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے بڑھ کر ناموں میں خیانت کرنا والا وہ شخص ہوگا جسے اپنا نام ملک الملک رکھا ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(۵) در حق اصحاب آنحضرت صلعم اعتقاد نیک باید داشت فطرت بر مناقب و فضائل ایشان کہ در کتاب و سنت وارد است گماشتہ زبان جز یہ ثناء ایشان نباید کشاد و خوض در مشاجرت ایشان نباید نمود۔ نمی گوئیم کہ صحابہ معصوم اند لیکن ما ممنوعیم از سب و شتم و طعن این گروه اگر فتح باب جرح و قدح در ایشان شود روا از آنحضرت صلعم منقطع گردد۔

و غیرہ حدیث ابو ہریرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے بڑھ کر ناموں میں خیانت کرنا والا وہ شخص ہوگا جسے اپنا نام ملک الملک رکھا ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(۵) پانچویں وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرم کے ساتھ حسن عقیدت رکھنا چاہیے اور جو فضائل و مناقب ان کے قرآن حکیم اور سنت مطہرہ میں آئے ہیں ان کو ملحوظ رکھ کر بجزند و ثنائے کوئی بات زبان سے نکالنی نہیں چاہیے ہم یہ نہیں کہتے کہ صحابہ معصوم ہیں لیکن ہم اس سے منع کیے گئے ہیں کہ ان کے حق میں سب و شتم کریں یا زبان طعن کھولیں اگر سچا ہے کہ معاملہ میں رد و قدح شروع کیجئے تو تمام اسناد حدیث کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا۔

و در انقطاع روایت یکم خوردن ملت است ما را ثابت شده ہو جائیگی یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ باوجود مشاجرات ہسم و منازعات یک دیگر صفت صدق و ضبط در ہر کی از ایشان موجود بود۔

(۶) دنیا چندان متبہ نباید شد زیرا کہ اکثر خلق در طفلی و بستر در جوانی می میرند و کمتر بہ سرحد پیری می رسند آنانکہ می رسند تمام عمر شان ہم در اندک فرصت مثل باد صبا می رود از آغاز نشو و نما تا ہنگام بلوغ کہ اکثر آنہا پانزدہ سال است بشرطیکہ اجل فرصت و ہدایت می گزرد و بعد انقضایربعین وقت

جس سے ملت اسلامیہ در ہم در ہم ملت است یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ باوجود مشاجرات ہسم و منازعات یک دیگر صفت صدق و ضبط در ہر کی از ایشان موجود بود۔

(۶) دنیا چندان متبہ نباید شد زیرا کہ اکثر خلق در طفلی و بستر در جوانی می میرند و کمتر بہ سرحد پیری می رسند آنانکہ می رسند تمام عمر شان ہم در اندک فرصت مثل باد صبا می رود از آغاز نشو و نما تا ہنگام بلوغ کہ اکثر آنہا پانزدہ سال است بشرطیکہ اجل فرصت و ہدایت می گزرد و بعد انقضایربعین وقت

تحلیل قوی و تبدیل آب و ہوا قوی میں ضعف اور آہ ہوا کی کیفیت است پس عمر کے کہ آئنا عمر میں تبدیلی ہو جاتی ہے پس اس قلیل می توان گفت اگر مرگ دست برد نہ کنند ہمین بستر محفوظ ہین تو یہ ہی پچیس سال باقی ہتے و پنج سال است و اگر اوقات ہین انہیں سے بھی اگر خواب کے اوقات خواب را کہ برادر مرگ است نکال ڈالے جائیں کیونکہ خواب بھی برآورد مقدار مذکور جزاقل قلیل ایک طرح کی موت ہے تو بجز نہایت ہی قلیل مدت کی کچھ باقی نہیں رہتا۔

(۷) دست در دست مشائخ (۷) ساتویں وصیت اس زمانہ کے این زمان ہر گز نباید داد مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور بیت و بیعت بہ ایشان نہ باید کرد و کرنا چاہیے اور لوگوں کا انکی طرف بہ غلو و عام مغرور نباید بود زیرا کہ اکثر غلو و عام بسبب رسم است و امور رسمیرا بحقیقت اعتدال ہے نیست و کرامات ایشان برنی مان الا ماشاء اللہ ظلمات و نیز نجات را کرامات دہستہ اند۔

قوی میں ضعف اور آہ ہوا کی کیفیت است پس عمر کے کہ آئنا عمر میں تبدیلی ہو جاتی ہے پس اس قلیل می توان گفت اگر مرگ دست برد نہ کنند ہمین بستر محفوظ ہین تو یہ ہی پچیس سال باقی ہتے و پنج سال است و اگر اوقات ہین انہیں سے بھی اگر خواب کے اوقات خواب را کہ برادر مرگ است نکال ڈالے جائیں کیونکہ خواب بھی برآورد مقدار مذکور جزاقل قلیل ایک طرح کی موت ہے تو بجز نہایت ہی قلیل مدت کی کچھ باقی نہیں رہتا۔

(۷) دست در دست مشائخ (۷) ساتویں وصیت اس زمانہ کے این زمان ہر گز نباید داد مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور بیت و بیعت بہ ایشان نہ باید کرد و کرنا چاہیے اور لوگوں کا انکی طرف بہ غلو و عام مغرور نباید بود زیرا کہ اکثر غلو و عام بسبب رسم است و امور رسمیرا بحقیقت اعتدال ہے نیست و کرامات ایشان برنی مان الا ماشاء اللہ ظلمات و نیز نجات را کرامات دہستہ اند۔

(۸) صوفی جاہل زہرِ لہلہ است
و عابد بے علم دیسلِ اکھاڑ
و بدعت و فقیہ بے سنت
زاہد خشک است کہ نورِ باطن
و برکاتِ قلبیہ ندارد
خیالاتِ نادانِ خلوت نشین
بہم بر زند عاقبت کفر و دین

(۹) آدمی را از جامہ و نان و مکان
چارہ نیست لا بد باشد کہ کسے
برگزیند و اسبابِ اکتساب
در دنیا از انواعِ تجارت و طرق
زراعت و اصنافِ صناعت
و اسباب وراثت بسیار
بلکہ بے شمار است اجارہ ہر چند
کہ در شرع شریف
جائز است اما خلل در ان
امور بسیار راہ یافتہ

(۸) آٹھویں وصیت صوفی جاہل
زہرِ قاتل ہے اور عبادت گزار
بے علم اکھاڑ اور بدعت کا
راستہ بتانے والا ہے
اور فقیہ بے سنت زاہد خشک
ہے جو نورِ باطن سے محروم اور برکات
قلب سے دور ہے۔

(۹) نوین وصیت آدمی کو طعام و
لباس و مکان کے بغیر کوئی چارہ نہیں
اسلئے ضروری ہے کہ کوئی پیشہ
اختیار کر لیا جائے اور اکتساب کی
بہت سی بے شمار صورتیں ہیں مثلاً
شعبائے تجارت اور تدبیرت
کے مختلف طریقے اور انواع و اقسام
کی صنعتیں اور اسباب و وراثت
وغیرہ ملازمت بھی اگرچہ شرعاً جائز
لیکن نوکریوں میں اب عظیم غلطی ہو

مثل رشا و سرقہ و خیانت
و غصب و اٹلاف حق برادر
مسلمان بہ عصبیت پس
مومن و متقی و مسلم متحری را
را واجب است کہ درین تجارت
مہما مکن از آلائشِ منکرات
و آمیزشِ مہلکات خود را دور
دارد و درین زمان تفاد و تے
در خبیث و طیب نماندہ و عامہ
حسنت در ان گرفتار گشتہ
آنحضرت صلعم فرمودہ۔

(۱۰) علم آداب را بروجہ
دسویں وصیت تہذیب

مثلاً رشوت۔ چوری۔ خیانت
مال غصب کر لینا اور ایک مسلمان
بھائی کی حق تلفی پس ہر مسلمان خدا پرست
اور ایماندار پر واجب ہے کہ جہاشک
مکن ہو اپنے کو ان منکرات کی آلائشوں
سے اور ان ہلاک کنہ خوالی چیزوں کے
میل و آمیزشوں سے بالکل دور
رکھے۔ اس زمانہ میں پاک مال اور
خلیث مال میں کوئی فرق باقی نہیں با
اور ایک دنیا اس میں گرفتار ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ
ایک وقت لوگوں پر ایسا آئینہ لگا
اسکی پروانہ کرے گا
کہ یہ مال بطریق جائز حاصل ہوا
ہے یا بذریعہ حرام۔ یہ حدیث
معجزات نبوت میں سے ہے۔

کہ در سنت مطہرہ
مدون گشتہ مخبر خود
باید ساخت کہ بعد از غسل
باین حلیہ تہذیب دیگر
نیرت۔

(۱۱) کاغذ تابوتی ساختن و آنرا
تعزیه نام کردن و رسوم شوم
و مراسم ماتم و سیاہ پوشی
و سینہ کوئی و اشک ریزی
و مجلس ذکر واقعہ کر بلا کجا آوردن
ہمہ مطرود و مردود دست۔

(۱۲) مجلس دوازدهم ربیع الاول
بامید ثواب در معاد
و ذکر ولادت و وفات

لے بمکو اس موقع پر اپنے مہتمم دوست مولوی اکبر حسین صاحب الزبادی کا ایک شعر یاد آگیا جو زائد حال
کے مغربی تہذیب کا آئینہ ہے۔

نئی تہذیب میں وقت زیادہ تو نہیں ہوتی
مذاہب پرستہ ہیں قائم فقط ایمان جانا ہے

جناب رسالت مآب نمونہ طعام
پختن و نزد ذکر ولادت برپا آتھن
و نحو آن و یا ز دہم ربیع الثانی غسل
کرامات حضرت شیخ عبدالقادر
چیلانی قدس سرہ آراستن
این افعال را در شرح مطہرہ کی ترتیب دینا یہ تمام امور شرع مطہر
سنت منورہ و از نیست۔

(۱۳) عرس بزرگان کہ مانع شود
و ساختن قبور سنگین و حج نمودن و
انداختن قبر پوش و راندن ماس
از بالائے آن و مالیدن صندل
و شستن آن مقرر نمودن سندنہ و
چویدار و فراش بر مزارات امر و عبت
شعار این ہمہ اسراف و انفاق
محرم و افراط و امور منوعہ شرعی است
و قوالان بد آواز و مطربان مزامیر ہیں۔ اسی طرح قوالان بد آواز اور عبت
نواز بلکہ زنان فاحشہ

و مخدشان کہ آنجامی سرایند اور مخدث لوگ جو نغمہ سازی کیا
و میرقصند حرام و مردود و جرمیہ کرتے ہیں اور ناچا کرتے ہیں یہ سب
عظیمہ است۔
(۱۳) رفتن بر قبور پر نور اولیا (۱۴) چودھون و صیبت اولیا و اللہ
اللہ تبارک و تعالیٰ در انجیل رضی اللہ عنہم کے مزار پر انوار پر اس
حاجات و حصول مراد تائیں غرض سے جاناکر ان سے حاجت پائی
در طریقہ انیقہ شریعت حستہ کی استدعا کیا گئے یہ شریعت حقہ
جو از غیبت زیارت مرقد مغیرین جائز نہیں ہے جناب رسالت
و تربیت مطہر جناب رسالت صلعم مآب صلعم کے مرقد مغیر اور تربیت
اشرف و اکرم زیارات است مطہر کی زیارت تمام زیارتوں سے
درین مسئلہ و در مسئلہ اشرف و افضل ہے اس مسئلہ میں
اتفاق اولیا از ارواح اولیا اور اس امر میں کہ از باب صاحب دل
و انبیاء بتدریج مناسب حال اولیا و اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
بدون تقلید بر رسوم و بدعات کے ارواح مقدسہ سے بغیر رسوم
رجبال و اہل صمدال و بدعات کے پابندی کے جواب صدقات
خود چندان جنس لاف کا شیوہ ہے اپنے مناسب حال
میان اہل علم فیض اٹھائیں تو اسمین علما کا کوئی

نیرت اختلاف نے کہ ہست در نیرت اختلاف نہیں ہے جو کچھ اختلاف ہے
اختیار سفر خاص از برائے قبور وہ خاص زیارت قبور کے لیے سفر
بغرض ہائے مذکورہ ہست کہ کرنے کے متعلق ہے جنکی شرع شریف
شرع شریف بدانی ستویں مذکورہ نے اجازت نہیں دی ہے جو کوئی شخص
و ہر کہ نیت مسجد نبوت میکند بے شہر مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرے وہ مسجد
مذکورہ زیارت میگردیم خواہم تو ابدیت میر مذکورہ زیارت میں بھی مشرف ہوگا یہ
(۱۵) بدعت دیگر گفتن اذان است زیارت مرقد مطہر سے بدعت ہوگا یہ
بر قبر بعد تدفین این اذان صورت ہم خرابا و ہم ثوابین دخل ہے۔
از سنت معہود نیست پسندار ہون و صیبت قبر پر بعد دفن کے
بدعت دیگر کلمۃ الصلوٰۃ اذان کتنا بدعت ہے اس اذان کی
الصلوٰۃ است میان و اذان سنت مطہرہ میں کچھ اصلیت نہیں ہے
جمعہ و نزد نماز تراویح بدعت میان و اذان دوسری بدعت نماز تراویح یا نماز جمعہ کے
و دیگر الصلوٰۃ والسلام علیا وقت دو اذانوں کے در میان الصلوٰۃ
یا رسول اللہ یا علی رسول اللہ و کلمۃ کتنا تمیزی بدعت یہ ہے کہ
است بعد از اذان نماز کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیا کے اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام
کہ حدوث آن در مسئلہ علی رسول اللہ کا جائے اس بدعت
شدہ۔ کی ابتدا مسئلہ ہجری سے ہوئی

بدعت دیگر نہاد ان گشتان چشم
و پویدن آنهاست نزد شہدان
محمد الرسول اللہ سخاوی و ابن
دبیج و امام سیوطی و زرقانی
و محمد طاہر فتنی و ملا علی قاری نص
کردہ اند بر وضع این روایات
و بدعت دیگر بر داشتن دست
بر عایمان ہر دو خطبہ و این فعل
مخالفت سیرت بنوی است و
بدعت دیگر معاقلہ است بعد از نماز عید
و پنجین مصافحہ بعد از نماز عصر و غیر
(۱۴۱) بدعت دیگر اسراٹ است
در مواقع سرور و مواقع
جور یا محو نکاح و ختان و
ولادت بدعت دیگر گشتن
رقص و سرود و مزامیر
لو لیان وقت لان

چوتھی بدعت اشہدان
محمد الرسول اللہ کہنے کے وقت انگلیوں
کو انگلیوں پر رکھنا اور انگوچو منہ ہے
امام سخاوی اور ابن دبیج اور
امام سیوطی اور زرقانی اور محمد طاہر
فتنی اور ملا علی قاری نے ان سب
روایتوں کو موضوع قطعی بیان کیا ہے
و خطیبوں کے درمیان ہاتھ اٹھانا
سیرت بنوی کے خلاف ہے بعد
نماز عید معاقلہ کرنا اور اس طرح بعد
نماز عصر و نماز فجر مصافحہ کرنا بدعت ہے
سوطی و ابن دبیج و مواقع شادی
و غیرہ میں فضول خرچی کرنا مثلاً
تقریب نکاح تقریب نعتہ تقریب
ولادت و غیرہ میں بدعت ہے
دوسری بدعت فتنہ انگیز نقص و سرود
اور مزامیر زنان بازی اور نقالان

و قولان است این ہم
فسق بالافسق است چہ
مکاح یکے از عبادت دین و
شرایع اسلام است عبادت
را با بن چیز یا میجتن است
بدین پیغمبر است
(۱۴۲) بدعت دیگر عار است
از مکاح ثانی ارا ملہ و ایامی
و عار از سنت ثابتہ اسلام قرینہ
کفر و نفاق است و در حدیث
الن کہ نزد ابن بشر فرمایند
ایضا اسرأت قحلات علی
بیت او کلا دھا۔ فہی
مع فی الجنة۔
منافی این حکم نیست زیرا کہ
در ان منع از مکاح ثانی
وارد نہ شدہ غایت آنکہ

اور قولوں کا گانا ہے فسق و فسق ہے
نسل کے نکاح دینی عبادتوں میں سے
ایک عبادت ہے اور حکم شرعی ہے
اور عبادت میں ان چیزوں کو شریک
کرنا دین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ساتھ ہستی اور مذاق ادا نا ہے۔
شرع و وصیت ارا ملہ در پوائن
کے نکاح سے عار کرنا بدعت ہے بلکہ
شرعیات اسلام سے جو کوئی سنت ثابت
ہو اس سے عار کرنا کفر و نفاق کے قریب
قریب ہے باقی رہی وہ حدیث جو ابن
کے نزدیک مرفوع حدیث ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنی
اولاد کے پاس گھر میں بیٹھی رہے وہ جنت
میں میرے ساتھ ہوگی یہ حدیث
حکم نکاح ثانی کے خلاف نہیں ہے
غایت یہ ہے کہ جس عورت کو دائمی

مشتہا نہایت دین سرزنان خواہش نہ ہوا و وہ اولاد کو پرورش
 دے پرورد دوسے را اجر ہشدر کرے اسکو اجر ملے گا گفتگو تو جو ان
 سخن در زمان جوان است کہ عورتوں کی نسبت ہے جو بغیر شوہر
 بے شوہے بسر نہی تواند کرد۔ نہیں کر سکتیں۔
 (۱۸) بدعت دیگر آنسترونی اٹھارویں وصیت زیادتی مہر بھی
 مہرست کہ بمیثات والوف بدعت میں داخل ہے جسکی تعداد سیکڑوں
 بلکہ لاکھوں می رسد و این خلاف اور ہزاروں سے گذر کر لاکھوں تک
 طریقہ سنت و مخالف سیرت پہونچ جاتی ہے یہ بالکل خلاف سنت
 سلف است است۔ اولف صاحبین کے طریقے کے خلاف ہے
 (۱۹) بدعت دیگر رسوم ماتم انیسویں وصیت ایک بدعت
 واحد است از گریہ و زاری یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ معین تک
 و آہ و نالہ و گفتن الفاظ ماتمی رسمیں ادا کیجائیں اور جناب
 بے ادبی در جناب اقدس آئیں گستاخانہ اور بے ادبانہ
 قدس آئیں و بعض الفاظ زبان سے نکالے جائیں بعض
 زان قائل را بحد کفر الفاظ آدمی کو حد کفر تک پہونچا دیتے
 می رسانند در حدیث آمدہ ہیں حدیث شریف میں آیا ہے
 لا یحل لامرأة تؤمن بالله کسی عورت پر جو اللہ اور روز آخرت

والیوم الاخر ان تعد علی سبت ایمان رکھتی ہے یہ حلال نہیں ہے کہ
 فوق ثلث لیال الا علی تین رات سے زیادہ میت کی سوگاری
 روح اربعۃ اشہد و عشرہ و ۲۰ کرے البتہ میت کی بیوی کو چار مہینہ
 الشیخان عن ام حبیبہ و زینب بنت جحش دس دن تک عدت پوری کرنی چاہیے
 (۲۰) بدعت دیگر ذکر و اشغال بیسویں وصیت ایک بدعت یہ بھی ہے
 محدثہ است مثل یا علی کہ ذکر و اشغال کے وقت بجائے اللہ
 یا حسین یا خواجہ یا پیر یا قطب قائلے کے نام پاک کے یا علی
 یا غوث و نحو آن بجائے یا حسین یا خواجہ یا پیر یا قطب
 اسم مبارک اللہ گفتن یا غوث وغیرہ کا ورد اور وظیفہ پڑھنا
 و پشت جانب بغداد نہ کردن اور بغداد کی جانب پٹھ کرنا معیوس ہے
 و اولیاء حاضر و ناظر و متصرف سمجھا جائے اور اولیاء اللہ کو مثل خدا
 در امور خلق اعتقاد کردن این حاضر و ناظر جانکر انکو معاملات خلق میں
 کار ہا از بدعت گزشتہ بسر حد کفر متصرف یقین کیا جائے یا انحال اب
 می رساند بدعت دیگر اسماء بدعت کے درجہ سے بھی گذر کر کفر کی حد
 محدثہ است مثل کو پہونچ چکے ہیں اسی طرح یہ ایجاد کیے
 عبد الرسول عبد اللہ ہوئے نام شہداء عبد الرسول عبد اللہ
 و حسن بخش۔ و امام بخش حسن بخش۔ امام بخش و غیرہ بھی

صفاء دامن این نامہا آلودہ چرک
 شرک است۔
 (۲۱) در مناکحت دینداری
 را منظور دارند چون درین زمان
 مذہب رفق و شیعہ در
 اکثر خانہا شیوع یافتہ و
 در قصبات بسبب سبقت
 برادری بایک دیگر قرابت
 کنند و شرقا را بیشتر نظر بر علو
 نسب یا رقتاہ میباشند
 می باشند پس مارا
 و اختلاف مارا در امر مناکحت
 نظر بر رعایت دین
 باید داشت و دختر را
 بجهالہ نکاح پس رضی
 یا مشرک بر رضی اگر چہ
 ذو سہ افسر با

بدعت ہیں۔ اور نجاست شرک
 آلودہ ہیں۔
 ایک سوین وصیت عقد نکاح کے
 وقت دینداری کو پیش نظر رکھنا چاہیے
 اس زمانہ میں رفق و شیعہ کا اثر
 گھروں میں پھیل گیا ہے اور قصوبوں
 میں پہلے سے برادری چلنے کے
 سبب آپس میں قرابت کیا کرتے ہیں
 اور اس زمانہ کے شریفوں کو عالی نسب
 اور دولتمندی پر زیادہ نظر ہا کرتی ہے
 پس ہکو اور ہماری اولاد اور اولاد اولاد
 کو چاہیے کہ وہ نکاح کرتے وقت مذہب
 کی پاسداری کا خیال رکھیں اور اپنی
 بیٹی کا کسی شیعہ کے ساتھ نکاح نہ کریں
 نہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح کریں
 جس پر رضی اور وصیت کی تہمت لگی
 ہوئی ہو اگرچہ وہ شخص اپنا عزیز و قریب

وازاہل بلدہ خود باشتہ ہرگز
 نباید آورد گو صاحب دولت
 و عالی نسب باشند و نہ
 دختر شیعہ را علی اختلاف
 انواع اعم از برائے پسران
 و فرزندان خود باید گرفت
 بسیار دیدہ ایم و تو ہم شنیدہ
 باشتی کہ ہر کہ بر طمع دولت
 بخانہ دولتمندان رشتہ
 درست کرد دست از دین
 شوئید و ہر کہ بر مجر و جمال
 اقتاد مال او بد شد و دنیا در حق
 او دوزخ گشت۔
 (۲۲) مثنی از مال کہ فراہم آمدہ
 انچہ ازان بعد از بذل تمام گ
 بماند در ان حصص ہر سہ فرزندان جب
 فریضہ عادلہ مقرر و ششتمہ ایم

ہی کیون نہ ہوا و اپنے شہر ہی میں
 سکونت کیون نہ رکھتا ہوا و گو وہ کیسا
 و عالی نسب باشند و نہ
 نہ اپنے بیویں اور پوتوں وغیرہ کا نکاح
 کسی شیعہ کی لڑکی سے کرنا چاہیے خواہ
 وہ شیعوں کے کسی فرقہ میں داخل ہو
 تھے بہت دکھا ہے اور تمہیں بھی سنا ہوگا
 کہ جس شخص نے روپیہ پیسہ کی طمع میں ہی
 میرے نکاح کیا تو اس کو اپنے مذہب کے
 ہاتھ دھونا پڑا اور جس شخص نے بعض عصبوتی
 کو پکڑ کر کے نکاح کیا اس کا انجام اچھا
 نہیں ہوا۔ اور دنیا اس کے حق میں
 دوزخ بن گئی۔
 ایک سوین وصیت جو کچھ مال اس وقت
 تک موجود ہے بعد وصیت کے وقت
 وفات اس میں سے جس قدر بچے فریضہ
 عادلہ کے مطابق اس کے حصہ اور سہام

باسہام ہر دو زوج باین تفصیل
مسئلہ ۸۰

ابن - ابن بنت - زوج - زوج
۲۸ ۲۸ ۱۲ ۵ ۵ ۵

اول منطوقہ کریمہ للذکر مثل
خط الانثیین و آخر منطوق این کریمہ
فَاِنْ كَانَ لَكَ وَلَدٌ فَلَهُنَّ
النَّصَبُ مِمَّا تَرَكَتُمِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِي

و خواہر مارا و اولاد او را یا وجود
اخلاف ما خود حصے دین مال
نباشد قال اللہ تعالیٰ
اِنْ اَمْرٌ فَلَكُمْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ اخْتِ
فَلَهَا نِصْفُ مِمَّا تَرَكَ وَ هُوَ يَرِثُهَا
اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ

و فرضا اگر یکے از ہر دو زوج
بخش خود نہ ستاند بلکہ اولاد
خود نہ ہو شکل شریعتہ این

یقین بھائی بہن باور دو وزن زوج کے
اس تفصیل کے ساتھ ہونگے مسئلہ

ابن - ابن - بنت - زوج - زوج
۲۸ ۲۸ ۱۲ ۵ ۵ ۵

پہلی آیت کریمہ یہ ہے للذکر مثل
خط الانثیین اور اس آیت کے آخر
میں خدا نے فرمایا ہے فان کان
لکم ولد فلاں النصب مما ترکتم بعد وصیتہ

میری بہن اور انکی اولاد کا حق اس
مال میں میری اولاد کی موجودگی میں
کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نہ سہا ہے
ان امر و ہلاک لیں لہ ولد و لہ
اخرت فلہا نصف ما ترک
و ہویر ثمان لم یکن لہا ولد

بہر حال اگر دو وزن بیویوں حصے کوئی
ایک اپنا حصہ لے بلکہ اپنی اولاد کو
بخشے تو اس صورت میں اس مسئلہ کی

چنین باشد
مسئلہ ۱۶

زوجہ ابن ابن بنت
۱ ۶ ۶ ۳

و چنانچہ اگر ہر دو زوج یکے سہام
خود بہ دیگر می بخشند پس قسمت
فریضہ چنین می تواند شد
مسئلہ ۳۰

زوجہ ابن ابن بنت
۵ ۱۲ ۱۲ ۷

فرزند ان سعادتمند را وصیت
می کنم کہ در امضائے این
فریضہ عادلہ بہ تقصیرے
از خود راضی نہ گردند و باین
رہ گزند و ورطہ ہلاک دنیا
و عقاب آخرت نیفتند
علی الخصوص نہاد اگر دن ہم مادر دیگر خود

پیشگی ہوگی
مسئلہ ۱۶

زوجہ ابن ابن بنت
۱ ۶ ۶ ۳

اسی طرح اگر دو وزن بیویان اپنا حصہ
ایک دوسرے کو بخشند تو اس فریضہ
عادلہ کی تقسیم اس طرح ہوگی
مسئلہ ۳۰

زوجہ ابن ابن بنت
۵ ۱۲ ۱۲ ۷

میں اپنے سعادتمند بیویوں کو وصیت
کرتا ہوں کہ وہ اس فریضہ عادلہ کے
اداکرے میں ہرگز کسی پس پیش کو دخل
نہ دین اور اس میں کوتاہی کر کے دنیا
میں ہلاک اور آخرت میں سخت عذاب
نہ بنیں خصوصاً زوجہ ثانی (رئیسہ عالیہ
غفر اللہ لہا) کے سہم شرعی کا اچھی طرح

آنکہ این ہمہ اوج موج کا ظاہر کھین کیونکہ یہ جو کچھ آسودگی اور ہمہ طفیل ہمت و محبت اور عزت وغیرہ حاصل ہے وہ انھیں کی و منت ہائے بسیار برگردن ہمت اور محبت کے طفیل میں ہے اور ماوشماست ہرگز کوتاہی انکے احسانات عظیم ہمارے اور تمہارے نبی تو ان کرد و پایہ دانست گردن پر ہیں پس اس میں ہرگز کوتاہی کہ آپ نزدماست ہم نہ کرنی چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے بخشیدہ اورست بے سابقہ کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے یہ سب کدام احتقاق سے انکا عطا کیا ہوا ہے ہرکوئی احتقاق نیاوردم ازخانہ حیرت نیست تودادی ہر چیز و من چیزت است نہ تھا یہ سب انکا مال ہے اور ہم خود اُنکے ہیں۔



وصیت نامہ سوم اردو یہ وصیت نامہ والا جاہ نے زمانہ مرض الموت میں لکھا اور ماہ ربیع الآخر سن ۱۲۱۱ ہجری میں چھپو کر شائع کیا اس میں اکثر وصایا تو وہ ہی ہیں جو وصیت نامہ ہائے سابقین میں مذکور ہیں باقی حالت موجودہ کے مناسب نصاب وصایا ہیں۔ انکو ہم مختصر اس جگہ نقل کرتے ہیں۔

(۱) وصایا الہیہ کا تحفظ اور ان پر عمل کرنا (۲) وصایا نبویہ کو پیش نظر رکھنا۔ مثلاً تلاوت قرآن شریف کو جاری رکھنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو حتی الامکان بجالانا۔ فرائض خمسہ اسلام کو حتی الوسع ادا کرنا اور عذر انما ترک نہ کرنا اگر زاد و را حلقہ اور امن راہ میسر ہو تو حج بیت اللہ کرنا شرب خمر سے کام و دہن کو آلودہ نہ کرنا موت کو دوست رکھنا اور اسکو مکروہ نہ جاننا۔ جہاد فی سبیل اللہ اور میدان جنگ سے نہ بھاگنا (۳) اگر ممکن ہو تو بقدر استطاعت باقیات اور صالحات میں کوشش کرنا جسکی تفصیل سنت مطہرہ میں اس طرح برآئی ہے رباط فی سبیل اللہ یعنی غلبہ اعدائے دین سے سرحد اسلام کی حفاظت کرنا مسجد میں ایک نماز سے فارغ ہو کر دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ کوئی راہ ستیقیم ایسی قائم کرنا جسپر لوگ چل سکیں مثلاً ایجاہ سنت و امامت بدعت وغیرہ کتبجات اللہ و النسخہ للہ و کلامہ للہ و الا للہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

پڑھتے رہنا۔ علوم کتاب و سنت کی تعلیم جاری رکھنا قرآن کو ترکہ میں چھوڑنا
مسجد خالصہ اللہ ربنا۔ ولد صلح اپنے بعد چھوڑ جانا جو بعد وفات اللہ
کے حق میں دعائے خیر کے لئے ہر سال کے وچاہ و نہرو پل تعمیر کرنا۔ زمین یا
مکان یا مدرسہ یا خانقاہ وقت کر جانا صدقہ گاہے گاہے دیتے رہنا
درخت میوہ دار نصب کرنا جسکے پھلون سے چرند پرند اور انسان فائدہ
اٹھائیں (۴) بہترین قول جو حق و صداقت پر مبنی ہو اسکی پیروی کرنا چاہیے
خدا فرماتا ہے قَبِّلُوا بِلَادِي لَنْ يَنْ كَسَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
أُولَئِكَ السَّابِقُونَ هَذَا يَهْدِي اللَّهُ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْوَالِدُونَ -

(۵) دینی مصلحت کو دنیا کی مصلحت پر مقدم رکھنا چاہیے جب تم ایسا
کرو گے تو ملک و بہت سے ایسے جدید تجربے وقتاً فوقتاً حاصل ہونے لگے جو اس وقت
تک ملک و پیش نہیں آئے (۶) ملفوظات زید و عمر کے مطالعہ سے سوکار نہیں
رکھنا چاہیے آدمی کے لئے وہ ہی ملفوظات کافی ہیں جو قرآن و حدیث میں
مذکور ہیں دین اسلام ناقص اور غیر مکمل نہیں ہے کہ اسکو ملفوظات مشائخ
سے کامل کیا جائے (۷) بعض موحیدین متبعین سنت بھی اکثر جاہل و طماع
ہو گئے ہیں اور وہ اکابر سلف کے جناب میں سخت بے ادب اور گستاخ اور
غائبانہ شناس ہیں اس لئے انسے بھی مثل مشرک بشرع جاہل دنیا طلب
کے محترم نہ رہنا چاہیے۔ اور اپنی آخرت کو ان قلعہ الطریق اور بہرہ ناز دین سے

ایسا بچانا چاہیے جس طرح آدمی ایک درندہ اور آگ و پانی سے اپنی جان بچاتا
ہے (۸) اس کی ہوا و ہوس کبھی نہ کرنی چاہیے کہ لوگ ہلکے بڑا عالم اشج کبیر
لیکن خطاب کریں یہ خواہش ایک با جس شیطان ہے اور وقت حاضرہ میں
صدق و اخلاص کیسیا اور عقاب ہے اگر قسمت میں کوئی منصب علم مقدس ہے
تو خود بخود اسکے اسباب جمع ہو جائینگے اور تم درجہ کمال پر پہنچ جاؤ گے
شکم ادا بیتیم۔ (۹) اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً کسی نیکی سے نیکی
تلاشی کرنے کی کوشش کرو اگر گناہ مخفی ہے تو اس کا تدارک مخفی نیکی سے
اور اگر گناہ علانیہ ہے تو اس کا تدارک علانیہ نیکی سے کرو (۱۰) امانت صاحب
مال کو واپس دینا۔ عہد پورا کرنا۔ اور خیانت سے دور بھاگنا چاہیے (۱۱)
جمعہ کو غسل کرنا واجب ہے نماز جمعہ کو اول وقت جانا چاہیے (۱۲) ہمال
ازار ترک کرنا چاہیے (۱۳) اہل دانش و تجربہ نے کہا ہے استر ذہبک
و ذہابک و مذہبک (۱۴) خیرات و صدقات کا حصہ شرعاً مال
زکوٰۃ پر ہے کبھی کبھی کچھ خرچ کر دینے کا مضائقہ نہیں ان فی المسال
حقا سوی الزکوٰۃ (۱۵) فضول خرچی جسکو اسراف و تبذیر کہتے ہیں اس
بہت بچنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فضول خرچ کرنے والوں کو
اخوان الشیاطین فرمایا ہے جو روپیہ پیسہ خلاف شرع اور خلاف مرضی
خدا خرچ کیا جاتا ہے وہ آخرت میں آتش دوزخ کا ایک آغ سوزان ہوگا

اسراف میں تمام اقسام کھیل تماشے یہاں تک کہ بخشش و سخاوت تک داخل ہے یہ گناہ اسی وقت معاف ہو سکتا ہے جب کہ خدا کے سامنے توبہ کی جائے اور عمل صالح سے اس کا معاوضہ کیا جائے کھانے پینے میں بھی فضول خرچی ہو اگر فی ہے۔ خدا فرماتا ہے تَلْکُمُ الْاَوْثَرُ بَوَاوَا لَا تُسْرِفُوْا جن ناخبرہ کاروں کو مان باپ کے ترکہ میں مفت کا مال بلا محنت و مشقت اور بغیر نوکری و تجارت و زراعت طلبا ہے تو اس کے پاس بہت سے ہم عمر نوجوان جمع ہو جاتے ہیں اور دوست بن کر سارا مال مختلف قسم کی ترغیبیں دیکر خرچ اور برباد کر دیتے ہیں پھر جب وہ مفلس ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ اپنا راستہ لیتے ہیں اگر ناخبرہ کار لوگ ہوشیاری اور عقل اور دور اندیشی سے کام لیتے اور اس مال کو بچائے خرچ کو نیکے تجارت زراعت میں لگاتے اور دیگر وجہ مکاسب سے روپیہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو بہت کچھ انکو خوشحالی اور فراغ مالی حاصل ہو سکتی تھی۔

(۱۶) جہان تہمت لگنے کا خوف ہو اس سے دور رہو جس شخص کی دوستی میں کسی قسم کے مفسدہ کی یا غرض ناروا کی تہمت لگنے کا اندیشہ ہو ایسے شخص سے ہرگز دوستی نہ رکھو (۱۷) یہ زمانہ فتنہ و فساد سے لبریز ہے جنگ و جدال کا شیعہ عام ہو گیا ہے۔ ایسے فتنہ کے وقت میں کسی کے ساتھ شریک ہونا نہ چاہیے اس زمانہ میں جہاد شرعی کی شرطیں معدوم ہیں اب غالباً جہان میں

جدال و قتال سلاطین و شیاطین میں ہوتا ہے وہ سراسر فتنہ ہے اس میں شریک ہونے سے اور مارے جانے سے سو خاتمہ کا خوف ہے۔ ایسے پُر آشوب وقت میں گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنا اور معاشی پر آنسو بہانا کافی ہے کتاب مشکوٰۃ میں باب الفتن موجود ہے اسکو پڑھ کر یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ زمانہ فتنہ و فساد میں حکم شرعی کیلئے یہ ایسا نازک وقت ہے کہ عین امر بالمعروف و نہی عن المنکر اگر فتنہ عظیمہ اور مفساد حسیہ کے خوف سے ترک کر دیا جائے تو شاید مواخذہ شرعیہ نہ ہو (۱۸) والدین کے ملنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے آنحضرت صلعم نے اسکو ابراہیم فرمایا ہے ہر عمر آدمی کی توقیر اور برابر والے کی تکمیل اور اپنے سے چھوٹے پر رحم کرنا شعار اسلامی میں داخل ہے (۱۹) جو چیزیں بزرگوں سے حاصل ہوں انکو بطور یادگار بہت حفاظت سے رکھنا چاہیے۔ اور انکو فروخت سے بچانا چاہیے ایک نشان سعادت ہے جو شے جتنی کم نہ اور قدیم ہے وہ زمانہ مبارک نبوت سے زیادہ قریب ہے اور جو شے جدید ہے وہ اسی قدر بعید ہے (۲۰) جہاں تک ممکن ہو حاضری دفاتر و محکلات عدالت سے اجتناب کرو یہ دفاتر ایک دیوان عدالت ہیں ہمارے خاندان میں کبھی کوئی شخص حاضر عدالت نہیں ہوا کبھی ایسے معاملات میں حتی الامکان نہ پڑو جو عدالت دیوانی و فوجداری و مال میں باعث دار و گیر ہوتے ہیں۔

(۲۱) کسی مقدمہ میں خواہ مذہبی ہو یا دنیاوی کبھی کسی کا ضامن یا شاہ یا وکیل بننا نہیں چاہیے اگرچہ شخص اپنا فرزند دلبند یا کوئی عزیز ارجمند کیونہو
(۲۲) دنیا اور دنیا کے مصلح کے لحاظ سے سکونت کے لیے قصبہ اور قریہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلاف کرام ہیشہ شہروں میں اقامت اختیار کرنے سے اور اہل شہر کی صحبت سے اجتناب کیا کرتے تھے۔ (۲۳) دنیا کے لیے برادر و خواہر اور اولاد یک دیکر سے کبھی نزاع نہ کرنا چاہیے الممال غادر و رائج (۲۴) اپنے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور طریقہ معروف کا برتاؤ رکھنا چاہیے۔ (۲۵) اہل و عیال و خدم و حشم و مالیات و اعزہ قریب کے ساتھ حسن اخلاق اور مراعات کے ساتھ پیش آنا چاہیے (۲۶) اولاد و ازواج کی خاطر داری سے عمل شرک و بدعت کو ہرگز نہ نہیں رکھنا چاہیے اکثر عورتیں مردوں سے چھپا کر گٹھے تعویذ ٹوٹے ٹوٹے وغیرہ کیا کرتی ہیں کوئی نذر و نیاز کا کھانا پکاتی ہے۔ کوئی شرک و بدعت کی رسمیں اختیار کرتی ہے ٹکڑا اس کا سختی کے ساتھ اہتمام رکھنا چاہیے اگر ذرا بھی تمھاری طرف سے غفلت ہوگی تو گھر شرک و بدعت کا معدن بن جائیگا اور تمام برکت و سعادت رخصت ہو جائیگی اور نحوست و شقاوت و افلاس گھر پر چھا جائیگا یا در کھو ہر عورت کے عوض چار شخصوں سے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔ اپٹ۔ بھائی۔ شوہر بھیا۔ (۲۷) ۵

بیچ وانی کہ شیر مردی چیت شیر مردے زمانہ وانی کیست
آئکہ بادوستان تواند ساخت آئکہ بادستمان تواند زیست
(۲۸) غیر کفو سے برادری کرنا نہ چاہیے رشتہ اس سے کرنا چاہیے جو عتی رضی و مشرک نہو۔ بلکہ موحد ایماندار خوش اعتقاد ہو فاطمہ بن ابی الدین تروبت ید الک (۲۹) ہر مثل سکھ رائج الوقت ہمارے خاندان کا پانچزار رکھا گیا ہے۔ آئندہ بھی اس سے زیادہ مقرر نہ کرنا چاہیے۔ کمی کا اختیار ہے بلکہ کمی فضیل ہے (۳۰) ہر کار بر دستی معاف کرنا یا بیوی کے ذاتی مال میں اسکی مرضی کے خلاف تصرف کرنا بالکل بجا اور ظلم و ستم ہے اور وہ شرعاً مال حلال نہیں اس سے بہت بچنا چاہیے (۳۱) عورت کے لیے شوہر کی اطاعت کرنا اور اسکے حقوق شرعی کی نگہداشت کرنا سب کاموں پر مقدم ہے۔ شوہر ہی عورت کے حق میں اسکی جنت و دوزخ ہے بعض عورتیں بغیر کسی شرعی سبب کے شوہروں کو اپنی زبان اور برتاؤ سے تنگ اور زنج کیا کرتی ہیں۔ اور مفت اپنی آخرت تباہ کرتی ہیں (۳۲) نان نفقہ یعنی روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ عورت کے ضروری مصارف حیثیت و قدرت کے موافق شوہر پر واجب ہیں اسی طرح عورت کا ہر تمام دیون پر مقدم ہے اسکے لینے میں عورتوں کو عاریا انکار کرنا نہ چاہیے شارع علیہ السلام نے ان حقوق کو واجب قرار دیا ہے۔ (۳۳) بیوی مالدار ہو یا مفلس

اس پر شوہر کی اولاد کا کوئی حق و وقفہ نہیں ہوتا بلکہ مان ہی کا حق اولاد پر
ہوا کرتا ہے باوجود اسکے جو کچھ مان اپنی اولاد پر صرف کرتی ہے وہ محض
اس کا فضل و احسان ہے (۳۴) کسی پر اپنا اور اپنے گھر کا راز ظاہر کرنا
نہ چاہیے۔ اگرچہ کوئی شخص کیسا ہی معتبر اور سخیل احباب ہو (۳۵) میری
تمنا تو یہ ہے کہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مجھ کو موت آئے مگر یہ معلوم نہیں کہ
اللہ تعالیٰ کے علم میں کس جگہ موت مقدر اور مقرر ہے اگر میری موت ہی
جگہ مقدر ہو تو وہ قطعاً زمین قبرستان جو سرکار عالیہ نے باغ کلاں مقبرہ
کے گوشہ شمالی میں ریلوے اسٹیشن اور تاج محل کے سہراہ
عنایت فرمایا ہے دفن کے لئے کافی ہے کسی سایہ دار درخت کے نیچے
قبر خام غریبانہ بلا منصفہ و بلندی اگرچہ یک شیر ہی کیوں نہ بنا دی جائے
اور پتھر بالین قبر پر دوسری قبروں سے نشان و امتیاز کے لئے نصب کر دیا
جائے کوئی تکلف امیرانہ ہرگز نہ ہو ورنہ اس کا مواخذہ دن قیامت کے
ہوگا اور کوئی رسم بدعت خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ عمل میں نہ لائی جائے مان
اگر بات دن تک کسی قدر صدقہ اور خیرات خاص میرے مال متروکہ میں
سے تم کر دو گے تو مجھ کو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیگا۔ تم بعد کفن و دفن مجھ کو
خالق رؤف و کریم کے سپرد کر دینا خلوات میں و بین اقسام الرحمن
(۳۶) جو کارخانہ میری ذات سے اس وقت قائم ہے ان سب مخارج کو

تخفیف کر دینا اور اپنی مقدار آمدنی کے موافق دو ایک مہر رکھ لینا اور ایک
دو سواری مردانہ و زنانہ تم سب کو کافی ہے اور اپنے جاگیر کے کاغذات
تم خود دیکھنا محض علم کے اعتماد پر نہ چھوڑنا اور عمل درآمد بہات جاگیر
کا سررشتہ ریاست اور عاملہ اہل جاگیر کے مطابق رکھنا کسی حکم ریاست
یا کسی بندوبست کے نسبت ابتدائی شکایت تمھاری طرف سے عمل میں
نہیں آنی چاہیے نہ زیادہ ستانی روا رکھی جائے اللہ تعالیٰ عدل و انصاف
پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اور ظلم و زیادتی کرنے پر اللہ تعالیٰ دولت و برکت
کو مٹا دیتا ہے (۳۷) تمھاری جائیداد بھوپال میں نور محل اور قطعہ زمین
قبرستان اور ایک باغ ہے یا جاگیر اس سے زیادہ تم حریص و ہوا کو دخل
نہ دینا وقفہ زندگی کا بہت کم ہے

(۳۸) تم پر لازم ہے کہ آمدنی سے اپنا خرچ کم رکھو ہر انسان کے ساتھ
تقریبات موت و حیات مثل شادی اولاد و مہمانداری و صرفت موت
ساتھ لگے ہوئے ہیں اگر خرچ آمدنی کے برابر ہوتا رہے گا تو حاجت کا وقت
قرض لینا پڑے گا۔ اور قرض سے بدتر کوئی چیز نہیں قرض شہداء پر سے بھی معاف
نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ داخل حق العبادہ ہے (۳۹) قرض دینے سے بھی
بچنے نہ ہو ہم نے اکثر لوگوں کو قرض دیا مگر شاذ و نادر تو بعض نے ادا کیا باقی
کسی نے نہیں دیا اس زمانہ میں صفت امانت و دیانت مفقود ہے۔

(۴۰) صرف کرنے کے وقت اس کا خیال رکھو کہ اول خویش بعدہ درویش
حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابداء میں تعول (۴۱) اکثر بیویاں شوہر کا مال
خواہ ظاہر کر کے یا مخفی طور پر اپنے ماں باپ کے گھروں میں پہنچاتی رہتی ہیں
انکو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ تمہارا مال و جائیداد تم پر یا تمہاری اولاد
پر یا خاص تمہاری بیویوں کی ذات پر خرچ ہوا کرے نہ سس سالوں میں
اگر تم نے یہ انتظام قائم نہ رکھا تو اس سمجھ لو کہ وہ سب خوشحال ہوں گے اور تم
مغلس اور حاجت مند ہو گے اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور بچوں کو نفسا یعنی
بیوقوف فرمایا ہے اور مردوں کو اپنا مال انکے ہاتھ میں دینے سے منع فرمایا ہے
اس لیے کہ مال ہی پر ملک و ملت کا قیام اور دار و مدار ہے۔ خدا فرماتا ہے
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَادْرَؤْهُمْ فِيهَا
وَأَكْسَوْهُمْ وَقُولُوا لَهَا لَمْ يَقُمْ قِيَامًا كَيْ سَيَعْلَمَ كَمْ عَمْرٍاءَ مِّنْ هَؤُلَاءِ
اور کسی کو باوجود کلان سالی کے حماقت و سفاهت کا زور ہو تب بھی پس
مال اس کے ہاتھ میں سپرد کرنا چاہیے جو صاحب عقل و رشید ہو (۴۲) حقوق
زوجیت میں سے کوئی حق میرے خیال میں ایسا نہیں ہے جو رئیسہ عالیہ
نے اولاد کیا ہو بلکہ ادائے حقوق سے انصاف مضاعت میرے ساتھ
مراعات فرماتی رہی ہیں میں انکے ادائے شکر سے بالکل قاصر ہوں اگر
اتفاقاً امور خانگی میں انکی طرف سے بعض بچ مجھ کو پہنچے ہوں گے تو وہ محض

ایک و سوسہ شیطانی ہوں گے بچہ تعالیٰ میری طرف سے کوئی امر خلافت
وفاداری انکے ساتھ عمل میں نہیں آیا یہاں تک کہ ایک وقت وہ کچھ ناخوش
ہو گئیں تو میں نے انکی غشی کو مقدم رکھ کر اپنی علیحدگی منظور کی اور بار بار انکی
اجازت چاہی لیکن وہ کسی طرح اس پر راضی نہیں ہوئیں۔ چونکہ وہ حاکم اس خطہ
ملک کی ہیں اور میں ان کا محکوم ہوں اس لیے جو اطاعت حاکم کی رعیت اور
تابع پر واجب ہے میں اسکو ہر دم نصیب العین رکھتا ہوں قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ میرے پاس جو کچھ نقد و جنس و متاع و سامان و اسباب
ہے یہ سب اللہ تعالیٰ نے انھیں کے ہاتھ سے دلویا ہے اور میں اس مال
و متاع کو انھیں کی ملک سمجھتا ہوں اگرچہ انھوں نے خود اپنی جانب سے
مجبور عطا کیا ہے اور اس میں تصرف کامل کا اختیار دیا ہے اسی بنیاد پر میں
اپنی اولاد کو نصیحت و وصیت کرتا ہوں کہ جو مال ذاتی میرا نقد ہوا سامان
بعد میرے موجود رہے اس میں فراقت اللہ کے مطابق سرکار عالیہ کا حصہ
زوجیت کی وجہ سے ثابت ہے اس شرح سے۔

مسئلہ۔ زوجہ۔ ابن۔ ابن۔ بنت۔ اور اگر فرضاً نہ وجہ اپنا حصہ
نے اور اولاد کو بخش دے تو تقسیم اسکی اس طرح پر ہوگی۔ مسئلہ
ابن۔ ابن۔ بنت۔ یہ سب نقد و جنس تم میرے بعد فرد حساب مرتب
کر کے سرکار میں پیش کر دینا اور ایک جہ کا نصرت سمین اپنی طرف سے نہ کرنا۔

اور میری طرف سے بصد نیاز مندی نیا بٹایہ عرض کرنا کہ جب قدر حصہ دسم
شرعی فرائض اشد کے مطابق آپ کا ہے اسکو آپ مال حلال و طیب بھلا
لے لیں ہم لوگوں کو جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے وہ کافی ہے اس کے بعد
سرکار عالیہ کو اختیار ہے کہ بقیہ اشیاء خاص عطیہ سرکار جو میرے گوشہ خانہ
میں موجود ہیں جی طرح وہ چاہیں اس میں تصرف کریں تم سب طیب خاطر
کے ساتھ اسکو بلا نزاع قبول و منظور کرنا۔ ہم سب اُنکے ساختہ پر خدمت میں
ہم کو یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ ہم انکی مرضی کے خلاف کوئی کام کریں۔ ہماری
سعادت یہ ہی ہے کہ انکی مرضی کو اپنے تمام اغراض پر مقدم کریں ایک
اس جگہ کے لوگوں نے میرے تباہ و برباد کرنے میں اور میری جان و مال
و آبرو کو نقصان پہونچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر اللہ تعالیٰ نے
مجھ کو اُنکے فتنوں و آفات سے محفوظ رکھا سرکار عالیہ نے اس معاملہ میں
میرے ساتھ وہ کام کیا کہ اسکی نظیر و مثال کسی تاریخ سلطنت میں بھی آج تک
نظر سے نہیں گزری۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ بیوفائین کو ن مصیبت کے
وقت کسی کا شریک حال ہوا کرتا ہے یہ تو وہ زمانہ ہے کہ ایسے وقت میں
اپنا اپنے سے منہ پھیر لیتا ہے جب تک اپنی غرض باقی رہتی ہے ہر وقت تک
تو جان تزاری عزیز داری اور محبت و دوستی کے دعوے قائم رہتے ہیں
اور جب مصیبت کا وقت آتا ہے تو اس طرح جدا ہو جاتے ہیں کہ گویا ان لوگوں

میں تل ہی نہ تھا یہ وہ زمانہ ہے کہ لوگ محسن کشی کو عین نمک حلائی
سمجھتے ہیں پھر اس شخص کا کیا ذکر جو محسن نہ ہو بلکہ مصون ہو اور اپنا ہی ممنون ہو
کے ساتھ ایسی نیکی کون کیا کرتا ہے (۳۳) میں نے نمک حلائی و وفاداری
و حق شناسی کے لحاظ سے ہمیشہ اولادِ رُسیہ اور اولادِ اولادِ رُسیہ
سے ایسی محبت رکھی جو تمھاری محبت سے بھی زیادہ تھی اور کبھی کوئی اندیشہ
نہ تھا حاضر و غائباً و ظاہراً و باطناً اُنکے حق میں میرے دل میں نہیں آیا۔ بلکہ
ہمیشہ یہ ہی چاہا کہ تمام دنیا کی خیر و خوبی انھیں کے واسطے ہو اور یہ بعد اپنی
علاقہ کے اس ریاست کو نیک نامی سرسبز ہی اور ترقی کی حالت میں دیکھیں
مگر یہ سب اولادِ میری جان و مال و آبرو کی دشمن ہو گئی حالانکہ میں نہ دعوایہ
ریاست تھا نہ شریک و حصہ دار دولت میں کبھی ایک پیسہ ظاہر و مخفی
نے طور پر کسی اپنے کام میں ریاست اور بالان خاص کا صرف نہیں کیا
نہ رُسیہ عالیہ سے کبھی کوئی سوال ترقی منصب و عطا کا کیا بلکہ ہر ترقی پر انکا
تیار ہا مگر میری بات قبول نہیں ہوتی البتہ جو خود انھوں نے اپنی خوشی سے
مجھ کو دیا وہ میں نے لیا بر خلافت اخوان و اولادِ ریاست اور نائبان
ریاست کے کہ جو کوئی بعد تمھارے ناناد غشی جمال الدین خان بہادر
مرحوم مدار المہام ریاست کے آیا اس نے علاوہ اپنی معاش کے ہزار بار پیسہ
کے خرچ کا بار ریاست پر ڈالا جس سے تمام رونق و دولت و ثروت ریاست

کی برباد ہو گئی اخوان ریاست کو ہمیشہ یہی فکر و منگی رہا کرتی ہے کہ جس طرح
ہو سکے تمام مال ریاست کا ہمارے دست تصرف میں آجائے ان کا یہ حال
اور انکی وہ نیت و خیال سبحان اللہ و مجہد جب ریاست اس حالت پہنچی
تو اب یہ سب واقعہ طلب لوگ صرف اس بات پر خوش ہیں کہ اگرچہ چھوٹائی
فائدہ حاصل نہیں ہوا مگر اس شخص کو بدنام تو کر دیا اور ریاست کی مدد وہی
سے اسکو باز رکھا حالانکہ میرا یہ عین مدعا تھا سماع عدو شود سبب خیر گر
خدا خواہد۔ مین تو محض دوست دار نہیں اور خاص اولاد نہیں کا تھا
میری تمام کوشش و جدوجہد صرف درستی نظم و نیک نامی ریاست
پر مبنی تھی جسکا نتیجہ آخر کار خود رئیسہ عالیہ کے دختر و داماد کو اور انکی اولاد
کو حاصل ہوتا نہ محکومہ میری اولاد کو مین اس ریاست کا نہ وزیر مہربا
نہ اہلکار سب نے مل کر حکام بالادست کے سامنے مجھ پر یہ سب افتراء و
بہتان لگایا۔ مین نے اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے روز اٹھایا
بے جان سارے ضمائر و خواطر ظاہر ہو جائیں گے بہر حال تم بوجہ جاگیر
حسب سرشر ریاست کے اطاعت کرتے رہنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا
اور بطور خود یا کسی کے اغواء اور بہکانے سے کہیں اس خاندان کے نسبت
کسی اندیشہ فاسد کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا۔ یہ امر مرضی خدا اور نمک حلالی
کے بالکل خلاف ہے اور ظالم بننے سے مظلوم بننا ہمارا ایک باقی شیوہ ہے

ہم کو سے ترک کر دینا چاہیے (۳۴) بعض اعدائے دین اور حاسدین نے
حکام انگریزی کے سامنے میری سعایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ ریاست کے بعد
سب سے زیادہ مال و دولت میرے پاس ہے اسلئے ضرور ہوا کہ اصل حقیقت
کو بے نقاب کروں واقعہ یہ ہے کہ دختر رئیسہ عالیہ کی جاگیر سے میری جاگیر
کسی قدر کم ہے اور مجھ سے زیادہ جاگیر دار زمانہ سرکار خلد نشین مین موجود
تھے اور میری اولاد سے زیادہ جاگیر دار اب بھی کثرت سے یہاں موجود ہیں
میری جاگیر کی جمع اصلی پچتر ہزار روپیہ سالانہ ہے یہ جاگیر رئیسہ عالیہ سے
تھکن ثانی کے ایک سال بعد محکومہ عطا ہوئی میرا ماہوار صرف کاغذات دفتر کے
مطابق اس تفصیل سے ہے صرف اقرباء و اہلکار پانسواکھتر روپیہ صرف
در سند اطفال لاوارث تین سو پچتر روپیہ صرف تنخواہ ملازمان دیوڈھی
چھ سو سات روپیہ چار روپہ آنہ صرف لائڈ تھلڈ روپیہ دو ہزار چھیاسی روپیہ
کل چار ہزار چھ سو باون روپیہ چار روپہ آنہ۔ میزان ماہوار سی ہوتی اور سال
تمام کی میزان پچیس ہزار آٹھ سو چھتیس روپیہ آٹھ آنہ ہوتی ہے اس حساب
سے سال تمام کی پس انداز میں ہزار ہوتی ہے اس میں سے پانسو روپیہ ماہوار
سرکار عالیہ کا نفقہ بطیب خاطر ادا کیا جاتا ہے۔ اب تم لانا باقی رہی
چودہ ہزار مع اضافہ رقم کیا سچی سچی تعداد تحصیل کامل باقی رہنے کی وجہ سے
متعین نہیں ہو سکتی لیکن یہ جمع بالمبین ہے بلکہ جمع تکسیر ہے اور یہ اضافہ

بھی چند سالوں سے چلا آتا ہے نہ ابتدائے جاگیر سے بہر حال اس میں ہر
 کی مدت میں جس قدر رقم پس انداز ہوئی اس میں تین لاکھ روپیہ نور محل کی
 میں صرف ہوا جو بیٹے اپنی اولاد کو تین قطعات تقسیم کر کے ہبہ کر دیا اور جہاں
 سے اس کا قبائلی نام پر ہو گیا اسکے علاوہ ایک سرائے و چاہ داغ
 موضع چوکا تعمیر کرائی جو ہوشنگ آباد کے سربراہ موجود ہے اور چند
 مسجد بن شہر بن اور ایک پل و تالاب زیر بن نور محل بنوایا مصارف
 باغ اور اطبل وغیرہ اس سے خارج ہیں ایک لاکھ روپیہ کتابوں کی خریداری
 اور طبع رسائل میں صرف ہوا اب بجز مال قلیل کے کوئی معتد بہ رقم باقی نہیں
 آئندہ بشرط حیات سالانہ مستقبل میں جو کچھ پس انداز ہوائیں انھوں ان حصہ
 بعد میری وفات کے رئیس عالیہ کا ہے ماسوائے جاگیر دوران سال میں اگر
 کبھی کبھی کوئی شے سرکار عالیہ اتفاقاً عطا فرمائی ہیں اسکی تعداد سیکڑ
 یا ہزار سے متجاوز نہیں ہوئی اور اس سے زیادہ سرکار اپنے اغوان ریاست
 کو ہمیشہ دیتی رہتی ہیں میری کوئی خصوصیت نہیں ہے نہ میری یہ عادت ہے
 کہ مثل دوسرے جاگیر داروں کے اپنی زیر باری اور قرضداری کا اظہار کر کے
 کچھ منفعت حاصل کر لینی فکر میں رہوں۔

البتہ جو جاگیر سرکار سے میری اولاد کو عطا ہوئی ہے جسکو ابھی تھوڑی
 مدت ہوئی ہے اسکی تمام و کمال آمدنی کو میں خیر خواہی اور شفقت پدری



والاجاہ کی علمی زندگی کے حالات اور اُن کے مولقات

والاجاہ کی علمی زندگی کا آغاز کس طرح ہوا اور کیونکر وہ اس مرتبہ رفیع تک پہنچے جسکو علمائے عصر نے مجددیت کے لقب سے یاد کیا اسکی تشریح کے لئے کیقادر تمیز کی ضرورت ہے جسکو ہم اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔

بارہویں صدی کے وسط کا زمانہ (جس میں والاجاہ کی ولادت ہوئی تھی) اپنے زلزلہ انگیز اثرات کے اعتبار سے ایک ایسا زمانہ تھا جو صفحہ کائنات پر ہمیشہ یوگا اور اسلامی نسلوں کے لئے دوا باسن آموز عبرت رہیگا۔

قومی نکیبت وادبار کے باد صحر کے تیز و تند چھونکے آٹھ سو برس کی اسلامی سلطنت مغلیہ کاروشن چائے گل کر چکے تھے اور انگریزی حکومت کے جلال و جبروت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکا تھا اور بظاہر نظر فریب امن و سکون کے صلائے عام نے اہل ہند کے سامنے قسمت آزمائی اور چودو جہد کا ایک وسیع میدان عمل تیار کر دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس پُر سکون زمانہ کے مواقع سے دوسری قوموں نے خواہ کیسے ہی فوائد حاصل کیے ہوں مگر قیمتی سے مسلمانان ہند ان سے خاطر خواہ مستفید ہونے اور انقلاب روزگار سے

سبق عبرت و بصیرت حاصل کرنے کے اہل ثابت نہیں ہوئے۔

انتزع سلطنت تو کوئی عجوبہ روزگار ہے مگر جس سے مسلمانوں ہی کو سابقہ پڑا جو یہ تو مداول ایام کے بازیگاہ کے وہ نیر خبات و شعبدات ہیں جسکا تماشا فوت بہ نوبت دنیا کی تمام قوموں کو دیکھنا پڑا ہے۔ عیسے بازمی آرزو پور ہو گیا بلکہ اگر کسی قوم میں وجدان صحیح احساس حقیقی اور اخوان کامل کا کچھ بھی شائبہ باقی رہتا ہے تو اس پر زمانہ ابتلا و تعذیب میں بہت سے ایسے رموز و ظہور اور غوامض اسرار قدرت منکشف ہوا کرتے ہیں جو پھر ایک بار اس قوم کو غرا و غفلت سے بیدار کر کے رفتہ رفتہ بام ترقی پر پہنچا دیا کرتے ہیں بہر حال اگر نشوونما سے سلطنت گئی تھی تو گئی تھی

لیکن ہم تو اس وقت جس مجلس عز کے ماتم نشین اور مرثیہ خوان ہیں وہ سلطنت روحانی کا معدوم ہونا ارکان علم و عمل کی بربادی عروۃ الیقین اور عتصام بجل اللہ کے رشتہ محکم کی شکست اور شریعت اسلام میں ضعف و دہرایا و مہانت کا عمل و دخل ہے

میں تو گرفت اشویم چہ باک غرض اندر میان سلامت است
یہ ایک ایسا حسرت ناک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی دنیاوی شان و شوکت و جاہ و جلال اور مادی عروج کے ساتھ ان کے روحانی فضائل اور قومی شعائر اور علوم و معارف اسلامیہ اور اعمال صالحہ اپنا رخت سفر

باندھ چکے تھے نفوس قدسیہ کی بستی روز بروز اجڑتی جاتی تھی وہ قوم
 جس کا طغرائے امتیاز الملک والدین تو امان تھا اسکے پاس نہ زور نہ زور
 تھا نہ نقد علم و عمل اسلام کی توحید و محبت سے قلوب اس طرح خالی ہو رہے تھے
 جس طرح ہم و ذر سے انکے جیب و دامن ہر طرف بدعات و سلیات کی
 گرم بازاری اور ارذائی تھی اور کفر و شرک و نفاق و شقاق کی طغیانی
 ہندوؤں کی سیکڑوں رسموں اور توہمات نے سنن سید المرسلین کی جگہ لے لی
 تھی اور شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں اور موت اور غمی کے موقعوں پر
 ان رسموں کا ادا کرنا فرض و واجب سے زیادہ خیال کیا جاتا تھا نکاح
 پیامی عیب ٹھہر گیا تھا بڑے بڑے امیرون اور رئیسوں کے دربار و محل
 رقص و سرود و غنا و معازف اور اجتماع شاہدان بازاری سے اور
 انکے قصور فریضہ ہجوم عاریات کاسیات سے اندر بھاگنے ہوئے تھے
 بڑے بڑے نامی گرامی مولویوں کے گھرانے اور اولیائے کرام کے مقام
 منکرہ شرک و بدعت نظر آتے تھے ۵

صدی ایک دین نجیب بزرگاہ بچپن سازی آثار صنم می آئی
 قرآن و حدیث کے استماع معارف سے کان آفتاب نہیں رہے تھے حیل
 فہمیہ اور مسائل خلافیہ پر عمل درآمد نہ کیا تھا۔ اقاول باطلہ و تاویلات
 عاقلہ کا باب مفتوح ہو چکا تھا اولیاء کبار کو عالم الغیب و متصرف فی الخلق

اور حاجت روائے مخلوق سمجھا جاتا تھا متصرفین وقت کے طبقہ میں مسئلہ
 وحدت وجود نے اتحاد و ارتداد کی شکل اختیار کر لی تھی طریقت کو شریعت
 سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا عجب پرستی کو ولایت و کرامت خیال کیا
 جاتا تھا غیر اللہ کی نذر و نیاز کا گھر گھر رواج ہو گیا تھا دنیا طلب جماعت
 میں اوامرو نہواہی الہی کا علانیہ مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ اور پُرانے خیال والوں
 میں بڑا عالم وہ سمجھا جاتا تھا جو علوم و حکمت یونانی میں کامل دست زین کھتا ہو
 اور نئے خیال والوں کے نزدیک بڑا فاضل وہ سمجھا جاتا تھا جو کسی کلج کا
 گریچہ پیٹ ہو اگر اتفاق سے خال خال کہیں کوئی وجود باوجود ایسا باقی بھی تھا
 جسکو سلف صاحبین کا اسوہ حسنہ اور اسلام کا جوہر قابل کہہ سکیں تو اسکو زمانہ
 کی کساد بزاری نے خاک پوش ناپائیدار کر رکھا تھا ۵

ہنرمندی خرد و ایام وغیرہ از نیم نیست کبار دم بہ تجارت باہن کساد متاع
 بہر حال والا جاہ نے مسلمانوں کی تنزول وادبار اور اسلامی ایلان
 سلطنت کے در و دیوار کی انہدام کو دہلی کے زمانہ قیام میں اپنی آنکھوں سے
 دیکھا تھا اور مسلمانوں کے دین و ایمان کی بربادی اور ظلم و عمل کی تباہی
 شرک و کفر و بدعت و ضلالت اور کورانہ تقلید کا زور بہ نگاہ عبرت ملاحظہ کیا
 تھا ساتھ ہی اسکے خالق عالم نے فطری طور پر انکی ذات میں انواع فضائل
 کی استعداد اور گوناگون محاسن و مفاخر کا مادہ پہلے سے ودیعت کیا تھا

اس لیے مشیت ازلی نے کل میرا خلق لہ کے مطابق انکو صتم کدبانے
اسلامی کی بت شکنی اور اصلاح دینی و ملی اور احیاء سنت اور اہمیت
بدعت کے لیے چن لیا ہے

دل بیت اللہ عشق میں غنا شدہ ہے ۔ کو خلیفہ کہ دین خانہ کن بدت شکنی
اور اس مجلس وہ رہیں کے صدر اول میں انکو جگہ دی ہے

مجلس پر شکست تا شاہ مارید در بزم چون نماز سے جا بجا رسید
والا جاہ کے قلب سلیم طبع مستقیم جذبہ روحانی ذہن صافی عزم راسخ اور نظر
عاقبت بین نے قوم کے اصلی حقیقی مرض کے اسباب و علل پر غور کر کے
اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے اپنے خاندان کے لیے اور اپنی قوم کے لیے
جو نسخہ تجویز کیا وہ اتباع سنت سنہ اور عمل بالقرآن تھا اور اپنے مشغلہ
زندگی کے لیے جو لائحہ عمل منتخب کیا وہ تبلیغ اسلام نشر علوم صحیحہ دینیہ
اور اشاعت معارف صادقہ شرعیہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر تھا
جو طرح لوگوں کے احوال و احوال و اعمال میں اختلال عظیم پیدا ہو گیا تھا
اسی طرح علوم اور مصطلحات شرعیہ کے مفہوم میں بھی عظیم الشان تفاوت
ہو گیا تھا مثلاً محض اول میں توحید نام تھا اللہ تعالیٰ کے تفرید عبادت
اور تجرید استعانت اور معرفت امور آخرت کا صدق اعتقاد اور
خلوص نیت اور قہر قلب کے ساتھ لیکن زمانہ نابعدین صناعت کلام

طرق مجاہدہ کی شناخت اور مناقضات خصوم پر وقوف اثبات
شبہات اور تالیفات الزامات کا نام توحید رکھا گیا اور یہ لوگ اہل عدل
و توحید کے نام سے پکارے جانے لگے زمانہ خیر القرون میں فقہ کا اطلاق
طریق آخرت و دقائق نفوس اور مقصدات اعمال کی معرفت اور قلب
پر استیلا سے عورت دنیا کو حقیر و نعیم آخرت کو باقی سمجھنے پر ہوتا تھا کیا قال اللہ
تعالیٰ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ ۔
لیکن بعد میں فقہ اس کا نام ہو گیا کہ قادی میں فروع غریبہ کی معرفت ہو
اور انکی دقائق و علل پر آگاہی ہو اور اس میں استکثار کلام کیا جائے اور
اس کے مقالات متعلقہ ذہن میں محفوظ ہوں جس شخص کو ان چیزوں میں تمیق
شدید اور اشتغال کثیر ہو اسی کو لوگ فقیہ سمجھنے لگے تھے حالانکہ اصل میں انکار
و تجوہیت کا نام فقہ تھا نہ تفریعات طلاق و عتاق و لعان و سلم
و اجارہ کا یہ ہی حال لفظ ذکر و تذکیر کا ہے خدا فرماتا ہے فَذَكَرَ قَائِلًا
لِلذَّكَرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ لیکن لوگوں نے مختص و اشعار و شطح و طاماکا
نام ذکر و تذکیر رکھا ہے حالانکہ قصص بدعت کا خیر القرون میں رواج نہ تھا و عطا
میں اشعار خوانی مذموم ہے خدا فرماتا ہے مِمَّا عُلِّمْنَا لَا الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ
اور شطح متصوفہ کی محدثات میں سے ہے اور اس کا ضرر عوام میں عظیم ہے
اور طامات یعنی الفاظ شرع کی ظاہری مفہوم کو امور باطنی کی طسرات

نسب کرنا یہ بھی حرام ہے اور نقصان اس کا ظاہر ہے یہ طرح لفظ حکمت کے نسبت خدا فرماتا ہے۔ یُوْتٰی الْحِکْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَ مَنْ یُّوْتٰی الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا کَثِیْرًا حکمت سے ادا مروا تو اہی الہی اور معارف و حقائق اسلام پر مبنی جو ہر اصول طبعی اور مقتضیات فطرت پر مبنی ہیں اصول شریعت میں لکے اعتبار سے جو شخص حامل علوم و معارف شرعیہ و حقائق صادقہ فطریہ ہو وہ حکیم ہے۔ اگر با بعد زمانہ کے لوگ حکیم اُسکو کہنے لگے تھے جو بڑا طیب و فلسفی و متبحر ہو۔

آج کل کچھ شبہ نہیں کہ کچھلے زمانہ میں مسلمانوں کی دنیا و آخرت دونوں کی حالت نہایت تباہ تھی اور بظاہر اس کے سبب کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی علم و طب جو حشرِ حق و صداقت اور مطلع نورانی تھا وہ حصول مطامع دنیا و اغراض نفسانیہ اور کذب و باطل پرستی کا ظلمت گرد بن گیا تھا اسی قومی انحطاط و افسوس کے زمانہ میں سر سید احمد خان بہادر مرحوم کو قوم کی ذہنی و دماغی ترقی اور اصلاح دنیاوی کا خیال پیدا ہوا اور انھوں نے اپنے غیر معمولی طاقت کے ساتھ مسلمانوں کے دنیاوی فلاح و بہبود میں کوئی دقیقہ جد و جد کا اٹھا نہیں رکھا۔ اور یورپ کی تہذیب اور انگلش لٹریچر کی اعلیٰ تعلیم کو قومی ارتقاء کا اصلی ذریعہ قرار دیا اور ان کے مساعی اور ہمت سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس نے قومی ترقی کی ذہن میں بقدر استعداد مختلف شاہراہیں اختیار کیں

کسی نے محض فلسفہ و سائنس کو قومی ترقی کا ذریعہ سمجھا کسی نے فنون صنعت و حرفت کو قومی ترقی کے لئے لازمی قرار دیا کسی نے محض سیاسی قابلیت کو ترقی کا اصلی گڑھ یا اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ ان تمام خیالات و تدابیر و تفکرات کی تہ میں بعض روشن صداقتیں بھی موجود ہیں اور قومی ترقی کے لئے ان سب علوم و فنون کی اسی قدر سخت و شدید ضرورت تھی جتنی ایک مشین کے لئے آلات و ادوات اور کل پرزوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے جس کے بغیر نہ مشین کمل ہو سکتی ہے اور نہ کچھ کام دے سکتی ہے لیکن وہ اصلی چیز اور وہ محرک و حیدر جو اس مشین کے نقطے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو اس مشین کے تمام کل پرزوں کو حرکت میں لاتی اور چلاتی ہے اور جو اس مشین کے ساتھ روح و قالب کا معلق ہے اس کے جانب کیوں التفات تھا اور حقائق اصول شرعیہ کو غایت سفاہت و نادانی کے ساتھ ہٹا دیا گیا اور ان کے نظریات کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا اور وہ صراطِ مستقیم جس کے از سر نو قائم کرنے میں علامہ ابن تیمیہ ابن قیم و ستاسنی امام شوکانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مجدد العصر مولانا سید احمد صاحب بریلوی اور ان کے رفقاء رحمہم اللہ تعالیٰ و قدس سرہم اور ملا جمال الدین اسد آبادی نے عرق جبین۔ تعویج جسد۔ کرب روح۔ ضیق صدر و ذہاب قوت۔ اذلال نفس و کسر ہوا۔ برداشت کر کے اپنی زندگی ان

قربان کین تھیں وہ ایک ایسی ناقابل گزر پر ہیچ و خم راہ سمجھی گئی تھی جسکی طرف کوئی شخص ایک قدم اٹھانا بھی پسند نہ کرتا تھا اور اس صراط مستقیم کے چلنے والوں پر نہایت گستاخانہ اور بے باکانہ طریقہ پر آوازے کسے جاتے تھے اور ان کا علانیہ مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔

بالنہجہ وار باب نقد و نظر اور صاحب بصیرت علماء تھے وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے انکو اس نئی روشنی کے زمانہ میں بھی بہت سے اہل ظلمت و صاف صاف نظر آتے تھے حکیم الامت مولانا شبلی مرحوم کا یہ ارشاد جو انھوں نے مجلس ندوۃ العلماء میں خطبہ دیتے وقت فرمایا تھا آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ اور قوموں کو تو آگے بڑھنے کی ضرورت ہے مگر مسلمانوں کی قوم کو پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہے۔ اسی راہ سربستہ کو سب سے پہلے والا جاہ نے بے نقاب کیا اور اپنی بالینات کے ذریعہ سے ہندو عرب و عجم میں معارف کتاب و سنت کے دریا بہا دیئے یہ جاننا بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ اس حق و صداقت اور صراط مستقیم تک والا جاہ کی رفتہ رفتہ کس طرح رسائی ہوئی اور اسکی ابتدائی بنیاد کیوں ٹری۔ واقعہ یہ ہے کہ والا جاہ کا زمانہ طفولیت روز ولادت سے حالت عسر و حنین معاش اور بیماری کے ساتھ شروع ہوا تھا اور انھوں نے سن میں ہی پونے تک مادر مہربان کے کنارے عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ چونکہ جدہ مرحوم

اپنی ذاتی قابلیت اور تقدس دینی کے لحاظ سے خود ایک اچھے معلم کی حیثیت رکھتی تھیں اسلئے انھوں نے بچپن ہی کے زمانہ سے مذہبی احترام و صبح خیزی جفاکشی اور رغبت علم پیدا کرنے کے پاکیزہ ابتدائی اصول انکے نقش دل کر دیئے تھے اور جو وقت تک انھوں نے تحصیل علم کے لئے گھر سے قدم باہر نہیں نکالا شفیق مان کی ذاتی قابلیت و وسعت داری نہایت استقلال و سہولت و خاموشی کے ساتھ اپنی موثر تعلیم کا فرض پورا کرتی رہی والا جاہ اپنے وصیت نامہ میں خود ایک مقام پر لکھتے ہیں میں نے جو کچھ پایا وہ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت و اطاعت سے پایا تھا حال انھوں نے اوائل کتب اپنے برادر گرامی قدیر مولانا عرشی مرحوم سے پڑھیں پھر انکو طلب علم کی غرض سے سفر اختیار کرنا پڑا فرخ آباد۔ کانپور اور لکھنؤ میں چند سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے پھر دہلی میں صدر الافاضل مفتی صدر الدین خان بہادر مرحوم صدر الصدوقی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہو گئے اور علوم متداولہ کی تکمیل کی اور تفسیر و فقہ و حدیث و اسماء الرجال و احکام وغیرہ علوم نالیہ شریفہ کے بہت سے نکات بالترتیب جناب شیخ حسین صاحب مرحوم بن حسن انصاری قاضی حدیدہ سے اخذ کیے رفتہ رفتہ طبی علوفطرت اور رغبت و مناسبت کی وجہ سے مزاولت و بصیرت کتاب و سنت کی بیہوشی گئی اور

انکو صاف نظر آگیا کہ اطمینان قلب کا سرمایہ صرف انہی دونوں سے حاصل ہو سکتا ہے
چنانچہ ابقاوا لمن بین خود لکھتے ہیں کہ میں نے ابتداء سے طلب علم میں جہد و
علوم درسیہ متداولہ پڑھتے تھے مزاوت قرآن و حدیث کے بعد مجھ پر واضح
ہو گیا کہ ان میں صفت اخلاص کا وجود نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے وہ خطوط
افسانہ کے ساتھ مخلوط ہیں اسلئے کہ اخلاص کی علامت یہ ہے کہ اشتغال
علم کے وقت رجوع قلب الی اللہ اور جمع علی الرب ہو حالانکہ یہ بات کسی
علم آلی و درسی اور کسی فن متداول میں پائی نہیں جاتی اس سبب سے میرا
دل ہرادی میں پریشان اور ہر صحرایں ہر گردان رہا کرتا تھا یہ صفت خاص
صرف کتاب اللہ کے علم میں ہے کہ اسکے شغل میں جمعیت پیدا ہوتی ہے
اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یا سنت مطہرہ کے صحائف میں جنکو
پڑھ کر بصیرت تامہ حاصل ہوتی ہے باقی علوم میں کچھ تفصیل اوقات
اور کچھ نہیں ہے

بہ ہج کار کتب خوانیت نہی آید جمع خاطر خود نسخہ دست را ہم کن
دو سال دہلی میں رہ کر جب والا جاہ تعلیم علوم دینیہ سے فراغت ملی
حاصل کر چکے تو انکو وجہ معاش پیدا کرنے کی طرف انظار ارا متوجہ ہونا پڑا
اولاً وہ ریاست ٹونک میں بعد ازاں ریاست بھوپال میں
ملازم رہے اور بعد رنج ترقی کرتے گئے جس قدر انکی آمدنی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا

اسی قدر انکو کتب سلف کے جمع کرے اور ان سے مستفیض ہونے کا شوق بڑھتا
جاتا تھا ساتھ ہی اسکے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی مستقل طور پر ترقی کرتا گیا
میں نے انکی اوائل تالیفات کی فہرست مولفات مابعد کے ذیل میں اسی حصہ
کے اخیر میں شامل کر دی ہے مگر اس کا تعین نہایت مشکل ہے کہ کون کتاب
کس تاریخ اور کس سن میں لکھی گئی علاوہ اسکے بعض اتفاقی موانع پیش آجائیں
وجہ سے اکثر کتابیں ان میں کی موجود دستیاب نہیں ہوئیں تاہم جس کتاب کا
سال تالیف معلوم ہو سکا وہ اس کتاب کے نام کے ساتھ درج کر دیا گیا۔

جمع کتب سلف

واشاعت علم

بہت سی نایاب کتابیں انھوں نے عرب سے
مگائیں۔ مثلاً ابن حجر عسقلانی و ذہبی
و شعرائی و منذری و سفارینی و ابن
جوہری و امام سیوطی و حافظ بن الیثم
و شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ و سید محمد بن اسماعیل امیر وقاصی
محمد علی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیفات وغیرہ یہ کتابیں ہندوستان
میں کبریت احمد اور غنقا و مغرب کی طرح مفقود تھیں ان میں بعض مولفات ایسی بھی
ہیں جو مولفین کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں یا انپر مولفین کے دستخط ثبت ہیں۔
پھر ان میں بعض دو سو تین چار سو سال کی تالیف کی ہوئی ہیں اور بعض کی تالیف
کوچھ سات سو اور آٹھ سو سال کا زمانہ گزر چکا ہو۔

ان کتب کے اسماء گرامی سے والا جاہ کی وسعت علم و وقت نظر جویت
فکر اور حُجّت دینی کے جوش کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصارف طبع کتب

غرض جب یہ نادر الوجود بے بہا خزینہ علم
جمع ہو گیا تو انکی طبع فیاض اور معارف
نوازی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور یہ چاہا کہ اس مشرقیہ آب حیات
کو وقت عام کیا جائے تاکہ دوسرے تشنہ لبان علم بھی اس سے سیراب ہوں
یہ خیال آنا تھا کہ انھوں نے بے دریغ اپنے خزانہ دولت کا دروازہ کھول دیا
اور تقریباً ایک لاکھ روپیہ انھوں نے کتب سلف کے چھپوانے اور شائع
کرنے میں صرف کیا طبع نیل الاوطار کے چھپوانے میں بھی ہزار تفسیریں شریع
مع فتح البیان کے چھپوانے میں ہزار روپیہ صرف کیا فتح الباری کا
نسخہ ہندوستان میں بالکل نایاب تھا والا جاہ نے چھ سو روپیہ کلدا قیمت
دیکر اسکو شہر حدیدہ میں خریدا یہ نسخہ ابن علان کے قلم کا لکھا ہوا تھا
پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے مطبع بولاق مصر میں اسکو طبع کرایا اور بلاد ہند
اور مالک غیر میں اسکو مفت تقسیم کیا اسکے بعد مطابع ہند نے اسکو چھاپکر
شائع کیا کئی سو نسخے فتح الباری اور نیل الاوطار کے مصر میں شیخ
احمد علی البابی کے پاس تقسیم سے باقی رہ گئے تھے والا جاہ کی وفات
کے بعد انھوں نے برادر معظم مرحوم کو اور راقم الحروف کو اسکی اطلاع دی

ہم لوگوں نے ان نخون کو کتب خانہ بائے حریم محترمین زاد اللہ ثمر فہما
کے لئے وقت کر دیا۔

علوم زیر تالیف

قطع نظر اس ایثار زر و علم کے تمام انواع علوم
اور اضافت فنون پر انھوں نے عربی و فارسی اور

اردو میں کتابیں تالیف کیں چنانچہ انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔
صرف۔ نحو۔ علم الاشتقاق۔ لغت۔ بدیع۔ ادب۔ تفسیر
حدیث۔ فقہ حدیث۔ اصول فقہ۔ عقائد۔ ذم الکلام والتاویل
موعظت۔ وظائف و اذکار۔ علم الاخلاق۔ تصوف۔ علم الاسناد
قرآن و حدیث۔ علم شعر و انشاء۔ و طبقات۔ تاریخ و سیر۔ تذکرہ
مناقب۔ آداب القضاء وغیرہ۔

کتب سلف

والا جاہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ میں نے جو کچھ
تالیف و تصنیف کیا اس کا استفادہ ائمہ سلف

سے استفادہ

اور علماء متقدمین ملت کی کتابوں سے کیا۔ علماء
متاخرین کی کتابوں سے بہت کم میں نے اخذ کیا ہے

اسی لئے کہ جو صفت امانت و دیانت سلف اہل علم میں پائی جاتی ہے اب
وہ کچھ بچوں میں پائی نہیں جاتی سلف کا اختلاف مناظرہ اور تحقیق حق پر

بنی تھانہ مکایرہ و مجادلہ و عصیت و ہوی پر۔ وہ لوگ دین میں بڑے
متقی اور متدین اور محقق تھے انکو ہر مسئلہ کے بیان کرنے میں اور ہر علم
میں اور ہر حکم و فتوے میں اتباع حق ملحوظ خاطر رہا کرتا تھا اللہ تعالیٰ
نے انکو خلف کے رزق و رزق و بنی بن سے محفوظ اور عافیت میں رکھا تھا
علماء متاخرین کا مناظرہ زیادہ سب و شتم اور عصیت و ہوی پر مشتمل
ہوا کرتا ہے جسکی بنیاد جبل محض پر ہوا کرتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

ان من العلم جھلا

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ۔

میری تالیفات کا غالب حصہ علماء و سچین کے تراجم اور آثار و سلف کے
نقول پر مبنی ہے جو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ یا نقل کیے
گئے ہیں جو پھر میں نے اپنے تالیفات میں لکھا ہے وہ حقیقت علماء و سابقین
اور ائمہ امت کا علم ہے نہ میرا علم و اجتہاد میں تو صرف انکا احتمال و نقل
ہوں میں نے اس محل نقل کو دیانت و امانت کے ساتھ ادا کیا ہے آمین
کوئی سرقت یا خیانت نہیں کی ہاں البتہ اس امر کا میں نے التزام رکھا ہے
کہ جو قول راجح ہوا اسکو نقل کر دیا اور جو مذہب قوی ہوا اسکو ظاہر کر دیا
اور موافقت قرآن و حدیث کو ملحوظ رکھوں اور اسے مجھ سے پرہیز و تجذیر کر دیا

۱۷۱ ابقار المن صفحہ ۵۰۔

فتویٰ کی بنیاد علم حق اور تقویٰ پر ہونا چاہیے نہ تاویل و تحیل اور اقوال ضعیفہ
میں نے ہر معاملہ میں عملاً قول اصح و اصح کو اختیار کیا ہے خواہ وہ عبادت
و ذکر و عباد کے متعلق ہو یا کسی اور معاملہ سے علاقہ رکھتا ہو شرائع کی کثرت
ظاہر ہے اور سب پر عمل کرنا معلوم اسلئے اہم کو مقدم کرنا لازم ہے۔

نقل عبارت کی عبارت نقل کرتا ہوں تو مجھ کو دو امر کا نہایت

غیر میں احتیاط

اہتمام رہتا ہے ایک تو یہ کہ جسکی وہ عبارت ہو
اس کا نام لکھا جائے میں کسی عالم کی تحقیق کو تسلیم کیا
و تسلیم اپنی طرف منسوب کرنا خیانت جانتا ہوں دوسرے یہ کہ جو
نقل کیا جائے وہ صحیح اور اصل کے مطابق ہو۔

خصوصیت تالیف

میری ہر ایک تالیف اد کہ صحیحہ کے ذکر
کے ساتھ مشید ہے۔ ایسی ایک کتاب

تتقید و انصاف

بھی نہیں جماد کہ کتاب و سنت کے ذکر سے اور تخریج سے خالی ہو۔
والا جاہ کو تنقید پر ہر وقت نظر رہا کرتی تھی
وہ لکھتے ہیں کہ جب طرح امام شوکانی نے
نے فتح الباری کے بعض مواقع پر جسکی شان میں لایحیرہ بعد الفتح

۱۷۱ ابقار المن صفحہ ۵۰۔

کہا گیا ہے انتقاد کیا ہے بطرح میں نے بھی امام شوکانی۔ علامہ ابن تیمیہ۔ اور حافظ بن لقیم وغیرہما پر انتقاد کیا ہے صرف اس بنا پر کہ میرے نزدیک اسکی مخالفت دلیل صحیح موجود تھی لیکن ایسا کرنے سے نہ انکی رفعت و شان میں کچھ کمی ہو سکتی ہے نہ میرا مرتبہ علم انکے برابر یا اسے زیادہ ہو سکتا ہے میرا تمام علم انکے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جس طرح ایک قطرہ بحر محیط کے سامنے یا ایک ذرہ آفتاب کے سامنے اصل یہ ہے کہ موافقت ظاہر کتاب و سنت ہر ایک عالم پر واجب ہے اور جس چیز کی دلیل کا علم ہو نہ ہو ہم اس میں ہر طرح معذور ہیں۔

تالیفات کا فرق مراتب اپنے مولفات کے فرق مراتب کے نسبت وہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک تالیف ایک شان اور ایک مرتبہ کی بنیں ہو کرتی جو کتاب زمانہ طالب علمی میں تالیف و تصنیف کی جاتی ہے یا ابتداء فضیلت میں لکھی جاتی ہے وہ ناقص اور غیر محقق ہو کرتی ہے اس میں رطب و یابس کا اختلاط ہوتا ہے اور جو تالیف تکمیل درس تخریف اور علوم و ادب علم اور قوت مراتب فہم اور عبور تمام کے بعد ہو کرتی ہے اسکی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے تا فہم اور نادان لوگ ہر ایک عالم کی اگلی پھلی تالیفات سے بلا امتیاز اور بغیر فرق مراتب کو سمجھے کسی مسئلہ ضعیف کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا کسی بدعت کی سند

لایا کرتے ہیں یا یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ فلان قول یا مسئلہ فلان عالم کی کتاب میں غلط اور مردود ہے کاش اگر پہلے عالم کے معتقد اور غیر معتقد ہونے کا علم حاصل کر لیا جاتا اور معتبر اور غیر معتبر کتابوں کا فرق سمجھ لیا جاتا تو پھر نزل بالکل صحیح ہوتا اور اس سے بہت کچھ نفع حاصل ہوتا مگر افسوس تو یہ ہی ہے کہ اکثر اہل عصر انصاف سے دور اور جو رواعت سے نزدیک ہو گئے ہیں الامن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مستند تالیفات اسکے بعد لکھتے ہیں میری تالیفات میں سے جو کتابیں معتبر یا علم الہی کے ہونے کا درجہ مستحق ہیں وہ یہ ہیں فتح البیان۔ عون الباری۔ سراج الوہاج۔ حضرت النجلی۔ تلج المکمل۔ مسک اختتام۔ نیل المرام۔ کلیل الکرامہ۔ حصول المامول۔ ذخرا لمحتی۔ روضۃ الندیہ۔ طہر اللامضیٰ جنہ رسالہ دوزخ۔ نزل الابرار۔ افادۃ الشیوخ۔ بدور الابلہ۔ تقصار حج الکرامہ۔ دلیل الطالب۔ ریاض المتقاض۔ ضوء الشمس۔ خیرۃ الخیر۔ لسان العرفان ہر دو شرح۔ در الہدیۃ انتقاد خط رسالہ ذم علم الکلام۔ اربعین اخبار متواترہ۔ معقدا المنقذ۔ اجوبہ بعض۔ اسولہ اعلام۔ رسالہ احتوی۔ رسالہ ناسخ و منسوخ۔ احتاج النبلا۔ اور جو کتابیں اسکے بعد تالیف ہوئیں۔

تالیفات ذاتی کے متعلق انصاف

پھر لکھتے ہیں کہ میں اہل علم و دین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جو مسئلہ میری کتاب میں کتاب و سنت کے نص صحیح کے خلاف ہو اسکو اٹھا کر دیوار پر بار دین اور جو مسئلہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اسکو قبول کریں دوسرے علماء کے ساتھ بھی میرا یہی طریقہ عمل ہے جو بات نصوص کے متضاد ہوتی ہے اگرچہ وہ بڑے سے بڑے عالم و فاضل نے اپنی کتاب میں لکھی ہو میں اسکو قبول نہیں کرتا مثلاً علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ ایک روز نارا جہنم فنا ہو جائیگی میں اسکو تسلیم نہیں کرتا یا مثلاً ابن عربی کا یہ قول کہ فرعون ایمان پر مرا ہے میں اسکو قبول نہیں کرتا یا خلاف اسکے اس قول کو تسلیم اور اختیار کرتا ہوں جو مطابق کتاب و سنت ہو مثلاً میں شیخ عبدالحق دہلوی کے اس قول کی تائید کرتا ہوں کہ بدعت اگرچہ حسنہ ہی کیونکہ نہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور آخر کار ختم و طبع دین کی نوبت آجاتی ہے اور سنت اگرچہ قلیل ہی ہو اس سے دلیلیں نور پیدا ہوتا ہے یہی ضابطہ میں نے اپنے تالیفات کے حق میں اختیار کیا ہے اور اسی کو پسند کرتا ہوں تاکہ میں یوم قیامت میں بری الذمہ رہوں۔

تصنیفات کی مقبولیت والا جاہ کے لئے یہ کچھ کم فخر و سرت کی

بات نہیں ہے کہ انکے مولفات انکے زمانہ حیات ہی میں چھپکر شایع ہوئیں اور تمام اطراف ہند اور بیرونی ممالک کے جوانب و نواح میں پھیل گئیں اور اہل عرب و عجم نے انکو حسن قبول کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا اور انکی مدح میں مضامین اور تقریظیں لکھیں جن جن غیر ملکوں میں ان کی اشاعت ہوئی وہ یہ ہیں۔

مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ حلب۔ جزائر۔ عدن۔ بغداد۔ مصر۔ شام۔ اباعریش۔ صفا۔ عسیر۔ مرادعہ۔ بیت الفقیہ۔ حدیدہ۔ یمن۔ عراق۔ قدس۔ طرابلس۔ بلغاریہ۔ اسکندریہ۔ نجد۔ بیروت۔ قسطنطنیہ۔ زبید۔ قازان۔ دمشق۔ صفیان۔ طہران۔ ایران۔ کابل۔ خراسان۔

مالک ہند میں جن بڑے بڑے مقامات میں انکی اشاعت ہوئی وہ ہیں کلکتہ۔ بمبئی۔ عظیم آباد۔ سلٹ۔ جہانگیر نگر۔ اکبر آباد۔ دہلی۔ لاہور۔ پشاور۔ کشمیر۔ لکھنؤ۔ بنارس۔ بھوپال۔ رامپور۔ ٹونک۔ حیدر آباد دکن وغیرہ۔

سلیم فارس آفندی بن احمد فارس صاحب جاسوس و مدیر الجوائب نے ان تمام تقریظوں کو جو والا جاہ کی مولفات پر لکھی گئیں تھیں جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل میں ان کو شایع کیا اور اس کا نام قرۃ الاعیان و سرة الاذیان رکھا۔

علی اکبر عصر جن اکابر علما عصر نے والا جاہ کے مؤلفات پر تقرظیں
 اور انکی طرح میں اشعار اور تنقیدی مضامین لکھے انکے نام یہ ہیں شیخ ابراہیم
 آفندی محمد ثمرات الفنون قسطنطنیہ شیخ یوسف آفندی الایسیر سید خلیل
 آفندی بربر حضرت فضیلتا و شیخ محمود آفندی مفتی شام سید عبد الغنی الدینی
 سید محمد اسحاق آفندی الادوی طرابلسی نائب عکار شیخ سین آفندی منقاو
 شیخ ابراہیم عبد الغفار الدسوقی مدرس جامع ازہر سید محمد صالح تقی الدین
 لقیب السادة الاشراف شہر قدس سید محمد ابن امیر الشہیرہ عبد القادر الخزاز
 شیخ محمود العالم مقام حرم المحترم محمد بن احمد بن عبد الباری شیخ سلیمان بن
 محمد الابدل مفتی شہر زبید شیخ محمد بن عبد اللہ امام المدرس السید احرام شیخ محمد بن
 جن مدنی الحلوانی شیخ علی بن عبد اللہ شامی الکنانی شیخ یحییٰ بن محمد مفتی
 شہر حدیدہ شیخ ابن جن الحلوانی المدنی مدرس روضۃ مطہرہ بنوی صلی علیہ وسلم شیخ
 محمد بن سعد الدین الفصاری بمبئی سید حسن تاج المدنی خطیب امام المدرس فی السجده
 الشریف النبوی آلوسی زادہ سید نعمان آفندی بغدادی یوسف البہسانی
 جن لوگوں نے والا جاہ کے بعض حالات و سوانح زندگی مرتب کیے اور بعض
 کتابوں میں لکھے ان لوگوں کے اور ان کتابوں کے نام یہ ہیں تفسیر فتح البیان
 اسکے دیباچہ میں استاذی سیدی سندھی مولانا مولوی ابوالحسن ذوالفقار احمد
 صاحب نقوی مرحوم نے انکے حالات تحریر کیے مولانا مولوی شیخ عبد الرشید

شویانی مرحوم نے رسالہ من التقی کشف احوال المتقیین میں ضخماً اور کثرتاً قطرب
العیب فی ترجمہ الامام ابی طیب میں مستقلاً اور شیخ علامہ محمد قاسم مصری نے
خاتمہ روضۃ الندیہ شرح درر البیہین احمد فارس آفندی نے جاسوس علی القاکا
میں سوانح زندگی جمع کیے۔ جلاء العینین مطبوعہ مصر کے اوائل و اخیرین بھی
انکا تذکرہ درج ہے۔

مقامات اشاعت کتب

احمد قاریس آفندی نے اپنے اختیار

ایجوٹب مطبوعہ باب عالی ۲۳ صفر

۱۹۷۷ء ہجری کے آخری صفحہ میں لکھا ہے کہ والا جاہ کی تالیفات مقامات
ذیل میں ان اشخاص سے مل سکتی ہیں۔

احمد آفندی آغشی - شیخ احمد حلبی البانی شهر مصر حلبی آفندی
 غزو زمی - شهر اسکندریه - بشارت آفندی الشداق - شهر بیروت
 ملاهر آفندی مشاط شهر جدّه - سید احمد بن ناصر دارا خلافت قسطنطنیه
 عبداللّٰه حسن علی رجب بک شهر عدن - شیخ عیسی بن قرطاس
 شهر بصره - عبدالقادر بک حشمت شهر بغداد - سید محمد العربی رئیس
 شهر تونس - سید علی بن محمد بن ابراهیم - بیبی -

علاوہ ان کے شیخ محی الدین صاحب تاج سرتب شہر لاہور
 ۱۵۰۰ حضرات میں اکثر ائمہ و فاضلین نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۱ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۲ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۳ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۴ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۵ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۶ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۷ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۸ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۰۹ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔
 ۱۵۱۰ حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی نے ہجرت فرمائی۔

۱۰۴ حکیم بن محمد احمد

مولوی عید المجید صاحب دہلوی مالک مطبع انصاری دہلی مصطفیٰ
خانصاحب مالک مطبع نظامی شہر کانپور میر صاحب علی صاحب
تاجر کتب شہر بھوپال اور کتب خانہ والا جاہ شہر بھوپال وغیرہ مقالات میں
اشخاص مذکور سے بھی موافقات والا جاہ کی اشاعت جاری رہا کرتی تھی۔

اعتراضات سات آنچھ لوگوں نے ہندوستان میں بعض موافقات
والا جاہ پر ایراد و اعتراض کیا۔ مدراس میں تین چار
شخصوں نے بعض رسائل پر اعتراض کیے اور ان کو چھپو کر شائع کیا ایک
صاحب نے رسالہ احتوی علی مسئلۃ الاحتموی کا رد لکھا جس کا
جواب ابجواب مولوی عبدالقادر صاحب آرکائی اور یہ نظام الدین
صاحب میل پوری نے چھپو کر شائع کیا۔ ایک صاحب نے جبکا نام
عبدالقادر خانہ انھوں نے سلہٹ میں رسالہ نیج المقبول کے دو ایک
مسکون پر اعتراض کیا۔ مثلاً مال تجارت پر مذکورہ کا واجب ہونا اسکا
جواب بھی علمائے معاصرین کی جانب سے دیا گیا۔ ایک صاحب نے
لکھنؤ میں اتحاد النبلا کے سنوات و وفیات پر جو کشف لفظوں
وغیرہ سے نقل کیے گئے تھے عدم صحت کا اعتراض کیا حالانکہ وفیات کا
اختلاف قدیم سے علماء و سابقین کی کتابوں میں چلا آتا ہوا نقل پر صحیح نقل
کے سوا کوئی ذمہ داری لازم نہیں آتی۔

والا جاہ لکھتے ہیں کہ بڑی شکل یہ ہے کہ میں تو دلیل کے مذہب کتا ہوں
اور لوگ مجھے تقلید کے بنا پر اعتراض کرتے ہیں اسی طرح کمرل ایڈورڈ
فائڈیک نے اپنی کتاب التقاء القنوع میں والا جاہ پر بعض بدیہی
البطالان الزامات لگانے کی کوشش کی ہے کسی جگہ تو انکی تالیفات
کو علماء عصر کے اسما و گرامی سے منسوب کیا حالانکہ والا جاہ کی قد شناسی
کی وجہ سے جو اہل علم ریاست بھوپال میں موجود اور اسکے معاصر تھے
مثلاً مولانا مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم سہوانی۔ مولانا مولوی
عبدالباری صاحب مرحوم سہوانی مولانا مولوی شیخ محمد صاحب
مرحوم پھلی شہری قاضی ریاست مولانا مولوی محمد ایوب صاحب
مرحوم مفتی ریاست استاذنا المحترم مولانا مولوی ذوالفقار احمد صاحب
مرحوم وغیرہ انہیں سے جو اہل قلم گذرے ہیں انکی مولفہ کتابیں ملک میں شائع
ہو چکی ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ انکی طرز تحریر سلیقہ عبارت انداز بیان
طریقہ استدلال تحسین معانی و مطالب دقت نظر اور وسعت معلومات کا
لہ کر نل موصوف کے الفاظ میں ہیں فعندنا ما اغنی بالمال جمع الیہ عیار و یسل فاتباع الکتاب
حفظ الید من کل جهة و جمع مکتبہ کثیر و کثرت من حوالیہ من العلماء بالذلیف ثم اخل مصنفاتہ
ونسبها لنفسہ۔ یہ دو مرتبہ مقام پر لکھا ہے۔ کان یختار الکتاب القدیمۃ الشیخہ
انکی منہا سوی الشخصۃ الواحدۃ ویخیر العنوان ویبذلہ باسم آخر
ویضع علی الصحیفۃ الاولی اسمہ مع القابہ الفخر۔

فرق و امتیاز والا جاہ کی روش تالیفات اوائل و آخر کی تحریر و تفسیر عبارت
تنوعات بیان تحقیق مسائل تلاش معانی و مطالب اور قوت انتقاد کے
مقابلے سے بخوبی ہو سکتا ہے اس وقت بھی ایسے لوگ ریاست میں کثرت
سے موجود ہیں جنہوں نے والا جاہ کی روزانہ غایت مصروفیت و انہماک
کو تالیف و تصنیف میں اور انکی جودت تحریر اور سریع السیر قلم کی گردش کو
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

کسی جگہ یہ الزام لگایا ہے کہ جن کتب قدیمہ کا صرف ایک نسخہ واحد باقی گیا
تھا اٹھکانام بد لکھراٹکو اپنے نام سے مخبر القاب کے ساتھ شائع کیا حالانکہ اولاً
قلمی کتابوں کا کثرت سے ملنا ہی دشوار ہے جنکا کوئی نسخہ ایک کے سوا
کبھی بھی موجود نہ ہو قطع نظر اسکے اگر انکی مولفہ کتابیں بجائے دہن سو کے دو
چار یا دس پانچ ہوں تو شاید یہ ممکن ہو تاکہ اتھارے عرق ریزی کے ساتھ ہی
چند نادرا الوجود و عظیم النظیر کتابیں حاصل کر کے اور انکے نام بد لکھراٹکو اپنے نام
سے شائع کر دیا جائے اس سے بھی بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ انکی موافقت
مالاک حجاز و مصر اور ہند میں چھپ کر تمام دنیا میں شائع ہوئیں اور عرب و
عجم و ہند کے اکابر علمائے اٹکو مطالعہ کیا مگر کسی کو کرنل موصوف کے سوا
اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی۔

مجددیت و اجتہاد - ہندوستان کے بعض علماء عصر نے عدل

و دیانت کو ملحوظ رکھ کر اور احیاء سنت و امانت بدعت اشاعت کتب
دینیہ اور نشر علوم و معارف شرعیہ میں والا جاہ کے مساعی جمیلہ پر نظر
کر کے بفرمائے حدیث بیست اللہ فی ہذا اکامہ علی راس کل سنة من
تجدد لہما دینہما انکے مجدد و ثالث من الف ثانی ہونے کا اعتراف
کیا اور دلائل صحیحہ کے ساتھ ربط مسائل کو دیکھ کر انکو مجتہد خیال کیا۔

مگر والا جاہ ہمیشہ اس سے ابا اور انکار کرتے رہے چنانچہ ایک مقام
پر وہ لکھتے ہیں نہ مجھ کو دعویٰ اجتہاد ہے نہ دعویٰ تجدید اگرچہ بعض
معاصرین نے مجھ کو سب کچھ ٹھہرا دیا شاید انکا یہ خیال انظار ہزل کے طور پر
ہو گا نہ جد کے طریق پر حالانکہ میرے نزدیک مجھ میں نہ کوئی شرط اجتہاد کی
پائی جاتی ہے نہ کوئی صفت تجدید کی نہ شان مولویت کی میں ان الفاظ سے
نہایت پریشان خاطر ہوتا ہوں حدیث شریف میں ہے **الْمُتَّقِعُ بِالدُّعَاءِ**
بِیْسِ ثَوْبِ الذُّورِ میرے ہاتھ سے عربی و فارسی وارد و میں کتب فقہ
سنت کا رواج ضرور ہوا اور عرب و عجم تک پہنچا شاید اسی بنا پر مجھ کو مجدد
لکھ دیا گیا۔ اور ازلہ کے ساتھ ربط مسائل دیکھ کر مجتہد ٹھہرا دیا گیا لیکن یہ
کوئی ایسی بڑی حتم بالشان بات نہیں ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام علماء
امت سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اسکے بندوں پر آیات اللہ کو ظاہر کریں
کتمان علم پر وعید نازل آئی ہے میرا حال یہ ہے کہ میں و خائف علم سے

غیر وہ رہتا ہوں نہ درس و تدریس کرتا ہوں نہ کسی کو اپنا شاگرد بناتا ہوں نہ
 کبھی کسی فتوے پر دستخط کرتا ہوں نہ کسی کو اپنا مرید و متقصد بنا چاہتا ہوں
 میں تو ایک خادم کتاب و سنت ہوں اور وہ بھی اس غرض سے کہ اپنے
 نفس کی تہذیب کروں اور باقی مسلمانوں کو اگر توفیق دین ہو تو انکو بھی میرے
 مولفات سے نفع پہنچے مگر ساتھ ہی اسکے مجھ کو یہ خوف بھی لگا رہتا ہے
 کہ میں یہ علم روز قیامت میں مجھ پر حجت نہو جائے اسلئے کہ عالم بے عمل کی
 سزا اور جزا ایک جاہل سے کہیں زیادہ سخت ہے بالشد اعظم عامہ مسلمین
 اور جہاں مومنین دین اور دنیا کے اعتبار سے مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہیں
 دنیا میں تو اس لئے کہ وہ ان مباحث و شکوک اور ریلے بالکل محفوظ
 رہتے ہیں جو فقہاء اور علماء پر مستولی رہا کرتے ہیں اور دین میں اسلئے کہ
 بالہوں کے گناہوں سے اللہ تعالیٰ انکے جہل و نادانی کے سبب سے
 وہ باز پرس نہ کریگا جو عالموں سے کیجائیگی غرض جان ایک عجیب خطرہ
 میں گرفتار ہے اگر خدا نے فضل کیا تو فواہ المراد ورنہ ہلاکت تو نقد وقت
 ہی ہے اللہم غفر۔

والا جاہ کی طینت جسطرح ذوق علم و معرفت اور
 محبت کتاب و سنت کے آب و گل سے
 سرشت ہوئی تھی اسقدر انکا خمیر طبیعت چاشنی عشق شعر و سخن اور لبت

سوز و گداز سے مخمر ہوا تھا اور موزونیت بد و شعور سے وہ اپنے ساتھ لے
 تھے انکے ذرہ علم و فضل و کمال کے سامنے فن شعر و سخن اگرچہ حقیر ترین
 اور ادنیٰ و اقویٰ درجہ رکھتا تھا اور وہ اس سے اکثر محترم تر ہا کرتے تھے مگر
 مذاق شاعری انکے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھا ہزاروں
 اشعار عربی و فارسی واردہ کے انکے نوک زبان پر رہتے تھے انکے شعرو
 سخن کا ذوق خود انکی تالیفات سے صاف واضح و عیان ہوتا ہے انکے
 مولفات میں کوئی صفحہ کمتر یا پایا جاوے گا جو اشعار سے خالی ہو۔
 مانہ بودیم بدین مرتبہ ضعیف غالب شعر خود خواہش آن کر دکھ کر دین
 وہ خود لکھتے ہیں کہ در بدایت شعور گاہے ماہے بر آستانہ سخن
 می شستم و گوش بر آواز چشم بر راہ کلام موزون می انداختم
 عمر ہمار جلودل دیوانہ شتم و بجائے نرسیدم و سالہا در پے کاروان نالہ افتادم
 و بقلے نہ رسیدم۔

میرزا جلال دیدہ واہ جگر سوزم امیر الممالک الا جاہ عشق خانان عزم
 تذکرہ شمع نجمین کے ذکر میں وہ لکھتے ہیں۔

این صحیفہ موزون کہ در رنگ سبزہ بیگانہ در چین تالیفات
 شریعہ ابن جویش زمانہ دیمیدہ است محض بولولہ سوز و
 گداز قدیم از آتش کہہ دل بتیاب چون دخان سر بہ بالاکشہ

وہراے احاطہ مذاق خواطر آشنا و بیگانہ ہجو چاشنی برآمدہ
الوان نعمت بہر سیدہ ورنہ درین ہنگام خود سرے باین
سودا نیست امر و زور و بزم عوض ہو با کے مشان تہلیل
خدا پرستان است

بجائے نعمت نے صوت دلکش حافظ بجائے جرئت سے یادہ ہجرت دوست
طبعی ذوق کے علاوہ والا جاہ کو دہلی میں مشاہیر شعرائے فارسی
وارد کی صحبتوں اور مشاعروں میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا بار بار اتفاق
ہوا اور جلوت و خلوت میں ان کے ریاض طبائع اور گلشن افکار کے
گلہائے شاداب و روح افزا سے وہ اپنے حبیب و دامن کو بھرتے رہتے
دش گلچین گلستان بہار ش بودم کہ گلشن نگے گاہ بدامان نظر سے
عند لیبان گلشن راز و نیاز کی دلکش و دلآویز ترنم سرائی اور نغمہ خوانی نے
اور پروانہ صفت دل سوخنکان محفل سوز و گداز کے تلخ نوائی اور کیفیت
وجہ دانی نے ان کے مذاق شاعری میں تازہ روح پھونک کر انکو اصناف
سخن و انواع معانی کا ذوق آشنا بنادیا اور ان میں سخن شناسی سخن فہمی
اور سخن سنجی کا جو ہر پیدا کر دیا۔ میرا در معظم مرحوم نے اپنے تذکرہ
طویر کلیم میں لکھا ہے۔

ہر چند کہ سخنوران بسیار بودہ باشند اما سخن فہمی باین منزلت

شاید کہ چشم روزگار ندیدہ باشد۔ یہ جو ہر کمال امکا جزو طبیعت ہو گیا
تھا اور مذاق شاعری آخر عمر تک قائم رہا وہ خود شمع الجہنم میں
لکھتے ہیں کہ۔

ہر چند کہ می خواہم کہ پائے خامہ را خائبندم و سرگردانی
اور ادر وادی خیال نہ پسندم اما ذوق فطری را چہ کنم
کہ بے خواستہ بر سخن طرازی می آرد و با حرف پرستمون
و معنی موزون شناسامی سازد و صفیرے از شکاف نفس
دل دردمند بیرون می دہد۔

پھر اپنے دیوان گل رعنا کے اخیر صفحہ میں لکھتے ہیں ہر تدر کہ
مینی از اتفاقات است و ہر چہ ہست از واردات نہ انفر
ہر اس نہ بخسین سپاس سے

سہم کو فئے دلم و شکست کا خود ہست و گرنہ گبر و مسلمان رواج می طلب
ابتداء سے عمر میں والا جاہ کا تخلص روحی تھا کہ علیہ عالیہ سے کل
ثانی کے بعد ان کے اصرار سے تو اب تخلص رکھا مگر بعد میں انھوں نے
اپنا تخلص توفیق پسند کیا اور اسی نام سے اپنا دیوان گل رعنا
شایع کیا۔

اولاً انھوں نے سلسلہ ہجری میں نفع لطیب من ذکر المنزل و آب

کے نام سے ایک مجموعہ نظم فارسی جمع کیا اور اس میں علاوہ اپنے شعاع کے
ابو حاق طعمہ کے طرز پر اساتذہ متقدمین اور شعرائے شایقین کے بعض
کلام کو تغیر سیر اور تصرف قلیل کے ساتھ مرتب کر کے اسکو اتباع کتابت
سنت کے گھائے رنگارنگ کا ایک ایسا چمنستان جافرا بنا دیا کہ جس کے
خوشبوئے عطر آگین سے گلچینان علم و معرفت اپنا مشام جان تازہ کر سکیں
اور خارزارِ دماغِ تقلید سے اپنا دامن بچا سکیں۔ اس مجموعہ نظم سے چند
اشعار منتخب کر کے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

کئی اشعارے لب و سحر کتاب را در باب جلوہ سنن مستطاب را

دیگر

لے از خوشتر از ہر دین است این ما چو نقش سذت تو مدار و نگین ما
نواب گوشہ گیر قناعت شستہ ایم قرآن ما و سذت ما ہم نشین ما

دیگر

حرف لب لعل تو در روح چھنسا دل زلف سنن بر رخ دین شرح چھنسا
ہر کس کہ دین حق تمتع ز سنن یافت خضر رہ دین آمدہ درد ویر چھنسا

دیگر

منکظا ہر ہمہ آلودہ دنیا ہستم ایزد مہر دز گیتی ہمہ تن پاک مرا
ہستی آخرت و نیستی این عالم چہ قلبہ کرد درین مسئلہ چالاک مرا

دیگر

مہر بجا نہ تقلید زین لباس مرا بحال خود بگزار اسے خد شاس مرا

دیگر

در زمین ہند ہرگز آرزوئے مرگ نیست باد و قہر آستان طیبہ یارب خاک مرا

دیگر

حدیث دوست کہ دشمن گروان من نیست گزین بیان من بہترین فغان من است
فیض علم سنن از دو کون آزاد م خط حدیث ز غمنا خطا مان من است

دیگر

ز کشتہ سختی یا ران را سے بیز ادم حدیث غیر سرودن نہ ستم دلدار است
معدن چہ عجب گرہ نیم بخشنہ قباہی طلسم آفکس کہ ازین عاری است
بہر طیبہ بنا لند حافظ و نواب کہ ماد و عاشق زار ہم و کار ما زار است

دیگر

حدیث دوست ترم بدوست مانند است گمان بہر کہ مرا این بندہ بی خداوند است
دل کسے اگر از اتباع راضی نیست پے کے غیر ہمہ چگونہ خرم سند است
پناہ نیست بجز سایہ سنن نواب درین زمان کہ ز تقلید فتنہ چھند است

دیگر

خارزار را یا ران نقش دگر بر کشید عالم دین نبوت گلشن بچار دشت است

گفت جانظہ دید چون نگین بای نواب را
بلبلے برگ گل غشترنگ منقار دشت
شاه جهان کتاب رخ ملک ملت است
خلو نشین حبس احوال دشت است
نورائے میگزینی دمن سنت نبی
تقدیر ہر کس زخلاق و نصرت است
جان می طلبد لقاے سنت
دل می چسبدا زبرائے سنت
من سر مرے رائے کس نخواہم
چشم من و خاک پایے سنت
اے باد مدینہ نہ کہتے آ
انگلشن جانفراے سنت
جذبہ شوق چو از جانب کنعان بر سخت
یوے پیرا ہن یوسف ز گریبان بر سخت
دل بدر رفت نہ پہلو سوئے دام کا کل
چون اسیرے کہ جنون کردہ زندان بر سخت
یاد من رو شد و از دل بے درد ان رفت
نام من غم شد و از خاطر باران بر سخت
مرنج جانم اگر رفت امتحان باقی است
ہنوز از تن من مشت استخوان باقی است
بخاک فتم و لیکن ز تاب تش عشق
ہوئے سجدہ بران خاک تان باقی است
ننان بلبل بیدل اگر شدیم زباغ
کہ کنج دم زمین و ز تو آشیان باقی است
گرفتیل بہر شکم باطروئے زمین
کشیم آہ کہ تسخیر آسمان باقی است

دیگر

دیگر

دیگر

دیگر

شگفت چیت گر زخم دل شود کاری
تسم لب لعل نمک نشان باقی است
بیایا کہ ز جان فگار در شب ہر
چو آفتاب لب بام کیشان باقی است
بیگ و بوسہ دل مضطرب نیایا
تلا فی شرب غمہائے بیکران باقی است
غریب رائے عزیزان کجا خورم کہ مرا
حدیث سید کونین بر زبان باقی است
خشم سنت اگر آشفته بیانی داد
دشمن بدھیا تان سینر زبانی داد
راہ باطل بود آن رہ کہ فلا نے داد
راہ حق ملکیت بجز راہ کتاب سنت
غیر سنت دہی لے نکسے لے نواب
بند ظلمت آن باش کہ آئے داد
پنت بندام ناخواندہ رسم جاہلیت را
بسو قبلہ بدعت رخ ایمان نہی آید
ترک سنت گزینان بدعت
از تو آید ز ما نہی آید
نہ خود را کہ اندرہ برد عالم را
فقیہ کہ در سنگریسل نشین
شگفت آہ کہ ہر رائے خود کویداری
ندیدم گفت و گفت و گشت نشین
فدائے قائل عاشق نواز کوشیستم
پستہ می کشد و ہزار می گزید

دیگر

دیگر

دیگر

دیگر

دیگر

صلح و شام دل آشفتگان سنت است
بیاد حضرت پروردگاری گزرد

دیگر

دل تقلید پیوند آتش افشوده ماند
زبان کلت از سنت چرخ مرده ماند

دیگر

هر سرورم از سنن ناله تسلیم
جان دور افتاده از شوال
بشنو از نه چون حکایت میکند
اجساد ایها شکایت میکند

دیگر

بیا بگلشن سنت که رنگ و بو بینی
نه روید از گل تقلید بزرگ یاه دیگر

دیگر

ستم از نشئه دین دهر بکام است امروز
باده میگذرد طلیعه بکام است امروز
ناصری چون نغم دست بر قرآن حدیث
آن کدام است که بی شاه جام است امروز

دیگر

عالم عدو سنت و تنها من ضعیف
تو اب گونا گویا سنت که کحل است
آوخ هجوم کار دین قلت فرص
تو یوسفی و قفسه حسن لقصص

دیگر

ساقی بیا که موسم عیش است انبساط
خدا هم شدن بسیرت من اینها الصراط
مارا بعر شیب چه حاصل بود ز لای
چون شاب پانه نهادم بران لباط

دیگر

عمر یانی مان شد در پی آرا تلف

دیگر

تا جانب حدیث نبی رو نهاده ایم
هم جانان کتاب سمادی سپرده ایم

دیگر

چند بریدگان مائل و غافل باشم
پند آه که جدا از سبق سنت حق

دیگر

بهر از سنت قرآن چه تواند بود
خوشر از مایه ایمان چه تواند بود

دیگر

دهد تجلی سنت لقاے شاهجهان
روح سنت احمد حسن بهر است

دیگر

منع حدیث خیر بشر میکند فقیه
حسن حدیث یا در رخ پرده برگند
نواب بروضه سنت بود مقام

دیگر

منع حدیث خیر بشر میکند فقیه
حسن حدیث یا در رخ پرده برگند
نواب بروضه سنت بود مقام

قل لهم ان ينتهوا انفسهم لعلهم يوقوا

هم دل بران حدیث سمن پنهاده ایم

منتهم بیکه طوفان لب ساحل باشم

تخته عشق صد اندیشه پهل باشم

خوشر از مایه ایمان چه تواند بود

دهد تجلی سنت لقاے شاهجهان

روح سنت احمد حسن بهر است

منع حدیث خیر بشر میکند فقیه

حسن حدیث یا در رخ پرده برگند

نواب بروضه سنت بود مقام

منع حدیث خیر بشر میکند فقیه

حسن حدیث یا در رخ پرده برگند

نواب بروضه سنت بود مقام

منع حدیث خیر بشر میکند فقیه

حسن حدیث یا در رخ پرده برگند

نواب بروضه سنت بود مقام

دیگر

ہیں مست حدیث از زبان مدنی مدنی طلح صدیق حسن خان مدنی
گفت نواب غیاث الدین صفت سدت تو خواجہ دین صلیہ قبلہ پاکان مدنی

دیگر

بروز شرب و حجرت موجد ما حدیث پاک سول کتابت دانی
بہ ملک آل سول بہ ملک نواب بود عداوت او کارنامہ سلمانی

قطع

دیل شرع بود چارچیزی گویند یکے کتاب خدا و گہ حدیث سول
سوم قیاس و چارم وفاق مجتہدان و یک در نظر امتحان جملہ قول
قیاس ماد شام و مراتب احکام خصوص نزد تصادم بکجرت محقول
بتبع چیز نمائند کہ فضلہ رے است کش قول ہمارو غیر طبع لوم و جہول
وجود ہدایت اجماع بے اثر آمد بجز و نوع نخستین نباشد اصل جہول

۱۔ یہ قول مذہب اہل حدیث اور ائمہ سنت کے موافق ہے انھوں نے اصول
شریعت کو انہی دو نوعوں پر منحصر رکھا ہے سب سے پہلے اجماع کا احکا حضرت امام
احمد بن حنبلؒ نے کیا اور سب سے پہلے قیاس سے اختلاف داود ظاہر بھی نے کیا اور سب سے
پہلے امام شافعیؒ نے آسمان فقہا کا نام بدعت رکھا ۱۲

در شوق زیارت حرمین شریفین زاد اللہ شرفما

خوش آن بان کہ دگر با صلیہ و اشواقہ
روم بہ زمزم و اندوہ معصیت شوم
سحر خواب بر ایم بعالم شو قے
و گر بہ خواب روم نور کعبہ را بنیم
حرم کعبہ انہوہ خلق سنگ در شش
چو از حوادث گیتی نجات حاصل نیت
چہ حضرت تکیہ فروماندگان داعی شوق
دران حرم کہ صید حلال تیران کشت
نیام آنکہ طواف حرم بپا سازم
دران مقام کا نوار ذات نظر است
ہوئے شہر رسول خدا دلم برود
کشان کشان بہرہ از دیار ہند مرا
حرم کعبہ جواب و بیع ہر قباب
سفر کنیم بدان آرزو کہ نتوان گفت
قدم بکوے کسے می رود کہ لا غیرہ

دلم کشد بطواف حرم بیت اللہ
دلم بہ لعلہ مهر و جبین کج بلوہ ماہ
حلیہ من و حجر رو برو حرم تحسنا
چراغ شام غریبان خویش خاطر خواہ
من مرادل پر آرزوئے نامہ سیاہ
خوش بہت گر بگریم بحضرت اللہ
ایں گاہ ندارد غیر آن در گاہ
مرا چگونہ پسندد بدست فتہ تباہ
قدم زدیدہ و آن خاک آستان نگاہ
روم بہ وجد بیاندازم از نشاط کلام
کہ است قائم توفیق تا شود ہمراہ
سیرے مدینہ کہ خوش بھرست طاب ثراہ
ہاں در دما ب و رسول را نہ گاہ
ہجوم شوق بدل حسن خاتمت ہمراہ
دلم بکوے کسے می کشد کہ کیس سواہ

نجات آخرت است مراتب دلخواہ
 سعادت کے بران فخری توان کردن
 شہید ام کہ خود دوست دوست اہم
 روم بخت خدا و رسول و معاش
 بحر خدا نہ پذیرفته ام خداست گواہ
 برب کہہ کہ در عمر خویش معبودے
 امید هست دم مرگ ز لب نواب
 بر آید اشہد ان لا اله الاہ
 والا جاہ کو چون ہم لوگوں کے دینی تعلیم کے ساتھ ذہنی اور دماغی تربیت کا
 بھی بہت خیال رہا کرتا تھا اور آبائی و طبعی مادہ موزونیت کے لحاظ سے
 وہ ہم لوگوں میں ابداع مضامین جدت معانی تراکت خیال حسن
 بندش لطافت بیان اور ادبی قابلیت پیدا کرانے کی کوشش کرتے
 رہتے تھے اسلئے انھوں نے ایک بزم مشاعرہ قائم کی تھی تاکہ ہم لوگوں کے
 دل سے فحی حجاب ہو اور سلیقہ سخن فہمی و سخن سنجی حاصل ہو۔
 یہ بزم مشاعرہ ہر ماہ کے اختتام پر ایک بار محل سرکاری پر منعقد ہوا کرتی تھی
 اور اس میں شعرائے پسے تخت اپنے فارسی و اردو کے تازہ افکار اور دلکش
 اشعار و غزلیات سے سامعین کو سرور و شاد کام کر کے خراج تحسین آفرین
 وصول کیا کرتے تھے ہم لوگ بھی استفادہ مغزین پیش کر کے حوصلہ افزائی دے
 داتے تھے۔ اور والا جاہ ہم لوگوں کی دیکھتی
 اور بہت بڑھانے کے لیے بعض بعض شعر پر مسکرا کر یہ نظر احسان پسندیدہ
 سر ملا دیا کرتے تھے اور خود بھی اپنی غزل سے بزم مشاعرہ کی رونق دو بالا

کر دیا کرتے تھے۔ جو سخن سنج مشاہیر ریاست شریک مشاعرہ ہوا کرتے تھے
 یا جو لوگ وقتاً فوقتاً اپنی غزلیں لکھ کر پیش کر دیا کرتے تھے یا جن لوگوں کو ایک
 دو بار مشاعرہ میں شرکت کا اتفاق ہوا وہ یہ تھے۔ افتخار الشرا حافظ خان
 محمد خان شہیر مرحوم منشی صاحب حسین صاحب سہوانی مرحوم منشی علی احمد
 مرحوم متوطن حیدر آباد و نزل بھوپال۔ استادنا المحترم مولوی محمد حسن
 بلگرامی مرحوم مولف ارتنگ فرہنگ و کارنامہ فرہنگ وغیرہ۔ مولانا
 محمد عباس شردانی مرحوم مولوی ابو حامد محمد یوسف علی صاحب
 مرحوم بن مفتی محمد یعقوب علی صاحب مرحوم گوپاموی حکیم مولوی سید
 عظیم حسین سندیلوی مرحوم منشی کنج منوہر لال صاحب بوشن
 بخشی استاد نواب ولیعہد صاحبہ دام ابقا کہا۔ مولوی سید جمیل احمد
 صاحب جمیل سہوانی۔ منشی عبدالغفر صاحب اعجاز
 منشی محمد جعفر صاحب زمہری۔ مرزا کمال الدین محمد تقی صاحب
 قزوینی۔ میرزا شافل دہلوی برادر نواب فصیح الملک میرزا خاں
 داغ دہلوی۔ منشی ظہیر الدین صاحب ظہیر دہلوی منشی امجد علی صاحب
 اشہری مرحوم۔ منشی ارشد احمد صاحب میکیش۔ مولوی محمد
 علاء الدین صاحب بھٹل۔ برادر معظم نواب سید نور حسن خان
 صاحب مرحوم مخدوم برادر مکرم ممتاز الدولہ ابوتراب میر عبدالحی خاں صاحب

ممتاز مرحوم و مقور۔ ہستم بحروف
وہ ایک مرتبہ جناب نواب سکندر نواز جنگ مولوی احمد رضا
خان صاحب مرحوم سابق وزیر ریاست بھوپال بھی شریک ہزم
مشاعرہ رہے۔

جب یوم مشاعرہ شروع ہوئی تھی تو فشی امجد علی صاحب شہری
مرحوم والا جاہ مرحوم کی غزل ادب ہم دونوں بھائیوں کی غزلین پڑھ کر
ستمعین کو سنایا کرتے تھے۔ اس طرح پچیس سال کے بعد والا جاہ مرحوم
کا ایک مختصر دیوان اردو اور فارسی غزلیات کا مرتب ہو گیا جو عرۃ صفر
سنہ ۱۳۵۰ ہجری کو گل رعنا کے نام سے چھپ کر شایع ہوا۔ ہم اس سے
چند اشعار نقل کر کے ناظرین کی عنیافت طبع کرتے ہیں۔

غزلیات فارسی

بے بر مرزا خیال و برون از قیاس ما
نہ رنگی جمال تو عید پاس ما
از خواہش دراز دیدار سنا ختم
کو تہ بود نہ ہمت ما ہما س ما

باز آہ کرم خاطر ارباب جنس را
باز نام مکن سلسلہ زلف و تار را
اے دل ناز اللم تو دیوانہ نہاد

مردن بخش زندگی خضر بخش
ہر صبح نوید آورد از دولت و ید
ترتیب شود نسق جمعیت عاشق
گلزار جان آئینہ آئینہ رشک است

دیگر

چارہ خویش ز میخانہ دیدار طلب
گر تو بر چرخ بر آئی حقیقت سچی
بے خود بہاد گرد و لطف تماشا گرد است
عالم خاص رہ و رسم دگر می خواہد

دیگر

گر سلسلہ زلف تو رشک شب قدر است
مردم مفر از نگاہ کرم خویش
در دیر بر بہمن طلبد شیخ بہ کعبہ

دیگر

در دل زن تو اگر جلوہ حق می خواہی
باشد سجود دل بہ درستان صلح

دیگر

جوش نقش طاعتی نبود در زمان صلح

تا شیر حیات است دم تیغ جفا را
جبریل بود نام مگر با صبا را
شیرازہ بہ بند نگرا وراق و فارا
در عارض گل جوش نگر صنع خدا را

دیگر

نسخہ درد دل از نرگس بیار طلب
اوج معراج محبت بس در طلب
لعلہ طور محبوبہ دیدار طلب
یکہ از لطف بیابا ز دو صبا طلب

دیگر

صبح طریقے تو عید رمضان است
در آرزو لطف تو این ہر جوان است
جائے تو دل است این ستان است

دیگر

طلب قبلہ بود قبلہ نارا باعث
جوش نقش طاعتی نبود در زمان صلح

دیگر

جوش نقش طاعتی نبود در زمان صلح

توانی وضع دہر بہ او ضلع مار سید کے ہرزہ اختلاط شود تر جان صلح
پست و بلند دہر بہر ابر نمودہ ایم شگہ پائے کس بخورد در جان صلح
بیا رخ جگت ز دو عالم توان گزشت این حرف تازہ یافتہ ام از زبان صلح

دیگر

بگو چش پس مگر بجرم بیباکی است صبا بنماک عدد گشت بخوان گشتخ
دین چمن بزن آتش در آشیان بلبل کشد عدوے تو گلچین و باغبان گشتخ

دیگر

خیر ناموس میجا کہ مر فیضان غمت دشمن چارہ گر اندو بدمان گشتخ
شرم در راہ تو از آبلہ پاماندم خوش رازد بسر خا مغیب لان گشتخ
گفت بزم حرفیان چہ نعمتے توفیق جانے بے پردہ و صدیق حسن خان گشتخ

دیگر

نہ صبح از کوئے کس دیوانہ می آید باندا زے کہ مستے از در میخانہ می آید
دل الفت پرست من تجلی زادی گرود مگر شمعے درین شب جانچہ انہ می آید
نہی دامن آل کار ز اہدنا چہ خواہد شد بشب تبدیل ہست کردہ در میخانہ می آید
غلام ز کس مستش بود توفیق یک عالم نیاید انچہ از ہشیار اوستانہ می آید

دیگر

زہر کسے بجان یاد کاری خیزد زما بگو چہ جانان غبار می خیزد

بہر زلف کہ یک کچہ پریشانی است نذل بہر پس برائے چہ کاری خیزد
نوید گوئے بہستان سحاب می آید خبر رسان بہ گریبان بہار می خیزد
مگر طبعیت آن شوخ صاف شد از ما ہوئے کو چہ او بے بخبار می خیزد
نہ ہر کہ جہ شہر اے کشید می نوش است ز صد ہزار کسے بادہ خوار می خیزد
مراجا لست تو فقیق حرم می آید کہ گہ نشیند و گہ بیت لاری خیزد

دیگر

من قریبان تو گزشتہم بہت در وصال از لب لعل تو ہم انکار می باشد لذت
بہر و ما بادہ خواران نصرت یاران اچہ خط گر زلال خضر تنہا خوار می باشد لذت
ہستان عشق ہر و بان تہی از لطف نصرت نقشہ در دہل بیار می باشد لذت

دیگر

تنہا ہمیں بیکج نفس لذتے نیافت صید تر است کشمکش دام ہم لذت
کفران نعمت است کہ خبر زہنج نصرت زائد درین خرابہ بود حساب ہم لذت
عمریت نوشہائے گوارا کشیدہ ہم زہرے بود ز ساغر اتیام ہم لذت
گوارا شکاب بوسہ گرفتن نشد نشد توفیق بہت جرئت اقدام ہم لذت

دیگر

کشتہم خواہد من در سرتد بہر وصال او بہ فکرے و گرو من بہ تمنائے و گرو
یار نقد دل و من بوسہ لب خوش بہر و من بہ تاراج و گرو یار بہ بغائے و گرو

بوسہ کنون پس دشنام تو آسان ہے

دل بقیاب کند ورنہ قافلائے دگر

دیگر

ستم زیار پسندیدہ تر بود لیکن
برگرد خاطر خود گزراں کہ خواہم رفت
دلہ یابی قہرش بہ لطف بر پناہ
دوبارہ می طلب طوف کعبہ ای تو فقیہ

نہ آنقدر گشت دل بپیر زانے دگر
ز آستان تو جائے دگر پائے دگر
خیز خیزت کہ خیم خور و قفا کے دگر
خدا دہد بہ پردہ بال من ہوائے دگر

دیگر

پیر شہد ہماں طبع جوان است ہنوز
نہ زلیخا است غبارے نہ ز مجنون خاکے
مزمج چارہ فروشان کرم بے کار است
می کند قصہ تیغ بہ اغار اصول

آتش عشق زد دل شعلہ شان است ہنوز
ناقد عشق دین دشت و ان است ہنوز
نشر غمزہ درون رگ جان است ہنوز
دل عمل شدہ ام قاعدہ دان است ہنوز

دیگر

رقند صبر و ہوش و خرد بر فغان دل
عید نشاط ناطقہ حرمت خرام کیرت

گرم صداست این جرس کاروان ہنوز
رقصد بکام من ز مسرت زبان ہنوز

دیگر

گردش چشم تو اطوار جان بر ہم زند
بوسہ اہد گر چہ دل سوئے شیدائی کشد

آسمان در شیوہ ناز تو بد نام ہے
خدا متے نا کردہ در امید انعام ہے

دیگر

خوش ہائے اردوے دیوانہ در گلزار باش
شیوہ مجنون طرازا ستین سادگی است
سجدہ ریزان می رود آہستہ در راہ حق
مردے دیدم کہ بودی سبوح در دست خدیش

گر سیریت گل در باغ بودن خار باش
دست رد امان کار خوش دل دیار باش
اندین رہ ہم خرام سایہ دیوار باش
روزگار ہم بدوش بر ہمین زنا رہا باش

دیگر

مترجم کہ آگیش ہم برو قافے خویش
رنگے کہی کشم ہم از دست من بعد
عاشق رود بہ وجد و خود از جانی رود
ظہار و در پیش طیبیان چہ حاجت است
یارے سخن شناس میسر نمی شود
دیدم ہر کے بچان ہوشیار بود
آن یار حسرت بہ تیج خریداریم نکرد

شاید کہ انفعال کشد از جفاے خویش
رقم برستان سنگری پائے خویش
این قطب ل برقص بآبیجائے خویش
من بہتر از طبیب شناسم دوائے خویش
من نہ سٹ پائے خویش زخم زوائے خویش
کردیم طرح عالم سستی پائے خویش
توفیق می شناخت اول بابائے خویش

دیگر

ہر کس اندہ ترس مسلمان علی الخصوص
از بابے و ہونے میکند ہر خیر دلکش است
خلق زوہل شاہ خود بوسہ می برند

نصم دست دشمن ایمان علی الخصوص
انداز پائے کوئی زندان علی الخصوص
استاد خوش نصیب ایشان علی الخصوص

یک بوسه با هزار اشقت غنیمت است
نخ قلیل غرضت را وان علی الخصوص

دیگر

در کشی حضور طبیعت غنیمت است
اینوه گل هجوم بسیاران علی الخصوص
توفیق طالع عجب آورده ام که من
نالم دوست غیر و زیاران علی الخصوص

دیگر

حکم منم تا گداور کیش میخواری جدیت
سنت ندی است بر مجبور و بر بنابر فرض
کار دانا نی نادانان فزون ناگهی است
غفلت ایجا لازم خفته است بر بدایه فرض

دیگر

از آه و اشک دره عشقش گریخت
تسلیم سر و گردم رضا کرده ایم شرط

دیگر

سیاه است کجای رحمت حافظ
سسته بند قبا می رود خدا حافظ
بمنزله که ز شایان لایح کایت نیست
حن ز ما و شما می رود خدا حافظ
به تنگ آمد از دست دل اگر چه کنم
نی رود فبسا می رود خدا حافظ
هزار حیف دل مونم به عشق تان
بسوئے غیر خدا می رود خدا حافظ

دیگر

پروانه ام که کار من از حد گذشته است
در اختیار خویش نه در اختیار شمع
سوز من از دل خود پروانه از چراغ
من داغدار خوشیم و او داغدار شمع

دیگر

از جن ظاهری نه بر من سیف تیر دل
چون تیرگی درون و بیرون بر مزار شمع

دیگر

بهر دل از عشق گزیر کرد و دل سوخت
افزودند بر سر هر رگزار چراغ
دل گریختی شباب بر پیری گزاشتم
بر دایم ز گوشه مجلس حرم چراغ
بلبل منم و لے نه بهر باغ و هر گل
پروانه ام و لے نه بهر بزم و هر چراغ
توفیق دل زد باغ چرخان نموده ام
شمع است و شمع چراغ است بر چراغ

دیگر

عام تر سازید یاران عزت میخانه را
هوشیارانی جهان فقود دستان هر طرف
بسکه جمعیت بعالم هیچ تعبیر نیافت
مشترک گردید این خواب ایشان هر طرف
هر قدر در صوفیه گردون تماشا می کنم
حیرت آئینه می چو شد چو طوفان هر طرف

دیگر

تازه مجنونیم ما را بند و آزادی یکی است
دست را تم بستر بریم و زندان در قلق
زندگانی گویان ذوق است نتوان بستن
سینه بوزان سر ایشان لایح جان در قلق
میتوان پرسیدن ای توفیق کله بخوچ است
غیر از این صدیق حسن خال در قلق

دیگر

شور بیان حسن تو نبود مگر نیک
افشاند ایم بر سر هر بام و در نیک

حسن تو رفته رفته بشویش کشد مرا
آرے بجای بود بنود بے اثر نمک
تیغ ترا آب مباح است سرشته اند
زوزخم بوی زخم و نمک نیت برنیک
گفتار من سخن تو از شویش جنون است
هر و نمک شش بر نمک زهر نیک

دیگر

مخصوص گلشن تو بود بے شمار رنگ
یک غنچه صد نیم و یک گل هزار رنگ
نارنگها به عالم نیرنگ دیده ام
صد رنگ می پرد زرخ روزگار رنگ

دیگر

چه لذت است ندانم سوال ناز ترا
هنوز از لب شوقش جواب می شنوم
صیای دل غم گسار کجا بترقی کرد
که در مقابل آفتاب می شنوم

دیگر

عجب هم بزم این کاشانه گشتم
گے آباد و گه ویرانه گشتم
نشد روزی که بر حرفم نهد گوش
فون پرد از هرا فسانه گشتم
عجب دنیا سرای حشمت افروست
خردمند آدم دیوانه گشتم
نشد تو سقیق محو زلال دنیا
قدائے هست مردانه گشتم
جنون پرد از غوغا بود بیسل
رفیق منلوت پروانه گشتم

دیگر

نگه ناز تو ز دنا و ک دل دوزخ جان
لے بقران تو زخم دگر بے بهتر ازین

لطف جان بخش تو هر چند بکام دل زلا
مهربان است و لیکن قدر بے بهتر ازین

دیگر

دل سودا زده عمر است گرفتار جهان
باخم زلف تو باقی ست سرو کار جهان
از چه امید توان کرد حصول مقصود
فتنه در کار جهان چرخ برقرار جهان
جبه سودن بیاید کرم یار چه سود
سر جان سنگ در خانه دلدار جهان
عالم عاشق و معشوق ز حالش گشت
من جهان یقین لایوانه جهان یار جهان
کار با سهل شد مشکل عالم حل گشت
رشته کار مرا عقد و خواهر جهان
زنده دل مرد چو تو رفیق ندیدم هرگز
عمرش از صد متجاوز شد و اطلال جهان

دیگر

منم آنکه ترک کردم پیغمبر و خواست تو
تو محفل حرفان منی مضطرب بے تو

دیگر

دین ربودی و دگر رهزن ایمان شده
بارک اندر چه عجب مرد مسلمان شده
قدر هر شخص باندا از مقابل باشد
ما گرایم ز وقت که تو از زمان شده
عشق با دست جنون کرده ای جان نیک
گاه دانا ای شده گاه گریبان شده
از صفای بدست یار چو رفیق تو
خوش بیشت نظر است که عریان شده

دیگر

بنگاه جاگرتی بخیاں ناشستی
سر شوخی تو گردم به کجا کجا ناشستی

ہمہ در گزشتہ چشم ہمہ در غزشتہ
پسیدن دل شد بکشتہ تیغ جان فتنہ
نہ بہ آرزو گزشتہ نہ بہ عاشق
سبب بلا رسیدی مدد نہ داشتی

غزلیات اردو

اللہ ہی طیب ہے مجھ درویش کا
لاکھوں بند رہ چکے ہیں دم میں
عاشق ہوا ہے درد مرے بندہ کا
عالی ہے کیا مزاج تھا میری کشتہ کا
بے شہ ہے فقیر سے عزت امیر کی
پستی اگر نہ تو شرت کیا بستی کا

زمین کہیں نظر آئی نہ آسمان کیا
غضب ہو تم نہ ملو دیر میں نہ کعبہ میں
کو تو کچھ اعتراض نہ آتا تو ان دیکھا
کمان کمان تھیں جو تھکا کمان کی دیکھا
مرا یہ حال ہے تا غیر سے نہون چشم
یہاں نظر کبھی ڈالی کبھی دبان دیکھا

صدائے مجھ مرض بخود عذاب رہا
نصیب تلے تے ہیں طوفان کے دھنکے دلائے
کبھی غشی سے جو فرصت ملی تو خواب رہا
جو کچھ دن اور یہی دیدہ پر آب رہا
دہان تو خط کے بھی لے لے میں غنہ اور یان تین
ہمیشہ منتظر رہا جواب رہا
کبھی ہر عیش کبھی غم کبھی خوشی کبھی سوخ
ہمارا حال سدا وقف انقلاب رہا

دیگر

مرد کراے اثر بیکسی نہ تہائی
کمان کمان میں بچاؤں کمان کمان کیون
ہے آج لشکر غم سے مقابلہ دل کا
ہے خازن راز محبت میں آبلہ دل کا

نہتے رہے وہ گیسو پر خم تمام شب
انجم نہیں فلک کسی تھک سار میں
تھا اک زمانہ درہم و ہر ہم تمام شب
وابستہ تین یہ دیدہ پر خم تمام شب

چلا ہے روز قیامت برابر کرتے
وہ تنگ کے خربصہ صلح سے یوں نکلے
تو کوئی کھیل تماشا ہوئی چارہ رات
اُسی ہو گئی کجنت کیسی بچارہ رات
جو تیرا ہی میں گزری تو بار کیا گزری
ہمیں تو لات محبت سے نوکری چھی

ظلم الفت کے سبب قہر جفا کے باعث
ظلم ہے وہ بھی ایک شیوہ ہو مشوقوں کا
اور گتو ایسے دو چار منزل کے باعث
آپ کیوں ہوئے تھپتھپانے کے باعث
دیکھتے غیر کے گھر میں بھی طین یا نہ طین
کاش میں جا کے وہاں شوخ بنوں خاطر خواہ

بچل مجھے یا کینچ کے لا انکو ادھر آج
اے خوبی تقدیر کوئی کام تو کر آج
اے خوبی تقدیر کوئی کام تو کر آج

دیگر

پہلو میں ہنوز شہر نہ سینہ میں وہ گرمی
ہم نرغ ہوں عشق ہوا اللہ کی قدرت
کہتے ہو ہم آئینے تجھے بوسے بھی دینگے
خلوت میں جو پہونچا میں تو انجان سے ہو کر

دیگر

نہ گل رہا نہ چمن بان علامت لیل
ادب کا چپ ہوں تو یہ کیک چھڑتے ہیں
یہ عاشقی بھی ہے اک طرف نہ سمجھوں
ہجوم فکر سے فرصت نہیں ہیں تو فنیق

دیگر

ہر خند ہے وہ نادرہ روزگار شوخ
یہ اہل عشق ہو مجنون سنبھل کے چل
لو لکھی سب سے نہ پی میں نے جب شراب
لشاد اب اسے نہ بہت منہ لگائیے
توفیق دان گئے ہیں خدا خیر ہی کرے

دیگر

یہ بھی ہر کوئی زلیست کہ گدھے دام تلخ
میرے مذاق میں ہر سحر تلخ شام تلخ

میخانہ زمانہ کے ساتی ہیں پیش و غم
خیرین پہ کوئی جام تو ہے کوئی جام تلخ

دیگر

گمان ہے سب کو گمان یا راور گمان فریاد
کہا جو میں نے دکھائیے کچھ اثر تو کہا
سائیں اس صنم قصہ و سرست کو کیا حال
نیشن و جوش کے دن لو لے گئے توفیق

دیگر

خط میں یہ لطف نگارش ہو کہ لکھتے لکھتے
جمل منظور ہے بے شبہ کہ پڑھ کر مضمون
سرگزشت اپنی جو لکھی تو بے لے سر

دیگر

یار کیا ذات ہے تیری کہ ندیدہ ہو کر
کیسی تحریر خط عشق گمان کا کاغذ
کامل عشق کو انجام میں حیرانی ہے
انکسے ملنے کی ہوں کی تو یہ بوسے نہیں

دیگر

ہے نظر بازوں کو کیا کیا اختلاف
شکل یوسف اور تری تصویر پر

دو مجھے تعزیر پر یہ تو کو
اُس شکارِ مہنگن کے تیور دیکھنا
عشقِ ابرو چاہے مشہور ہے

دیگر

کس خطِ اس پر کون سی تقصیر پر
تیر پر زہ پر کبھی گیس پر
نام مردانِ قبیلہ شمشیر پر

جگر لٹا کین دل رہ گیا کین یا رب
وہ کاش وعدہ کرین اور اتنے ہم نہیں
یہاں زہ ہے نہ کچھ زور دیکھے توفیق

دیگر

چلا ہے جانبِ ہستی یہ کاروانِ کس روز
منہ مڑے سے کہ کس وقت اور کہاں کس روز
کشش کرے اگر جذبِ ناگمان کس روز

برابرِ نیت کین مل کے آس پاس
کیا پر خطر ہے دشتِ محبت قدم قدم
ہنگامہ و ست کہتا ہے نالہ ہوا فغان
توفیق جن کے پاس پہونچنا محال تھا

دیگر

بیشے ہیں دردِ حسرت و غمِ مل کے آس پاس
دل میرے آس پاس چینِ مل کے آس پاس
اک لطف چاہیے مری محفل کے آس پاس
لیتے ہیں آج گھر مری منزل کے آس پاس

میری اور انکی عجب طرح کی ہوج ڈھرا
چشمِ مستانہ کہ ہے حکم کہ جا کر لٹے
ہجرین مشغلہ فکر ملاقات تو ہے

دیگر

عقل بائیں کی بجائے نہ خیر باد کے ہوش
کسی عاقل کے حواس کوئی شہار کے ہوش
حالتِ وصل میں معزول ہیں کیا کے ہوش

ایک عالم ہے مری قیدِ جنوں گریزِ خاص
پاس مٹھے ہو میں لطفِ سخن سے گزرا
عجز و شرمندگی و ہیبت و عاجز نالی
قیس و فرہاد رعا یا کی طرح بستے ہیں

دیگر

ہم پریشانوں کی قسمت میں سرگردانی
اب کسی یار و فادار کا گھر دیکھیں گے
بولی تدبیر جو میں حدادب سے نہ بڑھا
رُخ ترا اپنے موافق ہوا جا رہ کیا ہو

دیگر

چلی پیٹے الفت جانان سے سفر کا فقط
یاں نہیں کچھ تو کہے جاؤ مری خوش پر
قیدِ الفت میں بھڑکا دہن مجنون یا فی
کشتہ رشکِ عداوت ہوں یہ کیا غمِ لانا
بو سے دیکر دل مضطر کو ذرا بسلا لو
اہل طاعت کو تو مغرورِ عبادت پایا
زاہد شہر بھی ہے عمارِ جنت کیا خوب

بزمِ عشرت ہے مجھے خانہ زنجیر میں خاص
خامشی میں ہی انداز نہ تقریر میں خاص
نہیں طاعت میں جو اوصافِ تفسیر میں خاص
کشتہ عشق ہے توفیق کے جاگیر میں خاص

دیگر

چو فلک کو ہے سروکار نہ اختر کو غرض
تری چو کھٹ کو تنانہ مرے سر کو غرض
راہ رو آپ ہی رہ جائے تو میر کو غرض
تری جہنم کو تعلق ترے تیور کو غرض

دیگر

مفتوح عالمِ ہستی میں ہے اک یا فقط
لطفِ انکار بھی دلکش ہے ناقرا فقط
ہم رہے دامِ محبت میں گرفتار فقط
ایمن سرکار بھی شامل ہیں نہ اغیار فقط
کوئی دین میں نہیں بس یہی دو چار فقط
قابلِ رحم ہیں زندانِ قح خوار فقط
ہم تو سنتے تھے کہ جائیگے گنگا فقط

جہل کی فکر سے فالغ ہیں نصیحت دے
منع الفت کے لیے ہیں مرے غمخوار فقط
میں بگڑتا ہوں تو یوں کہہ کے منالیں ہیں
جان نثاروں میں ہے توفیق و فادای فقط

دیگر

خطر ہو جانِ دل و دین کا راہ الفت میں
خدا کرے یہ گزر جائے کا روان محفوظ
بجائے بلبل شیر کے خاک اُڑنی ہو
نہ گل رہا نہ چمن اور نہ باغبان محفوظ
بجز فنا نہ عم اور وہ بھی خاص اپنا
نہ کوئی یاد ہے قصہ نہ داستان محفوظ
چمن کی قدر ہے یا رب سیکے نالوں کے
رہے بہار میں بلبل کا آشیان محفوظ
وہاں سزائے عمل یاں جو مغم توفیق
نہ رنگار بہان ہیں نہ ہم دلیان محفوظ

دیگر

نہ تمہیں قدر محبت نہ مجھے دُشمن کا پاس
میرے اسرار پہ تفت آپ کے انکار پہ تفت
زال مکارہ دنیا نے ہزاروں بھاپے
پر جہاں مودہ کرتے نہیں مودار پہ تفت
نہ بقا اسکو ہے توفیق نہ اسکو ہے قرار
یاں کے آرام پہ لعنت ہے اور آزار پہ تفت

دیگر

رہتا ہو مجھے دستِ نخلِ آکلِ فراق
آرام الوداعِ شکیبائیِ لعنتِ فراق
مضمونِ شکامِ کسکو ہے سخی سے کسکو کج
ہر شعر میرا وہ ہے اور ہر غزلِ فراق
میرے آپ شاکلِ برائے جائینگے
شاید کبھی وصال کا ہے ہلکھیلِ فراق
توفیق ہم کو کرتے ہیں شاکہ فراق کا
ترکِ عرب نثرِ ادبِ کتا ہے ما الفراق

وہ مائیں یا نہ مائیں ہمیں اختیار کیا
دیگر اپنا اگر ہے زور تو حسن بیانِ ملک
گلچین سے چشمِ دشتِ نصیحت سے مدد
بلبل ہے اس چمن میں فقط باغبانِ ملک

دیگر

ہم چلے راہِ جنوں میں ہر دو سامانِ الگ
نار دہن سے جدا چاکِ گریبانِ الگ
خلفِ عشق کو مانتی نہیں جادوِ سلف
دشتِ فریاد ہو جنوں کے بیابانِ الگ
انکے دروازے کھٹکھٹا ہوں تو یوں کہتے ہیں
شوق سے آپ فروکش ہیں گریبانِ الگ
نیرِ یکتائی کے دعویٰ میں نہیں دخلِ دہل
حجرتِ عقل سے ہو دور تو برہانِ الگ
نہیں مگر تیرے اوصافِ محبت توفیق
نہیں مگر تیرے اوصافِ محبت توفیق

دیگر

ہر زبان کو ہے جدا گانہ ترے نام کا دوز
فتنہ پرداز جفا و دستِ شکرِ تامل
دیکھیے جسکو وہ تلوار لیے پھرتا ہے
ایک ایک کیرحمِ فزونِ ترستِ تامل
مار ڈالا ہے مجھے انکی وفاداری سے
تیرے مقتولِ جفا بھی ہیں شکرِ تامل

دیگر

نوفغان ہیں اور نوسنِ یادِ ہم
رحم کے قابل ہیں اے صبا دہم
کوئی دیرانی سے دیرانی ہوئی
میراں اب ہو چکے آزادِ ہم
کھینچتے ہیں صفحہ دل پر شبیہ
قابلِ بیعت ہیں اے بہترِ ہم
دین سے مطلب نہ کچھ دنیا سے کام
آج کل تین سس مست در آزادِ ہم

کچھ نہیں کھلتا کہ ہے مفہوم کیا
ہیں عجب مضمون نوحیا دہم

دیگر

کمال عشق سے وہ اقتدار رکھتے ہیں
کہ جب مرنے میں ہم اُسکو مار کھتے ہیں
ہمارا دل بھی کوئی جلس بے برا کھتا
اٹھا اٹھا کے جوہ بار بار رکھتے ہیں
ہیں تو عشق نے مجبور ہی سدا رکھا
اکسی کون ہیں جنت یا رکھتے ہیں

دیگر

کتے ہیں سب یہ ہی مکار بنا لیتے ہیں
چشم نم دیدہ خوبار بنا لیتے ہیں
بے غرض بنکے تو جاتے ہیں پڑتے ڈرتے
باتیں مطلب کی بھی دوچار بنا لیتے ہیں
بزم عشاق میں کتے ہیں کیونکر جلاؤں
باتوں باتوں میں یہ عیار بنا لیتے ہیں
دیکھ بدست مجھے مار کے ٹھوکر پٹے
ہم تو مستون کو بھی ہشیار بنا لیتے ہیں
کیا کہتے ہیں یہ عشاق کہ معشوقوں کو
ظلم سہ سہ کے سنگار بنا لیتے ہیں
کام ہو جلے تو پھرات نہ پھوپھیں تو فتن
اپنے مطلب کو جو سرکار بنا لیتے ہیں

دیگر

کسان کمال محبت کسان عدد کی ذات
برانہ ما تو تو ہم ایک و سوال کریں
تمام عمر مصیبت میں مبتلا رکھا
سیاہ دل سے ہو جو یہ مرجال کریں

دیگر

ہم اپنے ضبط کے قائل ہیں قیل یا قیلا
بتو خدا کی قسم تمکو بات مار تو دو

اگر نہ رحم کے لاین ہو میری بھینی
خوشی سے داد تمہارے روزگار تو دو
یہ خوب بات ہے یہ بھی عزیز دیکھی عزیز
اگر نہ مرجم دل دو دل فگار تو دو
دل حزمین کے رہائی کے ہم نہیں طالب
ذرا سنج سر زلفت کو سنوار تو دو
تمہارے منع محبت کو میں نے مان لیا
مگر مجھے دل مضطر پہ اختیار تو دو
کون وہ بات جو الہام سے ہے ہمدرد
پر اپنی بزم محبت میں اعتبار تو دو

دیگر

کیا بات ہے یہ دیدہ خوبار سچ تو کہہ
دریا سے بحث ابر سے تکرار سچ تو کہہ
تیرا ہے لطف خاص کہ میرا جو مہاں
وجہ اسید داری اغیار سچ تو کہہ
اے جذبہ قفرش بہر دل دیدہ وقت باہ
کیا چل چکا ہے نامہ بر یا سچ تو کہہ
توفیق حال کچھ ہے ترا اور قال کچھ
نامعتبر ہیں کیا ترے شعار سچ تو کہہ

دیگر

کعبہ سے تابہ دیر کلیسا سے تا کنشت
پایا تجھی کو یا ر جانتا ک نطن گئی
بس اب معاف دعوت اغیار کھئے
غم کھانے کھانے اپنی طبیعت بھری

دیگر

ہائے رے ضعف کہ مجھ تک پر لایم دلا
منزلین کر کے ہزاروں مری طاقت آئی
اب خدا خیر کرے آن جوہ یوں کستا تھا
دیکھئے پھر مرے بیمار پر رنگت آئی

دیگر

نہ ہوش دین کے باقی رہے نہ دنیا کے
یہاں تو رنج میں گزری کبھی غلج میں کٹی
یہاں تو ان ہوں کہ پھرتی ہوئی گلی سے تری
تری نگاہ مصیبت کا سا منہ ٹھہری
مساخران عدم وان کہو کیا ٹھہری
میری نگاہ بھی سو بار جا بجا ٹھہری

دیگر

منائیں گے دل بیمار کو جفا کے لیے
یہ فتنے ایک ہیں باہم کہ زلف یا بختے تا
گلہ کیا تو کس انداز سے بگڑے کہا
وفا تو اب کہیں ملتی نہیں جو ا کے لیے
جو دل پسند کیا خود تو جان قضا کے لیے
کہ تھے رنج سے اپنے دماغ کے لیے

دیگر

وہ تو ہی کہنے کی لے کاش مجھے خاک کرتے
ہو جو وصل میر تو یہ ہوئی حسرت
نہ زہد خشک سے کو فین کام نکلا خاک
کسی طرح سے تو آغا گوشت گو کرتے
کوئی دن اور ابھی شوق آرزو کرتے
شراب ہوتی تو پیدا کچھ آبرو کرتے

والا جاہ مرحوم نے اپنے عقب میں حسب ذیل اولاد چھوڑی
سید نور الحسن خان طیب (المخاطب بہ رضی اللہ عنہ نظام الملک) شہید
علی حسن خان طاہر مؤلف کتاب ہذا (المخاطب بہ صفی الدولہ حسام الملک)
سقیہ جہان بیگم مرحومہ۔

فہرست مؤلفہ والا جاہ مرحوم

نمبر شمار	نمبر مؤلفہ	حزب لائف میں نکل ۲۹	فن	زبان	نام مطبع	کیفیت
۱	۱	الاسیر فی اصول التفسیر	اصول تفسیر فارسی	فارسی	نظام کا پتہ	
۲	۲	افادۃ الشیوخ بقدر النسخ و المنسوخ	نسخ و منسوخ	"	"	
۳	۳	احیاء البیت ذکر مناقب اہل البیت	منقبت	عربی	مستطبی	
۴	۴	ایضاح لمحجہ للعمدة و الحجہ	بیان فائدہ	اردو	بھوپال	
۵	۵	الاحتواء علی مسئلۃ الاستواء	بیان عرض	"	"	
۶	۶	الاتقاء والرجح فی شرح الاتقاء و الرجح	عقائد	عربی	لکھنؤ	
۷	۷	ادامۃ السکریات قاتلۃ السعیر و الشکر	بیان شکر	اردو	آگرہ	
۸	۸	الکلیل الکرامۃ فی تباہ و مقاصد الامانۃ	امارت	عربی	بھوپال	
۹	۹	التراب الساعۃ	عقائد	اردو	آگرہ	
۱۰	۱۰	اللاذاعلما کان فی یومین یومین	اتحاد قیامت	عربی	بھوپال	
۱۱	۱۱	الایضاح المنین بالفتاویٰ الحسن	فتاویٰ	اردو	"	
۱۲	۱۲	الاجدۃ العلوم حصہ	بیان فائدہ	عربی	"	
۱۳	۱۳	استحقاق النبلا و التتیین باحیاء	ترجمہ علی	فارسی	کانبور	

نمبر شمار	نمبر کتاب	حرف الالف	فن	زبان	نام مطبع	کیفیت
۱۳	۱۳	الاقیلة لادلة الاجتهاد والتقليد	بیان التعلیل	عربی	قطنطینیه	نام فردی منیر
۱۵	۱۵	اخلاص التوحید للحمید المجدید	عقائد	اردو	بھوپال	نام فردی منیر
۱۶	۱۶	افلاک النواذلی توہید رب العباد	"	"	"	نام فردی منیر
۱۷	۱۷	الانفکاک عن مرسم الاشرک	"	"	آگرہ	نام فردی منیر
۱۸	۱۸	ایقان النیام لصلۃ الارحام	دینیات	"	"	نام فردی منیر
۱۹	۱۹	ایقان الرقوبہ بالیوم الموعود	احوال و فتا	"	"	نام فردی منیر
۲۰	۲۰	اختیار السعاده بایثار العلم علی العبادة	دینیات	"	"	نام فردی منیر
۲۱	۲۱	سعادہ اعباد بحق الہ الدینی الاولاد	"	"	"	نام فردی منیر
۲۲	۲۲	الادراک فی تخریج احادیث الاشرک	عقائد	فارسی	کامپور	نام فردی منیر
۲۳	۲۳	اربعون حدیثاً فی فضائل الحج والعمرة	چند حدیث	عربی	بھوپال	نام فردی منیر
۲۴	۲۴	اتباع الحسنۃ فی جملة ایام السنۃ	بیان ایام مبارک	اردو	"	نام فردی منیر
۲۵	۲۵	اعلام البشیر بوجہ الخیر و الشر	ذکر خیر و شر	"	آگرہ	نام فردی منیر
۲۶	۲۶	انشاء عربی	ادب	عربی	قلپی	نام فردی منیر
۲۷	۲۷	اسولہ اجوبہ پشاور	دینیات	فارسی	"	نام فردی منیر
۲۸	۲۸	اربعون حدیثاً متواترة	احادیث	عربی	بھوپال	نام فردی منیر
۲۹	۲۹	الداء والدواء	احوال و فتا	"	"	نام فردی منیر

حرف الباء الموحدة میزان ۱۳

نمبر شمار	نمبر کتاب	حرف الباء الموحدة	فن	زبان	نام مطبع	کیفیت
۲۰	۱	برگ سبز	بیان بیت	فارسی	قلپی	نام فردی منیر
۳۱	۲	البنیان المخصوص من بیان ایجاد الفقه المنصوص	فقه حدیث	"	بھوپال	نام فردی منیر
۳۲	۳	برو الاکباد شرح قصیدہ بابت معاد	ادب	"	قلپی	نام فردی منیر
۳۳	۴	البلغة الی صول الملقہ	عربی	"	قطنطینیه	نام فردی منیر
۳۴	۵	بدور الالہام بن بط المسائل الاولہ	فقه حدیث	"	بھوپال	نام فردی منیر
۳۵	۶	بشارة الفساق	بیان مذنب	اردو	آگرہ	نام فردی منیر
۳۶	۷	بذل المنفعة لا یصلح الارکان الاربعہ	دینیات	"	"	نام فردی منیر
۳۷	۸	بلوغ السؤل من اقصیة الرسول	"	فارسی	کھنوی	نام فردی منیر
۳۸	۹	بقیة القاری فی ثلاثیات البخاری	حدیث	اردو	"	نام فردی منیر
۳۹	۱۰	بقیة الراشد فی شرح العقائد	عقائد	فارسی	بھوپال	نام فردی منیر
۴۰	۱۱	بلوغ السؤل بعرفۃ	علیہ تعالیٰ السلام	اردو	"	نام فردی منیر
۴۱	۱۲	بذل الحیات بحسن المات	دینیات	"	آگرہ	نام فردی منیر
۴۲	۱۳	بشنوید	نصائح	فارسی	قلپی	نام فردی منیر

عرفت التاء میزان ۳۳

نمبر شمار	نمبر ویت	حزب التاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۳۳	۱	تحفة الصالحین	دنیات	اردو	قلمی	
۳۴	۲	تحفة فقیر در ذکر قومہ و چاء	بین چاقو و قادی	بھوپال		
۳۵	۳	ترجمہ شریعت الاسلام	عقائد	قلمی		
۳۶	۴	التفلیک عن انحاء التشریک	"	اردو	بھوپال	
۳۷	۵	کمال السیاحین علوم و الفنون	متفرقات	عربی	قلمی	
۳۸	۶	ترجمان القرآن بطائفت البیان	تفسیر	اردو	بھوپال	*
۳۹	۷	تفہیم الایقان شرح حدیث خلاوة الایمان	دنیات	"	آگرہ	
۴۰	۸	تفصیل فی الاثر و الآثار	ترجمہ	فارسی	بھوپال	
۴۱	۹	تقریب الریاح ترجمہ مراح الارواح	صوت	"	لکھنؤ	
۴۲	۱۰	التاج اکمل من جواہر آثار الطراز	ترجمہ علماء	عربی	بھوپال	
۴۳	۱۱	الآخر و الاول	تاریخ	اردو	آگرہ	

* سورہ فاتحہ سے منسوب و کتب اردو و پارہ آخر حصہ ۱۰ کی تفسیر و الاچا میر جوم نے لکھی باقی ۱۰ پارہ کا کلام سورہ بقرہ سے لے کر سورہ فتح تک تفسیر استاد فی سولانا مولوی سید ذوالفقار احمد صاحب مرحوم نے تحریر فرمائی ہے

نمبر شمار	نمبر ویت	حزب التاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۵۴	۱۲	تفہیم الکروبیات و التیہ عن الذنوب	اخلاق	اردو	بھوپال	
۵۵	۱۳	تذکرہ لکھنؤ تفسیر الفاتحہ در مع کل	تفسیر	"	آگرہ	
۵۶	۱۴	تسلیم المصاب	دنیات	"	"	
۵۷	۱۵	تشریح الواصی بتکفیر المعاصی	"	"	"	
۵۸	۱۶	تعلیم الایمان	عقائد	"	بھوپال	
۵۹	۱۷	تعلیم الصلوٰۃ	فقہ	"	"	
۶۰	۱۸	تعلیم الزکوٰۃ	"	"	"	
۶۱	۱۹	تعلیم الحج	"	"	"	
۶۲	۲۰	تعلیم النیام	"	"	"	
۶۳	۲۱	تعلیم الذکر و الدعاء	ایضہ و فائز	"	"	
۶۴	۲۲	تحریم کفر الزیاد و الملوٰۃ و المعانیت	دنیات	"	"	
۶۵	۲۳	و العشق	حدیث	"	"	
۶۶	۲۴	تیممہ الصبی فی ترجمہ الاربعین	من احادیث النبی	منطق	عربی	قلمی
۶۷	۲۵	تذہیب شرح تہذیب	دنیات	اردو	آگرہ	
۶۸	۲۶	توضیع المعاصی	"	"	"	

نمبر شمار	نمبر دفتر	حرف التاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۶۸	۲۶	تطهير الثوب بقبول التوب	دنیات	اردو	بجوبال	
۶۹	۲۷	تشریف لمیشتر کر الائمة الاثنی عشر مناقب الحبیة	"	"	"	
۷۰	۲۸	تحریم المؤمنین قبولیم مناقب الخلفاء الراشدين مناقب عیالہ	"	"	"	
۷۱	۲۹	تحسین الی الی الخصال لمحبیہ للظلال	دنیات	"	آگرہ	
۷۲	۳۰	توضیح الیاری للرحمة الاولیاء للفرج تجاری	حدیث	"	"	
۷۳	۳۱	توضیح اہلاد الی الدرجات فی یوم المعاد	دنیات	"	"	
۷۴	۳۲	توزیع المعاصی والطبقات	"	"	"	
		الی اتمام الدرجات والدرجات	"	"	"	
۷۵	۳۳	تخریج الوصایا من نجایا الزوایا	وصایا	عربی	مصر	نام فروز مینر عربی حروف کشادہ ۱۰۰۰۰

حرف التاء مثلثہ - میزان (۱)

۷۶	۱	ظاہر الکیفیت فی شرح اثبات التثبیت	برزخ	فارسی	بجوبال	
----	---	-----------------------------------	------	-------	--------	--

حرف الجیم - میزان (۲)

۷۷	۱	جلب المنفعة فی الذبح عن لائئہ	مناقب	فارسی	آگرہ	
		المجتہدین الاربعہ	المکملہ	اربعہ		

نمبر شمار	نمبر دفتر	حرف الحمیم	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۷۸	۲	جامع اسعاد امر حبیبیجات ابن حجر	حدیث	اردو	قلی	
۷۹	۳	الجنہ فی الاسودہ سنۃ بسنۃ	تہذیب سنت	عربی	بجوبال	
۸۰	۴	الجواز والعتقاد من جمیع الاسامی	عقائد	"	غازی علی	نام فروز مینر عربی حروف کشادہ ۱۰۰۰۰
		والصفات				

حرف الحاء المہملہ - میزان (۱۲)

۸۱	۱	حرف الانسان علی ما یوجب الایمان	دکریات	اردو	آگرہ	
۸۲	۲	حصول المامول من علم الاصول	ہدایہ	عربی	کشتیہ	
۸۳	۳	حصول الساعی الی صلاح العزیز الایم	سیاست	اردو	بجوبال	
۸۴	۴	احکام المکتوبین من لفظ المصمیم الامون	حدیث	عربی	"	
۸۵	۵	حسن اللغو مما یجبت من اللغو فی نفسہ	حدیث	"	نصف ظنیہ	*
۸۶	۶	حجج الکرامۃ فی آثار القیامہ	حوالہ	فارسی	کشتیہ	
۸۷	۷	حل الاسائہ المشککہ	مسائل	"	"	
۸۸	۸	حل سوالات مشککہ	"	"	نظامی کاپر	
۸۹	۹	حدیث النبی فی الفتن فی الخلیفۃ الفاشیہ	تہذیب	اردو	بجوبال	نام فروز مینر فارسی حروف کشادہ ۱۰۰۰۰

اسکالر جیم عالمیہ عالیہ غلہ کلاں ستادی مولانا مولوی ذوالفقار صاحب حرم اردو میں کیا اور اسکا
مرآت انصوان رکھا

نمبر شمار	نمبر پین	حرف الحاء المهملة	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۹۰	۱۰	حضرت ابراہیم من نعمات ابراہیم و التعلی	عقائد	عربی	بھوپال	
۹۱	۱۱	الحطہ فی ذکر الفحول الستہ	بلوچستان	کابل	کابل	
۹۲	۱۲	خطیرۃ القدس و ذخیرۃ الانس	"	فارسی	بھوپال	

حرف الخاء المعجمة - میزان (۴)

۹۳	۱	خیر القرنین ترجمہ اربعین	حدیث	اردو	قلی	
۹۴	۲	خیرۃ الخیرۃ	تصوف	"	آگرہ	
۹۵	۳	خبیثۃ الاکوان فی افتراق الامم	تاریخ	عربی	بھوپال	
۹۶	۴	علی المذنب و الادیان	نطق	اردو	آگرہ	

حرف دال المهملة - میزان (۵)

۹۷	۱	دلیل الطالب علی راجع الطالب	مترجم	فارسی	بھوپال	
۹۸	۲	دعوة الودع الی الشیاء الاتباع علی الذبذبح	عقائد	اردو	"	
۹۹	۳	دواء القلب لقاہی تذکیر الملوٹاناسی	دینیات	"	آگرہ	
۱۰۰	۴	دعایۃ الایمان فی توحید الرحمن	عقائد	"	"	

نمبر شمار	نمبر پین	حرف ذال المهملة	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۰۱	۵	الدین الثالث و دوحہ	عقائد	عربی	احمدی	دوبلد
۱۰۲	۶	دعوة الحق	عقائد	اردو	بھوپال	
۱۰۳	۷	الدر المنصود فی ذکر المہدی الموعود	"	"	قلی	

حرف ذال المعجمة - میزان (۱)

۱۰۴	۱	ذخیرۃ الخیر من ادب المفتی	ادب	عربی	بھوپال	
-----	---	---------------------------	-----	------	--------	--

حرف الراء المهملة - میزان (۱۱)

۱۰۵	۱	الرحمة المہدات الی من یرید	حدیث	عربی	دہلی	
۱۰۶	۲	زیادۃ العلم علی احادیث مشکوٰۃ	فقہ	اردو	بھوپال	
۱۰۷	۳	الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیہ	تصوف	فارسی	بھوپال	
۱۰۸	۴	راہنۃ المتراضع فی غیاض العرباض	مترجم	فارسی	بھوپال	
۱۰۹	۵	الریاض النضیب من تزکیۃ	مترجم	فارسی	بھوپال	
۱۱۰	۶	القلب المہذب	مترجم	فارسی	بھوپال	
	۷	ریح الادب	ادب	عربی	قلی	
	۸	رفوۃ بشارت الحرفہ	بیان	عربی	اردو	بھوپال

نمبر شمار	نمبر	حرف اصدا	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۲۸	۲	صدق الجاالی ذکر الخوف والرجا	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۲۹	۳	صافیہ شرح کافیہ	سنت	فارسی	قلمی	
۱۳۰	۴	تذکرہ صبح گلشن	تذکرہ شعرا	بھوپال	نامزدہ خان	

حرف الضاد المعجمہ میزان (۳)

۱۳۱	۱	خاتمہ الناشد الغریب من بشری				
		المکیب فی شرح المنظوم المسمی				
		بتائیس الغریب	بیان پنج فارسی	بھوپال		
۱۳۲	۲	خود الشمس	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۳۳	۳	خداوند الاخوان قیادۃ الانسان	علم قیادہ			

حرف الطاء میزان (۳)

۱۳۴	۱	طراز المعجمہ فی بحبہ والعمرہ	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۳۵	۲	الطریق الشالی فی ارشاد الی ترک	تعلیم	عربی	قطنطنیہ	نامزدہ خان
		التقلید و اتباع ما ہو اکو				میرزا محمد علی خان
۱۳۶	۳	خلافت المقدور و مطالع الدہود	تاریخ	اردو	بھوپال	نامزدہ خان

حرف الظاء میزان (۱)

نمبر شمار	نمبر	حرف الظاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۳۷	۱	ظفر اللامنی بما یجرب فی اقتضاء علی القاضی	آداب اقتضاء عربی	بھوپال		

حرف العین میزان (۹)

۱۳۸	۱	عین القدر ترجمہ العین بام غزالی	دینیات	دہلی		
۱۳۹	۲	عرف الجادی من جنان ہدی لہادی	فقہ حدیث	فارسی	بھوپال	نامزدہ خان
۱۴۰	۳	عمارة الاوقات لطائف العبادات	وظائف	اردو	بھوپال	لکھنؤ
		مع بیان الدرجات والدرجات				
۱۴۱	۴	عاقبتہ المتقین	دینیات		آگرہ	
۱۴۲	۵	عقیدۃ اسنی	عقائد		بھوپال	
۱۴۳	۶	عشرہ کاملہ	دینیات		آگرہ	
۱۴۴	۷	اعلم اخفاق من علم الاشتقاق	ادب	عربی	بھوپال	قطنطنیہ
۱۴۵	۸	عون الباری کل اولیہ الباری	حدیث		مصر قاہرہ	نامزدہ خان
۱۴۶	۹	العبرہ بما جاء فی الغزود لشہادۃ				
		والحجۃ				

حرف لغین میزان (۴)

نمبر شمار	نمبر	حرف لغین	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱	۱۳۷	نخل لبان الموت بحسنات البیان	ادب	عربی	تطبیعیہ	
۲	۱۳۸	غزلیہ القاری فی ترجمہ ثلاثیات ابن جریر	حدیث	اردو	لاہور	
۳	۱۳۹	غراس الجنتہ	دینیات	"	آگرہ	
۴	۱۴۰	الفنہ بشارۃ الجنتہ لایل اسنہ	"	عربی	مصر	بیمارستان کلکتہ

حرف الف میزان (۱۱)

۱	۱۵۱	فتح البیان فی مقاصد القرآن	تفسیر	عربی	مصر	
		برجاشیہ تفسیر ابن کثیر			بھوپال	
۲	۱۵۲	فتح العلم شرح لیلۃ المرام	حدیث	"	مصر	بیمارستان کلکتہ
۳	۱۵۳	فتح المغیث بفقه الحدیث	فقہ حدیث	اردو	بھوپال	بیمارستان کلکتہ
۴	۱۵۴	فتح الباب لعقائد اولی الالباب	عقائد	"	آگرہ	
۵	۱۵۵	فتح اخلاق لطائف المیزان الاخلاق	اخلاق	"	"	بیمارستان کلکتہ
۶	۱۵۶	فلح السیر الی فی اصلاح الراعی والرعایا	سیاست	"	"	بیمارستان کلکتہ
۷	۱۵۷	الفرع النامی من اصل السامی	انساب	فارسی	بھوپال	

نمبر شمار	نمبر	حرف الفاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۸	۱۵۸	تقاویٰ امام المتقین				
۹	۱۵۹	فتنۃ الانسان من لقاء ابنا الزمان	دینیات	اردو	بھوپال	
۱۰	۱۶۰	فصل الخطاب فی فضل الکتاب	فصل قرآن	"	آگرہ	
۱۱	۱۶۱	فصل الحج والعمرة	حدیث		بھوپال	

حرف القاف میزان (۱۰)

۱	۱۶۲	قول ثابت	دینیات		قلمی	
۲	۱۶۳	قول الحق	"	"	"	
۳	۱۶۴	قضیۃ المقدور علی فتنۃ القبور	برزخ	اردو	بھوپال	
۴	۱۶۵	قوارع الانسان	عقائد	"	آگرہ	
۵	۱۶۶	قطاس الماذبان فی شرح المیزان	صنعت	"	قلمی	
۶	۱۶۷	قواطع البشر	دینیات	"	آگرہ	
۷	۱۶۸	قطب شہر فی بیان حقیقۃ اہل الاثر	عقائد	عربی	کانپور	
۸	۱۶۹	تصدیل الی ذم الکلام والتاویل	"	"	بھوپال	
۹	۱۷۰	تضاء الارب من مسئلۃ النسب	فقہ	"	کانپور	
۱۰	۱۷۱	قطع الاوصال ترجمۃ قصص الامال			قلمی	

حرف الکاف - میزان (۸)

نمبر شمار	نمبر	حرف الکاف	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۴۲	۱	کشف التباين على سون النحاس	روشنی	اردو	بھوپال	
۱۴۳	۲	کلمتہ الحق		فارسی	"	
۱۴۴	۳	کشف الغم عن فراق الاله	تاریخ	اردو	"	
۱۴۵	۴	کشف اللثام عن غریبہ الاسلام	دینیات	"	آگرہ	
۱۴۶	۵	کشف المستر عن حقیقۃ الذکر والفکر		"	"	
۱۴۷	۶	کشف الکرب عن اهل الغرب	حدیث	"	"	
۱۴۸	۷	کلمتہ العبریہ فی مدح خیر البتریہ	قصیدہ	عربی	قلمی	
۱۴۹	۸	دیوان گل رعنا	دیوان غزلیات	فارسی و اردو	بھوپال	

حرف اللام - میزان (۵)

۱۸۰	۱	لفظ القاطع علی بعض ما استعمله العامة عن العرب والمولد والذخيل والاغلاط	لفظ	عربی	بھوپال	
۱۸۱	۲	لفظہ الجلال لمانس الی معرفۃ حاجۃ متفرقات	کتابت	"	کابوہ قسطنطنیہ	

نمبر شمار	نمبر	حرف اللام	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۸۲	۳	لسان العرفان	تفسیر	اردو	آگرہ	
۱۸۳	۴	اللواء المحمود لتوحید الرب المعبود	عقائد	"	بھوپال	
۱۸۴	۵	اللتی واللتی	خلاقیت	فارسی	بنارس	

حرف المیم - میزان (۲۲)

۱۸۵	۱	مسک الختام شرح بلوغ المرام	حدیث	فارسی	کھنڈو	درجہ اول
۱۸۶	۲	مکارم الاخلاق		"	"	
۱۸۷	۳	الموعظۃ الحسنہ بما یحیط بہ فی شہر المہینہ	مخطوبہ	عربی	بھوپال	
۱۸۸	۴	موائد الاحوال من عیون الاخبار والفوائد	کشف	فارسی	بھوپال	
۱۸۹	۵	ملاک السعاده فی افراذہ تعالیٰ بالعبادۃ	عقائد	اردو	"	
۱۹۰	۶	منہج الوصول الی اصطلاح اصحاب الریوس	حدیث	"	"	
۱۹۱	۷	مشیر اکبر الغرام الی رہ مقام دار السلام	بیان حجت	عربی	کابوہ	
۱۹۲	۸	المنہل العذب الصافی شرح منہج البیان لثانی	حدیث	فارسی	قلمی	
۱۹۳	۹	محاسن الاعمال	دینیات	اردو	آگرہ	

۱۹۴: کتاب حاوی اللہ روح الی بلاد الافراح مولفہ حافظ بن الیم کی تفسیر ہے۔

نمبر شمار	نمبر درجہ	حرف الیم	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۹۳	۱۰	محو الحویہ با ثبات لا استغفار والتوبہ	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۹۵	۱۱	المحقق المتقدم	عقائد	"	دہلی	
۱۹۶	۱۲	المقارن فی التفسیر فی التفسیر	وصایا	فارسی	آگرہ	
۱۹۷	۱۳	المعجم البارز للمصادر والوارد	مجموعہ رسائل	"	بھوپال	
۱۹۸	۱۴	مقالات الاحسان مقام العرفان	تصوف	اردو	"	✽
۱۹۹	۱۵	المختصر المختصر فی حق الحق المختصر	"	"	"	
۲۰۰	۱۶	مراقب الغرلان فی تذکار دیار الزمان	دینیات	فارسی	بھوپال	
۲۰۱	۱۷	فتوح المقلین للشیخ عبدالحق دہلوی	دینیات	فارسی	آگرہ	
۲۰۲	۱۸	رسالہ منجیات و مہلکات	"	اردو	"	
۲۰۳	۱۹	منہاج العبد الی معراج التوحید	عقائد	"	"	
۲۰۴	۲۰	مراد المرید فی اخلاص التوحید	"	"	"	
۲۰۵	۲۱	مختصر الفیض العود فی ایام شریف جمہ				
۲۰۶	۲۲	معجوب فی نحو المغرب				

حرف النون - میزان (۱۰)

✽ ترجمہ فتوح الذیاب الفصیح شیخ عبدالقادر جیلانی کتاب والاعجاز معلوم کی آخری تالیف ہے۔

نمبر شمار	نمبر درجہ	حرف النون	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۲۰۷	۱	نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام	تفسیر	عربی	علوی	
۲۰۸	۲	نیل الابرار یا العلم الثور من الاعمال النورانیہ	"	"	قطیفیہ	
۲۰۹	۳	فتح الطیب من ذکر المنزل وحبیب	تذکرہ	فارسی	آگرہ	
۲۱۰	۴	نشی سکران حبیب و تذکار الغرلان	ادب	عربی	قطیفیہ	
۲۱۱	۵	نیل اللامنی بشرح مختصر الشوکانی	تفہیم	فارسی	آگرہ	
۲۱۲	۶	نصب الذریعہ الی تعدید علوم الشریعہ	تذکرہ	فارسی	آگرہ	
۲۱۳	۷	انجیل قبول من شیخ الیچ الرسول	"	فارسی	بھوپال	
۲۱۴	۸	النذر العرمان من زکات النیلین	بیان	فارسی	آگرہ	
۲۱۵	۹	تذکرہ شاعران حین	تذکرہ	فارسی	بھوپال	
۲۱۶	۱۰	النصع السدید لوجوب التوحید	عقائد	اردو	"	

حرف الواو - میزان (۳)

۲۱۷	۱	توشیح المرقوم فی بیان احوال العلوم المنشور منها والمنظوم	تذکرہ	فارسی	بھوپال	
۲۱۸	۲	وسیلۃ النجات الی دار الصلوۃ والصلوۃ والنجاة	دینیات	اردو	آگرہ	

نمبر شمار	حرف الواو	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۲۱۹	وصیت نامہ ابوقا	وصایا	اردو		

حرف الہاء میزان (۲)

۲۲۰	۱	ہدایۃ السائل الی اولی السائل	دینیات فارسی	بھوپال	
۲۲۱	۲	ہادی القلب سلیم الی درجات جنات النعیم	بیانیت	اردو	آگرہ

حرف الیاء المثنیات میزان (۱)

۲۲۲	۱	نقطة اولی الاعتبار فیما ورد من ذکر النار واهل النار	بیان و فزع	عربی	بھوپال
-----	---	---	------------	------	--------

یہ تمام مؤلفات خرد و کلان والا جاہ مرحوم عربی و فارسی اور اردو کی کل ملا کر دو سو پائیس کتابیں ہیں اگر وہ مسائل جو عدیل الطالب اور ہدایت السائل میں شامل ہیں اور ان میں کوئی ایک جزو کا رسالہ ہو اور کوئی ڈیڑھ جزو کا رسالہ ہو جدا جدا تصور کیا جائے تو انکی تعداد مل کر کل تالیفات قریباً تین سو کتابوں کے ہوتی ہیں چنانچہ اسی بنا پر عدیل الطالب کے ہر ایک مسئلہ کا ایک علیحدہ مستقل نام رکھا گیا ہے۔ فقط